تحریک تحفظ ختم نبوت سے متعلقہ اولین حالات و واقعات پر مبنی پہلی معلوماتی، دلچسپ اور شاہکار کتاب

اوّلیاتِ ختمِ نبوّت

معروف بہ

تحفظِ ختمِ نبوّت — سب سے پہلے



ہدیہ عقیدت

عالمی مبلغ اسلام شیخ طریقت حضرت العلام

خواجہ محمد بدر عالم جان زید مجدہ

زینت دربار عالیہ مرشد آباد شریف پشاور شہر

از رشحاتِ قلم

خاکِ راہِ صاحبدلاں **خواجہ غلام دستگیر فاروقی** مدیر اعلیٰ: مجلہ "المنتہیٰ"

نقشِ اوّلیں

محبت رسول ﷺ کی انمول دولت سے مالا مال مجاہد ختم نبوت

جناب خواجہ غلام دستگیر فاروقی صاحب ایک جید عالم دین، باکمال خطیب اور ثقہ مصنف ہیں۔ وہ 'آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے'، کے مصداق کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ وہ کئی اہم کتابوں اور کتابچوں (کتابیات ختم نبوت، تاجدار گولڑہ اور جہاد ختم نبوت، پیش گوئیاں، انصاف کیجیے، سوز دل، آئینہ قادیانیت) کے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ علمی وتحقیقی مجلہ المنتہٰی کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں۔ وہ لکھنے سے پہلے سوچتے ہیں، تحقیق کی وادی میں سرگرداں ہوتے ہیں، پھر مستند مواد اکٹھا کرتے ہیں، اسے تولتے ہیں، سنوارتے ہیں اور آخر میں اسے آخری شکل عطا کرتے ہیں۔ زیر نظر کتاب 'اَوَّلیاتِ ختمِ نبوت' جناب خواجہ غلام دستگیر فاروقی کی تازہ تصنیف ہے جو نہایت علمی، تحقیقی اور دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ محنت و مہارت کا خوبصورت نمونہ بھی ہے۔ یوں تو تحفظ ختم نبوت اور ردّ قادیانیت پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں مگر ایسی کتاب جس کا محور یا مرکز ختم نبوت سے متعلقہ تمام حالات و واقعات کا نقش اوّلیں ہو، مفقود ہے یا ڈھونڈے سے ہی ملتی ہے۔ 324 صفحات پر مشتمل یہ کہکشاں 50 سے زائد متنوع موضوعات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ کتاب ایمان افروز معلومات کی وسیع وعریض کائنات ہے جس کے مطالعہ سے قاری اس کے سحر میں جکڑ جاتا ہے۔ اس طرح کی تخصیصی معلومات اکٹھی کرنا جگر کاری کا کام ہے۔ تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے والے کارکنان کے لیے یہ معلوماتی کتاب بے حد کارآمد اور ناگزیر ہے۔ ایسی جامع اور مرقع کتاب نہ صرف پڑھنے بلکہ قریبی دوستوں کو بہترین تحفہ پیش کرنے کے لائق ہے۔ آخر میں جناب فاروقی صاحب کی درویشانہ طبیعت کے تناظر میں حضرت علامہ محمد اقبالؒ کا یہ شعر پیش کرتے ہوئے دلی انبساط محسوس کرتا ہوں۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں اندازِ خسروانہ

کتاب کا نام	:	اَوَّلِیَّاتِ خَتْمِ نَبُوَّتْ (تحفظ ختم نبوت۔۔۔۔۔۔سب سے پہلے)
مصنف کا نام	:	خواجہ غلام دستگیر فاروقی
مراجعت ونظر ثانی	:	محمد ثاقب رضا قادری ایڈووکیٹ (الخیر ریسرچ سنٹر، لاہور)
خصوصی کاوش	:	اِدَارَۃُ الْمُنْتَہٰی پاکستان
کمپوزنگ	:	محمد فضیل قادری (+92307-8415818)
طبع اول	:	ربیع الاول شریف 1444ھ بمطابق اکتوبر 2022ء
صفحات	:	336
ناشر	:	''کتب خانہ خیریہ'' دربار عالیہ مرشد آباد شریف (کوہاٹ روڈ) پشاور شہر

ملنے کے پتے

* ''کتب خانہ خیریہ'' دربار عالیہ مرشد آباد شریف (کوہاٹ روڈ) پشاور شہر
(0300-9843686) (091-2321484)
* خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ خیریہ G7/2 اسلام آباد
(0345-5230301) (051-2204812)
* آستانہ چشتیہ خیریہ جلال پوردرس (چک امروروڈ) شکرگڑھ (0303-6865872)
* جامعہ رحمت صادق چوک قائداعظم ٹاؤن، ٹاؤن شپ لاہور (0302-3911531)
* جامعہ غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ II لاہور (0306-4373145)
* پروگریسو بکس، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور
* ورلڈ ویو پبلشرز، دکان نمبر 11، الحمد مارکیٹ فرسٹ فلور غزنی سٹریٹ اُردو بازا، لاہور

فہرست

قطعہ تاریخ اشاعت

اَوّلیاتِ ختمِ نبوت

عقیدہ ہے ہمارا خاتمیّت
کہ ہم ہیں اہلِ ایماں اہلِ سنّت
بجا لائیں نہ کیوں شکرِ الٰہی
ہے راہِ راست پر اپنی جماعت
مبارک کیوں نہ ہو یہ اوّلیات
کہ موضوع اِس کا ہے ختمِ نبوت
وضاحت سے بتاتی ہے یہ تصنیف
تھے کون اوّل فدایانِ رسالت
ہے کیا ختمِ نبوت کا تحفظ
چلی کیسے یہ تحریکِ حفاظت
مخالف کون ہیں مرزائیوں کے
اُٹھائی کن سے مرزا نے ہزیمت
صداقت سامنے آ جائے گی سب
عیاں ہو جائے گی ساری حقیقت
خدا ہم کو بھی دے اسلاف سا جوش
خدا ہم کو بھی دے اُن سی عزیمت
غلام دستگیر اس کے ہیں راقم
خدا رکھے انہیں پل پل سلامت
اُسے "تحریرِ بابرکت" بتاؤ
جسے مطلوب ہے سالِ اشاعت
۱۴۴۳ھ

ازقلم
صاجزادہ محمد نجم الامین عروسؔ فاروقی
مونیاں شریف ضلع گجرات

□□□

انتساب

راقم پرتقصیر، کمترین خلائق اپنی اس ناچیز تالیف موسومہ بہ ''اوّلیاتِ ختم نبوت'' المعروف بہ ''تحفظ ختم نبوت سب سے پہلے'' کو بصورتِ نذرِ عقیدت براہِ راست محسنۂ کائنات، سیدۂ کونین، مخدومۂ جہاں

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

کے بلندو بالااور لاثانی دربار میں پیش کرتا ہے جن کے بطن مبارک سے ذاتِ معبود و برحق جلّ وعَلَا شانہ نے کائناتِ ہست و بود کو تخلیق کائنات کا نقطہ اوّلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطافرمایا۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی تُربت مبارکہ کو مَس کرنے والے ہَوا کے جھونکوں کے طفیل میری ''امّی جان''، ''والد گرامی'' سلامت رَہیں اور بے حساب مغفرت ہو۔

اِلتجا

اے بادشاہوں کو بادشاہت عطا فرمانے والے، غریبوں کی غریبی پر ترس کھانے والے، امیروں کو ثروت و امارت بخشنے والے اور بے آسرے دُکھیاروں کی پُکار کو سُننے والے واحد و قدّوس خدا! ایک خاطی و عاصی بندہ پُکارنے کی تمنّا رکھتا ہے، اس کو توفیق رفیق فرما کہ وہ تجھے دل کی اس گہرائی سے جو اخلاص و للّٰہیت کا مسکن اور روح کے اس عمق سے جو تیرے خوف و خشیت کا مخزن ہو پکارے تُو وہ داتا ہے جو ہر پکارنے والے کی پکار کو سُن کر اس کے اِستحقاق سے زیادہ اس کے دامن مراد کو بھرتا ہے۔

اس سائل کی روح کانپ رہی ہے اور خطا کار دل کا ایک ایک ریشہ لرز رہا ہے کہ زندگی کا کوئی نیک عمل اور عمر بھر کا کوئی مستحسن کارنامہ نہیں جس کی امید پر ایسی عظیم و جلیل دولت کی شمع لے کر تیری بارگاہِ فضل و عطا میں کچھ لب کشائی کر سکے، مگر یاس و قنوط کی افسردگیوں میں صرف ارشادِ لَا تَقْنَطُوْا کی ڈھارس ہی جرأت کرتی ہے کہ آس کا دامن پھیلا اور غنی و کریم آقا سے مانگ۔ وہ ذرّہ نواز ہے، نعائم کے خزانے بے منت بے استحقاق جس پر چاہتا ہے کھول دیتا ہے۔

پس اس رحمتِ لامتناہی کے صدقے اس ذرّہ ناچیز کو اپنے حبیب پاک صاحب لولاک، متصرف افلاک کے بیانِ رفعت ذکر کی وہ وُسعت و پاکیزگی عطا فرما جس کو سندِ دوام کے ساتھ قبولیّت تام بھی حاصل ہو اور اس تذکرۂ حبیب ﷺ میں وہ تاثیر و اثر دے کہ اس کے ہر قاری و ناظر کا قلب تیرے اور تیرے محبوب کے عشق و محبت سے معمور ہو جائے۔

(مجدد سلسلہ سہروردیہ، حضرت ابوالفیض سید قلندر علی سہروردی کی کتاب مستطاب ''جمالِ رسول'' سے اقتباس)

سَرِ حَرف

عقیدۂ ختم نبوت اور ردّ قادیانیت پر دورانِ مطالعہ مختلف کتب اور رسائل کی خصوصی اشاعتوں میں مذکورہ موضوع پر ''اَوّلیات'' کے تناظر میں مختلف مضامین یا کہیں چند سطور نظر نواز ہوئی تو ارادہ کیا کہ اس پر کچھ مفصل مگر اجمالاً کام ضرور ہونا چاہئے۔ نتیجتاً کچھ نئی جہتیں بھی سامنے آجائیں گی اور بکھرے ہوئے اوراق پر مشتمل ''اوّلیات'' یکجا بھی۔ اِسی دوران اہلِ حدیث مکتبۂ فکر کے معروف عالم مولانا برق التوحیدی کی علمی کاوش بنام ''تحریک ختم نبوت کے اوّلین نقوش'' نظر نواز ہوئی تو کام کی ابتداء میں مزید آسانی ہوگئی۔

کام شروع کیا تو تحفظ ختم نبوت کے علمی و قلمی مجاہدین اور قدردانوں کی مسلسل راہنمائی سے راہیں وا ہوتی گئی۔ بہت سے ایسے موضوعات بھی زیرِ بحث آگئے جو قبل ازیں منظر پر نہیں تھے۔ احقر نے ہر موضوع کو پھیلانے کی بجائے سمیٹنے کی کوشش کی۔ البتہ جن موضوعات پر ہمارے محققین لکھ چکے تھے ان کی اہمیت کے پیشِ نظر مِن وعَن شامل کیا۔ جن میں محقق ختم نبوت محب گرامی صادق علی زاہد (ننکانہ صاحب) اور نوجوان کہنہ مشق محقق برادرِ گرامی محمد ثاقب رضا قادری (لاہور) اور عظیم سکالر ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی (کراچی) کے مقالات قابلِ ذکر ہیں۔ ۲۰۲۱ء میں پیکر اخلاص معروف مصنف محمد احمد ترازی (کراچی) نے ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء قرارداد ختم نبوت کی منظوری کے بعد پہلا تاریخ ساز عالمی سفر نامہ بنام ''آگہی تحفظ ختم نبوت'' موضوع پر جاندار کام کیا تو اس کی تلخیص نے بھی ہمارے کام کو چار چاند لگائے۔ اس طرح ایک نئی جہت سے اس موضوع پر مستقل کتاب ترتیب پا گئی۔

تحفظ ختم نبوت پر کام کرنے کا مشن اتنا مقدس و متبرک ہے کہ ملت اسلامیہ کے تمام مکاتبِ فکر نے اس پر بے بہا قربانیاں دی اور دیتے رہیں گے۔ ہماری پوری کتاب میں کسی مکتبۂ فکر کی خدمات کا انکار یا تنقیدی رنگ تحریر آپ ملاحظہ نہیں کریں گے۔ اس مقدس محاذ پر جس نے جو کیا وہ قابلِ صد تحسین ہے۔ اُس

نے ملت کی جانب سے کفارہ ادا کیا۔ البتہ ''اوّلیات'' پر ہمیں جو میسر آیا ہم سامنے لائے ہیں۔ اگر کوئی صاحب تعصب و خیانت سے دستبردار ہو کر علم و تحقیق اور تاریخی اوراق کو سامنے رکھ کر اختلاف کرتا ہے تو ہمیں انکار نہیں۔ ہم نے اپنی کاوش کو اس تناظر میں لیا ہی نہیں۔ جو ہمارے مطالعہ میں آیا ہم نے جمع کر دیا اور بس۔

دعا ہے کہ احقر کی یہ تالیف تحفظ ختم نبوت لٹریچر میں اضافے اور تموّل کا باعث ہو۔ یقیناً اس تالیف میں بہت سی فروگزاشتیں ہوں گی لیکن چونکہ ''اوّلیات'' کے میدان میں فقیر کی مرتب کردہ تالیف کو ''اوّلیت'' حاصل ہے اس لئے اُمید ہے احباب درگزر سے کام لیں گے۔

ہدیۂ تشکر و تہنیت:

حقیر کاوش کی ترتیب و تکمیل پر احقر تمام اہلِ علم و حلم

اوّلاً: کہنہ مشق محقق، پختہ قلمکار، تحفظ ختم نبوت قلمی محاذ کا عظیم نام برادرم محمد ثاقب رضا قادری کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہے جو اس کام کے آغاز سے انتہاء تک احقر کی رہنمائی کرتے رہے۔ کرم بالائے کرم کہ کتاب کو اوّل تا آخر پڑھا اپنی علم دوستی اور احقر کے ساتھ خلوص و محبت کی بنا پر اضافات فرمائے اور ساتھ پروف ریڈنگ بھی کر دی۔ مزید برآں ''تقدیم'' لکھ کر نوازش گری کی حد کر دی۔

ثانیاً: مخدوم مکرم، تحقیق و تالیف کا ایک روشن کردار، ممتاز علم دوست شخصیت عابد حسین شاہ پیرزادہ (چکوال) کا بہت شکریہ اور احسان مندی کہ انہوں نے ''اوّلیات'' پر کچھ نئے گوشے عنایت کئے۔

ثالثاً: تحفظ ختم نبوت پر قیمتی سرمایہ محب گرامی محمد احمد حسن قادری کو ہدیۂ تہنیت پیش کرتا ہوں جن کی راہنمائی کتاب کے خوبصورت اضافات کا سبب بنی۔

رابعاً: مخلص فی اللہ، محقق ختم نبوت حضرت صادق علی زاہد اور گوناگوں خوبیوں کے مالک، تصنع سے کوسوں دُور، شہر کراچی کی منفرد شخصیت محمد احمد ترازی کو ہدیۂ محبت جنہوں نے اپنے گراں قدر تحقیقی مواد تک رسائی دی اور کتاب کا حصہ بنانے کی اجازت دی۔

خامساً: قاطع قادیانیت، عصرِ حاضر کے ''محمد الیاس برنی''، پیکر محبت ''محمد متین خالد'' کا شکریہ کن الفاظ سے کیا جائے جو احقر کی حد درجہ حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔ اِس بار بھی اپنی محبت بھری تحریر کتاب کے فلیپ (ٹائٹل

کا بیک) کے لئے عنایت کی۔

سادساً: میرے دل کے بہت قریب برادرم حافظ غلام قادر ساقی، پیکر اخلاص محمد اکرام اللہ صدیقی، مولانا عامر علی چشتی، مولانا محسن علی چشتی، مولانا راحیل احمد فاروقی (سرکولیشن انچارج "المنتہیٰ") سب کے لئے ڈھیروں دعائیں جو احقر کی محققین کو بعض چیزیں پہنچانے، لانے کے عمل کو حسن و خوبی اور مکمل دل جمی سے پہلی فرصت میں کرتے ہیں۔

سابعاً: مجلہ "اَلْمُنْتَہٰی" کی رابطہ کمیٹی" قاری محمد مجید نوری، قاری نور نبی نقشبندی، محمد عمر علی عطاری، حافظ حماد ملک" کے لئے بے حد دعائیں جو "اَلْمُنْتَہٰی" کو انتہائی محنت، محبت اور خلوص سے لے کر چل رہے ہیں۔

اِن سطور کو تحریر کرنے پر کمترین خلائق اپنے خالق و مالک کا شکر ادا کرتا ہے اس کام کو دیکھ کر آگے جتنا کام بھی ہوگا یقیناً وہ تحفظ ختم نبوت پر ہوگا۔ اللہ کریم اس کے طفیل فقیر کے والدین، اساتذہ، اعزاء واقارب اور "اِدَارَۃُ الْمُنْتَہٰی پاکستان" کے جملہ معاونین و اراکین کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور بخشش کا سامان ہو۔

خاکپائے صاحب دلاں
غلام دستگیر فاروقی
مدیر اعلیٰ: مجلہ "المنتہیٰ"
حال مقیم: جامعہ رحمت ٹاؤن شپ لاہور

”اوّلیاتِ ختم نبوت“ ایک تاریخی وتحقیقی دستاویز

اثر خامہ: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی

الامین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

آتے رہے انبیاء کما قیل لھم والخاتم حقکم کہ خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم
بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا نور اوّل کا جلوہ ہمارا نبی
فتح باب نبوت پہ بے حد درود ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

الحمدللہ رب العالمین، اللہ تعالیٰ کا کروڑ ہا کروڑ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنے آخری محبوب پیغمبر آخرالزماں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میں سے پیدا فرمایا اور دولتِ ایمان سے سرفراز فرمایا۔ اس دنیائے آب و گل میں یوں تو کئی لوگ آتے ہیں اور پھر کچھ عرصہ بعد یہاں سے کوچ کر جاتے ہیں ان کا کوئی نام لینے والا نظر نہیں آتا بلکہ ان کا نام ونشان تک حرف غلط کی طرح مٹ جاتا ہے۔ لیکن اسی دنیائے آب وگل میں کچھ ایسے نفوسِ قدسیہ بھی ہوتے ہیں جن کی ساری زندگی اپنے آقا ومولیٰ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی وفاداری وغلامی میں ہی بسر ہوتی ہے اور پھر انہیں ہمیشہ کے لئے حیات جاودانی حاصل ہو جاتی ہے اور تاقیامت ان کی عظمت ورفعت کے ڈنکے بجتے ہی رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ہر عہد میں ایسے پاک طینت رہبر پیدا فرمائے ہیں۔ علامہ خواجہ غلام دستگیر فاروقی زید مجدہ کا شمار بھی عہد حاضر کے ان نفوسِ قدسیہ میں ہوتا ہے جنہوں نے آقا ومولیٰ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ناموس اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنی حیات مستعار وقف کی ہوئی ہے۔

علامہ خواجہ غلام دستگیر فاروقی زید مجدہ کی ولادت باسعادت 23/ جولائی 1984ء کو موضع جھنگی ظفروال روڈ تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال پنجاب پاکستان میں مولانا حافظ قاسم علی ساقی بن چوہدری حاجی شکر دین مرحوم کے ہاں ہوئی۔ آپ نے قرآن مجید ناظرہ اور چند سورتیں جامعہ دستگیریہ عثمانیہ جلال پور درس میں کہنہ مشق مدرس زینت القراء قاری محمد عبداللہ سلطانی زید مجدہ سے حفظ کیں۔ آپ نے گورنمنٹ پرائمری سکول جلال پور، گورنمنٹ مڈل سکول

لکھنو اور مسلم ماڈل ہائی سکول شکر گڑھ سے ابتدائی عصری تعلیم حاصل کی۔

والد گرامی کے حکم پر جامعہ نعیمیہ لاہور کی شاخ جامعہ اُمِ اشرف جمال یوحنا آباد قصور روڈ لاہور میں صرف ونحو کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

بعد ازاں جامعہ نعیمیہ لاہور کے دینی وفکری ماحول میں دو سال کا عرصہ گزارا۔ پھر استاذ الاساتذہ علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء مفتی محمد رفیع نعیم الباروی دامت برکاتہم العالیہ سے دو سال میں کافیہ، شرح مُلّا جامی، اُصولُ الشاشی، ہدایۃ الحکمت، مرقاۃ، مراح الارواح کی کتب پڑھیں۔ موقوف علیہ سے دورۂ حدیث شریف تک کی تکمیل جامعہ غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ II لاہور میں استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا محمد اصغر شاکر سیالوی زید لطفہٗ اور عزت مآب رحمت اللہ ملک رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں مکمل کی۔ آپ کے معروف اساتذہ کرام میں چند نام پیش خدمت ہیں:

"مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد عبدالعلیم سیالوی، شہید پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، جامع المعقول والمنقول مفتی محمد طیب ارشد، شیخ الحدیث مفتی محمد انور القادری، جامع المعقول والمنقول مفتی محمد لیاقت علی معصومی، پیکر محبت استاذ العلماء حاجی محمد امداد اللہ قادری نعیمی، استاذ العلماء ڈاکٹر مفتی محمد شفیق نقشبندی، استاذ العلماء مولانا محمد محبوب احمد شرقپوری"

2008ء میں جامعہ غوثیہ رضویہ گلبرگ لاہور میں آپ دستار فضیلت سے ہم کنار ہوئے۔ فراغت سے متصل ہی جامعہ کی طرف سے ذیلی شاخ جامعہ رحمت (ٹاؤن شپ لاہور) میں بطور خطیب و ناظم تعیناتی ہوئی۔ **2010**ء سے **2014**ء تک اپنے والد گرامی کے قائم کردہ ادارہ جامعہ دستگیریہ عثمانیہ جلال پور شکر گڑھ میں درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ جہاں اُس وقت درسِ نظامی، حفظ القرآن + مڈل انگلش میڈیم اور ناظرہ قرآن کی کلاسز آب وتاب سے ہوتی رہیں۔

2014ء کے اواخر میں آپ جامعہ رحمت لاہور میں دوبارہ بلوائے گئے اور یہاں کا نظم ونسق نہایت ہی احسن انداز میں سنبھالا۔

رحمت حق بہانہ می جوید، 2014ء ہی میں آپ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے تعاقب میں ایسے مصروف ہوئے کہ آپ نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ آپ نے یہاں ادارۃ "المنتہیٰ" پاکستان کا قیام عمل میں لایا، اس کے تحت یہاں عقیدۂ ختم نبوت کورسز باقاعدگی سے شروع کروائے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے ردّ میں نہایت ہی علمی وتحقیقی کانفرنسیں منعقد کروائیں۔ ان میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس

شکر گڑھ کی شہرت نے باطل کے ایوانوں میں ایک ہلچل مچائی ہوئی ہے۔

یہی نہیں آپ نے جہاد بالقلم کے محاذ پر بھی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے ردّ میں فتوحات کے جھنڈے گاڑھے ہیں۔ جامعہ رحمت لاہور میں ''ادارۂ المنتہیٰ پاکستان'' کے زیر اہتمام 2017ء سے سہ ماہی مجلہ ''المنتہیٰ'' لاہور پاکستان کا اجراء نہایت ہی کامیابی وکامرانی سے جاری وساری ہے۔ یوں تو اس کا ہر شمارہ ہی خاص اور منفرد اہمیت کا حامل ہے لیکن ان میں اس کی دو خصوصی اشاعتوں نے بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی ہے۔

1: مفسر قرآن علامہ پروفیسر سید شاہ فرید الحق جنیدی رحمۃ اللہ علیہ (م:1433ھ/2011ء) کا ختم نبوت کے حوالے سے نہایت معرکۃ الآراء مقالہ'' قادیانیت پر آخری ضرب'' جسے سہ ماہی مجلہ ''المنتہیٰ'' نے بیک وقت اردو، عربی اور انگریزی زبانوں میں ترجمہ کر کے نہایت آب وتاب سے شائع کیا ہے۔ جو آپ کا ایک فقید المثال کارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔

2: ایک فاضلہ محققہ سدرہ عبد الخالق صاحبہ نے شعبۂ عربی وعلوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور سے ایم اے کی سند کے لئے ایک مقالہ ''تحفظ ختم نبوت اور بابو پیر بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ'' لکھا جسے سہ ماہی مجلہ ''المنتہیٰ'' کے شمارہ جنوری تا جون 2022ء میں خصوصی اشاعت کے طور پر سامنے لایا گیا۔ جو عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے نہ صرف اوراق گم گشتہ کی دریافت ہے بلکہ اسلاف شناسی کی بھی ایک نہایت اہم مثال ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے ردّ میں آپ کی قلمی معرکہ آرائیاں نہایت ہی دیدنی ہیں۔

* **''آئینہ قادیانیت''** آپ کی نہایت مختصر مگر جامع تحریر ہے جس میں قادیانیت کو آئینہ دکھایا گیا ہے۔ آئینہ دکھایا تو براماں گئے۔
* **''تاجدارِ گولڑہ اور جہادِ ختم نبوت''** میں فاتح قادیان قبلۂ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی فتوحات کی کہانی سنائی گئی ہے اور اس حوالے سے پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے۔
* **''پیش گوئیاں''** میں فتنۂ قادیانیت کے حوالے سے اکابر اولیائے کرام کے ایسے مکاشفات پیش کئے گئے ہیں جب مرزا آنجہانی کا فتنہ ابھی پر پرزے ہی نکال رہا تھا۔
* **''انصاف کیجئے''** میں قادیانی ذریت کو دعوتِ انصاف دی گئی ہے۔
* ''سوز دل'' میں فتنۂ قادیانیت کے حوالے سے آپ کے نالۂ دل اور آہ وفغاں کی داستان رقم کی گئی ہے۔
* **''کتابیات ختم نبوت''** میں فتنۂ قادیانیت کے رد میں اہل سنت کے قلمی جہاد کی تفصیل دی گئی ہے۔ ابھی اس کی پہلی جلد سامنے آئی ہے۔ دوسری جلد زیرِ طبع ہے۔
* **''ارمغانِ ختم نبوت''** اس عنوان کے تحت اہل سنت کے ان جرائد و رسائل کے ان خصوصی اشاعتوں کو یکجا کر

دیا گیا ہے جو ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے رد میں شائع ہو چکی ہیں۔(زیر طبع)

* **''اولیات ختم نبوت''** اس عنوان کے تحت آپ نے نہایت تحقیق و دقیق سے **موضوع** کا حق ادا فرمایا ہے۔ختم نبوت کے حوالے سے اہل سنت و جماعت کی جانب سے اب تک ہونے والے تحریری کام میں یہ نہایت ہی عمدہ اور منفرد اہمیت کا حامل ہے۔آپ نے یہ مقالہ تین ابواب میں منقسم فرمایا ہے۔

باب اوّل میں پندرہ عنوانات ہیں ان میں ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے اولیں اسیر، شہید، مہاجر، شاعر، جرنیل، غازی، مفتی، مجاہدہ، جنگ، اجماع صحابہ اور اجماع امت کی تفصیل نہایت ہی محققانہ انداز میں پیش کی گئی ہے۔

باب دوم میں تیس عنوانات ہیں جن میں اوّلیں عربی کتاب، اردو، پنجابی، فارسی، انگریزی کا تعارف دیا گیا ہے۔ نیز اسی باب میں علماء عرب و عجم کی تصدیقات و فتاویٰ لینے والی اولیں شخصیت، اولیں مناظرہ، مباہلہ، حرمت نکاح پر اولیں فتویٰ، عربی اخبار، اولیں مجموعہ احادیث ختم نبوت، سوشل بائیکاٹ کرنے والی اولیں شخصیت، اور اولیں ماہوار رسالہ کا تعارف بھی دیا گیا ہے۔

باب سوم گیارہ عنوانات پر مشتمل ہے۔ان عنوانات کے تناظر میں قیام پاکستان کے بعد ختم نبوت کے تحفظ کی قانونی جنگ کے اولیں مجاہد، قومی اسمبلی میں اولیں قرارداد، 7 ستمبر 1974ء کے تاریخی فیصلے کے بعد عالمی سفرنامہ، ضخامت و ابواب بندی کے اعتبار سے اوّلیں تحفظ ختم نبوت نمبر، اوّلیں تفسیر ختم نبوت، اوّلیں سہ ماہی خصوصی نمبرز، نکاح نامہ کے حلف نامہ میں ختم نبوت کی اوّلیں کاوش بھی زیرِ بحث لائی گئی ہے۔

ابواب کے اختتام پر''مصادر و مراجع'' کے زیرعنوان ان تمام مآخذ و مراجع کی فہرست دے دی گئی ہے جن سے اس مقالہ کی تکمیل ممکن ہو سکی ہے۔

ماشاءاللہ، فاضل محقق علامہ خواجہ غلام دستگیر فاروقی زید مجدہ نے''اوّلیاتِ ختم نبوت''کی ترتیب و تدوین کر کے ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے نہ صرف ایک تاریخی اور تحقیقی دستاویز قارئین کی ضیافت طبع کے لئے پیش فرمادی ہے بلکہ یہ تو ختم نبوت کے تحفظ کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے۔ایک''جہان ختم نبوت''ہے۔ختم نبوت کے شعور کو اجاگر کرنے کے لئے یہ کتاب مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

روحانی سلسلہ بیعت:

راقم کے ممدوح علامہ خواجہ غلام دستگیر فاروقی کو سلسلۂ عالیہ چشتیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ میں اپنے والد گرامی یادگارِ اسلاف، متوکل علی اللہ حضرت پیر **حافظ محمد قاسم علی ساقی** دامت برکاتہم العالیہ سے بیعت و خلافت حاصل ہے۔آپ ہی کے حکم پر آپ نے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ خیریہ میں آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ خیریہ مرشد آباد شریف پشاور کے مسند نشین

خواجہ پیر محمد بدر عالم جان نقشبندی مجددی خیری زید مجدہ کے دست حق پرست پر بھی بیعت کی اور خلافت کی سعادت حاصل کی ہے۔ اور کرم بالائے کرم یہ ہے کہ پیشِ نظر کتاب **"اوّلیاتِ ختم نبوت"** کی اشاعت بھی آپ اپنی نگرانی و سرپرستی میں آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ خیریہ مرشد آباد شریف پشاور سے فرما رہے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ خیریہ کی عظیم خانقاہ کے مورث اعلیٰ زینت الاصفیاء **حضرت خواجہ پیر ابوالخیر محمد عبداللہ جان محی الدین نقشبندی مجددی** رحمۃ اللہ علیہ (م: 1441ھ/ 2020ء) کسی تعارف کے محتاج نہیں، آپ محض ایک روایتی پیر ہی نہیں بلکہ اپنی ذات میں ایک ادارہ، ایک تحریک اور ایک انجمن کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کو قلم و قرطاس سے گہرا شغف تھا، دنیا بھر کے اہل علم و قلم سے آپ کے روابط نہایت قوی تھے، آپ کتاب دوست اور کتاب شناس تھے، سفر و حضر میں ایک آدھ کتاب آپ اپنے ہمراہ ضرور رکھتے تھے۔ آپ نے خانقاہ مرشد آباد شریف پشاور شہر پر نہایت ہی عالی شان لائبریری قائم کی ہوئی ہے جہاں مختلف زبانوں میں ہزاروں نادر و نایاب کتابیں دعوتِ مطالعہ دے رہی ہیں۔ آپ نے پشاور سے ایک مجلہ "الخیر" بھی جاری کیا تھا، آپ نے مسعود ملت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی مظہری رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم کے حوالے سے ایک نہایت ہی عمدہ کتاب لکھوا کر شائع کر کے عام تقسیم فرمائی تھی، اسلاف شناسی اور تذکرہ نگاری سے بھی آپ کو نہایت گہرا شغف رہا، آپ نے پروفیسر خالد امین الخیری سے "سلسلہ خیریہ" اور محمد صادق قصوری سے ایک عظیم و ضخیم کتاب "تذکرہ نقشبندیہ خیریہ" لکھوا کر نہایت آب و تاب سے شائع کروا کر عام کیا ہے۔ آپ ناچیز ہیچ مدان کے مہربان اور قدردان تھے، آپ نے فقیر کے تحریری کام کو ہمیشہ بنظر استحسان دیکھا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ کے نور نظر اور جانشین **خواجہ پیر محمد بدر عالم جان نقشبندی مجددی زید مجدہ** نے نہایت ہی احسن انداز میں خانقاہ عالیہ نقشبندیہ خیریہ کا نظم و نسق سنبھالا ہوا ہے۔ آپ اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا بھر میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ آپ عالمی مبلغ اسلام ہیں، فکر و اعتقاد کی اصلاح میں آپ نے بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ آپ کی زندگی بھی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ بھی قافلۂ عشق و وفا کے حدی خواں ہیں، فکر رضا کے امین اور اپنے اسلاف کے خوشہ چین ہیں۔

یہ عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ میں معرکۂ اوّلیں یمامہ بھی خلیفۂ اوّل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگرانی و سرپرستی میں برپا ہوا تھا اور آج عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے رد میں بھی ان کا سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ ممتاز و نمایاں نظر آتا ہے۔ ضرورت ہے کہ یہ کتاب **"اوّلیاتِ ختم نبوت"** ہر مسلمان کے گھر

میں پہنچنی چاہیے، ہر لائبریری اور ہر خانقاہ میں اس کتاب کو پہنچانا اشد ضروری ہے۔۔

حضرت خواجہ پیر محمد بدر عالم جان نقشبندی مجددی زید مجدہ نے جس محبت وعقیدت سے عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے یہ نہایت ہی تاریخی اور تحقیقی دستاویز کو کتابی صورت میں چھاپ کر ہمیشہ کے لئے محفوظ فرمایا ہے، اس پر پوری ملت اسلامیہ کی جانب سے آپ مبارک باد اور ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں۔ اللھم زدفزد

فاضل محقق علامہ خواجہ غلام دستگیر فاروقی زید مجدہ کی خدمت میں ناچیز ہیچ مدان دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد اور ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے کہ ختم نبوت کے حوالے سے آپ کی یہ کاوش آپ کے مرشد خانہ سے طبع ہو کر سامنے آ رہی ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست

ماشاءاللہ ماشاءاللہ ماشاءاللہ بہت خوب اللھم زدفزد

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور اسے شہرت عام اور بقائے دوام بخشے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔

آمین ثم آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم
النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ
واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین

دعا گو و دعا جو گدائے کوئے مدینہ شریف
احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ
"خلیفہ مجاز بریلی شریف"
سرپرست اعلیٰ: ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل و"ہماری آواز"
مدیر اعلیٰ: الحقیقہ وسہ ماہی مجلہ" خاتم النبیین ﷺ" (انٹرنیشنل)
ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان
پوسٹ کوڈ نمبر: 43710
(7/ربیع الاول 1444ھ/4/اکتوبر 2022ء، بروز منگل بوقت 7:56 عشاء، بحالت بخار)

تقدیم بر" اَوّلیاتِ ختمِ نبوّت"

محمد ثاقب رضا قادری (ایڈووکیٹ)

اُمورِ خیر میں اوّلیت اور سبقت لے جانا ایسا اعزاز ہے جو بلا شبہ ربّ تبارک وتعالیٰ کی خصوصی فضل اور عنایات سے ہی ممکن ہے۔قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں مختلف اُمورِ خیر میں شانِ اوّلیت پانے والوں اور دوسروں سے سبقت لے جانے والوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ آیا ہے۔ہمارے حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو ربّ تعالیٰ نے بلند شانوں اور عظمتوں سے نوازا ہے اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خالق ومالک عزوجل نے سب مخلوق سے اوّل آپ ﷺ کو تخلیق فرمایا۔(یہ مضمون متعدد رِوایات میں آیا ہے،جیسا کہ مصنف عبدالرزاق،مدارج النبوۃ،تفسیر رُوح البیان،اور نشر الطیب وغیرہ کتب میں مذکور و منقول ہے۔)

نیز متعدد رِوایتوں میں ہے کہ بعض لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا:

"مَتَى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟"

اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی تھی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ

جب آدم علیہ السلام رُوح اور جسد کے درمیان تھے۔

قرآن مجید میں ہے کہ حضور ﷺ "اوّل المسلمین" ہیں چنانچہ سورۃ الانعام میں ہے:

"اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ" (الانعام،۶:۱۶۵)

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ اوّلیت یا تو اس اعتبار سے ہے کہ انبیاء کا اسلام اُن کی امت پر مقدم ہوتا ہے۔[1]

یا اِس اعتبار سے کہ سیّدِ عالم ﷺ اوّل مخلوقات ہیں تو ضرور اوّلُ المسلمین ہوئے۔[2]

اِس آیہ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سب سے اوّل حضور ﷺ نے اپنی ختم نبوت کا خود اقرار و اظہار فرمایا کیونکہ عقیدۂ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔

قرآن کریم میں مہاجرین و انصار میں سے سبقت لے جانے والے اور پھر اُن کی اتباع کرنے والوں کے

---

[1] بیضاوی،الانعام،تحت الآیۃ:۱۶۳،۲/۲۷۴

[2] قرطبی،الانعام،تحت الآیۃ:۱۶۳،۴/۱۱۳،الجزء السابع

لیے رضائے الٰہی اور انعاماتِ اَبدی کا ذکر اس آیۂ مبارکہ میں ملتا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (التوبۃ:۱۰۰)

ترجمہ: اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اِس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی کرنا یقینا بہت اچھی بات ہے لیکن نیکی میں پہل کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے کیونکہ پہل کرنے والا نیکی کے اس کام کو قوت و طاقت دیتا ہے اور نیکی کی طرف جلد رغبت میں فطرت کے نیک اور اچھا ہونے کی علامت بھی ہوتی ہے۔

اِسی طرح سورۃ المؤمنون میں ربّ تعالیٰ نے مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ۔ (المؤمنون:۶۱)

ترجمہ: یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی بھلائیوں کی طرف سبقت لے جانے والے ہیں۔

"يُسٰرِعُوْنَ" سے مومنین کا اُمورِ خیر میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں تیزی کرنا مراد ہے، یہ تعبیر مومنین کے مثبت مقابلے کی کیفیت کو ظاہر کرتی ہے کہ جو عظیم اور قیمتی مقصد کے لئے انجام پاتا ہے، یہ تعبیر ظاہر کرتی ہے کہ اہلِ ایمان کس طرح سے اعمال صالح میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کو شش کرتے ہیں اور توقف کے بغیر جدّ و جہد جاری رکھتے ہیں۔

منقولہ بالا آیات سے واضح ہے کہ اُمورِ خیر میں سبقت لے جانے کی کوشش کرنا مومنین کی عمدہ صفات میں سے ہے۔ تبلیغ دین "امر بالمعروف و نهی عن المنكر" بلا شبہ ایسے ہی اُمورِ خیر سے ہے بلکہ اسی وجہ سے اس اُمت کو "خیر الامۃ" قرار دیا گیا ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت اسلام کا ایسا بنیادی عقیدہ ہے جس کو اپنائے بغیر مسلمانی کا دعویٰ کھوکھلا ہے۔ ماضی قریب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت کے معنوں میں تحریف کرتے ہوئے خود کو نبی قرار دیا، تب کچھ سیاہ دلوں نے اُسے نبی تسلیم کرلیا۔ اِن حالات میں علمائے ربانیین نے کلمۂ حق بلند کرتے ہوئے مرزا قادیانی اور اُس کی تعلیمات کا بھرپور رد کیا اور عوام الناس کو عقیدۂ ختم نبوت کے درست مفہوم سے رُوشناس کرایا۔ اِس فتنہ کی تردید میں مختلف مکاتب فکر کے علمانے اپنے مقدور بھر سعی کی البتہ یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ مرزا قادیانی کے رد میں اولیت کا اعزاز

اہل سنت کے علما کے سر رہا۔ (جس کی تفصیل کتاب ہذا میں مذکور ہے)

کچھ عرصہ سے دو مکاتب فکر کے محققین نے اِس حوالے سے اوّلیت کا اعزاز اپنے سر سجانے کی کوشش شروع کر رکھی ہے۔ جبکہ یہ اَمر متحقق ہے کہ دونوں مکاتب فکر کے ''اکابرین'' کم از کم ایک عشرہ بعد اِس فتنہ کی تردید کے لیے میدانِ عمل میں آئے۔ ایک مکتب فکر کا حال یہ ہے کہ وہ ایسے شخص کو ''شیخ الاسلام'' اور مرزا قادیانی کا ''اوّلین مکفر'' قرار دینے پر مُصر ہے جس نے شعوری یا غیر شعوری طور پر اِس فتنہ کی نہ صرف آبیاری میں مرزا قادیانی کی دامے درمے سخنے قلمے اِمداد کی بلکہ وہ ایک عشرہ تک مرزا کے آگے سیسہ پلائی دیوار بنتے رہے اور مرزا قادیانی کو ''خواص اہل اللہ'' سے ثابت کرنے میں بھرپور کوشش کرتے رہے۔ یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ مرزا قادیانی کے ابتدائی پیروکاروں میں بھی اِسی طبقہ کے ''علما'' شامل ہیں بلکہ مرزا کے خاص الخاص حواری اور خلیفہ ہوئے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ موصوف سابقہ غلطیوں کا ازالہ کرتے ہوئے جنابِ باری تعالیٰ کی بارگاہ میں اخلاص وللہیت سے رُجوع کرتے ہوئے اِس فتنہ کی سرکوبی میں مصروفِ عمل رہتے لیکن موصوف نے فتنۂ قادیانیت کی تردید اور ''تحریک ختم نبوت'' میں اوّلین اور نمایاں خدمات انجام دینے والے علمائے ربانیین (علمائے لدھیانہ، مفتی غلام دستگیر قصوری، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی و دیگر) کی خدمات کو نظرانداز کرنے اور اپنی من پسند ''تاریخ سازی'' کرنے میں جلدوں کی جلدیں سیاہ کرنے کو ترجیح دی۔ اِن حالات میں ضروری تھا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے دفاع اور رفتنۂ مرزائیت کی تردید میں پیش پیش رہنے والے اہل حق کی خدمات کو تحقیقی بنیادوں پر محفوظ کیا جائے چنانچہ پیش نظر کتاب ''اوّلیات ختم نبوت'' معروف بہ ''تحفظ ختم نبوت۔۔۔سب سے پہلے'' اِسی مقصد کے لیے تالیف وتصنیف کی گئی ہے۔ فاضل مصنف خواجہ غلام دستگیر فاروقی نے اِس کتاب میں زمانۂ رسالت مآب ﷺ سے لے کر عہد حاضر تک عاشقانِ ختم نبوت کی ایمان افروز داستانوں کو جمع کرنے کی مقدور بھر سعی کی ہے اور اِس کے لیے اُنہوں نے متعدد پہلوؤں کا انتخاب کرتے ہوئے اِس میں ''اوّلیت'' کا شرف پانے والے عاشقانِ رسول کا دل نشین تذکرہ ترتیب دیا ہے۔ فاضل مصنف کی یہ کاوش بلاشبہ لائق اِستناد وتحسین ہے۔

دین متین کی خدمت کی توفیق ملنا ربّ تبارک وتعالیٰ کا بندے پر خاص احسان ہے ورنہ بہتیرے لوگ صلاحیت وقابلیت کے حامل ہوتے ہیں لیکن توفیق ایزدی نہ ہونے کے سبب اس سعادت سے محروم رہتے ہیں۔ ہمارے ممدوح خواجہ غلام دستگیر فاروقی اِس حوالے سے بہت خوش نصیب ہیں کہ تبلیغ دین کے تینوں شعبوں تدریس، تقریر اور تحریر میں بڑی عمدگی سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

شعبۂ تدریس میں اُن کی مہارت پر راقم کے نزدیک یہ دلیل کافی ہے کہ ہمہ وقت اُن کے اردگرد طلبا کا ہجوم لگا

رہتا ہے۔

شعبۂ تقریر میں مہارت اُن کے مصروف ترین جدول اور سوشل میڈیا پر شیئر ہونے والی تقریروں سے واضح ہے۔

تحریر کے لیے وسیع مطالعہ، مکمل توجہ اور ذہنی یکسوئی درکار ہوتی ہے، بالخصوص جب تحریر کا ارتکاز تحقیق ہو تو یہ کام اور بھی کٹھن ہو جاتا ہے۔ جناب خواجہ غلام دستگیر فاروقی تقریر و تدریس کی ہمہ وقت مصروفیت کے ساتھ ساتھ مختلف بلکہ منفرد تحقیقی موضوعات پر متعدد عمدہ کتابیں تحریر کر کے اس میدان میں بھی اپنی صلاحیت و قابلیت کا لوہا منوا چکے ہیں۔ اب تک کی شائع شدہ اور زیرِ طبع کتابوں کی فہرست کچھ یوں ہے:

* ''آئینہ قادیانیت''
* ''تاجدار گولڑہ اور جہادِ ختم نبوت''
* فتنۂ قادیانیت کے متعلق اکابر علما و صوفیہ کے مکاشفات پر مشتمل کتاب ''پیش گوئیاں''
* ''انصاف کیجیے''
* ''سوزِ دل''
* عقیدۂ ختم نبوت کے دفاع اور ردِّ قادیانیت میں اکابرین اہل سنت کے قلمی جہاد کی سرگزشت تقریباً ایک ہزار کے کتب کے تعارف پر مشتمل ''کتابیاتِ ختم نبوت'' (جلد اول و دوم)
* اہل سنت کے مختلف جرائد و رسائل کے خصوصی نمبروں کے مجموعہ پر مشتمل کتابی سیریز ''ارمغانِ ختم نبوت'' (جو کئی جلدوں پر مشتمل ہوگا)۔

علاوہ ازیں سہ ماہی رسالہ ''اَلْمُنْتَهٰی'' کی باقاعدہ اشاعت کے ساتھ ساتھ خصوصی نمبروں کی اشاعت خواجہ غلام دستگیر فاروقی کے تحقیقی ذوق اور ختم نبوت کے مشن سے حقیقی وابستگی کی روشن دلیل ہے۔ بلاشبہ یہ سب کام ربِّ کریم کی عطا کردہ خاص توفیقات بلکہ تائیدات سے ہی ممکن ہے۔ وہ گزشتہ سات آٹھ سالوں سے تینوں میدانوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں اور ہماری دعا ہے کہ ربِّ کریم خواجہ صاحب کو مزید برکات سے نوازے۔ آمین

محمد ثاقب رضا قادری
18/01/2022
الخیر ریسرچ فورم لاہور

”اوّلیاتِ ختم نبوت“ایک عظیم کارنامہ

سید مفتی محمود حسین شائق ہاشمی

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ایسی بے مثل اور بے مثال ہستی ہیں جو مظہر صفات خدا ہیں انکی حقیقت کی معرفت اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ قُرب رکھنے والے یار غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل نہ ہو سکی۔

آپ ﷺ خلق میں اول ہر وصف میں افضل سب سے پہلے آپ ﷺ کو وصف نبوت سے نواز اگیا ختم نبوت کا تاج بھی آپ ﷺ کے سر مبارک پر سجایا گیا آپ اوّل بھی ہیں آپ آخر بھی ہیں آپ اوّلُ المسلمین بھی ہیں اوّلُ المؤمنین بھی ہیں ایک ہی ذات میں تمام اوصاف حمیدہ جمع کر دیئے گئے ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری　　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا میں خلق کے اعتبار سے سب سے پہلا نبی ہوں البتہ بعثت کے اعتبار سے آخری نبی ہوں۔ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے مجھے ختم نبوت سے بھی نواز دیا گیا تھا۔سورۃ الاحزاب آیت نمبر 40 میں ایک غلط رسم کو مٹانے کے حوالے سے رسول کریم ﷺ کے تین اوصاف بیان کیے گئے غلط رسم یہ تھی کہ منہ بولے بیٹے اور حقیقی بیٹے میں فرق نہیں کرتے تھے حضرت زید، حارثہ کے بیٹے ہیں مگر مشہور تھا کہ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے بیٹے ہیں حضرت زید نے جب سیدہ زینب بنت جحش کو طلاق دے دی عدت گزرنے کے بعد بحکم خدا پیارے مصطفیٰ ﷺ نے ان سے شادی کر لی تو بہت شور اور واویلا ہوا کہ محمد ﷺ نے اپنی بہو سے شادی کر لی۔

اس موقعہ پر اللہ نے فرمایا محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مطلب حضرت زید کے حقیقی باپ نہیں لہذا اعتراض بے بنیاد ہے آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔غلط رسمیں مٹانا اور اس بدعت کو دبانا آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے۔آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اس لئے یہ کام آپ ﷺ نے ہی کرنا تھا آپ ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ بند ہو گیا کسی نبی کا خدائی احکامات دینے کے لیے انتظار نہیں ہے آپ ﷺ کے بعد قیامت کا انتظار ہے اس لیے اس غلط رسم کو آپ ﷺ نے ہی مٹانا تھا اور غلط رسومات کی دیگر زنجیروں کو آپ ﷺ نے ہی توڑنا تھا۔دین مکمل ہو چکا ہے وحی خدا کی صدق عدل کے ساتھ تکمیل ہو چکی ہے خدا نے اپنی مخلوق کو جو پیغام دینا تھا دے دیا اب نبوت کی ضرورت ہی نہ رہی۔

عقیدہ ختم نبوت کے اوّلین محافظین:

سب سے پہلے تو خود عرش عظیم کے مالک نے اس عقیدہ کی حفاظت فرمائی کیونکہ اپنی لاریب کتاب میں سورۃ الاحزاب آیت نمبر 40 سورۃ المائدہ آیت نمبر 3 میں سورۃ الانعام آیت نمبر 115 سورۃ البقرہ آیت نمبر 143 سورۃ الحج آیت نمبر 78 سورۃ آل عمران آیت نمبر 110 میں اور دیگر آیات میں عقیدہ ختم نبوت کا صراحۃً دلالۃً اشارۃً اور کنایۃً ہر طریقے سے تحفظ کر دیا گیا۔

دوسرے محافظ عقیدہ ختم نبوت کے خود رسول پاک ﷺ جنہوں نے واضح الفاظ میں فرمایا ''میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں'' پہلے انبیاء نے اپنے اپنے دور میں دنیا سے جانے سے پہلے بعد آنے والے نبی رسولوں کی بشارتیں دیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول کریم ﷺ کا نام لیکر اپنے بعد آنے کی بشارت دی مگر نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ نبوت کے محل میں ایک اینٹ کی جگہ باقی تھی میری نبوت کے ذریعے یہ محل مکمل ہوگیا۔

اور آپ ﷺ نے بتادیا کہ میرے بعد 30 جھوٹے نبوت کے دعوے دار ہوں گے۔ رسول پاک ﷺ کے بعد خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ختم نبوت کی حفاظت کے لیے مسیلمہ کذاب سے بہت بڑی جنگ کر کے بتادیا کہ ختم نبوت کا عقیدہ ایمان کی شہ رگ ہے برصغیر پاک و ہند میں انگریز نے مرزا غلام قادیانی کو اس منصب کے لیے تیار کیا وحی اسے انگریزی میں بھی آتی رہی۔ مالی مدد کے لیے اسے خوشخبری دی گئی۔

سب سے پہلے **1885**ء میں مرزا کے خلاف سب سے پہلے فتویٰ جاری کرنے والے سید غلام دستگیر قصوری ہاشمی تھے۔ عجب اتفاق ہے کہ نقشبندی الخیری سلسلہ مرشد آباد پشاور کے خلیفہ خواجہ غلام دستگیر فاروقی الخیری نے منکرین ختم نبوت کے فتنہ کے خلاف دوبارہ قلم اٹھایا اور سید غلام دستگیر ہاشمی کی یاد تازہ کر دی کیونکہ یہ ان کے ہم نام ہیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدۂ ختم نبوت کو آئین پاکستان کا حصہ بنوانے میں جو کردار ادا کیا ہے وہ تاقیام قیامت یادگار رہے گا۔ خواجہ غلام دستگیر فاروقی نے بڑی عرق ریزی اور محنت سے کام لیا ہے ختم نبوت کے اوّلین محافظین کی ایک بہت بڑی فہرست مہیا کر دی ہے اور بڑ مواد تیار کر دیا جس پر مستقل میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

سید مفتی محمود حسین شائق ہاشمی
امیر جماعت اہلسنت انٹرنیشنل
سجادہ نشین آستانہ عالیہ ہاشمیہ نقشبندیہ پکاکھوہ شریف تحصیل گوجرخان
12 رصفر 1444ھ بمطابق 9 رستمبر 2022 بروز جمعۃ المبارک

”گزارشات براوّلیات“

ڈاکٹر علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

عقیدہ ختم نبوت بلاشبہ اسلامی عقائد میں اساسی وکلیدی حیثیت رکھتا ہے۔قرآن وسنت کے ٹھوس دلائل اور نصوص قطعیہ اس کی حقانیت کے لئے کافی ووافی ہیں۔اس نظریہ ایمانی وایقانی کے تحفظ کے لئے امیر المؤمنین خلیفہ اوّل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر مولانا غلام دستگیر قصوری تک اور پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی سے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم تک ہمیشہ اہل حق نے اپنا کردار بکمال حسن وخوبی ادا کیا ہے۔چنانچہ غیرت وحمیت ایمانی کا یہ سلسلہ خیر آج بھی جاری وساری ہے اور تا قیام قیامت جاری رہے گا۔

اہل ایمان نبوت اور ختم نبوت دونوں کی معرفت کے حصول پر مامور کئے گئے ہیں۔چنانچہ بطور مسلمان امت مسلمہ کے ہر مرد وزن پر واجب ہے کہ جس ذات ستودہ صفات کا کلمہ پڑھا ہے حتی الوسع اسے جاننے اور پہچاننے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائیں جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام　　　للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

راقم الحروف کی دانست میں باطل کی طرف مائل ہونے والی اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو حق آشنا نہیں ہوتے اسی طرح نبوت ورسالت کے حقیقی شعور سے عاری لوگ ہی کسی جعلی،مصنوعی،ظلی وبروزی یا حوس ساختہ ”متنبی“ کے جھانسے میں پھنستے رہے ہیں۔

اسی معرفت،شعور اور مقام نبوت سے متعلق آگہی کے حوالے سے خود خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ہی اچھی طرح ذہن نشین کر کے دل میں اتار لئے جائیں تو ایمان وعقیدہ کے تحفظ کی یقینی ضمانت مل جاتی ہے۔ چنانچہ ہمارے آقا خاتم وخاتَم انبیاء علیہم السلام کا ایمان افروز اور باطل سوز ارشادِ گرامی ہے:

”اِنَّمَا بُعِثْتُ فَاتِحًا وَخَاتِمًا وَاُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَفَوَاتِحَہٗ“

ترجمہ: یقینی طور پر میں افتتاح کرنے والا اور اختتام کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں اور مجھے جامع ترین کلمات اور ان کے ابتدائیہ سے نوازا گیا ہے۔[1]

بقول شاعر: ؎

---

[1] مصنف عبد الرزاق: رقم ۲۰۰۶۲۔کشف الخفاء، ۱/۱۴۰۔الریاض الانیقہ ص ۲۱۸ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

مطلع نور رسالت رخ زیبا تیرا مقطع ختم نبوت قد رعنا تیرا

ایک اور معروف حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''کُنْتُ اَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ فِی الْخَلْقِ وَآخِرُھُمْ فِی الْبَعْثِ''
یعنی میں انبیاء میں تخلیق کے اعتبار سے اوّل ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخری ہوں۔ [1]

گویا نبوت کا اول و آخر آپ ہی کی ذات والا مرتبت ہے۔ لہٰذا اس نظریہ حق کا تحفظ اور پرچار ہمیشہ سے اُمت مسلمہ کے چنیدہ اور برگزیدہ اکابر کا وطیرہ رہا ہے۔ ہمارے علماء و مشائخ، خصوصا مشائخ نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی باطنی نسبت صدیقی کا پاس رکھتے ہوئے ہر دور میں ختم نبوت سے متعلق ہر تحریک اور علمی و عملی کاوش کی نہ صرف تائید و توثیق کی ہے بلکہ ہر عہد میں اس کا ہراول دستہ رہے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک مجددی اور رسالہ ''اثبات النبوۃ'' کے مفاہیم سے لے کر معاصر مشائخ طریقت اور اولیاء کرام کی فکری و قلمی کاوشوں تک ایک سلسلۃ الذہب ہے جو مسلسل آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ چورہ شریف، موہڑہ شریف، آلومہار شریف، نیریاں شریف، آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد شریف، شرقپور شریف، علی پور سیداں شریف اور مرشد آباد شریف (پشاور شہر) وغیرہ اس سلسلہ خیر کی غیر متزلزل اور مضبوط کڑیاں ہیں جن کا روحانی، علمی، فکری اور قلمی فیض کسی نہ کسی صورت میں جاری و ساری ہے۔

پیشِ نظر عجالہ نافعہ ''اولیاتِ ختم نبوت'' بھی مرشد آباد شریف کے منبع فیض سے پھوٹنے والا ایک چشمہ خیر ہے۔ جس کے مؤلف حضرت خواجہ غلام دستگیر فاروقی زید مجدہ ہیں جو کہ اس نقشبندی مرکز فیض کے تربیت یافتہ مرید و خلیفہ اور مبلغ فیوضات حضرت ابوالجمال علامہ خواجہ محمد بدر عالم جان زید شرفہ ہیں۔ آپ حضرت ابوالجمال صاحبزادہ بدر عالم مجددی زید شرفہ کے سایہ عاطفت میں گراں قدر علمی، فکری، نظریاتی اور تحقیقی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جن میں سے ایک تاریخی، اہم اور باوقار کارنامہ ان کی پیشِ نظر کاوش ''اولیاتِ ختم نبوت'' کی صورت میں قارئین کے سامنے ہے۔

امید کی جا سکتی ہے کہ پیشِ نظر تحریری دستاویز ختم نبوت سے متعلق لٹریچر کے ذخیرہ میں ایک اہم اضافہ ثابت ہوگی۔

دعا ہے کہ مولا سبحانہ و تعالیٰ اس سلسلہ خیر کو جاری و ساری رکھے اور فاضل موصوف اس مقدس محاذ پر مزید کارہائے نمایاں سرانجام دیتے رہیں۔ آمین

احقر العباد
محمد شہزاد مجددی سیفی
(قومی سیرت ایوارڈ یافتہ)
ناظم اعلیٰ: دارالاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی) لاہور
2022-09-26

---

[1] کتاب الشفاء، ص ۲۶۶، دار الفکر بیروت

تقریظ

علامہ پروفیسر عبد الغفور نجم
خطیب جامع مسجد الرحمٰن G9/2 اسلام آباد

سب سے پہلے اللہ رب العزت جل شان کی عظمت و کبریائی اور آقائے رحمت ھادئی اُمت خاتم النبیین ﷺ کی تعریف و توصیف کے ساتھ قلم اُٹھا رہا ہوں اور ان لمحوں اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوں کہ فقیر پُرتقصیر کو ایک عظیم کام کے لیے منتخب کیا گیا کہ میں ''اَوَلیاتِ ختم نبوت'' پر کچھ لکھ سکوں بلاشبہ یہ محنت تو عظیم مصنف کے نام دارین کی سعادتوں سے بھرپور انعام ہے ہی لیکن پس پشت جس طرح عظیم روحانی شخصیت حضور قبلہ پیر محمد بدر عالم جان حفظہ اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت و التفات ہے اسی طرح ناچیز بھی اس بات پر فخر کرتا ہے کہ اس سعادت کا جام پی رہا ہے اور اپنی اس ملنے والی سعادت پر رب کائنات کا شکر ادا کر رہا ہے کہ اس نے اس پُرفتن دور کے اُبھرتے ہوئے فتنوں میں سے فتنہ قادیانیت اور امت مسلمہ کی بے حسی کے ہوتے ہوئے اس کتاب کو تصنیف کیا گیا۔

زیر نظر و مطالعہ اس تحقیقی انسائیکلو پیڈیا کی خوبی یہ ہے کہ پڑھنے والے کو اپنے حصار میں اس طرح جکڑ لیتی ہے کہ وہ تحریک تحفظ ناموس رسالت و ختم نبوت کے واقعات کو جوں جوں پڑھتا ہے اپنے آپ کو اس میں شامل ہوتا محسوس کرتا ہے گویا کہ وہ اس پاکیزہ فکر کا حصہ ہے۔

میرا وجدان کہتا ہے کہ لکھنے والے تو اس دنیا میں بہت آئے اور بہت کچھ لکھ گئے وہ تمام مرحبا و تحسین کے مستحق ہیں لیکن اس بکھری ہوئی امت اور فتنہ و فساد کے اس دور میں جو کام قبلہ محترم مصنف علامہ خواجہ غلام دستگیر فاروقی الخیری صاحب نے کیا ہے اس کی نظیر بہت کم ہے اس لیے کہ اس کتاب کے مطالعہ کرنے میں انسان محو اور غوطہ زن ہو جاتا ہے اُسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا وہ خود جنگ یمامہ سے فیض آباد پل تک ہر لمحہ اس جہاد میں موجود رہے۔

بحمداللہ جس کے ہاتھ میں کتاب آئے گی وہ جیسا بھی بدعقیدہ ہوگا اس کا عقیدہ یقیناً درست ہوگا کیونکہ اس میں مصنف شہیر کی کاوشوں کے ساتھ مرشد کامل کی دعاؤں کا اثر موجود ہے۔ مصنف شہیر خواجہ غلام دستگیر فاروقی زید مجدہ کے لیے عاجز و حقیر کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہ عظیم کام ان کے سپرد کیا اور پوری امت کے لیے نوید بنایا ربّ کائنات انہیں مزید ہمت و طاقت اور فیض مرشد عطاء کرے کہ مزید قیمتی کام سرانجام دیتے رہیں۔

وماتوفیقی الاباللہ

باب اوّل:

ختم نبوت جانِ ایمان

اللہ تعالیٰ نے جوکتب وصحف انسانی رہنمائی کے لئے نازل فرمائیں قرآن مجید ان میں آخری الہامی کتب ہے جواس نے اپنے محبوب امام الانبیاء، خطیب الانبیاء، خاتم الانبیاء ﷺ پر نازل فرمائی۔

قرآن عزیز کے علوم و معارف کا احاطہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں یہ وہ بحر بے کنار ہے جس میں موجود علم و حکمت کے جواہر شاداب اہل فکر کو ہر اعتبار سے مالا مال کر دیتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۷۶۳ء/۱۱۷۶ھ) نے قرآنی علوم و معارف کو اُصول تفسیر کی روشنی میں پانچ عنوانات میں تقسیم فرمایا ہے۔ ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' اس موضوع پر ایک عظیم کارنامہ ہے۔

قرآنی علوم و معارف میں حق کے متلاشی کے لئے ہدایت ہی ہدایت ہے حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب لکھتے ہیں:

''اس بحر بے کنار میں غواصی کرنے والوں نے غواصی کا حق ادا کر دیا، ہر ایک نے اپنی ہمت کے مطابق انمول موتیوں سے اپنی جھولیاں بھریں لیکن اس کے معارف کے خزینے بھرے کے بھرے ہی رہے۔ اس کے اسرار و رُموز کے گنجینوں میں کمی نہ ہوئی۔ جنہوں نے اس گلستان معنی میں گل چینی کرتے کرتے عمریں گزاریں انہوں نے بھی یہ تو نہیں کہا کہ ہم نے سب پھول چن لئے ہیں۔ بلکہ سب نے بے تامل یہ اعتراف کیا ؎

دامان نگاہ تنگ و گل حسن تو بسیار گل چیں تو از تنگی داماں گل دارد

(محمد کرم شاہ، پیر، جسٹس، تفسیر ضیاء القرآن، مقدمہ)

ڈاکٹر قمر تابش (سیالکوٹ) بھی کیا خوب کہتے ہیں:

یہ علم کا دریا یہی حکمت کا جہاں ہے
ہر خشک کی برتر کی خبر اس میں عیاں ہے
ہر حرف کی تفسیر کے صد سر بیاں ہے
سرچشمہ فصاحت کا بلاغت کا سمندر
اسرار کے قلزم ہیں ہر ایک لفظ کے اندر

تحریک ختم نبوت تحریک توحید کے مماثل:

''تاریخ انسانیت میں شاید اتنی قدیم، مدلل اور شواہد و واقعات سے مزین کوئی تحریک نہ ہو جس قدر تحریک توحید اور تحریک ختم نبوت ہے کہ ان دونوں تحریکوں کا آغاز عالم ارواح سے ہوا اور قیامت تک رہے گا بلکہ یوں کہئے کہ جب کچھ نہ تھا تب سے ان کی ابتداء ہے اور جب یہ نہ ہوں گیں تو کائنات کی انتہاء ہوگی۔ جسے یوں بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ ان کی ابتداء پر کائنات کی ابتداء ہے اور ان کی انتہاء پر کائنات کی انتہاء ہوگی۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن کریم نے یوں اشارہ فرمایا:

''وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْؕ قَالُوْا بَلٰىۚۛ شَهِدْنَاۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ''[1]

ترجمہ کنزالایمان: ''اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے ربّ نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔''

یہ عالم ارواح میں میثاق توحید ہی دراصل تحریک کا پہلا اجتماع تھا جس کے پیغام کو تقریباً کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل عظام نے دنیا میں پھیلایا اور اس تحریک میں ہر قسم کی قربانی کو خندہ پیشانی سے پیش کیا پھر ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر دور کے اہل توحید نے اس تحریک کو اپنے خون جگر سے زندہ رکھا۔

اسی طرح تحریک ختم نبوت ہے جو اپنے محل و محمل کے اختلاف کے علاوہ اپنی اہمیت و حیثیت میں تحریک توحید کے بالکل مماثل ہے کہ عالم ارواح میں تمام انبیاء و رسل کو جمع کرکے اسی طرح کے عہد و پیماں کو یوں بیان فرمایا:

''وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَاؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ''[2]

ترجمہ کنزالایمان: ''اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔''

---

[1] پارہ 9، سورۃ الاعراف (7)، آیت نمبر 172

[2] سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۸۱

اب اس اقرار کی تبلیغ تمام انبیاء و رُسل اپنی اپنی امتوں کو کرتے آئے مگر یہاں دیکھنا یہ ہے کہ جس طرح تحریک توحید کا مقصد صرف اثبات الوہیت و ربوبیت ہی نہیں بلکہ غیر اللہ کی نفی بھی ہے تو اسی طرح تحریک ختم نبوت میں صرف اقرار نبوت ہی نہیں بلکہ غیر اللہ نفی اجرائے نبوت بھی ہے، اسی لئے اس عہد میں اس موعود پیغمبر ﷺ پر ایمان کے ساتھ نصرت کا ذکر ہی نہیں بلکہ انحراف پر وعید بھی ہے۔[1]

آیئے چلتے چلتے اس عنوان پر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہ العزیز کو پڑھتے جایئے:

اعتراض: اس کی کیا وجہ ہے کہ جتنا اہتمام عہد نبوت کا کیا گیا۔ اتنا ربوبیت کے عہد کا نہ کیا گیا۔ وہاں صرف "بلی" پر کفایت ہے۔ یہاں "اقررنا" کہلوایا۔ اس پر گواہی قائم فرمائی۔ اپنی گواہی شامل کی اور اس کی مخالفت پر سزا تجویز کی۔ کیا حضور ﷺ کا درجہ اللہ تعالیٰ سے بڑا ہے۔

جواب: ربّ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ توحید ماننے والے بہت ہوں گے مگر رسالت ماننے والے تھوڑے اور پھر رسالت کے ماننے والوں میں بھی کوئی بغیر سوچے سمجھے ان کی بشریت کی رَٹ لگائے گا کوئی ان کی توہین کرے گا۔ اس لئے اتنا اہتمام فرمایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ عقیدۂ توحید بغیر رسالت معتبر نہیں۔ توحید سکہ ہے اور رسالت اس کی مہر۔ بازار قیامت میں شیطانی توحید کی کوئی قیمت نہیں۔ نیز ایمان کا مدار توحید پر نہیں بلکہ رسالت پر ہے۔ اگر توحید سے ایمان مل جاتا تو شیطان اور سارے کفار مومن ہوتے۔ نیز دین بدلتا ہے نبوت بدلنے سے تمام آسمانی دینوں میں عقیدۂ توحید یکساں رہا۔ مگر نبوت کے عقیدے بدلتے رہے دین بدلتے رہے لہٰذا توحید کے اقرار سے نبوت کا اقرار ہی اہم ضروری ہے۔ اس لئے یہاں اتنے اہتمام سے اقرار نبوت کرایا۔[2]

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر:

"شب معراج سارے انبیاء کرام نے اس اقرار نامہ کو ثابت کر دیا کہ سب نے مقتدی بن کر بیت المقدس کی زمین پاک میں امام الحرمین علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کی۔"

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنیٔ اوّل و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

سبحان اللہ! وہ نماز بھی کس لطف کی نماز ہوئی ہو گی جس میں انبیاء مقتدی سید الانبیاء امام، ملائکہ نقیب، سفر آسمان کی تیاری گویا کہ نماز سفر اس دھوم سے ہو رہی ہے۔[3]

---

[1] برق توحیدی، مولانا، تحریک ختم نبوت کے اولیں نقوش، ص ۲۷ و ۲۸

[2] احمد یار خان نعیمی، مفتی، تفسیر نعیمی، ج ۳ زیر آیت مذکورہ

[3] احمد یار خان نعیمی، مفتی، شان حبیب الرحمن من آیات القرآن ص ۶۰

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جوفرمایا:

”وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ“

ترجمہ کنزالایمان: ”اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے پھر جب احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے بولے یہ کُھلا جادو ہے۔“

اس بشارت کے بعد ان کے آسمان پر اٹھائے جانا اور نزول فرمانا میں کثیر حکمتوں کے علاوہ یہ بھی ہے کہ وہ اس بشارت کی بالفعل تصدیق کرتے ہوئے اپنی نبوت کا نہیں بلکہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا پرچار کریں گے اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی بن کر زمین پر تشریف لائیں گے۔

اس سارے واقعہ کے تناظر میں یہ کہنا بہرطور درست ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم المرسلینی کا عہد عالم ارواح میں تمام انبیاء سے لیا گیا تو اب عالم اجساد کے ذریعے اس تحریک سے اوّلین قافلے کے طور پر انہیں بیت المقدس میں جمع کیا گیا۔ بتانا مقصود تھا کہ قافلہ انبیاء علیہم السلام تحریک ختم نبوت کا ہراول دستہ ہیں جو اس تحریک کو اپنی امتوں سے جاری رکھنے کا عہد بھی لیں تا کہ تحریک عظیم کا سلسلہ جاری رہے۔ اس بات کا ثبوت کتب سابقہ میں بھی صراحت سے ملتا ہے کہ وہ لوگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت سے بخوبی آگاہ تھے۔ سابقہ امم کے احبار، رہبان اور علماء پر شان خاتمیت روز روشن کی طرح عیاں تھی۔

مزید مطالعہ کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی قادری قدس سرہ العزیز کی ختم نبوت کے موضوع پر کتب کا مطالعہ کیجئے۔ محبی و مخلصی علامہ غلام مصطفی مجددی نوری زید شرفہ کی کتاب ”ختم نبوت زندہ باد“ کے پہلے دو ابواب ”ربّ کبریا کے فیصلے“ اور ”حضرات انبیاء علیہم السلام کے فیصلے“ اسی موضوع سے متعلقہ ہیں مستزاد بھی بہت سی کتب ہیں یارانِ نکتہ دان کے لئے۔

□□□

ختم نبوت کا اوّلین محافظ خود باری تعالیٰ

''ختم نبوت'' کا عنوان ایسا عظیم عنوان ہے جو باری تعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب میں حضور ﷺ کو عطا فرمایا ہے اس میں ماوشما کا کوئی کردار نہیں ۔قرآن حکیم نے آپ ﷺ کو ' خاتم النبیین ' کے لقب سے پکارا اس صریح لقب کے علاوہ سرکار ﷺ کی اس رفیع الشان خصوصیت کو قرآن حکیم مختلف اسالیب اور پیرایہ میں اس قدر تکرار اور تاکید کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ ایک مسلمان اور سلیم العقل انسان کو اس میں کسی قسم کا کوئی شک باقی نہیں رہتا۔عقیدۂ ختم نبوت کے بار بار تکرار اور اعادے کی غرض بھی یہی ہے کہ امت مسلمہ ذہنی وفکری انتشار وانارکی سے محفوظ رہے اور یہ عقیدہ اس کے دل ودماغ میں راسخ ہوجائے۔

شہید مرتضیٰ مطہری رقم طراز ہیں:

''کسی مسلمان کے ذہن میں ایسا سوال اُٹھ ہی نہیں سکتا کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی اور نبی ہے یا نہیں؟''

یہ تصور کہ ہمارے پیغمبر کے بعد اس دنیا میں کوئی اور پیغمبر آئے گا، آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ایمان کے منافی ہے۔اگر آپ اس قسم کا تصور کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کی نبوت پر ایمان رکھتا ہوں، اس کے باوجود اگر آپ احتمال کے طور پر بھی یہ کہیں کہ شاید ان کے بعد کوئی دوسرا پیغمبر آیا تھا یا آئے گا تو آپ کا یہ ''شاید'' کہنا آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ایمان کے منافی ہے۔اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ پیغمبر اسلام اور قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ میں قرآن پر تو ایمان رکھتا ہوں مگر توحید اور خدا پر ایمان نہیں رکھتا۔کہتے ہیں کہ یہ تناقض ہے، کیونکہ قرآن کتاب توحید ہے، اور اس پر ایمان خدا کی وحدانیت پر ایمان کے مترادف ہے یا اگر کوئی یہ کہے کہ میں قرآن پر تو ایمان رکھتا ہوں مگر معاد (عالم آخرت) پر یقین نہیں رکھتا تو یہ بھی تناقض ہے کیونکہ قرآن کریم عقیدۂ معاد اور قیامت کے ذکر سے بھرا پڑا ہے۔

خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا موضوع بھی اسی طرح ہے۔ باوجود یہ کہ اس پر قرآنی نص موجود ہے لیکن اگر بالفرض یہ قرآنی نص نہ بھی ہوتی تب بھی دین مقدس اسلام کی ضروریات میں سے ہے۔لہٰذا کسی بھی مسلمان کے

سامنے کسی صورت یہ سوال نہیں اٹھتا کہ ہمارے پیغمبر کے بعد کوئی پیغمبر آئے گا یا نہیں۔ [1]

عقیدۂ ختم نبوت کی اساسیت و اہمیت پر غور و فکر تو کیجئے کہ اس کے اثبات پر ایک سو سے زائد قطعی الدلالۃ آیات مبارکہ موجود ہیں۔ کسی مسئلہ پر قرآن کی ایک آیت ہی شک و شبہ سے بالاتر موجود ہو تو نص حکم کے اعتبار سے کسی اور ثبوت کی گنجائش نہیں رہ جاتی چہ جائیکہ اتنی کثیر تعداد میں قرآنی آیات ختم نبوت کی تائید کرتی ہوں۔

عقیدۂ ختم نبوت کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن نے دعوائے نبوت کے احتمال و امکان کے سدباب کرنے کے لئے کم و بیش ایک سو تیس مرتبہ خاتم النبیین کی ختم نبوت کا اعلان فرمایا:

درج ذیل سطور میں قرآن حکیم کی وہ تمام آیاتِ مبارکہ جو بطورِ عبارۃ النص، دلالۃ النص، اشارۃ النص اور اقتضاء النص ثبوت ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں بخوف طوالت صرف اُن کے حوالہ جات آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں کیونکہ آیات، ترجمہ، تفسیر ہمارا موضوع نہیں نہ ہی تکرار مقصود ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور مفتی محمد شفیع عثمانی نے بالترتیب ''عقیدۂ ختم نبوت'' اور ''ختم نبوت کامل'' میں جملہ آیات کو نقل کیا ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت پر دال مکمل آیات کے صرف حوالہ جات احقر کی نظر سے نہیں گزرے ہم نوٹ کر رہے ہیں تاکہ طالبین کے لئے آسانی رہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ''عقیدۂ ختم نبوت'' سے حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ البتہ ہم نے قرآنی سورتوں کی ترتیب سے آیات کے حوالہ جات تحریر کئے ہیں جبکہ (عقیدۂ ختم نبوت) میں ترتیب کا لحاظ نہیں ہے لیکن حوالہ جات مذکورہ کتاب سے ہی ہیں۔

سورۃ کا نام	سورۃ نمبر	آیات نمبر
الفاتحہ	1	5
البقرہ	2	4,34,41,51,89,91,97,101,106,129,136,143,146,285.
آل عمران	3	3, 31, 81, 96, 101, 104, 110, 144, 183, 184.
النساء	4	41, 59, 60, 64, 65, 69, 80, 115, 136, 162, 163, 164, 170, 174, 175.
المائدہ	5	3, 15, 16, 48, 67, 101.
الانعام	6	19, 34, 42, 90, 92, 124.
الاعراف	7	12, 156, 157, 158.
الانفال	8	20, 24, 33, 46, 64.
التوبہ	9	30, 33, 71, 128.
یونس	10	13, 37.
ھود	11	17.

[1] شہید مرتضیٰ مطہری، استاذ، خاتمیت ص ۱۰، دار الثقلین کراچی

یوسف	12	108, 109, 111.
الرعد	13	32.
ابراهیم	14	27.
الحجر	15	9, 26.
النحل	16	1, 35, 43, 63, 84.
بنی اسرائیل	17	66, 77.
الانبیاء	21	1, 7, 25, 107.
الحج	22	41, 78.
المؤمنون	23	44.
النور	24	51, 52, 54, 56, 62.
الفرقان	25	1, 20.
الاحزاب	33	6, 7, 21, 36, 40, 45, 46, 53, 66, 71.
سباء	34	28, 46.
الفاطر	35	1, 4, 32, 39.
یٰسین	36	11.
ص	38	87.
الزمر	39	65.
المؤمن	40	78.
حم السجدہ	41	43.
الشوریٰ	42	3, 51.
الزخرف	43	6, 23.
محمد	47	2, 18.
الفتح	48	17, 28.
الحجرات	49	7.
النجم	53	3, 4.
القمر	54	1.
الواقعہ	56	1, 3, 14, 39, 40.
الحدید	57	28.
الصف	61	6, 9, 10, 11.
الجمعہ	62	2, 3.
التغابن	64	8.
المرسلات	77	16, 17.

ثانی نہیں ہے کوئی رسالت مآب کا　　　شاہد ورق ورق ہے خدا کی کتاب کا

نوٹ:

مذکورۃ الصدر 130 آیاتِ مبارکہ عقیدۂ ختم نبوت کے ثبوت میں پیش کی گئی ہیں ان میں سے بعض آیات بالکل صریح ہیں اور بعض وہ بھی ہیں جن سے بطریق استنباط ختم نبوت کا عقیدۂ عظیمہ ثابت ہوتا ہے۔ اہل اسلام اور بالخصوص قادیانی حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ قرآن عزیز کی ایک آیت بلکہ ایک حرف کا انکار ممکن نہیں یہاں تو ۱۰۰ سے زائد آیاتِ قرآنیہ بیان کی جاچکی ہیں۔

قرآن کے ایک حرف کا منکر بھی کافر ہے:

شیخ الاسلام عارف باللہ مولانا حافظ محمد انوار اللہ چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "افادۃ الافھام" حصہ دوم میں ایک جگہ اسی حقیقت سے پردہ اُٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور یہ بات مسلّم ہے کہ قرآن کے ایک حرف کا انکار تمام قرآن کا انکار ہے جیسا کہ تفسیر ابن جریر میں روایت ہے:

"عن عبد اللہ قال کان من کفر بحرف من القرآن او بایۃ فقد کفر بہ کلہ"

یعنی "قرآن کی ایک آیت یا ایک حرف کا بھی کوئی انکار کرے تو گویا اس نے تمام قرآن کا انکار کر دیا۔"[1]

اب ذرا تامل کیا جائے کہ جب ایک حرف کا انکار تمام قرآن کا انکار ہے تو اتنی آیتوں کا انکار کس طرح جائز ہوگا۔

قابل توجہ بات:

جانِ عزیز! یہاں ایک انتہائی پرلطف ایک اور بات بھی عرض کئے دیتا ہوں جس کو ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے اعجازِ قرآنی پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

"قرآنِ حکیم کے سامنے مقاصد کی ایک لمبی فہرست ہے۔ اُن میں سے کچھ تو وہ ہیں جو صرف ایک بار کے اشارے سے پورے ہو جاتے ہیں۔ کچھ وہ ہیں جن کے لئے ہر بات کو چند بار دہرانے سے کام چل جاتا ہے اور کچھ مقاصد وہ ہیں جن کے حصول کے لئے بات کو بار بار دہرانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

قرآن نے کسی بات کو اُتنی ہی بار دہرایا ہے جتنی بار اُس کو دُہرانے کی ضرورت تھی۔ کیا مکہ کے بت پرستوں کو صرف ایک بار یہ بتا دینا کافی ہو سکتا تھا کہ بت پرستی بری چیز ہے؟ کیا دلوں کی سختی دُور کرنے کے لئے اس کے خلاف صرف ایک فتویٰ کافی تھا؟"[2]

---

[1] چشتی، محمد انوار اللہ، شیخ الاسلام، افادۃ الافہام، مندرجہ عقیدہ ختم النبوۃ، ج ۶، ص ۳۳۲

[2] محمد کرم شاہ، پیر، جسٹس، ضیاء النبی ج ۶

اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ذرا توجہ فرمائیں کہ عقیدۂ ختم نبوت کی افادیت واہمیت حضور ایزدی میں کیا ہے کہ بار بار تاکید کے ساتھ اس شان ختم نبوت کو بیان کیا جارہا ہے۔

رہی یہ بات کہ آیات قرآنیہ کی تفسیر بالرائے کرکے پس پشت ڈال دینا جس پر امت کے سلف وخلف کا اجماع ہے جیسا کہ مرزا قادیانی اور قادیانی امت کے مفسرین نے کیا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔قرآن حکیم کی تفسیر کے اصول کیا ہیں؟تفسیر بالرائے کی شرائط کیا ہیں؟ شرائط کی عدم موجودگی میں تفسیر کرنے کا حکم کیا ہے؟ مرزا قادیانی کا قرآن حکیم سے متعلق عقیدہ کیا ہے؟ مرزا قادیانی اور مفسرین قادیانی امت نے کیسی کیسی تفاسیر کی ہیں؟ ہمارا موضوع نہیں البتہ اس موضوع پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ڈاکٹر محمد عمران کی کتاب ''قادیانی تفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' شائع کی ہے جو اس موضوع پر شاندار کتاب ہے۔

احقر تو صرف یہی عرض کرنا چاہتا ہے کہ قرآن میں اللہ جل جلالہ ایک بار نہیں بار بار اپنے محبوب کی خاتمیت کو بیان کرکے اعلانِ عام کررہا ہے کہ ختم نبوت کا اولین محافظ میں ہوں اور میرا محبوب آخری نبی ہے۔

مصنف کتب کثیرہ علامہ غلام مصطفی مجددی زید شرفہ نے ایک خوبصورت جملے پر اس عنوان کو مکمل کیا:

''اس کتاب زندہ کے آخری ہونے کی ''زندہ دلیل'' حضور ﷺ کی ختم نبوت ہے اور حضور ﷺ کی ختم نبوت کی ''زندہ دلیل'' یہ کتاب زندہ ہے۔گویا

نوع انساں را پیام آخریں
حامل او رحمۃ للعالمین [1]

علامہ شہزاد مجددی زید شرفہ کے پنجابی کلام کے منتخب اشعار پر عنوان کو مکمل کرتے ہیں:

رسولاں دے منہ تے مقالے نیں تیرے — کلام خدا وچ حوالے نیں تیرے
تیری ذات فرشاں تے عرشاں دی رونق — لیندے تے چڑھدے اُجالے نیں تیرے
تیرے ہتھ اے دربارِ وحدت دی کنجی — رسالت دے بُوھے تے تالے نیں تیرے

□□□

[1] مجددی،غلام مصطفی،علامہ،ختم نبوت زندہ باد،ص ۳۱

سرکار خاتم الانبیاء صفت خاتمیت کے خود محافظ

سابقہ الہامی کتب اور مستند کتابیں اس بات پر شاہد و عادل ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کی عظمت ختم نبوت اور آپ کی خاتمیت پر انبیائے سابقین اور اُن کی امتوں نے شہادتیں دیں دیگر کتب کے سوا محدث ابونعیم کی ''دلائل النبوۃ'' امام جلال الدین سیوطی کی ''درمنثور'' اور ''خصائص کبریٰ'' محدث ابن جوزی کی ''الوفاء'' ۔ان تمام کتابوں میں روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ سابقہ انبیاء کرام نے اور ان کی امتوں نے بھی حضور ﷺ کی خاتمیت کے علم لہرائے ہیں ۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری قدس سرہ العزیز نے بھی ''جزاء اللہ عدوہ بآبائہ ختم النبوۃ'' میں ان روایات کو درج فرمایا ہے ۔مفتی محمد شفیع عثمانی نے اپنی کتاب ''ختم نبوت کامل'' اور علامہ غلام مصطفی مجددی نے ''ختم نبوت زندہ باد'' میں الگ الگ باب باندھے ہیں ۔طوالت سے جان چھڑاتے ہوئے اور بہت سی کتب کا ذکر نہیں کیا جارہا ۔دفتروں کے دفتر درکار ہیں ۔

واضح ہوگیا کہ اصل انسانیت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام سرکار ﷺ کی خاتمیت کا پرچار کرتے رہے ۔پھر قرآن مجید میں تو ۱۰۰ سے زائد حوالہ جات آپ ملاحظہ کرچکے بعدازاں حضور خوش خصال ﷺ نے احادیث مبارکہ میں اس موضوع پر ایسا پہرہ دیا کہ کسی قسم کی نئی نبوت کا شائبہ تک ختم کردیا۔

غور طلب بات:

جانِ عالم ﷺ کی جو محبتیں، شفقتیں اپنی امت کے ساتھ ہیں وہ محتاجِ بیاں نہیں سرکار نے ہر طرح امت کی رہنمائی فرمادی آپ کے بعد جتنے لوگ قابل اقتداء تھے اُن کی وضاحت فرمادی ،اصحاب کے علاوہ مجددین امت، ابدالیین وغیرہ کا مفصل حال بیان فرمادیا۔

مگر عجب طرفہ ہے کہ دفتر حدیث میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس میں پیغمبر اعظم ﷺ نے اپنے بعد کسی پیدا ہونے والے نبی کی خبر دی ہو حالانکہ یہ تو ایمان وکفر کا مسئلہ ہے حالانکہ محسن اعظم ﷺ کا پہلا فرض تھا کہ وہ آنے والے نبی کے مفصل حالات بیان فرمادیتے تاکہ پہچان میں کوئی شائبہ نہ رہتا لیکن ندارد۔

ختم نبوت اور احادیث متواترہ:

عقیدۂ ختم نبوت احادیث رسول میں تواتر کے ساتھ بیان ہوا ہے پوری امت کا اجماع ہے کہ حدیث متواتر پر

ایمان لانا قرآن کی طرح فرض اور انکار کفر صریح ہے۔ احقر آپ کو تواتر کی اقسام، تواتر علم وعمل، تواتر الفاظ، تواتر اسناد اور تواتر معنی کی تفصیل میں نہیں لے جانا چاہتا بس عرض کرنا مقصود ہے کہ محدثین کے نزدیک ۱۰۰ سے زائد احادیث ہیں جو متواتر المعنی ہیں ویسے تو کتب ختم نبوت میں ۲۰۰ سے زائد احادیث شانِ ختم نبوت میں بیان کی گئی ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری قدس سرہ العزیز نے اپنی بے نظیر تصنیف منیر ''جزاء اللہ عدوہ بآبائہ ختم النبوۃ'' میں ۱۲۰ احادیث ڈاکٹر طاہر القادری کی کتاب ''عقیدۂ ختم نبوت'' میں ۲۱۰ احادیث اور مفتی محمد شفیع عثمانی کی ''ختم نبوت کامل'' میں ۲۱۰ احادیث نبویہ موجود ہیں۔

ان دوسو دس احادیث و روایات میں بیسیوں احادیث متواتر کے درجہ پر ہیں جن سے انکار کی سرِ مُو گنجائش نہیں اور پھر نبی خاتم ﷺ نے قطعیت کے ساتھ اعلان فرمادیا کہ نبوت کی کوئی تفسیر تشریعی وغیر تشریعی، حقیقی، مجازی، مستقل و غیر مستقل اور ظلی اور بروزی نیز کسی بھی قسم کی تاویل اور تخصیص کا کوئی راستہ نہیں رہا۔ اللہ جل مجدہ نے ختم نبوت کا تاج میرے ہی سر سجایا ہے۔

اعلیٰ حضرت کیا خوب کہہ گئے:

لَمْ یَأْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسَرا جانا

احادیث ختم نبوت کی صحیح تعداد:

سعید ملت، مفسر قرآن، شارح بخاری ومسلم مولانا غلام رسول سعیدی تحریر فرماتے ہیں:

''ہم نے پچاس احادیث صحیحہ اور مقبولہ مکمل حوالہ جات کے ساتھ ذکر کی ہیں جن میں ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی صاف تصریح ہے، ہم نے اس سلسلہ میں مکرر احادیث کا ذکر نہیں کیا اور نہ ایسی احادیث کا ذکر کیا ہے جن کی ختم نبوت پر التزامی، تضمنی یا دُور اَز کار یا بعید دلالت ہو[1] اور محض تعداد بڑھانے اور بھرتی کے لئے احادیث کو جمع نہیں کیا اس کے برخلاف بعض علماء نے ختم نبوت پر دوسو سے زائد احادیث جمع کی ہیں لیکن ان میں اکثر احادیثِ مکررہ ہیں اور ایک حدیث کی عبارت جتنی کتابوں میں مذکور ہے اس حدیث کا اتنی بار شمار کرلیا گیا ہے۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی نے اپنی کتاب ختم نبوت (ادارۃ المعارف کراچی) میں دوسو دس احادیث ذکر کی ہیں لیکن اس

---

[1] بہ کثرت احادیث میں حضرت ابوبکر کو امت میں سب سے افضل قرار دیا ہے اور تمام صحابہ کو بعد کے لوگوں سے افضل قرار دیا ہے، بایں ہمہ ان کو نبی نہیں بنایا گیا تو اُس کے بعد کے لوگ جو اُن سے بہت کم درجہ کے ہیں وہ کیسے نبی ہوسکتے ہیں سو یہ احادیث بھی ختم نبوت کی دلیل ہیں اور ایسی بہت احادیث ہیں لیکن اُن کی ختم نبوت پر التزاماً دلالت ہے صراحۃً دلالت نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے اُن کا اس جگہ ذکر نہیں کیا۔

کتاب میں مکررات کو الگ الگ حدیث شمار کیا گیا ہے۔مثلاً ایک حدیث کی عبارت ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لئے حضرت ہارون تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا مفتی صاحب نے اس حدیث کو بارہ مرتبہ ان نمبروں سے ذکر کیا ہے: حدیث نمبر ۷، حدیث نمبر ۲۴، حدیث نمبر ۳۸، حدیث نمبر ۵۱، حدیث نمبر ۵۲، حدیث نمبر ۷۲، حدیث نمبر ۷۳، حدیث نمبر ۷۴، حدیث نمبر ۷۵، حدیث نمبر ۷۶، حدیث نمبر ۸۲، حدیث نمبر ۱۳۰۔

اس کے برخلاف ہم نے اس حدیث کو صرف ایک بار متعدد کتب حدیث کے حوالے سے حدیث نمبر ۵ میں ذکر کیا ہے۔اسی طرح اور کئی احادیث مکررہ ہیں جن کے الگ الگ نمبر ڈالے گئے جن میں حضرت ابن زمل کے خواب والی حدیث ہے، تیس دجالوں والی حدیث ہے، عاقب والی حدیث ہے اور کئی احادیث ہیں۔''[1]

جگ راج کو تاج تورے سَر سَو:

اسلام کا جب غلغلہ بلند ہوا اور پیہم فتوحات کے باعث اس کے قدم حجاز میں مضبوطی کے ساتھ جم گئے اور مدینہ میں ایک نہایت بااقتدار اسلام کی پہلی ریاست قائم ہوگئی تو اب ایران اور روم کی مملکتوں کو اپنی فکر ہوئی اور انہوں نے ان عرب قبائل کو جو ان کے احسان مند اور دست نگر تھے اسلام کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا اور آخر کار انہیں بغاوت پر آمادہ کر دیا۔آنحضرت ﷺ نے غزوۂ موتہ کا اہتمام انہیں لوگوں کی سرکوبی کے لئے کیا تھا لیکن ابھی اس مہم کا اصل مقصد حاصل نہیں ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی ہی وفات ہوگئی اور اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں کا جو مواد اندر ہی اندر پک رہا تھا بغاوت کا کوہ آتش فشاں کی شکل میں اچانک پھٹ پڑا۔

ظاہر ہے اتنی بڑی اور وسیع تحریک بغاوت کسی لیڈر کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ یمن میں اسود عنسی اس تحریک کا قائد تھا اور یمامہ میں بنو حنیفہ میں مسیلمہ، قبیلہ اسد اور غطفان میں طلیحہ اور قبیلہ بنو تمیم میں سجاح نامی عورت اس تحریک کی قیادت کر رہے تھے دراصل یہ تحریک ایک خالص سیاسی قسم کی تھی مذہب سے اس کا کوئی لگاؤ نہیں تھا لیکن چونکہ یہ لوگ جانتے تھے کہ اس تحریک کو مذہبی رنگ دیئے بغیر کامیاب نہیں کیا جا سکتا اور پھر آنحضرت ﷺ کی مثال اُن کے سامنے تھی اس بناء پر ان لوگوں نے مذہب کا نام دے کر تحریک شروع کر دی اور خود اپنے لئے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔[2]

قارئین! مدعیان نبوت پر بطور خاص کتب موجود ہیں جن کا مطالعہ آپ کر سکتے ہیں۔احقر آپ کے سامنے یہ چیز رکھنا چاہتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی شانِ ختم نبوت کا دفاع کس شان سے کیا ہے۔مزید برآں جھوٹے مدعی

---

[1] سعیدی، غلام رسول، علامہ تبیان القرآن ج ۹، سورۃ الاحزاب، ص ۴۷۰،۴۷۱

[2] سعید احمد اکبر آبادی، مولانا، صدیق اکبر ص ۱۶۴

نبوت کو سب سے پہلے ''کذاب'' کا لقب بھی سرکار مدینہ ﷺ نے ہی عطا کیا ہے ملاحظہ ہو۔

امت محمدیہ میں دو قسم کے لوگوں نے نبوت کا دعوی کیا:

۱۔ کافروں میں دعویٰ نبوت کرنے والے

۲۔ مسلمانوں میں دعوی نبوت کرنے والے

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں سب سے پہلے مسیلمہ بن حبیب کذاب نے تب نبوت کا دعوی کیا جب آپ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اُس نے رسول اللہ ﷺ کو ایک مکتوب لکھا'' بلاذری'' کے مطابق بنوحنیفہ کا جو وفد ۹ھ میں آیا تھا۔ اُس کا ایک رکن یہ بھی تھا اُس نے آپ سرکار سے کہا کہ اگر آپ مجھے اپنا قائم مقام بنانے کا وعدہ کردیں تو میں آپ کی بیعت کرلوں گا لیکن سرکار خاتم الانبیاء ﷺ نے کھجور کی شاخ کی طرف اشارہ کرکے صاف جواب دیا کہ اگر تُو مجھ سے یہ شاخ بھی مانگے تو میں نہیں دوں گا۔ واپس جا کر اُس نے نبوت کا دعوی کردیا۔ خط کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف۔ آپ پر سلام ہو۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں، بے شک میرے لئے بھی نصف زمین ہے اور قریش حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہے۔ اس لئے ان کی طرف دو رسول گئے ہیں۔''

اس خط کے جواب میں نبی آخر الزماں ﷺ نے درج ذیل جواب رقم کروایا:

''بسم الله الرحمن الرحیم من محمد الرسول الله الی مسیلمة الکذاب۔ اما بعد السلام علیٰ من اتبع الهدی منان الارض الله یورثها من یشاء من عباده والعاقبة للمتقین'' [1]

ترجمہ: محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔ تحقیق زمین اللہ کی ہے، وہ جسے چاہے اپنے بندوں میں عطا فرمائے اور اچھا انجام اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کا ہے۔''

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کے بارے میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں پھر ایک دن سرکار ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد کے بعد فرمایا جس شخص کے بارے میں تم اپنی رائے دے رہے ہو وہ تیس کذابوں میں سے ایک کذاب ہے جو دجال اکبر سے پہلے نکلیں گے۔''

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی مرحوم (صدر مرکز تحقیق فیصل آباد) رقمطراز ہیں:

---

[1] امام ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الفتن

''اس خط سے واضح ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے مسیلمہ کے خط موصول ہونے پر دعوی کی صداقت یا عدم صداقت پر کوئی دلیل طلب کئے بغیر ''کذاب'' تحریر فرمادیا۔ یہی اُسوۂ رسول ﷺ ہے۔اُس نے علاقہ طلب کیا تھا تو آپ نے سیاسی مصلحت کو بھی اہمیت نہ دیتے ہوئے فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے زمین کا قبضہ عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ:

''وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ''

ترجمہ کنزالایمان: ''اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔'' (الانبیاء:۱۰۵)

یاد رہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ اسے کوئی قطعہ زمین دے دیتے تو یہ عطاء الٰہی ہی قرار پاتا کہ نبی محترم ﷺ قاسم ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اُسے ''نبی'' تو کجا ''عبد صالح'' بھی تسلیم نہیں کیا اور متقین کی نیک انجامی کا ذکر فرما کر اُسے اُس کے انجام بد کی بھی خبر دے دی۔اس سے دو وہموں کا ازالہ ہوا۔

ایک یہ کہ مدعی نبوت اپنی تمام تر ظاہری عبادات کے باوجود ''صالح'' نہیں اور یہ جو بعض روشن خیالوں کو صالحیت کا اشتباہ ہونے لگتا ہے وہ دین کی تعلیمات سے کھلا انحراف ہے۔

دوسرا یہ کہ اگر کوئی بدفطرت زمین پر قابض ہو جائے تو اُسے رضائے الٰہی کا اظہار نہ سمجھا جائے، یہ غاصبانہ قبضہ ہے اور صریحاً بغاوت ہے۔ معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے ادعائے نبوت کے کسی اظہار یا بروز کو تسلیم نہیں کیا اور برملا اپنا مرسلانہ ردعمل ظاہر کر دیا اور پوری قوت سے فتنہ کو دبا دیا۔مسیلمہ کے خلاف بھی ایسا ہی رویہ اپنایا جانا تھا جو اسود کے ساتھ تھا مگر آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور آنے والی نسلوں کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمونہ قائم کرنے کا موقع مرحمت فرما گئے۔[1]

مولانا ظفر علی خان کہہ گئے:

کیا مصطفیٰ کے بعد نہ آیا مسیلمہ   پھر قادیان میں کس لئے جھوٹا نبی نہ ہو

احمد رضا ایک عاشق صادق:

امام احمد رضا حنفی قادری محدث بریلوی نے ''السوء والعقاب علی المسیح الکذاب''، صفحہ ۶۲ پر ایسی تحریر فرمائی جس کو پڑھ کر راقم پر تقصیر تڑپ اٹھا کہ امام اہل سنت کو حضور ﷺ سے محبت کس قدر تھی۔ملاحظہ ہو!

''طبرانی معجم کبیر میں وَبَر حنفی سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

---

[1] مجلہ معارف اولیاء، ختم نبوت نمبر اپریل تا جون ۲۰۱۸ء، ص ۱۳

"اِنِّیْ اَشْھَدُ عَدَدَ تُرَابِ الدُّنْیَا مسیلمۃ کَذَّابٌ"

ترجمہ: بے شک میں ذرہ ہائے خاک تمام دنیا کے برابر گواہیاں دیتا ہوں کہ مسیلمہ (جس نے زمانۂ اقدس میں اِدِّعائے نبوت کیا تھا) کذاب ہے۔

''وَاَنَا اَشْھَدُ مَعَکَ یَارَسُوْلَ اللہ'' (یارسول اللہ میں بھی آپ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں) اور محمد ﷺ کی بارگاہِ عالم پناہ کا یہ ادنیٰ کُتّا بعدد دانہائے رَیگ وستار ہائے آسمان گواہی دیتا ہے اور میرے ساتھ تمام ملائکہ سموات والارض وحاملانِ عرش گواہ ہیں اور خود عرشِ عظیم کا مالک گواہ ہے۔ ''وَکَفٰی بِاللہِ شَھِیْدًا'' (اور کافی ہے گواہ) کہ ان اقوال مذکورہ کا قائل بے باک کافر، مرتد ناپاک ہے۔"

قارئین! آئیں مجھ راقم الحروف سگ از سلطانِ بارگاہ مصطفی ﷺ کے ساتھ شامل ہو جائیں اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گواہی میں مل جائیں کہ سرکارِ مدینہ ﷺ کے بعد جو بھی مدعیٔ نبوت ہو گا وہ کھلا کافر اور مرتد ہے۔[1]

میری اُمت میں تیس کذاب نکلیں گے:

"عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبیٌّ، وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی" رواہ مسلم

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے ہر ایک دعوی کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ سن لو! میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اسی مفہوم کی روایت مختلف الفاظ سے حضرت ابو ہریرہ، حضرت مسلم بن یسار، حضرت حذیفہ، حضرت عبید بن عمیر اللیثی، حضرت ابی بکرہ سے بھی مروی ہے۔ بعض روایات میں تو سرکار ﷺ نے چند نام مسیلمہ سمیت گنوائے۔ مذکورہ احادیث جن میں "لا نبی بعدی" کے الفاظ ہیں فقیر پُرتقصیر نے اسلاف کی کتب کی خوشہ چینی کرتے ہوئے ایک جگہ ۱۵ صفحات پر "لا نبی بعدی" کے تحت کئے جانے والے قادیانی اشکالات کے جوابات دیئے ہیں۔

حاصل کلام:

* انبیاءِ سابقین اور اُمم سابقہ نے نبی خاتم ﷺ کی ختم نبوت کے جھنڈے ہر دور میں لہرائے۔
* جانِ عالم ﷺ نے امت کی رہنمائی مکمل فرمائی لیکن دفتر احادیث گواہ ہیں کہ کسی آنے والے نبی کا ذکر تک

[1] غلام دستگیر فاروقی، خواجہ، کتابیات ختم نبوت، جلد اول، ص ۷۶

نہیں کیا۔

* ۲۰۰ سے زائد متواتر الفاظ اور متواتر المعنی احادیث میں پیغمبر اعظم ﷺ نے خود اپنی خاتمیت محمدی پر پہرہ دیا اور نئی نبوت کی کوئی بھی تاویل و تخصیص کا راستہ مسدود کر دیا۔
* مدعی نبوت سے دعوی صداقت یا عدم صداقت پر دلیل طلب کئے بغیر خود محسن اعظم ﷺ نے سب سے پہلے لفظ ''کذاب'' اور ''دجال'' وضع فرمایا۔
* مدعی نبوت کو ''نبی'' تو کجا شاہِ بطحا ﷺ نے اس کو ''مرد صالح'' بھی قرار نہیں دیا۔
* حضور ﷺ نے اپنی خاتمیت پر خاک کے ذرّوں کے برابر گواہیاں دیں کہ مسیلمہ (جھوٹا نبی) ''کذاب'' ہے۔
* سرکار ﷺ کی بعثت کے بعد بابِ نبوت مسدود ہو چکا اب کسی شخص کے منصب نبوت پر متمکن کئے جانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اب جو بھی دعوی کرے گا وہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق کذاب و دجال اور جھوٹا ہے۔

□□□

اوّلین پاسبان وسپہ سالارِ تحریک ختم نبوت

صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے ہے خدا کا رسول بس:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جس وقت عنانِ خلافت ہاتھ میں لی، یہ مسلمانوں کے لئے ایک نہایت ہی نازک اور بڑا صبر آزما وقت تھا۔ سب سے بڑا زخم جو اُن کے قلب وجگر پر لگا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک تھا جس نے دنیا ان کی نگاہوں میں تیرہ وتار کر دی تھی خود مدینہ میں منافقوں کا ایسا گروہ موجود تھا جو فتنہ انگیزی کے لئے موقع و بہانہ کی تلاش میں بیٹھا رہتا تھا۔ جھوٹے مدعیان نبوت اور مرتدین عن الاسلام کے فتنہ نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں سر اُٹھانا شروع کر دیا تھا۔

اب وہ اس چنگاری کو ہوا دے کر جہنم بنا دینے کا خواب دیکھنے لگے تھے جن قبیلوں کو مدینہ کی سیاست کسی طرح گوارا نہیں ہو سکتی تھی وہ کل پرزے درست کرنے کی فکر کرنے لگے تھے۔ غرضیکہ دقتوں اور دشواریوں کا ایک پہاڑ تھا جو خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے کھڑا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہی ہم مسلمانوں کو ایسے حالات سے سابقہ پڑا کہ اگر اللہ تعالیٰ ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہم کو عطا فرما کر احسان نہ کرتا تو ہم ہلاک ہو جاتے۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اور میرے باپ پر ایسے حوادث ومصائب ٹوٹ پڑے کہ اگر بڑے بڑے مضبوط پہاڑوں پر بھی نازل ہوتے تو اُن کو ریزہ ریزہ کر دیتے۔ ایک طرف مدینہ میں نفاق گھسا ہوا تھا اور دوسری جانب عرب مرتد ہونے لگے تھے۔''[2]

ان سب اندرونی و بیرونی سازشوں، دشواریوں کے باوجود ایک اہم معاملہ یہ درپیش تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سرکردگی میں شام کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تھا جو ابھی مقام ''جرف'' میں ہی پہنچا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدید علالت کی خبر پہنچی اور وہ وہیں ٹھہر گیا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۰۱

[2] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۰۲

اصحاب اور خلیفہ اوّل کی گفتگو:

اب سوال یہ تھا کہ اس لشکر کو جس مہم پر بھیجا گیا تھا اس پر اسے جانے دیا جائے یا پہلے مرتدین کی سرکوبی کی جائے جو صورت حال پیدا ہوگئی تھی صحابہ کرام اس سے گھبرائے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ لے دے کے اب یہی مسلمان ہیں جو آپ کے سامنے ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ عرب کا کیا حال ہے، وہ آپ سے ٹوٹتے جا رہے ہیں۔ اس لئے مناسب نہیں کہ آپ اس وقت مسلمانوں کو الگ الگ کریں۔ [1]

لیکن وہ خلیفہ رسول تھے وقت کے دریا میں ان اُبھرنے والی اَمواج حوادث سے کہاں سراسیمہ ہو سکتے تھے اُن کے سامنے سب سے پہلے کرنے کا جو کام تھا اور ضروری تھا وہ یہی ہو سکتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں جو مہم روانہ فرما گئے تھے وہ تکمیل کو پہنچے، ادھوری نہ رہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔

"قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر مدینہ خالی ہو جائے اس طرح کہ میں اکیلا ہی رہ جاؤں اور درندے اور کتے مجھ کو بھنبھوڑ کھائیں میں اُس وقت بھی اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ کے حکم کے مطابق اس مہم پر روانہ کروں گا۔" [2]

نبی آخر ﷺ کے خلیفہ اوّل کے اس قطعی و یقینی فیصلہ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب انصار کی نمائندگی کرتے ہوئے عرض کیا کہ اس لشکر میں سن رسیدہ اور تجربہ کار صحابہ شامل ہیں اور اسامہ نوجوان ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ امیر لشکر کسی تجربہ کار اہم آدمی کو بنا دیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سنتے ہی غصہ میں آئے اور فرمایا:

"اے خطاب کے بیٹے! رسول اللہ ﷺ نے تو اسامہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور اب تم کہتے ہو کہ میں ان کو معزول کر دوں۔" [3]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف دو سال کی قلیل مدت میں سب فتنوں پر قابو پالیا اور ملک میں امن و امان بحال کر کے فتوحات کا آغاز کیا۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ فتنہ ارتداد کا قلع قمع کرنا ہے۔ [4]

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن رقمطراز ہیں:

"اشتهر ابوبکر فی جمیع مواقفه بالشجاعة والثبات فی الخطوب"

---

[1] طبری، ابن جریر، ج ۲ ص ۴۶۱

[2] طبری، ابن جریر، ج ۲ ص ۴۶۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ا ص ۱۱۷

[3] صدیق اکبر ص ۱۳۴، بحوالہ طبری، ابن جریر، ج ۲ ص ۴۶۲

[4] طبری، ابن جریر، علامہ، تاریخ الامم والملوک

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت اور استقامت کی تعریف کی ہے جس کا اظہار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتنۂ ارتداد کو روکنے کے لئے کیا۔[1]

شاہ معین الدین ندوی اپنی معروف کتاب "تاریخ اسلام" میں خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

"جھوٹے نبیوں کا خاتمہ کر کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کو نئی زندگی عطا فرمائی۔"

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم کیا تھا:

"اَنْ یَّقْتُلَ مَنْ جَرَتْ عَلَیْہِ الْمَوَاسِی مِنْ بَنِیْ حَنِیْفَۃَ"

کہ مسیلمہ کی قوم بنی حنیفہ کا جو بھی شخص تہ تیغ آئے اُسے اڑا دیا جائے۔[2]

علامہ غلام مصطفیٰ مجددی رقمطراز ہیں:

"حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ختم نبوت کے اولین پاسبان بن کر میدان میں اُترے اور ان کی ولولہ انگیز قیادت میں صحابہ کرام نے اپنے آقائے نامدار مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت پر اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔ جنگ یمامہ میں ۷۰۰ مہاجرین، ۳۰۰ انصار اور باقی دیگر قبائل عرب کے افراد شہید ہوئے، تمام شہداء کی تعداد ۱۲۰۰ تھی جو پچھلی تمام جنگوں کے شہداء کی تعداد سے زیادہ تھی۔

اتنے شہداء کی تعداد سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اہل اسلام کے نزدیک ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جانیں قربان کرنا کتنا عظیم فرض ہے جس کو ادا کرنے کے لئے تمام صحابہ کرام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جنگ یمامہ مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی تھی۔ اس جنگ میں رسول صادق نبی امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی امداد قدم قدم پر غلاموں کے شامل حال رہی، حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک انتہائی نازک موقع پر "یا محمداہ یا محمداہ" کے نعرے بلند کئے، مسلمان بکھر چکے تھے۔ جھوٹے نبی کے جھوٹے امتی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمے تک پہنچ چکے تھے لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "اسم محمد" کی برکات پر مکمل بھروسہ تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ اس نام پر تمام پروانے یکجان ہو گئے اور اس شان سے لڑے کہ کذابوں کے قدم اُکھاڑ کر رکھ دیئے۔ مسیلمہ کی شکست فاش سے تمام عالم اسلام میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اس ساری تاریخی جدوجہد میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزیمت و استقامت اور ختم نبوت سے والہانہ محبت تمام مسلمانوں کے لئے قابل تقلید ہے اور یہ سبق درخشاں نظر آتا ہے کہ جس دور میں بھی اس قسم کا کوئی فتنہ بیدار ہو جائے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اسے ختم کرنے کے لئے اپنے تمام اسباب جھونک دیں۔ مال قربان کر دیں، اولاد قربان کر دیں، جان قربان کر دیں اور اعلان کر دیں۔

رسول اللہ تو صدقے جان میری   ایہہ فانی زندگی قربان میری

[1] لیاقت علی خان، نیازی، ڈاکٹر، خاتم النبیین ص ۵۱ بحوالہ تاریخ الاسلام السیاسی والدینی والثقافی والجماعتی ص ۲۰۶

[2] ابن جریر، علامہ طبری، ج ۲ ص ۲۸۴

ختم نبوت کے خلاف سازشیں کرنے والے عناصر کفر کی راہیں ہموار کرتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان عناصر کو نیست و نابود کر کے اپنے بعد والوں کو کھل کر کام کرنے کا موقع فراہم کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: ''وحی منقطع ہو چکی اور دین حق مکمل ہو گیا ہے۔'' (نسائی شریف)

''آج ہم وحی کو اور خدا پاک کی طرف سے کلام کو گم کر چکے ہیں۔''[1]

چنانچہ باقی خلفاء کرام کی شاندار فتوحات کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ عزم صدیق آستین کے تمام سانپوں کو کچل چکا تھا۔ وہ اندرونی خطرات و خدشات سے بے نیاز ہو کر اسلامی سرحدوں کے فروغ میں مصروف ہو گئے۔ خلافت راشدہ کی تاریخ آپ کے سامنے روشن ہے اور مسائل تو اُبھرے لیکن کوئی ''مدعی نبوت'' سامنے آنے کی ہمت نہ کر سکا۔ ایک عرصے کے بعد اُموی دورِ خلافت میں ''مختار ثقفی'' نے یہ دعویٰ کیا تو مسلمانوں سے اُسے بھی تباہ کر دیا۔ الغرض ''چراغ مصطفوی'' سے ''شرارِ بولہبی'' جب بھی برسرِ پیکار ہوئے تو پروانوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ یہ معاملہ ہی ایسا ہے کہ اس پر کمزوری کا مظاہرہ کرنا شانِ مسلمانی کے خلاف ہے۔ غیرت اسلامی کے برعکس ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قیادت میں تمام صحابہ کرام ختم نبوت کے باغیوں اور دشمنوں کے خلاف یکجان تھے۔ ان کا ایمان افروز اتحاد حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کے بعد ہر قسم کی ''نبوت و رسالت'' کو ہرگز قابل قبول نہیں جانتا۔ لہٰذا ظلی و بروزی نبوتوں کی گنجائش نہیں۔ اس پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کے اجماع کو توڑنے والے اور ان تمام کے متفقہ فیصلوں کے خلاف چلنے والے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ صحابہ کرام جس طرح خدا کی وحدانیت پر یقین رکھتے تھے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت پر یقین رکھتے تھے۔ کیونکہ زبان رسالت نے یہ دونوں عقیدے بالخصوص اُن کے رگ و ریشے میں گوندھ دیئے تھے، صحابہ کرام کا یہ عالمگیر کردار ہی ختم نبوت کے بارے میں ان عظیم فیصلوں کا اظہار ہے۔ راقم نے عرض کیا ہے۔

کونین کا ارماں ہے تیری ختم نبوت — تسکین دل و جاں ہے تیری ختم نبوت
تزئین گلستان ہدایت تیری ہستی — خورشید ضو افشاں ہے تیری ختم نبوت
اے ختم الرسل، مولائے کل، ہادیٔ عالم — گھر گھر میں درخشاں ہے تیری ختم نبوت
ہر فرد بشر تیری رسالت کا بھکاری — تکمیل ہر انساں ہے تیری ختم نبوت
پھولوں میں تیرے جلوۂ رعنا کی جھلک ہے — گلشن میں نمایاں ہے تیری ختم نبوت
ہم ختم نبوت کی اداؤں پہ فدا ہیں — صد شکر کہ دنیا میں مدینے کے گدا ہیں

(غلام مصطفیٰ، مجددی، علامہ، ختم نبوت زندہ باد ص ۷۳، ۷۴)

---

[1] کنز العمال، ج ۴ ص ۵۰

اِک فقط نام محمد سے محبت کی ہے:

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی اپنے خیالات کو حوالۂ قلم کرتے ہیں:

''عہد صدیق میں قدم قدم پر فتنوں نے سر اُٹھایا ایسے نازک حالات و مواقع پر مصلحتیں دامن تھام لیتی ہیں مگر ایمان صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی استقامت دیکھئے کہ ایک لمحہ بھی تاخیر نہ ہوئی۔ عاشق حبیب کردگار نے اپنے عشق پر آنچ نہ آنے دی اور پُرخلوص محبت شعار نے کسی مدمقابل یا مثیل کو برداشت نہیں کیا۔ مسیلمہ کے خلاف جنگ میں کثیر صحابہ کرام شہید ہوئے حتیٰ کہ حفاظ قرآن مجید کی بڑی تعداد جام شہادت نوش کر گئی مگر رفیق غار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ثابت کر دیا کہ میں حفاظ قرآن تو شہید کروا سکتا ہوں، رسالت کی حفاظت سے غافل نہیں ہو سکتا۔ یہ اُسوۂ صدیقی ہر گام پر راہنما ہے کہ باطل موقعہ کی تلاش میں رہتا ہے، اس کی دسیسہ کاری ہر لمحہ جاری ہے۔ جس طرح نگاہِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ملفوف فتنے کو بھانپنے میں ذرہ برابر غلطی نہ کھائی اور ان کا یقین کسی مرحلہ پر بھی مصلحت کوشی کا شکار نہ ہوا، اسی طرح امت مسلمہ کو ہر دَور میں تحفظ رسالت کا فریضہ انجام دینا ہے، مدعیان نبوت کی نمازیں، اُن کے دینی رویے کسی مداہنت یا تشکیک کا باعث نہ بنیں کہ روایت موجود ہے کہ مسیلمہ کے لشکر سے اذانوں کی آوازیں آتی تھیں اور ''اشهد ان محمد الرسول الله'' کی شہادت کا بھی اعلان ہوتا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کاذب ہے۔ اس کے خلاف پوری توانائیاں خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں کسی قسم کی قیل و قال کی گنجائش نہیں۔ کیا جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے افہام و تفہیم کی راہ اپنائی۔۔۔؟ کسی قسم کی سودا بازی ہوئی یا کسی مصلحت کی خاطر صرف نظر کیا گیا۔۔۔؟ فتنے کو کمزور سمجھنا اور ایسے شاطروں کو نظرانداز کرنا فتنے کو نشو و نما کا موقع فراہم کرنا ہے۔

سوچتا ہوں کہ اگر جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی مداہنت، مصلحت یا رواداری کا شکار ہو جاتے تو آج ہماری کیا حالت ہوتی۔۔۔؟ مداہنت کے رویوں نے قادیانی فتنے کو ہوا دی ہے، بدی جوان ہوتے دیکھتے رہنا نیکی کا خون کرنا ہے کہ بدی کی قوت نیکی کے ضعف کی دلیل ہوتی ہے۔ یہ سازش جب تیار کی جارہی تھی اگر اس وقت قوم کی پوری قوت اس کے مقابلے کے لئے بروئے کار لائی جاتی تو بعد میں لاکھوں جانوں کا نذرانہ نہ دینا پڑتا۔ آج بھی اگر احساس پیدا ہو جائے اور ہم اپنی صف بندی کرنے میں کسی نظریاتی فریب کا شکار نہ ہو جائیں تو راہ نجات اب بھی پکار رہی ہے۔ یاد رہے بنیادی عقائد کے بارے فیصلے دوٹوک، واضح اور جرأت مندانہ ہونے چاہییں۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چراغ روشن کیجئے کہ اسی میں تحفظ ملت اور صیانت عقیدہ کا راز مضمر ہے۔[1]

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے جب مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں بظاہر شکست پذیر

---

[1] مجلہ معارف اولیاء، ختم نبوت نمبر، اپریل تا جون ۲۰۱۸ء، ص ۱۵ بتصرف

ہوئے تو انہوں نے اپنی ہزیمت کا سارا حال ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ بھیجا جسے پڑھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو جلال آیا وہ تاریخ کی معتبر کتب میں درج ہے۔فرمایا:

''اے ابن عکرمہ! (عکرمہ کی ماں کے بیٹے) میں تمہاری صورت دیکھنے کا مطلق روادار نہیں۔تم واپس آ کر لوگوں میں بد دلی پھیلانے کا باعث نہ ہو بلکہ حذیفہ اور عرفجہ کے پاس جا کر ''اہل عمان'' اور ''مہرة'' سے لڑو۔اس کے بعد یمن اور حضر موت جا کر مہاجرین ابی امیہ سے مل جاؤ اور ان کے دوش بہ دوش مرتدین سے جنگ میں حصہ لو۔''

اس خط میں غیظ وغضب پنہاں ہے اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔''ابن ام عکرمہ'' کا خطاب ہی اس غیظ و غضب کی صحیح کیفیت ظاہر کر رہا ہے۔

امام المسلمین، مامور من الرسول، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ''تصفیہ ما بین سنی وشیعہ'' میں رقمطراز ہیں:

ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں۔میں نے ابو حفص سے سنا کہ کہتا تھا۔''بعد از پیغمبر کوئی شخص ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل نہیں۔کیونکہ اس نے مقاتلہ مرتدین میں نبی کا سا کام کیا ہے۔''غزوہ بدر اور حدیبیہ کے بعد یہ جہاد بالمرتدین عظیم الشان واقعہ ہوا ہے۔اس کی عظمت کے مقابلے میں مؤمنوں کو تسلی دی گئی ہے کہ خبر دار اس فتنہ ارتداد سے گھبرانا نہیں۔

''اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ''

ترجمہ کنز الایمان: ''تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔''

بنظر انصاف اگر دیکھا جائے تو اس وعدہ کے مصداق صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے کیونکہ بعہد نبوی بھی اتنی فوج جمع ہو کر مرتدین کے لئے نہیں گئی اور عہد صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد بھی اتنی جمعیت میں افواج مرتدین کے مقابلہ میں کبھی نہیں نکلیں۔[1]

صحابہ بدریین کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر عزیز رکھتے اور ان کو اس درجہ بابرکت سمجھتے تھے کہ آپ ان کا کسی جنگ میں جانا پسند نہیں کرتے تھے یمامہ کے معرکے کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت ابو بکر کو اپنے ذاتی رجحان کے برخلاف اس موقع پر بدری صحابہ کو بھی بھیجنا پڑا۔[2]

□□□

---

[1] مہر علی شاہ، پیر، سید، تصفیہ ما بین سنی وشیعہ، ص ۱۹

[2] سید احمد اکبر آبادی، مولانا، صدیق اکبر، ص ۲۱۶

اوّلین اجماع صحابہ و اجماع امت

احکام شرعیہ کی حجتوں میں قرآن وسنت کے بعد تیسرے درجے میں اہم ترین حیثیت اجماع کی ہے۔اجماع امت ان گنت انعاماتِ خداوندی جو اللہ کریم نے اپنے محبوب کے طفیل امت کو عطا فرمائے ان سے میں ایک ہے۔حقیقتاً جس مسئلہ پر مجتہدین اجماعاً اتفاق کرلیں تو وہ حکم بھی قرآن وسنت کے صریح احکام کی طرح واجب الاطاعت ہوجاتا ہے۔

اجماع امت کے فضائل ومسائل، اقسام و درجات اور ائمہ کے نزدیک اجماع کی حیثیت کیا ہے۔اجماع صحابہ کی حقیقت کیا ہے؟ ہمارا موضوع نہیں اس موضوع پر کتابیں بھری پڑی ہیں سعید ملت علامہ غلام رسول سعیدی قدس سرہ العزیز نے مذکورہ مسئلہ کو "نعم الباری فی شرح صحیح البخاری" جلد ۱۶ میں بھی بیان فرمایا ہے۔احقر تو چند شہادتیں آپ کو پیش کرنا چاہتا ہے کہ امت کا پہلا اجماعی مسئلہ عقیدۂ ختم نبوت ہے۔

ائمہ تفاسیر، ائمہ محدثین، ائمہ فقہ وعقائد اور ائمہ سلوک وتصوف کی شہادتیں بھی روزِ روشن کی طرح چمک دھمک رہی ہیں کہ امت کا پہلا اجماع اسی عقیدہ پر ہوا۔ختم نبوت وردّ قادیانیت پر معروف کتب میں آپ وہ شہادتیں ملاحظہ کرسکتے ہیں۔تکرار کا کوئی مقصد نہیں ہے۔

ختم نبوت وہ عقیدہ ہے جس پر نبی اکرم ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد جمیع صحابہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کامل اجماع فرمایا خلافت صدیقی کے بعد پہلا اجماع، پہلا جہاد، پہلی مہم منکر ختم نبوت مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے تھی۔ ۱۲۰۰ جانثاران مصطفیٰ ﷺ صحابہ کرام نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔خلیفۃ الرسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شمشیر خداوندی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر جرار دے کر اُس خناس کی سرکوبی کے لئے مقام یمامہ پر بھیجا۔بعض روایتوں کے مطابق دس ہزار (۱۰۰۰۰) اور بعض میں بیس ہزار (۲۰۰۰۰) سے (۲۸۰۰۰) سے زائد منکرین ختم نبوت کو جہنم واصل کیا گیا۔خلیفہ رسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو امت میں انتہائی نرم دل شخصیت تھے۔ان کے سخت احکام آپ گزشتہ عنوان میں ملاحظہ کرچکے ہیں۔

تاریخ طبری شاہد وعادل ہے کہ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ اپنی قوم اور علاقے میں اپنے متبعین پر شعائر اسلام بھی جاری کئے ہوئے تھے یقین کیجئے بعینہ وہی طور طریقہ تھا جو آج مرزا قادیانی

نے اپنایا۔اذان کی تربیت میں "اشهد ان محمد رسول الله" کے الفاظ شامل تھے۔بلکہ مذکورہ الفاظ یعنی رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے اعلان والے الفاظ کو ذرا زور دے کر بلند آواز سے کہنے کا حکم تھا۔اقامت کی ڈیوٹیاں مقرر تھیں مؤذن عبداللہ بن نواحہ اور مکبر حجیر بن عمیر تھا۔حجیر جب شہادت پر پہنچتا تو مسیلمہ بآواز بلند کہتا "صَرَّحَ حُجَيْرٌ وَ يَزِيْدُ فِيْ صَوْتٍ وَّيُبَالِغُ التَّصْدِيْقَ نَفْسَهُ" حجیر نے صاف بات کہی اور پھر اس کی تصدیق کرتا تھا۔

الغرض بظاہر منکرین ختم نبوت کا سرکار کی نبوت،قرآن پر ایمان،نماز و روزہ سبھی کچھ تھا لیکن اسلام کے بنیادی مسئلہ ختم نبوت پر ایمان نہیں تھا۔نبوت کا جھوٹا دعوی تھا جس کی وجہ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام نے بالاجماع کافر سمجھا،تمام مدعیان نبوت کو غیر مسلم سمجھتے ہوئے ان کے خلاف جنگ کی۔مسیلمہ کذاب حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں گیارہ ہجری کو قتل ہو گیا۔

قادیانی اور قادیانی نواز متوجہ ہوں!

موجودہ دور میں جو حضرات یہ گیت اَلاپتے نظر آتے ہیں کہ قادیانی بھی کلمہ ہمارے والا پڑھتے ہیں۔قرآن، نماز،روزہ،حج،زکوٰۃ سب مسلمانوں والا ہے کافر کیسے سمجھ لیا جائے۔جمہور صحابہ کرام میں سے کسی ایک کا قول ثابت کیا جا سکتا ہے کہ کسی صحابی رسول نے یہ سوال اُٹھایا ہو؟حتی کہ مانعین زکوٰۃ پر جہاد کرنے کے معاملے میں ابتداءً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اختلاف کیا جو بعد ازاں ہلکے سے مکالمہ کے بعد ان کی رائے بھی موافق ہو گئی لیکن مسیلمہ کذاب کی سرکوبی پر آپ کا بھی قول اختلاف نہیں ہے۔

صحابہ کرام کا اتنی بڑی جماعت سے میدان جہاد میں آنا۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مسلمانوں کی بے سروسامانی کی پرواہ نہ کرنا۔منکرین ختم نبوت کے اذان،نماز،تلاوت،اقرار نبوت اور اسلامی احکام کا ادا کرنے کو نہ دیکھنا بلکہ انہیں انجام تک پہنچانا۔مسیلمہ کذاب کے قلعہ کو "حديقة الموت" کا نام دے دینا یہ وہ معاملہ ہے جس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع اور اہل مدینہ کا تعامل ثابت ہے۔

ایک وضاحت:

عقیدۂ ختم نبوت پر اجماع امت سے مراد یہ نہیں ہے کہ امت مسلمہ نے عقیدۂ ختم نبوت پر اتفاق رائے اور اجماع کر کے اس عقیدے کو جنم دیا ہے بلکہ یہاں عقیدۂ ختم نبوت پر اجماع امت سے مراد یہ ہے کہ امت مسلمہ کا اس عقیدے کو سمجھنے میں ہمیشہ اتفاق رہا ہے۔[1]

---

[1] بخاری،صابر حسین شاہ،سید،مجلہ الحقیقہ،تحفظ ختم نبوت نمبر،ج ا ص ۲۰۳

ایک غلطی کاازالہ:

مولاناعبدالمجیدضیائی رقمطراز ہیں:

''بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مسیلمہ پر بغاوت کے جرم میں تادیبی کارروائی کے لئے لشکر کشی کی گئی تھی، ان کا یہ کہنا جہالت پر مبنی ہے کیونکہ اسلامی قانون کی روشنی میں اگر مسلمان باغیوں سے جنگ کی نوبت آجائے تو اسیرانِ جنگ غلام نہیں بنائے جاتے حتی کہ ذمی باغی بھی اگر قید کر لئے جائیں تو انہیں غلام نہیں بنایا جاسکتا لیکن مسیلمہ کذاب کے جنگجو ساتھیوں کی عورتیں جب گرفتار ہوئیں تو وہ بحیثیت لونڈی بارگاہِ صدیقی میں حاضر کی گئیں۔ انہی میں سے ایک لونڈی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آئی جن کے بطن سے اسلام کی مشہور شخصیت محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ مسیلمہ سے جو جنگ کی گئی وہ بغاوت کے جرم میں نہیں بلکہ دعویٰ نبوت کے جرم میں تھی۔ [1]

جانِ عزیز! احادیثِ ختم نبوت کے راوی صحابہ کرام کے اسمائے گرامی:

یہ اجماع صحابہ ہی تو ہے کہ احادیث ختم نبوت کے راوی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعداد امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے ۱۷ بیان فرمائی ہے۔ قاری محمد طیب نقشبندی مفسر قرآن نے اپنی کتاب ''دلائل ختم نبوت و رد قادیانیت'' میں جن صحابہ کرام کی روایات درج فرمائی ہیں اُن کے ۱۳۶ اسمائے گرامی تحریر فرمائے ہیں۔ مفتی محمد شفیع عثمانی اپنی کتاب ''ختم نبوت کامل'' میں ۸۰ صحابہ کرام کے اسمائے گرامی اپنے دعوی پر بطورِ گواہ لاتے ہیں۔ صحابیات کی تعداد الگ ہے۔

بس اتنا کہہ لیجئے کہ تاریخ اسلام کے دریچے میں کوئی ایک مسلمان نظر نہیں آتا جس کا عقیدۂ ختم نبوت کے منافی ہو اور جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کی گنجائش یا امکان باقی ہے۔

یہ شریعت آخری شریعت ہے، اس کا نبی آخری نبی ہے، نہ اس کے بعد کوئی شریعت ہے نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی۔ اس کے بعد قیامت ہے اس کے بعد حشر بپا ہوگا۔

البتہ اس سے پہلے تیس کذاب آئیں گے جو نبوت کا دعوی کریں گے اور کہیں گے لوگو! آؤ ہماری پیروی کرو اور مسلمان ان کے جھوٹ کو جان لیں گے۔ دلیل مانگنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئے گی کہ بدیہیات کو دلیل سے ثابت نہیں کیا جاتا۔ وہ اپنا آپ خود ظاہر کر دیتی ہیں اور عقیدۂ ختم نبوت مسلمان کی سرشت اور حیات میں داخل کر دیا گیا ہے۔ ایک مسلمان کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو بھی وہ تصور نہیں کرسکتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبی تسلیم کرلے۔

---

[1] بخاری، صابر حسین شاہ، سید، مجلہ الحقیقہ، تحفظ ختم نبوت نمبر، ج ۱ ص ۱۷۲

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اُٹھتے نہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد[1]

مفتی محمد شفیع عثمانی صحابہ کرام کا سب سے پہلا اجماع جو مسئلہ ختم نبوت پر اور اس کے منکر کے مرتد اور واجب القتل ہونے پر ہوا، اس کے نتائج تحریر کرتے ہیں آیئے پڑھئے تا کہ بحث مکمل ہو جائے۔

۱۔ اس واقعے میں بغیر اس کے کہ مسیلمہ کے دعوی پر دلائل اور معجزات طلب کئے جائیں اور اس کے حالات کا جائزہ لیا جائے، تمام صحابہ کے اس کو کذاب سمجھنے اور جہاد کے لئے آمادہ ہو جانے سے صاف معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی نبوت کے بعد کسی شخص کا دعوائے نبوت کرنا خواہ وہ کسی تاویل اور کسی پیرائے سے ہو باجماع صحابہ موجب کفر و ارتداد ہے۔

۲۔ اس سے یہ بھی بلا تکلف معلوم ہوا کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں نے جو اپنے دعوی نبوت میں نبوت غیر تشریعی یا غیر مستقل، یا ظلی یا بروزی یا لغوی یا جزوی وغیرہ بے معنی الفاظ کی آڑ لی ہے اور مسئلہ ختم نبوت کی تحریف کر کے ایک لفظ بے معنی بنا دیا ہے اور چاہا ہے کہ مسلمانوں کی آنکھوں اور عقلوں پر پردہ ڈال دیں، ان کا یہ کید اور یہ تحریف انہیں کفر سے نہیں بچا سکتی، جیسا کہ باجماع صحابہ، مسیلمہ اور اس کی جماعت کی تاویلات اس معاملے میں نہیں سنی گئیں بلکہ مطلق دعوی نبوت کو کفر سمجھا گیا۔

۳۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص تمام اسلامی فرائض و احکام کو بصدق دل تسلیم کرے اور سب پر بطیب خاطر اور اخلاص کے ساتھ عمل کرے، لیکن احکام شرعیہ میں سے صرف ایک حکم (بشرطیکہ اس کا شرعی ہونا قطعی اور یقینی ہو) انکار کر دے تو ایسا ہی کفر و ارتداد ہے جیسے تمام شریعت کا انکار کرنا، جیسا کہ مسیلمہ اور اس کی جماعت کو باوجود رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھنے اور نماز روزہ وغیرہ ادا کرنے کے کافر ہی سمجھا گیا۔

آج مرزائیوں کو اپنی اس کوشش پر ناز ہے جس کا نام انہوں نے "تبلیغ اسلام" رکھا ہے، لیکن مسیلمہ کے واقعے سے معلوم ہوا کہ اگر یہ تبلیغ واقعی اور صحیح اسلام کی تبلیغ ہوتی تب بھی ان کے عقائد کفریہ کے ہوتے ہوئے ان کے ہاتھ میں سوائے خسران کے کچھ نہ تھا۔

۴۔ یہ بھی واضح ہو گیا کہ کسی شخص کے اتباع اور پیروؤں کی کثرت اُس کی حقانیت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ ورنہ مسیلمہ کذاب کے متبعین کی کثرت اور شوکت و قوت بدرجہ اولی اس کی حقانیت کی دلیل ہوتی۔ کیونکہ چالیس ہزار جوانوں کا لشکر جرار اس کا پتہ دیتا ہے کہ ان کے پیچھے اور کتنے مرد و عورت اور بوڑھے بچے اس کی جماعت

---

[1] غلام مصطفیٰ ظہیر، امن پوری، ختم نبوت، ص ۷۰

سے وابستہ ہوں گے۔

۵۔ صحابہ کرام کے اس طرزِ عمل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امت محمدیہ میں سے جو فرقہ کسی اور مدعی نبوت کی پیروی اختیار کر لے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں سے اتنا بعید ہے کہ اسلام کے صریح مخالفین، یہود و نصاری اور مشرکین کے مقابلے کے وقت بھی ان کو مسلمانوں کے ساتھ نہیں ملایا جاسکتا۔ جبکہ اسلام اپنے ذاتی ضعف و بے سروسامانی کے ساتھ تمام بیرونی اور اندرونی دشمنوں کے نرغے میں ہو۔

کیونکہ جس وقت مسیلمہ پر جہاد کیا جاتا ہے یہ وہ وقت ہے کہ اسلام سخت بیچارگی و بے سروسامانی کی حالت میں ہے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات ہوگئی۔ ادھر بیرونی دشمن یہود و نصاری اور مشرکین جو ہر وقت موقع کے منتظر رہتے تھے اس وقت مسلمانوں کو نگل جانے کے خواب دیکھنے لگے ادھر خود مسلمانوں کے بہت سے قبائل اطراف مدینہ میں مرتد ہو کر ان کے ساتھ مل گئے۔ ایک طرف یمامہ میں مسیلمہ کے فتنے نے ایک طوفان کی صورت اختیار کر لی اور ہر طرف باہمی اختلافات کی بنیاد پڑ گئی۔ اسلام کے ذمہ داران سخت تشویش میں ہیں۔ اس وقت اگر ''نئی روشنی'' کی ملحدانہ سیاست سے مشورہ لیا جاتا تو بلاشبہ اس کو فرض بتلاتے کہ مسیلمہ کذاب اور اس کی جماعت کو جو ایک درجے میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہے اور اکثر اسلامی احکام و عقائد تسلیم کرتی ہے اس کو اپنے ساتھ ملا کر دوسرے مخالفین کا مقابلہ کیا جائے لیکن وہاں سیاست الٰہیہ کی حکومت تھی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمہور صحابہ نے ان میں سے کسی بات کی بھی پرواہ نہیں کی بلکہ سب سے پہلا جہاد انہیں مرتدین پر کیا گیا، کیونکہ وہ اس راز کو خوب سمجھے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کی عزت و ذلت اور فتح و شکست ان کی مردم شماری کی کثرت کے قبضے میں نہیں ہے بلکہ اللہ رب العزت کے قبضے میں ہے۔ جس نے بدر میں ایک بے سروسامان قلیل وضعیف جماعت کو ہزاروں جوانوں کے باسامان لشکر پر فتح دی اور وادیٔ حنین میں باوجود کثرتِ تعداد اور ہر قسم کی قوت و طاقت کے شکست دے دی، وہ جانتے تھے کہ مسلمان ہوں تو تھوڑے بھی بہت ہیں، ورنہ بہت بھی کچھ نہیں۔

الغرض اس واقعے سے ثابت ہوا کہ کسی سیاسی مصلحت کی بناء پر ''مسلمان'' کے مفہوم کو اتنا عام کر دینا کہ اس میں بہت سے کافر بھی داخل ہو جائیں اور اس طرح سے بیرونی مخالفین کے مقابلے میں مسلمانوں کی کثرت اور اتفاق دکھلانا سنت سلف، سیاست شرعیہ کے خلاف بھی ہے اور بے فائدہ بھی۔ [1]

---

[1] محمد شفیع، مولانا مفتی، ختم نبوت، ص ۳۷۵، ۳۷۶

محمد احمد ترازی ذرا وضاحت کرتے ہوئے مزید تبصرہ سپرد قلم کرتے ہیں:

''یہاں یہ بات انتہائی قابل توجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی حیات ظاہری میں اسلام کے تحفظ اور دفاع کے لئے جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں۔ان سب میں شہید ہونے والے کل صحابہ کرام کی تعداد ۲۵۹ ملتی ہے۔جبکہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے لڑی جانے والی جنگ ''یمامہ'' میں ۱۲۰۰ جلیل القدر صحابہ کرام ہیں جو آپ کی زندگی کا گراں قدر اثاثہ ہیں اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور دفاع کی جنگ میں اس کثیر تعداد میں ان کا جام شہادت نوش کرنا دراصل اس عقیدے کی عظمت، اہمیت اور حیثیت کو قیامت تک کے لئے واضح و متعین کرتا ہے۔[1]

□□□

---

[1] محمد احمد ترازی، تحریک تحفظ ختم نبوت سیدنا صدیق اکبر تا شاہ احمد نورانی ص ۷۸

تحریک ختم نبوت کے اوّلین اسیر

تیری زلفوں کے سب اسیر ہوئے:

سیدنا حضرت عبداللہ بن وہب اسلمی رضی اللہ تعالےٰ عنہ صحابی رسول ہیں۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے وقت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ "عمان" میں تھے۔وصال یار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خبر سن کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے راستے میں مسیلمہ کذاب نے آپ کو ساتھی سمیت گرفتار کرلیا اور آپ پر اپنی نبوت پیش کی جس کو تسلیم کرنے سے آپ نے انکار کر دیا۔ایک روایت کے مطابق اس نے آپ کے ساتھی کو شہید کر دیا مگر آپ کے پائے استقامت میں ذرہ بھی لغزش نہ آئی آپ استقامت کا پہاڑ بنے رہے اس نے آپ کو جیل میں ڈال دیا آپ جنگ یمامہ تک اس کی جیل میں ہی رہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"کَانَ فِیْ وَثَاقٍ عِنْدَ اَصْحَابِ مُسَیْلَمَۃَ فَانْفَلَتَ لَمَّا اَقْبَلَ اِلَیْھِمُ الْمُسْلِمُوْنَ"

جنگ یمامہ تک تو آپ مسیلمہ کے ساتھیوں کے ہاں گرفتار تھے جب مسلمانوں کے لشکر نے حملہ کیا تو آپ وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے اور مرتدین کے خلاف حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لشکر کے اس حصہ میں جا کر شامل جہاد ہوئے جو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی کمان میں جنگ کر رہا تھا۔

بعض روایات میں ان کی مداہنت کا ذکر بھی ہے مگر وہ درست نہیں بلکہ آپ نے ختم نبوت پر اپنے غیر متزلزل ایمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے اوّلین اسیر ختم نبوت ہونے کا اعزاز پایا۔[1]

تحاریک ختم نبوت و ناموس رسالت کے اسیران کے لئے اس سے بڑی سعادت مندی اور قدردانی کیا ہے کہ وہ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی جیل چلے گئے اور قید و بند کی ذرا بھی صعوبت برداشت کر لی تو وہ سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن وہب اسلمی رضی اللہ تعالےٰ عنہ والے اعزاز میں شریک ہو جاتے ہیں۔قسم بخدا یہی نیکی

---

[1] محمد متین خالد، تحفظ ختم نبوت اہمیت اور فضیلت بحوالہ طبقات ابن سعد، حصہ چہارم، ص ۳۴۶ ۱۴ اردو برق توحیدی، مولانا، تحریک ختم نبوت کے اولین نقوش، بتصرف

سب سے بڑی ہے اس کا اپنا ہی لطف ہے ماضی قریب میں اس کی مثال دیکھنا چاہتے ہیں تو مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی، مفسر قرآن غازی کشمیر امیر تحریک ختم نبوت سید ابوالحسنات قادری اور اسیر تحریک ختم نبوت علامہ سید خلیل احمد قادری کے حالات وخیالات و جذبات کا مطالعہ کر لیجئے جو تحریک ختم نبوت میں پابند سلاسل ہونے پر کتب میں سنہری حروف سے درج ہیں۔

آیئے مجاہد ملت کی ایک ہی بات پر اکتفاء کرتا ہوں پڑھئے اور جھومئے شان ختم نبوت کے قربان قربان جائیے اور کہئے!

اک عشق مصطفیٰ ہے گر ہو سکے نصیب — ورنہ رکھا ہی کیا ہے جہانِ خراب میں

مولانا تاج محمود دیوبندی کہتے ہیں:

''قلعہ کی اسیری کی ابتدائی راتیں بڑی ہولناک ہوتی ہیں مگر خوش قسمتی سے پہلی ہی رات میری کوٹھڑی کی سنگین دیواروں سے ایک گرج دار آواز ٹکرائی۔ میں نے آواز پہچان لی۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی اپنی پاٹ دار آواز میں مولانا روم کا یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

شاد باد اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما[1]

□□□

[1] اقبال فیروز کا مضمون ''مولانا تاج محمود'' مطبوعہ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، ۲۰ جنوری ۱۹۸۵ء صفحہ ۱۱

تحریک ختم نبوت کے اوّلین شہید

پہلے شہید ختم نبوت حضرت حبیب بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ:

اوّلین شہید ختم نبوت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاکیزہ حالات مختلف پہلوؤں سے معتبر کتب سے مل جاتے ہیں البتہ ہمارے موضوع کے عین موافق محقق ختم نبوت و ردقادیانیت محبی و مخلصی محمد متین خالد طال اللہ عمرہ نے اپنی کتاب ''تحفظ ختم نبوت اہمیت اور فضیلت'' میں محترم ارشاد الرحمن صاحب کا ایک گرانقدر مضمون ''ناموس رسالت کا عظیم شہید'' کے عنوان سے شامل کیا ہے جس میں بڑی خوبصورتی سے آپ کی شہادت کو بیان کیا گیا ہے ہم اسی کتاب سے مکمل مضمون نقل کر رہے ہیں۔ملاحظہ کیجئے:

''حضرت حبیب بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ اور آپ کے والد زید بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ ان ستر (۷۰) بابرکت آدمیوں میں شامل تھے جنہیں بیعت عقبہ ثانیہ کا شرف و اعزاز حاصل ہے۔آپ کی والدہ حضرت نسیبہ بنت کعب (ام عمارہ) ان دو عورتوں میں سے ایک تھیں۔یعنی آپ نسلی مسلمان تھے اور ایمان آپ کے رگ و پے میں اُترا ہوا تھا۔آپ نے ہجرت مدینہ کے بعد جوار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس طرح زندگی گزاری کہ کسی غزوہ میں شرکت اور کسی فرض کی ادائیگی سے کبھی پیچھے نہ رہے۔

اس دَور میں ایک روز ایسا بھی ہوا کہ آپ نے جنوبی جزیرہ عرب میں دو سر پھرے جھوٹوں کو دیکھا جو نبوت کا دعویٰ کرتے تھے اور لوگوں کو گمراہی کی طرف لئے جا رہے تھے۔ان میں ایک ''صنعاء'' میں نمودار ہوا تھا جس کا نام اسود بن کعب عنسی تھا اور دوسرا ''یمامہ'' میں منظر عام پر آیا تھا اس کا نام مسیلمہ کذاب تھا۔ان دونوں کذابوں نے اپنے اپنے قبیلے میں لوگوں کو ان مؤمنین کے خلاف اُکسانا اور بھڑکانا شروع کر دیا، جنہوں نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا تھا۔انہوں نے لوگوں کو یہ کہہ کر وَرغلانا شروع کر دیا کہ وہ ان علاقوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمائندے ہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ گئے اور خود نبوت کے دعویدار بن بیٹھے اور زمین کو فساد اور گمراہی سے بھرنے لگے۔

مسیلمہ کذاب نے علی الاعلان یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں رسول ہوں مجھے اللہ نے بنی حنیفہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔جیسا کہ محمد بن عبداللہ کو قریش کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔یہ اعلان سننے کے بعد قوم اسی کے گرد جمع ہونے لگی اور قومی عصبیت کا یہ عالم تھا کہ بنوحنیفہ کی ایک شخصیت نے برملا کہا:

"میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ سچے ہیں اور مسیلمہ جھوٹا ہے لیکن ربیعہ قبیلے کا جھوٹا شخص مجھے مضر قبیلے کے سچے شخص سے زیادہ عزیز ہے۔"

جب مسیلمہ کی حیثیت مضبوط ہوگئی اور ماننے والوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو اس نے رسول خدا ﷺ کی طرف ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا:

"مسیلمہ رسول اللہ سے محمد الرسول اللہ کی طرف"

السلام علیکم! مجھے نبوت و رسالت میں آپ کا شریک کار بنا دیا گیا۔نصف زمین ہمارے لئے ہے اور نصف قریش کے لئے۔لیکن قریش ظالم قوم ہے۔

یہ خط دو قاصدوں کے ذریعے نبی اکرم ﷺ تک پہنچایا۔جب یہ قاصد خط لے کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو یہ خط پڑھ کر سنایا گیا تو آپ ﷺ نے ان دو قاصدوں سے پوچھا،تم دونوں کی رائے کیا ہے؟

دونوں نے بیک زبان کہا اس سلسلہ میں ہمارا موقف وہی ہے جو مسیلمہ کا ہے۔آپ ﷺ نے ان کی بات سن کر ارشاد فرمایا:

"خدا کی قسم!اگر قاصدوں کے تحفظ کا بین الاقوامی قانون نہ ہوتا تو آج میں تمہاری گردنیں اُڑا دیتا۔"

پھر آپ ﷺ نے مسیلمہ کی طرف ایک خط لکھا۔جس میں تحریر تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،محمد الرسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف۔اسلام اسی شخص کے لئے ہے جو ہدایت کی پیروی اختیار کرلے۔امابعد!زمین تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے لیکن اچھا انجام ڈر جانے والوں کا ہی ہوگا۔"

رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ سپیدۂ سحر کی مانند نمودار ہوئے اور بنوحنیفہ کے کذاب کو رُسوا کر کے چھوڑ گئے جس نے نبوت کو بادشاہت سمجھ لیا اور نصف زمین اور نصف رعایا کا مطالبہ کرنے لگا تھا۔

مسیلمہ کے ہرکارے نے رسول اللہ ﷺ کا یہ جواب مسیلمہ تک پہنچایا تو وہ مزید گمراہی میں بڑھ گیا اور لوگوں کو مزید گمراہ کرنے لگا یہ کذاب اپنا افک و بہتان پھیلانے لگا۔مومنوں کو دی جانے والی سزاؤں کو اس نے بڑھا دیا اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکانے کا کام شروع کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس صورت حال میں اس کی طرف ایک خط بھیجنے کا فیصلہ کیا جس میں آپ ﷺ اُس کو اُس کی حماقتوں سے منع کرنا چاہتے تھے۔اس مقصد کے لئے رسول اللہ ﷺ کی نگاہِ انتخاب حضرت حبیب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر

پڑی کہ آپ یہ مکتوب مسیلمہ تک پہنچائیں حضرت حبیب بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تیز قدمی سے سفر شروع کر دیا تاکہ اس مہم کو بخوشی سر کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نیت سے اُن کو سونپی تھی کہ مسیلمہ کا دل حق کی طرف رہنمائی پالے۔

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مطلوبہ مقام پر پہنچ کر خط مسیلمہ کے حوالے کر دیا۔ مسیلمہ کذاب نے خط کھولا تو خط کے نور وضیاء نے اُس کی آنکھیں اندھی کر دیں اور وہ غرور وضلالت میں مزید بڑھ گیا۔ ادھر دین عظیم یعنی اسلام کے معیارات اور پیمانوں نے چاہا کہ عظمت وشوکت کے وہ دروس جو اُس نے مکمل طور پر انسانیت کے سامنے پیش کر دیئے ہیں ان کے اندر ایک نیا درس شامل کر دے۔ جس کا موضوع اور استاذ اس بار حضرت حبیب بن زید ہوں۔

مسیلمہ ایک شعبدہ باز سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ وہ جگہ جگہ شعبدہ بازی کرنے والوں کی تمام تر عادات وخصائل اپنے اندر رکھتا تھا۔ اس طرح اس کے اندر نہ کوئی مروّت تھی نہ عرب نسلیت اور نہ کوئی آدمیت جو اُس کو اِس پیغام رَساں کے قتل سے باز رکھتی۔ جس کا عرب بڑا احترام کرتے اور مقدس جانتے تھے۔

جیسے میری سرکار ہیں ویسا نہیں کوئی:

مسیلمہ کذاب نے اپنی قوم کو ایک روز اکٹھے ہونے کا کہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام رَساں جناب حبیب بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کو لایا گیا جن کے اوپر تشدد سے تعذیب کے آثار دکھائی دے رہے تھے جو مجرموں نے ان کے اوپر توڑے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح وہ جناب حبیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رُوح شجاعت کو سلب کر لیں گے اور آپ لوگوں کے سامنے آئیں گے تو مطیع ہو چکے ہوں گے اور جب مسیلمہ پر ایمان لانے کا کہا جائے گا تو فوراً ایمان لے آئیں گے۔ مسیلمہ کذاب اس طریقے سے اپنے ذہن میں تیار کیا ہوا معجزہ اپنے فریب خوردہ پیروکاروں کے سامنے دکھانا چاہتا تھا۔

مسیلمہ نے حضرت حبیب بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا: کیا تم شہادت دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ حضرت حبیب نے جواب دیا۔ ہاں! میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں! جناب حبیب بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے منہ سے یہ کلمات نکلے تو رُسوائی اور ناکامی کی زردی نے مسیلمہ کا چہرہ زرد کر دیا اور اس نے پھر سوال کیا: کیا تم یہ شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مضحکہ خیز انداز میں بڑا ایمان افروز جواب دیا:

''اَنَا اَصَمّ لَا اَسْمَعُ'' میں بہرا ہوں۔ میرے کان تمہاری بات سننے سے انکاری ہیں۔

اس جملے کے بعد کذاب کے چہرے کی زردی جل کر راکھ ہو جانے والے کوئلے کی سیاہی میں بدل گئی۔ اس کی منصوبہ بندی ناکام ہو گئی اور اس کے تشدد نے بھی کوئی کام نہ دکھایا۔ اسے ان لوگوں کے سامنے جن کو وہ اپنا معجزہ دکھانا

چاہتا تھا۔ ایسا زور دار طمانچہ پڑا کہ اس کی جعلی ہیبت ہوا ہوگئی۔ وہ ذبح شدہ سانڈ کی طرح پھنکارا اور اپنے اس جلاد کو آواز دی جو اپنی تلوار کے دانتوں سے حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم کی بوٹی بوٹی کرڈالنے والا تھا۔

اس نے چیخ کر جلاد سے کہا: تلوار مار کر اس کے بدن کا ایک ٹکڑا اُڑا دو۔ جلاد نے تلوار ماری اور جناب حبیب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بازو بدن سے کٹ کر زمین پر جا گرا۔

مسیلمہ نے پھر مخاطب ہو کر جناب حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ مسیلمہ نے کہا: اور یہ بھی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے: میں نے تم سے کہا ہے کہ میرے کان وہ بات سننے سے قاصر ہیں جو تم کہتے ہو۔ مسیلمہ نے جواب سنا تو جلاد کو حکم دیا کہ اس کے جسم کا دوسرا بازو بھی اُڑا دو۔ جلاد نے فوراً تلوار ماری اور حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوسرا بازو بھی اُڑا کر رکھ دیا۔ لوگ آپ پر نظریں گاڑے حیرت وتعجب سے دیکھے جارہے تھے کہ کس قدر عزیمت واستقامت ہے۔

مسیلمہ مسلسل اسی طرح سوال کرتا رہا اور جلاد آپ کے بدن کی بوٹیاں اُڑاتا رہا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دیوانہ وار یہی جواب دیتے رہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس مسلسل عمل سے آپ کے بدن کا آدھا حصہ کٹ کر ٹکڑوں کی صورت میں زمین پر بکھرا ہوا تھا اور آدھا دھڑ باقی رہ گیا تھا۔ بالآخر آپ کی پاکیزہ وعظیم رُوح پرواز کرگئی مگر زبان پر ''ختم نبوت زندہ باد'' کا وِرد جاری تھا۔ (اللہ اکبر)

اگر حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جان بچانے کی خاطر دل پر ایمان پر قائم رہتے ہوئے مسیلمہ کذاب کی ہمنوائی کر لیتے تو اُن کے ایمان میں کوئی نقص واقع نہ ہوتا اور نہ اُن کے اسلام کو کوئی نقصان پہنچتا مگر یہ شخص جو اپنے والد، والدہ، بھائی اور خالہ کے ہمراہ بیعت عقبہ میں حاضر ہوا تھا اور جس نے اُن مبارک اور فیصلہ کن لمحات سے ہی اپنی بیعت اور بے نقص ایمانِ کامل کی ذمہ داری اُٹھا رکھی تھی اس کے نزدیک یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اپنی زندگی اور آغاز اسلام کے درمیان ایک لمحے کا بھی موازنہ کرتا اور زندگی کو اہم سمجھ کر اُس کو بچانے کی راہ اختیار کرتا۔ لہٰذا ان کے پیشِ نظر یہ بات نہیں تھی کہ وہ اس واحد موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے زندگی کو بچا لیتے جس موقع پر اُن کے ایمان کی تمام داستان ثبات وعظمت، قربانی وبطولت اور راہِ حق وہدایت میں جان قربان کر کے مرتبۂ شہادت پالینے کے ایسے نمونے میں ڈھل گئی کہ قریب تھا کہ وہ اپنی حلاوت ودلکشی میں ہر کامیابی اور فتح ونصرت سے آگے نکل جاتی۔

ادھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے معزز پیغام رَساں کی شہادت کا علم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ربّ کے

فیصلے پر صبر کیا کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نورِ بصیرت کی روشنی میں مسیلمہ کذاب کا انجام دیکھ رہے تھے۔

ادھر حضرت حبیب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ جناب نسیبہ بنت کعب نے لمبے عرصے تک اپنے دانتوں کو بھینچے رکھا۔ پھر یہ قسم کھاتے ہوئے دانتوں کو کھولا کہ وہ خود مسیلمہ سے اپنے بیٹے کا انتقام لیں گی اور اس ناپاک کے جسم میں اپنا نیزہ اور تلوار گھسا کر رہیں گی۔ قدرت جو اس وقت ان کے صدمے، صبر اور تکلیف کو دیکھ رہی تھی۔ نہ معلوم اسے ان کی یہ ادا کس قدر پسند آئی کہ اس نے یہ فیصلہ کرلیا کہ وہ اس خاتون کے ساتھ رہے گی۔ یہاں تک کہ وہ اپنی قسم پوری کرلے۔

کچھ وقت گزرا کہ وہ موقع آ گیا جس کے نقوش دائمی ہیں یعنی جنگ یمامہ کا موقع! خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یمامہ کی طرف جانے والے لشکر اسلام کو تیار کیا۔ جہاں مسیلمہ نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر رکھا تھا کہ حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ میدان کارزار میں اس طرح گھس گئیں کہ آپ کے دائیں ہاتھ میں تلوار اور بائیں ہاتھ میں نیزہ تھا اور زبان پہ للکار تھی کہ اللہ کا دشمن مسیلمہ کذاب کہاں ہے؟

جب مسیلمہ قتل ہوگیا اور اُس کے پیروکار دھنکی ہوئی روئی کی مانند گرنے لگے اور اسلام کے جھنڈے کامیاب و کامران ہو کر بلند ہو گئے تو حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہوگئیں اور آپ کی حالت یہ تھی کہ آپ کا تومند و طاقتور جسم زخموں سے چھلنی تھا۔ آپ اس طرح کھڑی تھیں گویا اپنے شہید بیٹے حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روئے مبارک کو صاف طور پر دیکھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے لختِ جگر کو یوں محسوس کیا کہ اُس نے زمان و مکاں کو اپنی عظمت سے بھر دیا ہے!

ہاں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا فتح و نصرت کی خوشی سے مسکراتے ہوئے اور لہراتے جس بھی پرچم کی طرف نگاہ اٹھاتیں، اس کے اوپر اپنے بیٹے حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ ہنستا اور مسکراتا دیکھتیں۔۔۔۔ اللہ اکبر

لکھتا ہوں خونِ دل سے یہ الفاظ احمریں
بعد از رسولِ ہاشمی کوئی نبی نہیں کوئی نبی نہیں[1]

جھوٹے مدعیان نبوت، منکرین ختم نبوت مرتدین کے خلاف تحاریک ختم نبوت میں جن وارفتگان و شیفتگان اور فدائیان ختم نبوت نے سرکار مدینہ کی ختم المرسلینی پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے ہیں۔ قسم بخدا وہ کل کائنات کی بازی لے گئے اور یقیناً یہ جنگ یمامہ میں شہداء صحابہ کرام اور حضرت حبیب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادتوں کا تسلسل ہے۔

---

[1] محمد متین خالد، تحفظ ختم نبوت اہمیت اور فضیلت، ص ۱۷۸ تا ۱۸۳

تحریک ختم نبوت ۲۰۱۷ء فیض آباد دھرنے میں جن عشاقان رسول کی شہادتیں ہوئی وہ بھی تاریخ رقم کر گئے اور امر ہو گئے۔ احقر نے لوگوں بلکہ بعض علماء کہلوانے والوں کی زبانوں سے یہ بھی سنا کہ مولویوں نے لوگوں کے بچے مروا دیئے۔ احقر نے عرض کیا کچھ خوفِ خدا کرو اور ناموسِ مصطفیٰ کا پاس کرو اگر علماء سے بغض ہے یا اُن کے طریقہ کار اور پالیسیوں سے اختلاف ہے تو اپنی جگہ بہرطور اُن جوانوں نے تو رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر جانیں چھڑکی ہیں۔

یہ منصب بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

جو سوچتا رہا رہا گمنام و نامراد جو بڑھ کے جل گیا وہی پروانہ بن گیا

شہیدانِ ختم نبوت (فیض آباد، راولپنڈی) تمہیں سلام ہو!

یاد ہم تم کو شہیدانِ نبی کرتے ہیں ناز ہم تم پہ عزیزانِ نبی کرتے ہیں
بے گماں خونِ شہیدانِ نبی کے چھینٹے چشم عالم میں فزوں شانِ نبی کرتے ہیں
سر بکف کفر کے باطل کے مقابل ہوں گے عہد و پیماں ثناء خوانِ نبی کرتے ہیں
اپنے نزدیک تو ہیں قابل شمشیر و سناں جو بھی توہین رفیقانِ نبی کرتے ہیں
کسی کذاب و مفتّن نے اگر دعوی کیا جان قربان غلامانِ نبی کرتے ہیں
کارواں سید بطحا کا چلے گا ہر سُو یہ صدا آج حدی خوانِ نبی کرتے ہیں

اس تحریک ختم نبوت میں بھی حسب روایت جن عشاقان نبی کا خون کام آیا جن فدائیان ختم نبوت نے اپنے لہو سے گلستانِ ختم نبوت کو پانی دیا وہ اہلسنت و جماعت ہی کے پھول تھے ختم نبوت کے جھنڈے لہرانے والے جنگ یمامہ میں بھی اصحاب رسول "یامحمداہ یا رسول اللہ" کے نعرے لگانے والے تھے اور چودھویں صدی میں بھی دنیا نے دیکھا کہ نعرۂ رسالت یارسول اللہ کے داعی ہی تحفظ ختم نبوت پر اپنی جانیں چھڑک رہے تھے۔ فقیر پُر تقصیر کو بھی تین دن فیض آباد دھرنے میں شامل ہونے کی سعادت ملی جو میری زندگی کا اثاثہ ہے خطیب ختم نبوت مولانا محسن علی چشتی ہمراہ تھے۔ مستند علماء اہل سنت نے نمایاں خدمات دیں۔ بہرحال فتح کا سہرا امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ اور پیر محمد افضل قادری زید مجدہ کے سر ٹھہرا۔

□□□

تحریک ختم نبوت کے اوّلین مہاجر

حضرت ابومسلم خولانی جن کا نام عبداللہ بن ثوب ہے۔ سید التابعین میں آپ کا شمار ہے۔ امت محمدیہ کے وہ جلیل القدر بزرگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے آگ کو اُسی طرح بے اثر کر دیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آتش نمرود کو گلزار بنادیا تھا۔

آپ یمن میں پیدا ہوئے اور یمن کے علاقہ ''خولان'' میں سکونت پذیر تھے جب دعوت اسلام یمن پہنچی تو آپ نے دعوت اسلام پر لبیک کہا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف زیارت و صحبت نہ پایا تھا کہ ختم نبوت کے پہلے باغی اسود عنسی نے اپنے ارتداد کا مظاہرہ کرتے ہوئے جعلی نبوت کا ڈھونگ رچایا، سیدنا ابو مسلم خولانی اسلام اور اپنے زہد و تقوی کی بناء پر ایک بلند مقام رکھتے تھے اور آپ کی شہرت چارسو پھیلی ہوئی تھی۔ اسود عنسی کذاب نے اُن کی اس حیثیت سے فائدہ اُٹھانے کی غرض سے اُن کو ملاقات کے لئے بلایا کہ اگر وہ میری دعوت قبول کریں تو شاید اُسے مزید تقویت مل سکتی ہے۔ بظاہر اس کا یہ خیال درست تھا مگر وہ اپنی اس خواہش میں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ جب ابومسلم خولانی اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا:

''اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ الرَّسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ قَالَ مَا اَسْمَعُ، قَالَ فَاَمَرَبِنَارٍ عَظِیْمَةٍ فَاجِجَتْ وطُرِحَ فِیْهَا اَبُوْمُسْلِمِ فَلَمْ تَضُرہٗ''

ترجمہ: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ جواب دیا: جی ہاں! اس نے پھر پوچھا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ فرمایا: میں سن نہیں پا رہا تو اُس نے بہت بڑی چتہ بھڑکانے کا حکم دیا جب آگ خوب شعلے اُگلنے لگی تو ابومسلم خولانی کو اُس میں پھینک دیا گیا مگر آگ نے اُن کا کچھ بھی نہ بگاڑا۔

ظاہر ہے اب اُن کی یہ کرامت دیکھ کر اُسے اندیشہ تھا کہ اصحاب الاخدود کی طرح دیکھنے والے بھی مسلمان نہ ہو جائیں۔ یہ بات نہ صرف یمن میں بلکہ اردگرد تک بھی پھیل گئی تو اس کے حواریوں نے اسے ویسا ہی مشورہ دیا جو فرعونی درباریوں نے موسیٰ علیہ السلام پر جادوگروں کے ایمان پر دیا تھا کہ

''اِنْ تَرَكْتَ هٰذَا فِیْ بَلَدِكَ اَفْسَدَهَا عَلَیْكَ''

''ان کو جلاوطن کر دیا جائے ورنہ آپ کے ملک میں بغاوت پھیلائیں گے۔''

چنانچہ خلیل الرحمن علیہ السلام کی طرح ان کو بھی ''اِنِّیْ مَهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ'' کی سعادت ملی کہ وہاں سے ہجرت کر کے

آپ نے مدینہ طیبہ کا رخ کیا لیکن اتفاق سے جب آپ مدینہ طیبہ پہنچے تو نبی اکرم ﷺ وفات پا چکے تھے اور جناب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت نبوت پر متمکن ہو چکے تھے۔

آپ آئے اور مسجد نبوی کے باہر سواری باندھ کر مسجد نبوی میں ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نو وارد کو نماز پڑھتے دیکھا تو قریب آ کر بیٹھ گئے ان کے سلام پھیرنے پر پوچھا: آپ کہاں سے ہیں؟ فرمایا: یمن سے۔ یہ سنتے ہی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے غائبانہ طور پر ابو مسلم خولانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ سن رکھا تھا فوراً پوچھا:

"مَافَعَلَ عَدُوَّ اللّٰہِ بِصَاحِبِنَا الَّذِیْ حَرَقَہٗ بِالنَّارِ فَلَمْ تَضِرْہٗ"

اللہ کے دشمن نے ہمارے اس ساتھی کے ساتھ کیا سلوک کیا جسے اُس نے آگ میں جلانے کی کوشش کی مگر آگ اُن کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔

تو فرمایا: وہ عبداللہ بن ثوب ہی آپ کے سامنے ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر فرمایا:

میں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی تم وہی ہو؟

فرمایا: بخدا میں وہی ہوں۔

تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر انہیں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنے ساتھ لا کر خلیفہ رسول ﷺ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بٹھا کر فرمایا:

"الحمد للہ الذی لم یمتنی من الدنیا حتی ارانی فی امۃ محمد مَنْ فعل بہ لما فعل ابراھیم خلیل الرحمن"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے مرنے سے پہلے پہلے امت محمدیہ کے اس شخص کی زیارت نصیب فرمائی جس کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا گیا جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ رکھا گیا۔

سیدنا ابو مسلم خولانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ شرف صحابیت نہ پا سکے لیکن جس طرح انہوں نے رسالت محمدیہ پر اپنے ایمان پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے باغی ختم نبوت کے سامنے نبی کریم ﷺ کی ختمیت کا اعلان کر کے اُس کی جھوٹی نبوت کو چیلنج کیا اُس نے آپ کو تحریک ختم نبوت کے اوّلین مجاہدین کی صف میں لا کھڑا کیا۔ پھر جس طرح اُن کو ختم نبوت پر اپنے غیر متزلزل ایمان کی بناء پر اپنا وطن چھوڑنا پڑا اُس نے تحریک ختم نبوت کا پہلا مہاجر ہونے کے اعزاز کا حق دار بھی انہیں بنا دیا۔ سیدنا ابو مسلم خولانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرزمین روم پر ۶۲ ہجری میں وفات پائی۔ [1]

□□□

---

[1] برق توحیدی، مولانا، تحریک ختم نبوت کے اولین نقوش، ص ۸۵، ۸۶

تحریک ختم نبوت کے اوّلین شاعر

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ اسلام کی دینی شاعری کے بانی ہیں۔آپ کو شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی کہا جاتا ہے۔حضرت حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دفاع اسلام اور شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی ادب و روایات کا بھی دفاع کیا۔ان کے اشعار کی کاٹ کفار کے لئے تلوار کی دھار سے زیادہ کاری ثابت ہوئی۔ابتداء میں کفار و مشرکین نے شعر و شاعری کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بھرپور مذاق اڑانا شروع کر دیا۔معاملہ روز بڑھتا رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اپنے ہتھیاروں سے مدد کی ہے (یعنی انصار) انہیں اب زبانوں سے ان کی مدد کرنے میں کون سی چیز مانع ہے؟

جواب میں شعرائے رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرات شعراء کی حوصلہ افزائی کی۔اس طرح ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیر نگرانی شعراء کی ایک جماعت قائم ہوگئی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کی تعمیل کی۔اس طرح کہ نہ صرف کفار کی بدزبانی اور گستاخیوں کے جواب دیئے بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت و آبرو کی حفاظت و دفاع کی خاطر اپنی جان و مال اور عزت و آبرو سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اشعار قرآنی معانی و مفاہیم سے مستفاد ہوتے۔مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ساتھ کفار کی ہجو و قدح میں خاص ملکہ حاصل ہوگیا اس لئے ان کی ہجوؤں میں اس بلا کی تیزی، گرمی، شدت اور فصاحت و بلاغت ہوتی کہ کفارِ عرب پناہ مانگتے تھے۔[1]

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دن حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

''تم ان لوگوں کی ہجو کیسے کرو گے جبکہ میں خود انہیں کا ایک فرد ہوں؟ تو آپ نے جواباً عرض کیا: ''فقال انی اسلك منهم کما تسل الشعرة العجین'' میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان میں سے اس طرح نکالوں گا جس طرح آٹے کے خمیر سے بال کھینچ لیا جاتا ہے۔''

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جناب حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جو خدمت تفویض فرمائی اُسے انہوں نے حُسن و خوبی اور عقیدت

---

[1] محمد متین خالد، تحفظ ختم نبوت اہمیت اور فضیلت، ص ۳۵۷

کے ساتھ ادا کیا۔ سرکارِ مدینہ ﷺ آپ کے اس عمل سے اتنا خوش ہوتے کہ سنن ابی داؤد شریف کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد نبوی شریف میں منبر بچھواتے جس پر کھڑے ہو کر وہ کفارِ عرب کی ہجوؤں کا جواب دیتے اور اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی مدح میں نغمہ سرا ہوتے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ان اللہ یؤید حسان بروح القدس مایفاخر او ینافع عن رسول ﷺ"

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا دفاع کرتے ہیں تو اللہ کریم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے ان کی مدد فرماتا ہے۔ ایک روایت میں فرمایا:

"اِهْجِ قریشاً فانه اشد علیهم من رشق النبل"

قریشیوں کی ہجو کرو اُن پر نیزے کے پھل سے زیادہ سخت ہے۔

اشعارِ ختم نبوت:

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانِ رحمت ﷺ کے دفاع میں ہی اشعار کہنے سے حق جہاد ادا نہی کیا بلکہ آپ ﷺ کی مدحت کریمہ و منقبت عظیمہ میں بھی کلام کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعت گوئی میں خاص مقام حاصل کیا اسی نعت گوئی میں انہوں نے جہاں جانِ عالم ﷺ کے مناقب و محامد اور فضائل و خصائل کو بیان کیا۔ وہاں آپ نے سرکارِ ختمی مرتبت ﷺ کے منفرد اعزاز شان ختم نبوت کا بھی ذکر خیر فرمایا۔ آیئے دربار نبوی ﷺ کے منفرد اور عظیم شاعر حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ اشعار پڑھیئے جو آپ نے شرف ختم نبوت میں کہے:

اغرّ علیه للنبوة خاتم — من اللہ مشهود یلوح و یشهد

نبی اتانا بعد یأس و فترةٍ — من الرسل والاوثان فی الارض تعبد

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کو مہر نبوت سے نوازا گیا جو ایسی روشن ہے کہ اسے دیکھا جاسکتا ہے اور وہ آپ کی ختم نبوت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح شہادت ہے۔ آپ رسولوں میں یاس اور فترت کے بعد آئے۔ اس وقت روئے زمین پر بتوں کی عبادت کی جاتی تھی۔

تبصرہ:

پہلے شعر کی تشریح میں علامہ عبدالرحمن خرپوتی لکھتے ہیں:

"اِنَّهُ مِنْ اِخْتِصَاصِهٖ ﷺ لِاَنَّهُ اِشَارَةٌ اِلٰی اِنَّهُ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ"

"یہ حضور پُرنور ﷺ کی عالی شان خصوصیت ہے کہ آپ آخری نبی بن کر تشریف لائے۔"

دوسرے شعر میں بھی شانِ ختم نبوت واضح ہے کیونکہ آپ وہ نبی محترم ہیں جو یاس اور فترت کے بعد آئے اس وقت روئے زمین پر بتوں کی عبادت کی جاتی تھی، آپ نے سب رسولوں کے آخر میں جلوہ گر ہو کر بتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ فترت کی تاریک گھٹائیں کافور کر دیں اور یاس (ناامیدی) کے بندھن توڑ دیئے۔"[1]

محقق ختم نبوت محمد متین خالد اطال اللہ عمرہ رقمطراز ہیں:

"شعر کے بارے میں جب کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مومن اپنی تلوار سے جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی"

یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمان شعراء و ادباء پر بہت بڑی ذمہ داری عائد کی۔ آج ہمیں جس فکری اور ثقافتی یلغار کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اب اگر ہمیں اس کو روکنا ہے اور اپنی تہذیب، اپنے نظریات اور اپنی قدروں کے ساتھ جینا ہے تو اس کے لئے جہاد بالسیف کے ساتھ ساتھ جہاد بالقلم کی بھی ضرورت ہے۔ اب یہ مسلمان اہل قلم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس فکری اور ثقافتی یلغار کے آگے بند ھ باندھ لیں اور حق قلم ادا کریں۔[2]

□□□

---

[1] غلام مصطفیٰ مجددی، علامہ، ختم نبوت زندہ باد، ص ۸۰

[2] محمد متین خالد، تحفظ ختم نبوت اہمیت اور فضیلت، ص ۳۶۲

تحریک ختم نبوت کے اوّلین جرنیل

تحریک ختم نبوت کے باقاعدہ پہلے جرنیل ہونے کا اعزاز سیدنا خالد بن مغیرہ ابوسلیمان المخزومی القرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتداء ہی سے شجاعت کے پیکر تھے۔ دورِ جاہلیت میں آپ مشرکین مکہ کے گھڑسواری کے انچارج تھے۔

فن سپاہ گری اور تیر اندازی و تلوار زنی کے ماہر ہونے کے ساتھ جنگی تدابیر اور اصول محاربت سے بھی مکمل واقفیت رکھتے تھے۔ آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاندانی نسبت کے ساتھ یہ خانگی تعلق بھی تھا کہ ایک طرف آپ کی خالہ سیدہ میمونہ بنت حارث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں تو دوسری طرف ایک خالہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں تھیں۔ آپ مشرکین کی طرف سے فوجی دستوں کی قیادت کرتے ہوئے واقعہ حدیبیہ تک مسلمانوں سے برسرِ پیکار رہے۔ غزوہ احد میں آپ ہی کی وجہ سے لشکر اسلام کو وقتی ہزیمت اٹھانا پڑی۔

بالآخر قسمت نے ساتھ دیا تو غزوۂ خیبر کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور آپ کو فتح مکہ میں شرکت کی سعادت ملی اور پھر دورِ جاہلیت سے بڑھ کر بلکہ تلافی مافات کے لئے میدان جہاد میں کارہائے نمایاں انجام دیئے اور غزوۂ موتہ میں جب یکے بعد دیگرے مسلمان جرنیلوں کی شہادت کے بعد علم جہاد کو آپ نے تھاما تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذریعہ وحی اطلاع ملنے پر فرمایا:

"حتی اخذ الراية سيفٌ من سيوف الله"

"(پہلے نامزد جرنیل شہید ہوگئے) پھر جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے تلوار (خالد) نے تھام لیا۔"

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت و بسالت اور اسلام کے تحفظ و دفاع میں بہادری و جرأت کی یہ داستان بڑی طویل ہے اور اس داستان کا ایک حصہ وہ ہے جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحفظ ناموس ختم نبوت کی خاطر لشکر اسلام لے کر نکلے اور اُس وقت تک آرام سے نہ بیٹھے جب تک قصر ختم نبوت کے نقب زنوں اور اُس وقت کے کذاب و دجال مدعیانِ نبوتِ کاذبہ کو کیفر کردار اور انجام تک نہ پہنچا دیا ہو۔ چنانچہ خلیفۃ المسلمین امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشکیل کردہ لشکر سیدنا اسامہ بن زید

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہم پر روانہ کیا۔

اس کے بعد سب سے پہلا لشکر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں مسیلمہ بن حبیب کذاب کی سرکوبی کے لئے تیار کیا۔ چنانچہ یمامہ میں بنو حنیفہ کے ایک سرکش شخص مسیلمہ کذاب نے جب نبوت کا ذبہ کا اعلان کیا تو بہت سے لوگ اس کی شعبدہ بازی سے متاثر ہو کر مرتد ہو گئے اور اس نے اپنے اردگرد ایک اچھا خاصہ لشکر جمع کر لیا۔ مسیلمہ کذاب کا دعوی تھا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جسے اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت و رسالت میں شریک بنایا ہے وہ خود ساختہ کلام کو وحی قرار دیتا جس سے بعض لوگ متاثر بھی ہوتے مگر اُس کے یہ الہامات محض ہفوات اور اضحوکہ تھے چنانچہ اس کذاب و دجال کے استیصال کے لئے سیدنا خالد بن ولید نے جو لشکر تشکیل دیا اُس میں مقدمہ پر سیدنا شرجیل بن حسنہ اور دونوں جانب یعنی میمنہ و میسرہ پر سیدنا زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔

جب معرکہ یمامہ برپا ہوا تو ایک موقع پر مسیلمہ کذاب کا لشکر ہزیمت سے بچنے کو باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا مگر لشکر اسلام کے مجاہدین نے دیوار پھلانگ کر باغ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو کر مسیلمہ کے لشکر کو تہہ تیغ کر دیا۔ اس دوران میں جب مسیلمہ کذاب کے گرد گھیرا تنگ ہو گیا تو وہ سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نشانہ پر آ گیا۔ آپ نے اُس پر زور سے نیزہ پھینکا کہ وہ اُس کے آر پار ہوا تو سیدنا ابو دجانہ سماک بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً آگے بڑھ کر اُس کی گردن کو تن سے جدا کر دیا۔

اور یوں قصر نبوت کا باغی اپنے انجام کو پہنچا اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریک ختم نبوت کے پہلے جرنیل ہونے کا اعزاز بھی ملا کہ یہ لشکر اسلام اُن کی قیادت میں تحفظ ختم نبوت کے لئے روانہ کیا گیا۔ [1]

□□□

---

[1] برق توحیدی، مولانا، تحریک ختم نبوت کے اولین نقوش، ص ۷۸، ۷۹، بتصرف

تحریک ختم نبوت کے اوّلین غازی

سیدنا فیروز بن یسع بن سعد الرعینی الیمنی ابوعبدالرحمن کو اکثر مؤرخین کے بقول شرف صحبت حاصل ہے کیونکہ بہت سی احادیث اس پر شاہد ہیں اور ان کو شام اور یمن میں آباد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار کیا گیا ہے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ جب سیدنا وبر بن یحنس کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس مشرف بہ اسلام ہوکر واپس آئے تو فیروز دیلمی کو پیغام اسلام سنایا جس پر وہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔آپ سیدنا نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھانجے تھے اُن کے تین بیٹے تھے عبدالاعلیٰ، الضحاک اور عبداللہ۔اسی بناء پر بعض نے آپ کی کنیت ''ابوالضحاک'' بھی لکھی ہے۔

جب اسود عنسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو اہل یمن کی ایک بہت بڑی جماعت دین اسلام سے پھر گئی اور مرتد ہوگئی۔اس مرتد جماعت کے افراد نے اسود عنسی کی پیروی اختیار کر لی۔نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ اسود عنسی ''صنعاء'' شہر پر غالب آ گیا۔اُس وقت صحابی رسول سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسود عنسی کے سامنے ظاہر کیا کہ گویا وہ اُس کے خاص لوگوں میں شامل ہے اور بہترین معاونین میں سے ہے۔امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا فیروز دیلمی کے واقعہ کو اپنی ''الجامع الصحیح'' میں بیان فرمایا ہے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کسی بیان کرنے والے نے مجھے وہ خواب یوں بیان کیا ہے (دوسری روایت میں اس بیان کرنے والے کا نام سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے) کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

''مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا کہ میرے ہاتھوں پر سونے کے دو کنگن رکھ دیئے ہیں۔میں اُن سے بہت گھبرایا اور میں نے دونوں کنگنوں کو ناپسند کیا۔پھر مجھے حکم ہوا اور میں نے انہیں پھونک ماردی تو وہ دونوں کنگن اُڑ گئے۔میں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی ہے کہ نبوت کے دو جھوٹے دعویدار عنقریب نکلنے والے ہیں۔''

روایت بیان کرنے والے تابعی جناب عبیداللہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبوت کے ان دونوں جھوٹے دعویداروں میں سے ایک اسود عنسی تھا جسے سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن میں قتل کیا تھا اور دوسرا مسیلمہ کذاب تھا۔

امام ابن جریر طبری نے سیدنا فیروز کے واقعہ میں اپنی مسند کے ساتھ ضحاک بن فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میرے والد فیروز نے ہمیں بتایا کہ:

''سیدنا وبر بن یحنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نامہ گرامی (خط) لے کر ہمارے پاس آئے۔اس خط میں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہمارے لئے یہ حکم تھا۔

(۱) تم نے اپنے دین "اسلام" پر قائم اور ڈٹے رہنا ہے۔

(۲) دشمنان اسلام کے خلاف جنگ میں برسر پیکار رہنا ہے۔

(۳) اسود عنسی کذاب کا کام تمام کرنا ہے چاہئے کسی خفیہ پلاننگ سے وہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے یا پھر دو بدو جنگ سے۔

(۴) اور ہر وہ شخص جس کے پاس جرأت و بہادری اور پرہیز گاری اور دینداری کے جذبات ہیں، اُس تک میرا یہ پیغام پہنچا دیں۔ (سیدنا فیروز رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں) ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم نامہ پر پورا پورا عمل کیا۔[1]

بہر حال آپ ان جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہوں نے حرمت عقیدۂ ختم نبوت کی خاطر اور قصر ختم نبوت کے تحفظ و دفاع میں سب سے پہلے باغی ختم نبوت اور قصر ختم نبوت کے نقب زن دجال اسود عنسی کذاب کے خلاف جہادی مہم میں حصہ لیا اور آپ ان پانچ حضرات میں سرفہرست ہیں جنہوں نے اسود عنسی کے محل میں داخل ہو کر اُسے واصل جہنم کیا بلکہ آپ نے ہی سب سے پہلے وار کر کے اُس کا کام تمام کرنے کی سعادت پائی اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ہی نے اسود عنسی کا سر قلم کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا لیکن صحیح معلوم یہی ہوتا ہے کہ جب اسود عنسی کے قتل ہونے کی باضابطہ خوشخبری مدینہ طیبہ پہنچی تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے تھے۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذریعہ وحی اطلاع پا کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسود عنسی کذاب کے واصل جہنم ہونے کی خوشخبری سنا دی تھی اور فرمایا تھا:

"قتله الرجل الصالح فيروز بن الديلمي رجل من فارسٍ"

"اسے ایک نیک شخص فیروز دیلمی نے واصل جہنم کر دیا ہے۔"

چنانچہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ جب سیدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آئے تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان الفاظ سے استقبال کیا:

"هذا فيروز قاتل الكذاب"

یہ کذاب کو قتل کرنے کا اعزاز پانے والا فیروز ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ کو لکھا کہ مجھے معلوم ہے آپ بڑے مشغول ہیں تاہم میرا یہ پیغام پہنچتے ہی میرے پاس آئیں۔ اذن باریابی پایا تو ایک قریشی نے بھی ساتھ داخل ہونے کی کوشش کی جسے سیدنا فیروز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مارا تو اس کی ناک ٹوٹ گئی اُس نے دربارِ خلافت سے قصاص کا مطالبہ کیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بلایا ماجرا سنا تو قصاص کا حکم دیا جس پر فیروز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فوراً سر تسلیم خم کرتے ہوتے خود کو قصاص کے لئے پیش کر دیا۔ جب آپ قصاص کے لئے بیٹھ گئے اور قریشی قصاص لینے کو آگے بڑھا تو سیدنا عمر

[1] محمد متین خالد، تحفظ ختم نبوت اہمیت و فضیلت، ص ۳۸۷

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"علی ۔۔۔۔ ایھا الفتی حتی اخبرت بشیٔ سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات غذ یقول قتل ۔۔۔۔ الاسود العنسی الکذاب قتله العبد الصالح فیروز الدیلمی، افترت مقتصامنه بعد اذ سمعت ھذا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

اے نوجوان! یہیں رک جا، میں تمہیں سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد سناتا ہوں جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس صبح سنا کہ فرمایا: "آج فیروز دیلمی نامی نیک آدمی نے اسود عنسی ظالم وکذاب کو واصل جہنم کر دیا ہے۔" کیا اس فرمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی تو اس سے قصاص چاہتا ہے؟"

"قد عفوت عنه بعد اذ اخبرتنی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھذا"

امیرالمومنین، سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد میں نے اس (غازی ختم نبوت) کو معاف کر دیا۔

سیدنا فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس قریشی نوجوان کے اس جذبہ قدرشناسی کو دیکھ کر فرمایا: میرے اس اقرار کی بناء پر مجھے بچاؤ ملا اور اس نوجوان نے بلاشبہ کسی جبر واکراہ کے بغیر مجھے معاف کیا ہے۔ لہٰذا:

"فاشھدت ان سیفی وفرسی وثلاثین الف من مالی ھبةٌ له قال عفوت ماجوراً یا اخا قریش واخذت مالاً"

امیرالمومنین! میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میری تلوار اور گھوڑے کے ساتھ تیس ہزار کی رقم بھی اس قریشی نوجوان کو میری طرف سے تحفہ، فرمایا: ارے قریشی نوجوان نے معاف کر کے اجر بھی پالیا اور مال بھی کمالیا۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے والوں کا کیا مقام ومرتبہ ہے اور ایک اسلامی معاشرہ میں انہیں کسی عزت واحترام کا حق دار سمجھا جانا چاہئے، بہرحال سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریک ختم نبوت کا پہلا غازی ہونے کی سعادت، اگرچہ اس مہم میں آپ کے دیگر ساتھی بھی شریک ہیں لیکن جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جرأت سے آگے بڑھ کر یہ معرکہ انجام دیا اُس کی بناء پر اس اعزاز کے اولیں مستحق آپ ہی ہیں۔ سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض روایات کے مطابق ۵۳ ہجری کو وفات پائی۔ [1]

□□□

[1] برق توحیدی، مولانا، تحریک ختم نبوت کے اولین نقوش، ص ۸۲، ۸۳

تحریک ختم نبوت کے اوّلین مفتی

یقیناً تاریخ کے تسلسل میں جب بھی کسی دجال وکذاب نے جھوٹا دعوی نبوت کر کے قصر نبوت میں نقب زن ہونے کی کوشش کی تو فوراً ہی خدام ختم نبوت اور حراس قصر نبوت نے اس کو عبرتناک انجام سے دو چار کر دیا۔ اگر ہم تاریخ کے منور چہرے پر دجل وکذب کے ان بدنما داغوں کا ذکر کر کے اس کے سر سجے مرصع تاج شُجاعت و بسالت میں جڑے ہیرے اور صدق و وفا کے لعل و جواہر کا منزل بہ منزل ذکر کریں تو شاید ہماری کوتاہ علمی اور قلم و قرطاس کی تنگ دامنی آڑے آئے، لہٰذا ہم صرف خریدانِ یوسف میں نام لکھوانے کی حقیر سی کوشش میں قصر نبوت کے اوّلین نقب زنوں کے ساتھ اس اوّلیں قافلہ ختم نبوت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے اپنے علم وعمل اور کردار سے قیامت تک کے لئے شمع رسالت کے پروانوں کو یہ سبق بلکہ جذبہ اور حوصلہ دیا ہے کہ جب اور جہاں بھی کوئی قصر نبوت میں نقب زن ہو تو ہمارے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسے عبرتناک انجام تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا جائے کہ وفائے پیغمبر ﷺ کا یہی تقاضا ہے۔

آگے بڑھنے سے قبل یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ جس طرح ہر عقیدہ اور نظریہ تدریجی طور پر مراحل ارتقاء طے کرتا ہے اسی طرح ہر مرحلے کے تقاضوں کے مطابق اُس کی نشر و اشاعت، دعوت وتبلیغ اور تحفظ و دفاع میں اس کے ماننے والے اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں اور جس جس پہلو میں جو جیسا بھی کردار ادا کرتا ہے وہ اپنی جگہ نہایت اہم، قابل قدر اور ناقابل فراموش ہوتا ہے، چنانچہ دین اسلام کی دعوت وتبلیغ اور نشر و اشاعت میں اگر ایک طرف نبی کریم ﷺ کی طرف سے بھیجے گئے قراء، حفاظ کا بھی ایک کردار ہے تو مختلف علاقوں میں مقرر کردہ عمال کا بھی کردار ہے اسی طرح دین اسلام کے استحکام واستقرار اور تحفظ و دفاع میں اگر ایک طرف مجاہدین سیف وسنان کا کردار ہے تو دوسری طرف حفظ و بیان اور قلم وقرطاس سے خدمت کا بھی ایک کردار ہے اس حقیقت کو آپ یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ اگر ایک گروہ ''انا خاتم النبیین لانبی بعدی'' کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے علم جہاد تھام کر سیف وسنان سے قصر ختم نبوت کی چوکیداری کرتا ہے اور نقب زن کو اس کے انجام تک پہنچاتا ہے تو دوسری طرف قصر نبوت کی ''انا ھی اللبنۃ'' کے دفاع میں قلم وقرطاس اُٹھا کر مہم سر کرنے والا گروہ ہے، بظاہر سیف وسنان سے قصر ختم

نبوت کا محافظ بڑا اہم اور بلند و بالا مقام رکھتا ہے لیکن یہ محافظ بھی کسی طور سے کم شان و عظمت کا حامل نہیں جو اس عَلم کو عِلم کے ہاتھوں تھام کر بلند رکھتا ہے بلکہ من و جہ عَلم کی سر بلندی عِلم کی محتاج ہے بلکہ یوں کہیے کہ عِلم اصل اور عَلم فرع ہے، چنانچہ اگر ایک طرف سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اعزاز و سعادت حاصل ہے کہ قصر نبوت کے پہلے دجال اسود عنسی کے خلاف خصوصی مہم پر انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود روانہ کرتے ہیں تو دوسری طرف یہ شرف و سعادت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نصیب و مقدر بنتی ہے کہ قصر ختم نبوت کے تحفظ و دفاع میں اور کذاب و دجال کے علمی تعاقب میں علمی بنیاد پر اسلحہ فراہم کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی دعا کے نتیجے میں اپنے دامن میں خیر و برکت سمیٹنے والے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باغیان ختم نبوت کے خلاف عَلم عِلم بلند کرتے ہیں بلکہ کہنا چاہئے کہ اگر ایک طرف سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذاب جیسے دجال کے خلاف مہم جوئی میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ ہم کو حکم صادر فرما کر اولیں قافلہ ختم نبوت کے حدی خواں ہونے کا اعزاز و شرف پایا تو اسی طرح عملی میدان میں یہ سعادت و شرف محدث امت حافظ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا جنہوں نے نہ صرف احادیث ختم نبوت کا حفظ و بیان فرمایا بلکہ عصر حاضر کے ہندی دجال و کذاب مرزا غلام احمد قادیانی کے مدارِ استدلال اور بنائے احتجاج کو ختم کرتے ہوئے فرمایا:

”قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلاً، فیکسر الصلب، ولقتل الخنزیر، ویضع الجزیة، ویفیض المال حتی لایقبله احد، حتی تکون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیها ثم یقول ابوهریرة واقرءوا ان شئتم وان من اهل الکتب الالیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیداً“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قریب ہے کہ تم میں (سیدنا) عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اُتریں ایک عادل حکمران کی حیثیت سے، وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ (ٹیکس) ختم کریں گے اور مال اس قدر وافر اور عام ہوگا کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا اور ایک سجدہ (انسان کے لئے) دنیا کی تمام دولت سے بہتر ہوگا۔“ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم چاہو تو (اس ارشاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق میں قرآن) پڑھ لو: ”وہ اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہ ہوگا جو ان پر ایمان نہ لائے ان کی موت سے پہلے اور (وہ) قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔“

یعنی یہ آیت کریمہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول پر دلیل ہے اور معلوم ہے کہ مرزا قادیانی کی نبوت کاذبہ کی بنیاد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہے۔ وہ کہتا ہے: جس مسیح موعود کا ذکر ہے کہ وہ قرب قیامت آئیں گے وہ میں ہی ہوں اور سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام وفات پا چکے ہیں، اب اُن کا نزول نہیں ہوگا۔ مگر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نزول عیسیٰ

علیہ السلام پر دلالت کرنے والی حدیث کی تائید وتصدیق اس آیت سے استدلال کر کے اپنی خداداد فقاہت سے ثابت کرتے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا اور نزول فرمانا اس حدیث پاک ہی سے نہیں قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہے۔ ممکن ہے کسی صاحب کی نظر میں اس علمی جہاد اور خدمت ختم نبوت کی کوئی اہمیت نہ ہو یا اسے ثانوی حیثیت سے دیکھے لیکن امر واقع میں اصل جہاد علمی ہے اور عملی جہاد اس کا ثمر یا فرع ہے تحقیقی نکتہ نظر سے قطع نظر خود مرزا قادیانی کو دیکھئے کہ وہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس علمی جہاد اور علمی خدمت ختم نبوت کو اپنے راستے میں کتنی بڑی رکاوٹ سمجھتا ہے کہ جب علمائے اسلام نے قرآن کریم کی اس آیت میں ''بعد موتہ'' میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے موقف کو اختیار کرتے ہوئے ضمیر ''ہٗ'' کا مرجع سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا اور امام نووی نے لکھا ہے:

''قوله ثم يقول ابوهريرة اقرءوا ان شئتم وان من اهل الكتٰب الا ليؤمنين بهٖ قبل موته ففيه دلالة ظاهرة علىٰ ان مذهب ابى هريرة فى الاية ان الضمير فى موته يعود علىٰ عيسىٰ عليه السلام''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فرمان: چاہو تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد پڑھ لو: (وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ) ''اور کوئی بھی اہل کتاب میں سے ایسا نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے قبل ان پر ایمان لے آئے گا۔'' یہ واضح دلیل ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا موقف اور مذہب ہے کہ لفظ ''موتہ'' میں ضمیر ''ہٗ'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وهذا مصيرٌ من ابى هريرة الى ان الضمير فى قوله الا ليؤمنن به وكذلك فى قوله قبل موته يعود على عيسىٰ اى الا ليؤمنن بعيسىٰ قبل موت عيسىٰ وبهذا جزم ابن عباس فيما راه ابن جرير من طريق سعيد بن جبير عنه باسناد صريح ومن طريق ابى رجاءٍ عن الحسن قال قبل موت عيسىٰ والله انه الان لحيٌ ولكن اذا نزل آمنوا اجمعون''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا موقف ہے کہ (ليؤمنن به) کی ضمیر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے اور اسی طرح (قبل موته) کی ضمیر بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے کہ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے قبل ان پر ایمان لائیں گے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، جیسا کہ بسند صحیح ان سے مروی ہے اور امام حسن سے منقول ہے کہ اہل کتاب کا ایمان لانا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ہوگا اور اللہ کی قسم! اس وقت وہ زندہ ہیں لیکن جب (آسمان سے) اتریں گے تو سبھی (اہل کتاب) اُن پر ایمان لائیں گے۔

گویا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس موقف اور مذہب کو اختیار کرنے میں اکیلے نہیں دیگر صحابہ کرام بلکہ پوری

امت مسلمہ اُن کے ساتھ متفق ہے کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ہی اپنی خداداد صلاحیت و فقاہت سے قرآن و حدیث کے دلائل کی وجہ سے اس موقف کو اختیار کیا ہے اور دوسری روایت میں اس کی وضاحت و صراحت بھی مرفوعاً نقل فرمائی:

"عن ابی هريرة عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انه قال (ليس بينی و بينه (يعنی عيسیٰ) نبی و انه نازل"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے اور ان (عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں اور بلاشبہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) نازل ہونے والے ہیں۔"

بہرحال یہ کہنا بالکل برحق ہے کہ تحریک ختم نبوت کے اوّلیں کارواں میں جن مجاہدین ختم نبوت کو یہ اعزاز اور شرف و سعادت حاصل ہے کہ انہوں نے قصر ختم نبوت کے تحفظ و دفاع میں ہراول دستہ کا کردار ادا کیا، اُن میں علمی محاذ پر حافظ الحدیث فقیہ الامت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کو حاصل ہے کہ مسیلمہ کذاب جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتا ہے کہ آپ مجھے شریک معاملہ کر لیں اور بعد میں مجھے وارث قرار دیں تو میں بھی آپ کے ساتھ ہوں، آپ نے فرمایا:

"لوسالتنی هذا القضيب ما اعطيته"

ترجمہ: "اگر تم مجھ سے ایک تنکا بھی طلب کرو تو دینے کو تیار نہیں۔"

اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر میں فرمایا:

"فاوّلتهما كذبين الذين انا بينهما صاحب صنعاء و صاحب اليمامه"

"اس کی تعبیر یہ ہے کہ دو جھوٹے ہوں گے جن کے درمیان میں ہوں ایک صنعاء کا (اسود عنسی) اور دوسرا یمامہ کا مسیلمہ۔"

اس روایت کو بیان کرنے والوں میں بھی سرفہرست سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ہی ہیں۔ بہرحال سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہی جب مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کاذبہ کی بنیاد ہے اور اسی وجہ سے مرزائی امت حیات و وفات مسیح علیہ السلام کو موضوع گفتگو بناتی ہے تو اہل اسلام اپنے عقیدہ حیات و نزول مسیح علیہ السلام پر دیگر نصوص قرآن و حدیث میں اس آیت و روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنے استدلال و احتجاج کی بنیاد بناتے ہیں، پھر ظاہر ہے آنجہانی مرزا غلام قادیانی کی آنکھ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا کھٹکنا بلاوجہ نہیں کیونکہ اس مرزا نے اہل اسلام کے استدلال کے جواب میں علم الکلام اختیار کیا کہ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔" سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا اس آیت سے استدلال چونکہ اُن کا فقہی اجتہاد اور استنباط ہے، لہٰذا مدعا غائب کرتے ہوئے کہہ دیا کہ (نعوذ باللہ) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی فقاہت غیر

معتبر بلکہ وہ کند ذہن تھے، چنانچہ وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فتوی کو پوری زندگی اپنے خلاف ایک ناقابل معافی جرم سمجھ کر اُن کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا رہا۔

ایک جگہ لکھتا ہے:

بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ جن کی روایت (سمجھ) عمدہ نہیں تھی، عیسائیوں کے اقوال سن کر جوارد گرد رہتے تھے پہلے کچھ یہ خیال تھا کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو غبی اور روایت اچھی نہ رکھتا تھا۔[1]

گویا اس بات سے واضح ہوگیا کہ تحریک ختم نبوت کے علمی وفقہی اعتبار سے پہلے مفتی حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی لئے مرزا قادیانی نے بطور خاص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک صف میں آپ کو تنقید کا نشانہ بنایا۔

□□□

[1] برق توحیدی، مولانا، تحریک ختم نبوت کے اولین نقوش، ص ۴۱، ۴۲، ۴۳

تحریک ختم نبوت کی اوّلین مجاہدہ

سیدہ زاذ رضی اللہ عنہا:

سیدہ زاذ رضی اللہ عنہا کا نام بعض مؤرخین نے آزاد، بعض نے زاد بھی لکھا ہے جبکہ بعض نے کہا: زاذ اُن کا لقب تھا اصل نام المرزبانہ ہے۔ بہرحال اس خاتون کا خاندانی اور سیاسی پس منظر یا معاشرتی اور سماجی حیثیت سمجھنے کے لئے تاریخ بتاتی ہے کہ پہلے پہل یمن پر حمیر خاندان کی حکومت تھی، پھر حبشہ کے بادشاہ نے اپنے حواری ابرہۃ الاشرم اور ارباط نامی دو جرنیل یمن پر لشکرکشی کے لئے بھیجے، اُن کو فتح ہوئی اور یوں یمن بھی حبشہ کے زیر تسلط آ گیا، پھر وہاں ان دونوں جرنیلوں میں ٹھن گئی جس کے نتیجے میں ابرہہ غالب رہا اور حبشہ کے سلطان کا نائب قرار پایا یہی وہ ابرہہ ہے جس نے بیت اللہ کے مقابلہ پر یمن میں ایک گرجا بنا کر لوگوں کو اس کے حج کی دعوت دی جس پر قریش کے بعض نوجوانوں نے غصے میں آ کر اس کی توہین کی تو ابرہہ نے انتقاماً بیت اللہ پر چڑھائی کی جس کا انجام قرآن کریم نے سورۃ الفیل میں بیان کیا ہے جب یہ ابرہہ عذاب الٰہی سے ہلاک ہو گیا تو اس کا بیٹا بلسیوم اس کا جانشین ٹھہرا اس کے بعد اس کا بھائی مسروق حاکم بنا اور یوں جب یمن پر حبشہ کے قبضہ کو تقریباً ستر سال ہو گئے تو بنوحمیر کے سیف بن ذی یزالحمیری نے قیصر روم کی مدد سے اپنا ملک واپس لینے کی کوشش کی مگر وہ قیصر کا تعاون حاصل کرنے میں ناکام رہا، پھر اس نے کسریٰ سے تعاون چاہا جس نے اپنی نوابی کی شرط پر اس کے ساتھ تعاون پر آمادگی ظاہر کی چنانچہ وہ کسریٰ کے تعاون سے مسروق بن ابرہہ کو قتل کر کے یمن کا قبضہ لینے میں کامیاب ہو گیا جس پر عرب اسے مبارکبادیں دینے لگے۔

اسی دوران میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا نامہ مبارک کسریٰ کی طرف بھیجا تو اُس وقت یمن میں اس کی طرف سے باذام نامی شخص بطور نواب گورنر مقرر تھا کسریٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک کو چاک کرتے ہوئے یمن میں اپنے نائب نواب باذام کو لکھا کہ میرا پیغام آتے ہی جزیرہ عرب میں جس نے دعوائے نبوت کیا ہے اسے میرے دربار میں پیش کیا جائے۔ باذام نے کسریٰ کا پیغام آتے ہی اپنے دو سمجھدار عاملوں کو یہ ہدایت دے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ ”اذهبا الى هذا الرجل فانظرا ما هو، فان كان كاذبا فخذاه فى جامعة حتى تذهبا به الى كسرى وان كان غير ذلك فارجعا الى فاخبرانى ما هو حتى انظر فى امده“

اس شخص کے پاس جاؤ اور اس کے حالات کا جائزہ لو اگر وہ جھوٹا ہے تو اسے گرفتار کر کے اس حالت میں کسریٰ کے سامنے پیش کرو اگر ایسا نہ ہوا تو واپس آ کر رپورٹ دو تاکہ میں اس کے معاملہ پر غور کر سکوں۔

چنانچہ یہ دونوں سفیر ایک ماہ تک نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رہ کر حالات کا جائزہ لیتے رہے اس دوران میں انہوں نے مدینہ طیبہ میں رہ کر نہایت عمدہ ماحول کا مشاہدہ کیا اور عجیب وغریب کام دیکھے جب نبی کریم ﷺ سے واپسی کی اجازت لیتے ہوئے جواب کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ارجعا انی صاحبکما فاخبراہ ان ربی قد قتل اللیۃ ربہ" اپنے حاکم کے پاس جا کر اسے بتادو کہ میرے پروردگار نے آج رات اس کے حکمران کو قتل کر دیا ہے۔

انہوں نے اس تاریخ کو نوٹ کر کے فوراً واپسی کی راہ اختیار کی اور باذام کے پاس پہنچ کر سارا ماجرا کہہ سنایا تو اس نے اس تاریخ کے حساب سے اندازہ لگانے کا کہا کہ اگر معاملہ ایسے ہی ہوا تو وہ سچا نبی ہے۔ چنانچہ دارالحکومت سے کسریٰ کے قتل کی اطلاع آ گئی اور جب معلوم ہوا کہ فی الواقعہ اسی رات قتل ہوا جس تاریخ کو نبی کریم ﷺ نے اطلاع دی تھی کہ اُس کے بیٹوں نے ہی اُسے قتل کر دیا ہے۔ اب اُس کا بیٹا یزدخبر جانشین بنا۔ جس نے باذام کو لکھا کہ میرے حق میں بیعت لی جائے لیکن نبی کریم ﷺ کی بات کی صداقت دیکھ کر باذام کے دل میں اسلام گھر کر چکا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے اور اپنے تمام اہل خانہ کے اسلام سے نبی کریم ﷺ کو مطلع کر دیا تو آپ نے اسے اپنی طرف سے یمن کا گورنر مقرر کر دیا۔ جب باذام فوت ہوا تو اس کا بیٹا شہر بن باذام صنعا اور اس کی اضافی بستیوں کا گورنر مقرر کیا گیا جب کہ یمن کے دیگر علاقوں میں عامر بن شہر الہمدانی، ابوموسیٰ الاشعری، خالد بن سعید بن العاص، یعلیٰ بن امیہ، طاہر بن ابی ہالہ، عمرو بن صرام، زیاد بن لبید، عکاشہ بن افضر اور معاویہ بن کندہ کو گورنر مقرر کیا گیا۔ جبکہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن وحضرموت میں معلم ومدرس مقرر کیا جو ہر جگہ جا کر لوگوں کو قرآن وسنت سکھاتے۔ یہ تقریباً ۱۰ھ کا دورانیہ ہے جو نبی کریم ﷺ کی حیات پاک کا آخری سال تھا اسی دوران میں اسود عنسی کذاب نے دعویٰ نبوت کر دیا، اسود عنسی کا نام عبہلہ بن کعب بن غوث تھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ کے اعمال اور گورنروں کو توہین آمیز اور تہدید پر مبنی خط لکھا اور انہیں فوراً علاقہ چھوڑنے کا حکم دیا اور خود ایک لشکر لے کر شہر بن باذام کے علاقہ صنعا پر حملہ آور ہوا۔ سیدنا شہر بن باذام نے مقابلہ کیا لیکن جام شہادت نوش کر گئے اور اسود عنسی کے اس غلبہ سے متاثر ہو کر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے حضرموت آ گئے۔ جبکہ کچھ عمال مدینہ طیبہ واپس چلے گئے اور یوں اسود عنسی نے سیدنا شہر بن باذام کی بیوی سے شادی کر لی جن کے متعلق حافظ ابن کثیر نے لکھا: "اسمھا زاذ کانت امراۃ حسناء جمیلۃ وھی مع ذالك مؤمنۃ باللہ ورسولہ محمد ﷺ ومن الصالحات" اُس کا نام زاذ تھا جو بہت خوبصورت عورت تھیں، اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیغمبر سیدنا محمد ﷺ پر ایمان رکھتی تھیں۔ اور نیک خاتون تھیں۔

جب اس صورت حال کا نبی کریم ﷺ کو علم ہوا تو آپ نے سیدنا وبر بن یحنس دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ وہاں کے مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ اسود عنسی کا مقابلہ کرتے ہوئے اس سے جہاد کیا جائے کہ اس کا کام تمام ہو۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پیغام کو بھرپور طریقے سے پہنچایا اور عملی جامہ پہنانے میں کردار ادا کیا جس کے نتیجے میں وہ

مشہور جرنیل قیس بن عبد یغوث (قیس بن مکشوح) کے پاس جمع ہوئے جس کو پہلے ہی اسود عنسی کے خلاف غصہ اور نفرت تھی اور چاہتے تھے کہ اسے قتل کر دیا جائے اور اس قسم کے جذبات سیدنا فیروز دیلمی اور سیدنا دازویہ کے تھے اور قیس نے ان دونوں کو اپنے لئے رحمت کا فرشتہ سمجھا اور یوں سب مسلمانوں کا اسود عنسی کے قتل پر اتفاق ہو گیا اور انہوں نے اس پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے پر باہمی عہد و پیمان باندھا مگر اس خفیہ پروگرام کی اطلاع کسی شیطانی جاسوس کے ذریعے سے اسود عنسی کو ہوئی تو اس نے قیس بن مکشوح کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے بات ٹال دی مگر سیدنا قیس نے آ کر سیدنا فیروز اور سیدنا ذویہ کو معاملہ سے آگاہ کر دیا کہ ہم سب خطرے میں ہیں جس پر انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے ایک رائے قائم کی، جب اسود عنسی کا قاصد دوبارہ آیا اور سب کو پیش کیا گیا اور اس نے اپنے خدشہ واندیشہ کا اظہار کیا کہ میری بغاوت بلکہ میرے قتل کا منصوبہ بن رہا ہے جس پر انہوں نے پھر بات کو اعتماد کی فضا میں ڈال دیا تو اسی دوران میں یمن کے دوسرے علاقوں سے بھی عمال اور گورنروں نے خفیہ طور پر ان حضرات سے رابطہ کر کے اسود عنسی کے مخالفت اور اس سے بغاوت کا عندیہ دیا کہ ان کے پاس بھی نبی کریم ﷺ کا پیغام پہنچ چکا ہے لیکن ان حضرات نے انہیں مشورہ دیا کہ جب تک ہم کسی نتیجے پر نہیں پہنچ جاتے تب تک معاملہ خفیہ رکھا جائے۔

اسی دوران میں ایک دن قیس بن مکشوح اسود عنسی کی بیوی زاذ کے پاس گئے جو ان کی چچازاد تھی اور کہا بہن آپ جانتی ہیں کہ اسود عنسی نے تمہاری قوم کو کس قدر پریشان کر رکھا ہے پھر تیرے خاوند کا یہ قاتل بھی ہے بلکہ مزید تمہاری قوم میں قتل و غارت کے علاوہ عزت دری بھی کر رہا ہے تو کیا آپ اس سلسلے میں کوئی قدم اُٹھا سکتی ہیں۔ اُس نے پوچھا مجھے کس قسم کا قدم اُٹھانا چاہئے؟ اُسے یہاں سے نکالنے کا یا قتل کرنے کا؟ سیدنا قیس بن مکشوح نے کہا: کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ اُس نے کہا: ”نعم واللہ ما خلق اللہ شخصا ھو ابغض الی منه، فما یقوم اللہ علی حق ولاینھی له عن حرمةٍ فاذا اعزمتم اخبرونی اعلمکم بما فی ھذا الامر“۔ جی ہاں! اللہ کی قسم میرے نزدیک اُس سے زیادہ منحوس و مبغوض کوئی نہیں۔ وہ نہ اللہ کا حق ادا کرتا ہے نہ اُس کی کسی حرمت کو پامال کرنے سے باز رہتا ہے جب تم اس معاملہ میں پختہ فیصلہ کر لو تو مجھے بتانا میں تمہیں (حالات سے) آگاہ کروں گی۔ جب سیدنا قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر یہ گفتگو کر رہے تھے تو سیدنا فیروز اور داذویہ باہر اُن کا انتظار کر رہے تھے وہ بات چیت کر کے محفل سے باہر آ رہے تھے کہ اسود عنسی متاثر ہوا اور ایک بار پھر انہیں نظرانداز کر دیا۔ وہاں سے جب واپس اپنے ساتھیوں کے ہاں پہنچے اور بتایا کہ اب اپنے منصوبہ پر عمل کیا جائے، ابھی مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ اسود عنسی نے سیدنا فیروز کو بلایا اور پوچھا کہ مجھے اس قسم کی اطلاعات ملی تو حقیقت کیا ہے؟ سیدنا فیروز نے بھی بڑی دانائی اور حکمت سے بات کو ٹالتے ہوئے اُس سے اپنی رشتہ داری کا حوالہ دیا اور اس کے جعلی منصب کا ذکر کر کے بھرپور اعتماد دلایا جس سے وہ خوش ہو گیا مگر کچھ لوگوں نے سیدنا فیروز کے متعلق اُس کے کان بھرے جس سے وہ اُن کے قتل پر آمادہ ہو گیا لیکن یہ باتیں فیروز نے بھی سن

لیں جس پر سیدنا فیروز نے اُس کی طرف سے گوشت تقسیم کرنے کی ذمہ داری کو نبھانے سے آگاہ کیا اور وہ مطمئن ہو کر گھر چلا گیا اور سیدنا فیروز رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر ساتھیوں کو پورا ماجرا کہہ سنایا اور طے پایا کہ اس ضمن میں اب اُس کی بیوی کو بھی معاملہ سے آگاہ کر کے اعتماد میں لیا جائے۔

چنانچہ حضرت فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے تو اس خاتون نے کہا: تمام محل پر سخت پہرہ ہوتا ہے صرف وہ فلاں گھر پہرے سے خالی ہے جس کی پشت فلاں سڑک کو لگتی ہے۔ جب رات ہو جائے تو تم چپکے سے نقب لگا کر اندر داخل ہونا اور قتل کئے بغیر نہ جانا میں گھر میں روشنی اور اسلحہ وغیرہ کا بندوبست کر رکھوں گی جب یہ مشورہ کر کے سیدنا فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر آ رہے تھے تو راستہ میں اسود عنسی مل گیا تو اُس نے غضبناک ہو کر پوچھا: تمہیں میرے گھر آنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ اور قریب تھا کہ وہ انہیں قتل کر دیتا لیکن اُس کی بیوی نے چلّانا شروع کر دیا وہ اُس کی طرف متوجہ ہو گیا تو اس نے کہا: یہ میرا چچا زاد بھائی ہے جو مجھے ملنے آیا تھا، یوں وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور واپس آ کر ساتھیوں کو پروگرام سے آگاہ کر دیا اب یہ پریشانی تھی کہ عملی قدم کیسے اُٹھایا جائے کہ اُس عورت نے پیغام بھیجا کہ اپنے پروگرام کو ختم نہ کرنا تو سیدنا فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر گئے اور تصدیق کر کے واپس آئے۔

چنانچہ جب شام ہوئی تو یہ حضرات اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اسی محل میں داخل ہوئے اور سیدنا فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی بیوی کے پاس چلے گئے باقی پیچھے چھپ گئے، اتنے میں اسود عنسی آ گیا، سیدنا فیروز کو دیکھ کر پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ اس کی بیوی نے کہا: یہ میرے رضاعی چچا زاد بھائی ہیں تو اس نے چپکے سے باہر نکال دیا۔ آپ باہر آ کر اپنے ساتھیوں سے مل گئے جب رات کی تاریکی چھا گئی تو یہ اسی گھر میں حسب پروگرام داخل ہوئے خاتونِ خانہ نے حسب وعدہ چراغ جلا کر اسلحہ تیار کر رکھا تھا۔ سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے، دیکھا کہ اسود عنسی اپنے ریشمی بستر پر مدہوشی میں خراٹے بھر رہا ہے اور اُس کی بیوی سیدنا زاذ رضی اللہ عنہا پاس بیٹھی ہیں لیکن جب سیدنا فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے قریب گئے تو اس کے شیطان نے اُسے اُٹھا دیا اور وہ خراٹے بھرتے ہوئے ہی کہتا ہے کہ فیروز میرا اور تیرا کیا معاملہ ہے؟ اب سیدنا فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوچتے ہیں اگر میں اسی طرح واپس چلا گیا تو میری خیر ہو گی نہ اُس خاتون خانہ کی؟ لہٰذا جرأت ایمانی سے اُس کا کام تمام کرنے کا فیصلہ کیا اور سر کے بال پکڑ کر اُس کی گردن دبوچ کر اُسے لٹا کر اُس کے پیٹھ پر بیٹھ کر ذبح کر دیا جب ساتھیوں کو بتانے کے لئے باہر جانے لگے تو عورت نے سمجھا کہ انہوں نے اسود عنسی کو قتل نہیں کیا تو اُن کا دامن تھام کر کہا: اپنا وعدہ نبھائے بغیر اور شکار کئے بغیر کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے فرمایا: میں ساتھیوں کو بتانے جا رہا ہوں کہ اسود عنسی واصل جہنم ہو گیا۔ چنانچہ وہ جب اس کا سر قلم کرنے اندر آئے تو اس کے شیطان نے اس میں حرکت پیدا کر دی، پھر ان میں سے دو ساتھی فوراً اس کی پشت پر بیٹھ گئے اور عورت نے اس کے سر کے بال لئے تو ایک نے اس کی گردن تن سے جدا کر دی۔ اُس وقت وہ اس طرح بلبلا رہا تھا، جیسے

اُونٹ ذبح ہوتے وقت آواز نکالتا ہے اس آواز کو سن کر دربان بھاگتے ہوئے آگے پڑھے اور پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ عورت نے کہا:

"النبی یوحی الیہ" پیغمبر کی طرف وحی ہو رہی ہے۔

وہ یہ سن کر واپس چلے گئے اب یہ تینوں ساتھی۔ قیس، داذویہ، فیروز بیٹھے مشورہ کرتے ہیں کہ ان لوگوں کو کیسے بتایا جائے تو اتفاق ہوا صبح ہوتے ہی مسلمانوں اور کافروں کے منادی کے جو مشترکہ اور اعلامیہ الفاظ ہیں اُس کے ساتھ ندا کی جائے۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی قلعہ اور محل کی فصیل پر ان اشعار سے جب ندا بلند ہوئی تو سب مسلمان اور کافر جمع ہو گئے تو سیدنا قیس رضی اللہ عنہ نے "الاذان: اشھد ان محمدا رسول اللہ وان عبھلۃ کذاب" کا اعلان کرتے ہوئے مجمع عام میں اسود عنسی کا سر پھینک دیا۔ یہ اعلان فتح ہونا تھا کہ اسود عنسی کے حواری اور لشکری یوں بھاگے کہ لوگ اُن کا پیچھا کرتے ہوئے اُن کو گرفتار کرنے لگے اور یوں اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہوا۔

عظمت کردار:

عقیدۂ ختم نبوت کے دفاع وتحفظ کے اس پورے معرکہ میں اصل کردار سیدہ زاذ رضی اللہ عنہا کا ہے جس نے اپنے ایمان وعقیدہ کی سلامتی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد محبت و وفا نبھاتے ہوئے مردانہ وار شجاعت وحکمت کا مظاہرہ کیا اور یوں انہوں نے تحریکِ ختم نبوت کی پہلی مجاہدہ خاتون کا اعزاز پایا۔ اس موقع پر اگر ہم ان کی عظمت کردار کو اس خاتونِ جنت سے تشبیہ دیں تو بے جانہ ہو، جسے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے مثالی خاتون قرار دیا ہے، یعنی سیدہ آسیہ رضی اللہ عنہا جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک جلیل القدر پیغمبر سیدنا موسیٰ کلیم اللہ کی ذات کا تحفظ و دفاع کروا کر یہ سعادت بخشی کہ ایمان پر مقام شہادت پایا اور شاہی محلات کے آرام و آرائش اور خدام و باندیوں کو ٹھکرا کر جنت الفردوس کو ترجیح دی۔ اسی طرح امت محمدیہ کی یہ پہلی خاتون ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب ختم نبوت کے تحفظ و دفاع کا کام لینے کے لئے منتخب فرمایا، یوں آپ رضی اللہ عنہا نے اسود عنسی کی طرف سے حاصل شدہ تمام مراعات کو پایۂ حقارت سے ٹھکرا کر اُس باغی نبوت اور قصر ختم نبوت کے نقب زن کو واصل جہنم کروا کر خود کو شفاعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقدار بنایا اور اپنے خاوند کی نسبت ومحبت اور اُس سے عہد و وفا کو اپنے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ایمان اور عہد محبت و وفا پر نچھاور کر کے عظمت کردار کی وہ تابندہ روایت قائم کی جو قیامت تک خواتین ہی نہیں اہل ایمان مرد حضرات کے لئے بھی مشعل راہ ہے۔ [1]

□□□

[1] حمیرا توحیدی، تحریک ختم نبوت اور خواتین

تحفظ ختم نبوت کی اوّلین جنگ

حضور ختمی مرتبت، مخبر صادق ﷺ نے وابستگان اسوۂ محمدی کو جس طرح اپنے بعد کے دوسرے مفاسد اور فتنوں کی اطلاع دی اسی طرح ان کے کذب و زور سے بھی بڑے شدّ و مد سے متنبہ کیا تا کہ ان کی دجّالی فتنہ انگیزیاں ارباب ایمان کو ورطۂ ہلاک میں نہ ڈال سکیں۔ بخاری و مسلم کی ایک متفقہ روایت کے مطابق سرکار دو عالم ﷺ نے مدعیان نبوت کی جو تیس تعداد فرمائی وہ قیامت تک پوری ہو گی۔ جھوٹے مدعیان نبوت کا سلسلہ سرکار دو عالم ﷺ کی حیات ظاہری ہی میں شروع ہو گیا تھا جس جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے ساتھ تحفظ ختم نبوت کی پہلی جنگ ہوئی۔ اس سے پہلے بھی تین مدعیان کا ذکر ملتا ہے۔

لکھنے کو تو بہت کچھ ہے کہ مسیلمہ کے اخلاق و عادات اور عقائد کیا تھے؟ مسیلمی شریعت کے احکامات کیا تھے؟ مسیحی صوم و صلوٰۃ کیسی تھی؟ خود ساختہ کلام وحی کیسا تھا؟ مسیلمہ کی وضع قطع اور جھوٹے معجزات کیا تھے؟ لیکن طوالت سے جان بچاتے ہوئے جنگ یمامہ کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے جنگ کا پس منظر، اس وقت کے معروضی حالات، سالار تحریک ختم نبوت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایمانی حمیت و شجاعت اور خالدی کارنامے مزید برآں چند صحابہ کے دلیرانہ کارنامے اور آخر میں اُن صحابہ کرام کے اسماء جن کا ذکر تاریخ کی کتب سے ملتا ہے ذکر کیا جاتا ہے۔

سالار تحریک ختم نبوت:

سرور کائنات خاتم الانبیاء والمرسلین نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد خلافت علی منہاج النبوت کا آغاز ہوا تو نصوص خلافت کا مظہر و مصداق سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرار پائے، بلا شبہ حیات پیغمبر ﷺ میں شان امامت پانے والا ہی وفات پیغمبر ﷺ کے بعد بار خلافت کا متحمل ہو سکتا تھا جن کندھوں نے سفر ہجرت میں نبوت کے حسی بوجھ کو اُٹھانے کی سعادت پائی سفر آخرت کے بعد نبوت کے معنوی بوجھ کو وہی کندھے برداشت کر سکتے تھے اور

”يَأْبَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَابَكْرٍ“[1]

”اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر ﷺ کے ساتھ سب اہل ایمان کا یہی فیصلہ تھا۔“

---

[1] صحیح مسلم شریف، 2387.

تاریخ نے اس حقیقت کی تصدیق کی ہے کہ فی الواقع جن سنگین حالات اور پُرخطر واقعات و حادثات میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمام خلافت کو سنبھالا اُن حالات کو کنٹرول کرنا اور اس سنگین صورتحال میں حکومتی نظم ونسق کو چلانا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خداداد غیر معمولی مومنانہ بصیرت اور دور اندیشی کے ساتھ جس ایمانی حمیت سے شجاعت اور بہادری کے فیصلے کئے وہ فیصلے نہ صرف مدینہ منورہ کی ریاست کے دوام و استحکام بلکہ ترقی وتوسیع کا سبب بنے، بلکہ بیرونی خطرات ختم کرنے میں بھی کارگر ثابت ہوئے، چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خطرے اور اس کے دُوررَس منفی نتائج کو بھانپتے ہوئے نہ صرف ایک طرف بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علی الرغم لشکر اسامہ کو روانہ کیا بلکہ دوسری طرف مانعین زکوٰۃ اور مرتدین ومنکرین ختم نبوت کے خلاف فوری جہادی مہم کا آغاز کیا۔

حقیقت یہ ہے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قرآن وحدیث میں مذکور فضائل ومناقب کو ایک طرف رکھ لیا جائے اور دوسری طرف خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جرأتمندانہ اقدام کو رکھا جائے تو وہ سب پر بھاری ہے۔

چنانچہ اس شخصی اور انفرادی اعزاز کے تناظر میں یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ خلافت راشدہ کے دور کے بعد کی سب فتوحات اسلام ایک طرف رکھ لی جائیں تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منکرین و مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہادی مہم کو ایک طرف رکھیں تو یہ سب پہ بھاری ہے۔ کیونکہ آنے والی تمام فتوحات کے لئے اس کی حیثیت فتح الفتوح کی ہے کہ اسود عنسی، طلیحہ اسدی کے بعد مسیلمہ کذاب کے بڑے بڑے لشکر ہائے کفر کو شکست دینے کے بعد نہ صرف مسلم افواج کے حوصلے بڑھے بلکہ تاک لگائے دشمن بھی سہم گئے فارس و روم کی سلطنتیں بھی اب خلافت اسلامیہ کی طرف دیکھنے سے ہزار بار سوچنے پر مجبور تھیں خصوصاً نتیجہ سامنے آگیا کہ اب کسی بدباطن کو بھی اندرون خلافت سازش اور بغاوت کی جرأت نہ ہوگی گویا ان مہمات سے حکومت کو مکمل داخلی امن واستقرار اور استحکام نصیب ہوا جو خارجی خطرات میں سب سے بڑی رکاوٹ بنا اور خلافت اسلامیہ کو اب بیرونی خطرات سے نمٹنے کے لئے یک سوئی ایک ساتھ داخلی اتحاد کی قوت بھی حاصل ہونے لگی اور وہ تمام توجہ بیرونی دشمن پر مرتکب کرسکتی تھی یہ وہ بنیاد ہے جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی خلافت کے روشن اور مستحکم مستقبل کے لئے رکھی، بظاہر شاید اسے معمولی بات سمجھا جائے لیکن بین الاقوامی سیاسیات پر نظر رکھنے والا ہر شخص سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا آپ نے خلافت علی منہاج النبوت کے لئے جو اپنے ایجنڈے اور منشور کو عملی جامہ پہنانے اور اسے نتیجہ خیز بنانے کے لئے جو اقدامات جلب منفعت اور دفع مضرت کے تناظر میں اٹھائے وہ کسی بھی ریاست کے سیاسی ترقی و

استحکام کے لئے بہت ضروری ہیں۔

خصوصاًان مہمات کا یہ پہلو اِن اقدامات کو اور بھی زیادہ اہم بنادیتا ہے کہ یہ تمام مہمات محض سیاسی غلبہ یا معاشی تفوق اور جغرافیائی تسلط کے لئے نہیں بلکہ صرف اور صرف اپنی نظریاتی حدود کا تحفظ و دفاع تھا کہ جو قوم یا ریاست اپنے نظریہ کے تحفظ و دفاع میں کمزور ہی نہیں بلکہ پسپا بھی ہو جائے تو اس کا سیاسی نظام ہی خطرہ سے دو چار نہیں ہوتا بلکہ اس کا وجود بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔اس پس منظر میں اگر لشکر اُسامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روانگی اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قیادت میں لڑی جانے والی جنگ یمامہ کو دیکھیں تو یہ پوری ریاست اسلامیہ اور خلافت اسلامیہ کا مرکز ثقل نظر آتی ہیں اور یوں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یہ اعزاز دیا جاتا ہے کہ آپ صرف خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نہیں بلکہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے اسلامی ریاست کی نظریاتی حدود کے تحفظ و دفاع میں قدم اُٹھایا اور قصر ختم نبوت کے نقب زنوں کے خلاف جراَت مندانہ حکم صادر فرمایا۔جس نے اُمت اسلامیہ کے لئے قصر نبوت کے کسی بھی نقب زن کے کفر و ارتداد کے خلاف جہادی اقدام کے جواز ہی نہیں بلکہ لزوم کا ثبوت فراہم کیا ہے اور بلاشبہ تب سے لے کر قیامت تک ''ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ دَجَّالُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ'' کے مصداق جو بھی نبوت کاذبہ کا دعویدار سر اُٹھائے گا تو اس کا سر قلم کرنے کو جو بھی علم بلند ہوگا اس کے اجر و ثواب میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ برابر کے شریک ہوں گے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس جراَتمندانہ اور حمیت اسلامی وغیرت ایمانی کے مظہر اقدام کے نتیجہ میں قصر ختم نبوت کے تحفظ و دفاع میں بپا ہونے والے پہلے معرکے جنگ یمامہ کو دیکھتے ہیں اور اندازہ لگاتے ہیں کہ یہ معرکہ اپنے حالات اور نتائج و ثمرات کے لحاظ کتنا اہم ہے۔

جنگ یمامہ:

تحفظ ناموس ختم نبوت کے لئے لشکر اسلام نے مرتد اور قصر ختم نبوت کے نقب زن مسیلمہ کذاب کا کام تمام کرتے ہوئے یمامہ کے مقام پر جو جنگ لڑی وہ تاریخ اسلام میں وہی حیثیت رکھتی ہے جو حق و باطل کے اوّلیں معرکہ بدر کو حاصل ہے کہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

''اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْلِي مَا وَعَدْتَنِي، اَللّٰهُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَنِيْ، اَللّٰهُمَّ اَنْ تُهْلِكَ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِي الْاَرْضِ''[1]

''اے پروردگار! آج یہ لشکر شکست کھا گیا تو پھر زمین پر کوئی تیری عبادت کرنے والا نہ رہے گا۔''

اسی طرح اگر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فتنہ ارتداد کی سرکوبی میں یہ اقدامات نہ کرتے بالخصوص لشکر اُسامہ و خالد

[1] صحیح مسلم شریف، 1763

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ نہ کرتے تو شاید آج بھی کیفیت یہ ہوتی کہ اگر اسلام کا نام ونشان ختم نہ ہوتا تو لینا مشکل ضرور ہوتا شاید سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سیاسی بصیرت اور ایمانی جرأت پر تاریخ نے یہ جملہ بطور اعزاز کہا ہے:

"قَالَ علی بن المدینی: اِنَّ اللہَ اَعَزَّ هٰذَا الدِّیْنَ بِرَجُلَیْنِ لَیْسَ لَهُمَا ثَالِثٌ اَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّیْقُ یَوْمَ الرِّدَّةِ وَاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ یَوْمَ الْمِحْنَةِ"[1]

امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس دین کو دو آدمیوں کے ذریعے سے غلبہ دیا اور طاقتور بنایا جس کا کوئی تیسرا اُن کا ہمسر نہیں ایک سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جنہوں نے فتنہ ارتداد میں اور دوسرے امام احمد بن حنبل جنہوں نے (فتنہ خلق قرآن میں) آزمائش کے وقت جرأت مندانہ فیصلے کئے، بظاہر یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے کہ اندرونی خلفشار اور بیرونی خطرات کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ترقی واستحکام کے لئے دیگر سیاسی اصطلاحات اور انتظامی اقدامات کرنے کی بجائے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے علی الرغم سب سے زیادہ توجہ اِن مہمات پر دی تو اس کا پس منظر محض زکوٰۃ میں ادا کی جانے والی ایک رسی نہ تھی کسی ایک آدمی کی سرکشی نہ تھا بلکہ حکومتی کنٹرول اور سیاسی رِٹ کا معاملہ تھا کہ اگر حکومت کی رِٹ قائم نہ رہے تو اس کا استحکام و دوام خواب بن جاتا ہے اور پھر حکومت ہی نہیں ریاست کا باقی رہنا بھی ممکن نہیں ہوتا اس پس منظر کی بنا پر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ قدم اُٹھایا اور اس جنگ میں جہاں کفار و مرتدین کا بھاری نقصان ہوا تقریباً بیس ہزار فوجی واصل جہنم ہوئے تو تقریباً بارہ صد مسلمانوں نے جام شہادت نوش کر کے شمع رسالت کو تاقیامت تحفظ و دوام بخشا۔

قند مکرر:

جنگ یمامہ کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے ایک بار پھر پس منظر اور اس وقت معروض حالات کو سامنے رکھئے کہ اس واقع کی شروعات کا تعلق اس وقت سے ہے جبکہ سرورکائنات خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات طیبہ کے آخری ایّام گزار رہے تھے کہ بعض لوگوں نے قصر ختم نبوت کی طرف للچائی نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا اور اس تصور سے کہ شاید یہ شہرت اور حصول منفعت کے لئے اپنے سر تاج نبوت سجانا یا لباس رسالت پہننا ایک آسان ذریعہ ہے مگر نبوت و رسالت کوئی کسبی نہیں بلکہ وہبی منصب ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی مشیت و قدرت اور علم وحکمت سے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ ایسے بعض لوگوں نے ابلیسی وسوسوں کو عملی جامہ پہناتے ہوئے دعوی نبوت کر دیا جبکہ کچھ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد فتنہ ارتداد کو پھیلاتے ہوئے اپنی جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچایا ایسے حالات میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باتفاق مہاجرین و انصار سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر بارِ

---

[1] تاریخ دمشق: 175/3

خلافت ڈالا تو اُنہوں نے عوام وخواص مسلمانوں کے ہاتھوں انجام پانے والے اس فیصلے کو قبول کر کے ان نصوص خلافت کے عملی مصداق ومظہر بننے کا اعزاز پایا جن کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے جن میں ایک یہ بھی ہے:

''وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا'' [1]

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ انہیں یقیناً زمین کی خلافت دے گا اور اُن کے اس دین کو تمکین واستحکام دے گا۔ جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا اور اُن کے خوف کو امن میں بدلے گا۔

چنانچہ خلیفۃ الرسول ﷺ امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالتے ہی جو سب سے پہلا قدم اُٹھایا وہ لشکر اُسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی تھا جس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مرتدین کی سرکوبی کے لئے روانہ کرنا اور یہ وہ اقدامات تھے جن پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ فیصلہ یقیناً اس بات کا مظہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینے کو مرتدین کے خلاف جنگ کے لئے کھول دیا اور میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔ [2]

گویا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد پہلے خلیفہ تو ہیں ہی مگر بایں وجہ آپ کو یہ اعزاز وسعادت بھی حاصل ہوئی کہ آپ ناموس ختم نبوت کے پہلے پاسبان حکمران اور قصر ختم نبوت کے پہلے محافظ خلیفہ ہیں جنہوں نے دشمن ختم نبوت اسود عنسی اور قصر ختم نبوت کے نقب زن مسیلمہ کذاب کی سرکوبی اور استیصال کے لئے دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بالخصوص سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر جرار کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت و دیگر معرکہ ہائے حق و باطل میں جنگ یمامہ مشہور واقعہ ہے جو اسلام کی سرفرازی اور ختم نبوت کی سربلندی میں نہایت اہم مؤثر ہے۔ [3]

حضرت خالد بن ولید قریبا آٹھ ہزار جاں نثاروں کو لے کر ''بطاح'' سے ''یمامہ'' کی طرف روانہ ہوئے مقابلے میں چالیس ہزار نفوس پر مشتمل جنگ آزمودہ لشکر موجود تھا چونکہ پورا علاقہ بنوحنیفہ کے مرتدین سے بھرا ہوا تھا اس لئے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی احتیاط اور تیاری کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ آپ اپنے جاسوسی دستوں کو متحرک کر کے حالات کا ہمہ وقتی اندازہ لگاتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ مسیلمہ کذاب بھی تمام حالات سے واقف تھا اس کو حضرت

---

[1] سورۃ النور، آیت نمبر 55

[2] البدایہ والنہایہ، 311/6

[3] برق توحیدی، مولانا، اوّلین نقوش، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ۲۰۱۵ء

خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدبیر و جرأت کا بھی علم تھا۔اُسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جاں نثاری کا بھی اندازہ تھا نیز اپنی حماقتوں اور سرکشی سے بھی خوب واقف تھا اس لئے اس نے اپنے لشکروں کو جنگی اہمیت کے مقامات پر متعین کر کے خوب قومی تعصب اور غیرت دِلا دِلا کر قوم کی رگوں میں آگ بھر دی اِن تقریروں کا خاطر خواہ اثر بھی ہوا اور بنو حنیفہ ایک ساتھ ہو کر لشکر اسلام کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے ایک موقع پر عمومی جنگ سے پہلے بنو حنیفہ نے حملہ کر دیا اور اتنے آگے بڑھ گئے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خیمے تک پہنچ گئے۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ تمام امور سے باخبر تھے۔اس لئے آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مزید مدد کی درخواست کی حضرت صدیق اکبر نے بلا توقف مزید دستے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کئے لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی جنگی حکمت عملی کے تحت ان دستوں کا انتظار نہیں کیا بلکہ عمومی حملے کے لئے سرزمین ''یمامہ'' میں چالیس ہزار کے مقابلے میں آٹھ ہزار شاہینوں کی صف بندی کر کے تیار رہنے کا حکم دے دیا۔ رضی اللہ عنہ

اس اثنا میں خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی کمک کے لئے ایک دستہ فوج روانہ فرمادیا جس کے سر ''عسکر سلیط'' تھے امیر المؤمنین نے ''سلیط'' کو حکم دیا تھا کہ وہ خالد رضی اللہ عنہ کی امداد کے لئے ان کے عقب میں رہیں تاکہ غنیم خالد کو عقب سے ضرب نہ لگا سکے اس موقع پر حضرات شیخین یعنی امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں اس بارے میں اختلاف رائے تھا کہ غازیان بدر کو بھی لڑائی میں بھیجنا چاہئے یا نہیں ہے۔جس قدر کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ان کی دعا اور برکت کی حاجت ہے کیونکہ ان پاک بازوں کی برکت سے رب العزت اکثر آفات و بلیات دفع فرما دیتا ہے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی کہ زیادہ نہیں تو ان حضرات کو کم از کم فوجوں کی امارت پر ضروری مقرر کیا جائے۔آخر امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کر لیا اور اصحاب بدر رضی اللہ عنہم بھی ان معرکوں میں شریک ہوئے۔مسیلمہ کذاب نے اپنا مرکزی لشکر مقام ''عقربا'' میں ٹھہرالیا تھا اور جنگی اعتبار سے چاروں طرف اپنے نوجوانوں کو پھیلا دیا تھا تاکہ ہر اس حادثہ سے آسانی سے نمٹا جا سکے جو ناخوشگوار حالت میں پیش آجائے مسیلمہ کذاب کی فوجوں کی ترتیب اس طرح تھی:

- خود مسیلمہ کذاب قلب لشکر میں اپنے خاص کمانڈروں کے ساتھ تھا۔
- محکم بن طفیل ایک مجنبہ پر تھا۔
- دجال بن عنفوہ دوسرے مجنبہ یعنی میمنہ یا میسرہ پر تھا۔

ادھر لشکر اسلام سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مقام ''عقربا'' کی طرف بڑھنے لگا۔حضرت خالد نے جاسوسی دستہ آگے بھیجا،ادھر سے مسیلمہ کا جاسوسی دستہ آگیا جو مجاعتہ بن مرارہ کی قیادت میں تھا کچھ مقابلہ ہوا لیکن مسلمانوں نے ان

ساٹھ آدمیوں کو ان کے کمانڈر مجاعتہ سمیت گرفتار کرلیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ میلمہ کیسا آدمی ہے انہوں نے کہا کہ نبی ہے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بڑی نرمی کی لیکن ان لوگوں نے کہا ''منا نبی و منکم نبی'' ایک ہمارا نبی اور ایک تمہارا نبی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سب کے قتل کا حکم صادر فرمایا جب کمانڈر ''مجاعہ'' کی باری آئی تو ایک قیدی نے کہا کہ اے خالد رضی اللہ عنہ! اگر کل کا کوئی فائدہ سوچتے ہو تو اس شخص کو مت قتل کرو یہ قوم کا سردار ہے یہ تمہارے کام آسکتا ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے ''مجاعتہ'' اور سفارشی قیدی دونوں کو قیدی میں رکھا اور قتل نہیں کیا اور مجاعتہ کو اپنے خیمے میں باندھ لیا اور اُم تمیم سے کہا کہ اس کا خیال رکھیو۔ مقام عقربا میں پہنچ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو اس حکمت عملی سے ترتیب دیا۔

- خالد رضی اللہ عنہ خود اپنے کمانڈروں کے ساتھ قلب لشکر میں تھے۔
- شرجیل بن حسنہ ہراول دستہ پر مقرر تھے۔
- ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مجنبہ پر تھے۔
- زید بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے مجنبہ پر مقرر تھے۔

لشکر اسلام مقام کے اعتبار سے بھی اچھی جگہ پر نہیں تھا پھر عسا کر سفر کر کے انتہائی تھکے ہوئے بھی تھے میلمہ کی سپاہ تمام راحتوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی جنگی لحاظ سے جگہ بھی موزوں تھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ تو چاہتے تھے کہ مسلمان آرام کریں لیکن میلمہ کے لوگوں نے بغیر مہلت دیے حملہ کر دیا مؤرخین نے لکھا ہے کہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے میلمہ نے اپنے لشکر کے سامنے ایک جذباتی تقریر کی جس میں کہا:

اے بنوحنیفہ! آج یہ غیرت کا دن ہے اگر آج تم نے شکست کھائی تو حالت قید میں بغیر مہر کے تمہاری عورتوں سے نکاح کیا جائے گا۔ پس اپنی عزت اور حسب ونسب کی حفاظت میں لڑو اور اپنی عورتوں کو دشمن کے ہاتھ میں جانے سے بچاؤ۔

یہی تقریر سن کر میلمہ کا لشکر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا حملہ اتنا شدید تھا کہ بنوحنیفہ لشکر اسلام کی صفوں کو توڑ کر آگے بڑھتے بڑھتے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خیمے تک پہنچ گئے اور خیمہ کو تلواروں سے کاٹنا شروع کر دیا اور اُم تمیم کو قتل کرنا چاہا تو ''مجاعہ'' نے ان کو روکا اور کہا کہ مردوں سے لڑو یہ عورت ذات ہے ادھر سے ہٹ جاؤ اگر اللہ کی مدد اور پھر انصار و مہاجرین کی ثابت قدمی نہ ہوتی تو اس حملہ سے ایک مسلمان بچنا بھی مشکل تھا ایک جنگی جھنڈا زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا حضرت عمار چیخ رہے تھے کہ اے مسلمانو! کیا تم جنت سے بھاگتے ہو۔ ادھر آؤ لڑو میں عمار بن یاسر ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے دیکھا

تو عمار رضی اللہ عنہ ایک پتھر پر کھڑے تھے اور ان کا ایک کان کٹ چکا تھا جس سے فوارہ کی طرح خون بہہ رہا تھا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بھاگنے والوں کو پھر جمع کیا اور خود ایسی تنظیم قائم کی جس کی جنگی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ انہوں نے خوب دفاع کیا یہاں تک کہ وہ لوگ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بے مثال شجاعت کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اَز سرِ منظم ہو کر بنوحنیفہ پر حملہ آور ہوئے اور پوری وادی ایک مقتل میں بدل گئی۔ اس نوع کا منظر چشم فلک نے کبھی پہلے نہ دیکھا نہ بعد میں۔ بنوحنیفہ کے لوگ بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ انصار و مہاجر نے شجاعت کے غیر معمولی جوہر دکھائے۔ حضرت ثابت بن قیس جو فصحاء اور خطباء صحابہ میں سے تھے۔ انصار کا جھنڈا لئے ہوئے میدان کارزار میں کھڑے تھے اور افراتفری پر اس طرح ساتھیوں کو ملامت کر رہے تھے کہ اے مسلمانو! تم نے بہت بُری عادت اپنالی ہے۔ اے اللہ! میرا بھاگنے والوں سے کوئی تعلق نہیں اور مرتدین سے مکمل طور پر بیزار ہوں۔ ایک مسیلمی نے حضرت ثابت بن قیس کی ٹانگ کاٹ ڈالی لیکن ان کی شجاعت دیکھئے کہ انہوں نے اس کو وہی ٹانگ اس زور سے ماری کہ وہ جہنم واصل ہو گیا۔ پھر آپ ایک گڑھا کھودا اور اس میں اُتر کر جھنڈے کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضرت زید بن الخطاب بھی جنگی جھنڈا لئے زور زور سے فرما رہے تھے۔ ہائے افسوس! جو مرد تھے وہ تو چلے گئے۔ اے اللہ! میں تجھ سے بھاگنے والوں کے لئے تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور مرتدین سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے جھنڈے کو حرکت دے دی اور کفار پر حملہ کر دیا۔ کفار کو مارتے مارتے آپ آگے نکل گئے۔ یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھائی اور اوّلین اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ آپ کی شہادت کے بعد جھنڈا حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لیا۔ حضرت سالم آدھی پنڈلی تک زمین کھود کر کھڑے ہو گئے تاکہ جھنڈا گرنے نہ پائے اب مجاہدین نے مرتدین کو پیچھے دھکیلنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ اس کوشش میں متعدد مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔ ان میں حضرت ثابت، حضرت سالم، یزید بن قیس اور حکم بن سعید بھی شامل تھے۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یمامہ کی لڑائی میں تلواریں ٹکرائیں۔ لوگ زخمی ہوئے، کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ بازو کٹے ہوئے تھے اور سر اُڑ رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ عباد بن بشر کی تلوار درانتی کی طرح ٹیڑھی ہو گئی تھی اور وہ اسے گھٹنے پر رکھ کر سیدھا کر ہی رہے تھے کہ اچانک بنوحنیفہ کا ایک آدمی حملہ آور ہوا اور شمشیر زنی شروع ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ وہی تلوار عباد رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے سینے پر ماری کہ میں نے اس کے پھیپھڑے دیکھ لیے اور وہ آدمی مر گیا۔ لیکن دوسروں نے عباد رضی اللہ عنہ پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ بنوحنیفہ کے لوگ ان کے پہلو اور پیٹ میں تلواریں مار رہے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ میری آنکھ میں یہ دلدوز

منظر بھی اُترا کر ۲۰ آدمی عباد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے ہیں اور وہ خود بھی لاشوں میں پڑے تھے۔

حضرت فرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے بھی یمامہ کی لڑائی میں نمایا کارنامے انجام دیئے اور بڑی بہادری دکھائی۔ ''عقربا'' کہ اس شدید جنگ کا جونقشہ پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دست بدست لڑائی تھی۔ جس میں تیر اور نیزہ کام نہ دے سکتا تھا۔ صرف تلوار سے کام لیا جاتا تھا۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے۔ حضرت سالم اور زید بن الخطاب اور دیگر چوٹی کے کمانڈر اور کئی دیگر مجاہدین جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ میدان کارزار میں پہلوان اب بھی قسمت آزمائی کر رہے تھے کہ اتنے میں میدان میں حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ آئے جو انس رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ ان کی ایک عجیب عادت تھی۔ جب جنگ کا میدان گرم ہو جاتا تو آپ تھوڑی دیر بیٹھ کر کانپنے لگتے۔ پھر اِن پر دو آدمی بیٹھ جاتے پھر یہ مٹی جھاڑ کر نیچے سے اُٹھ جاتے اور شیر کی طرح حملہ آور ہو جاتے۔ پھر ان کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ جب انہوں نے یہ عمل کیا تو بآواز بلند کہا۔ این یا معشر المسلمین! اے مسلمانوں! تم کہاں ہو؟ میں براء بن مالک ہوں میری طرف آؤ، میری طرف آؤ۔ چنانچہ اس آواز سے ایک قوم لپک کر ان کی طرف آئی اور پھر سب نے کفار پر حملہ کر دیا۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ ایک دم کفار کی صفوں میں گھس گئے بہتوں کو قتل کر دیا اور کفار کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے علاوہ بھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت بہادری دکھائی اور بڑی مشقتیں اٹھائی۔ بہت شہید ہو گئے بہت زخمی ہو گئے۔ بالآخر کئی معرکوں کے بعد مسیلمہ کذاب کا لشکر پسپا ہوا اور دُم دبا کر اس کے قلعے میں قلعہ بند ہو گیا۔ مسیلمہ کے بڑے جرنیل مارے گئے اور بہت زخمی ہوئے سرکش خبیث دجال بھی مرا پڑا تھا۔

اس کے علاوہ مسیلمہ کا دست راست اور بنو حنیفہ میں مسیلمہ کے بعد سب سے بڑا شخص سردار حکم بن طفیل بھی مارا گیا تھا۔ جو اپنی فوجوں کو اُبھار رہا تھا اور خطیب بن کر اس طرح کہہ رہا تھا۔

''اے بنی حنیفہ! قسم بخدا! اب شریف زادیوں کی عزتیں پامال ہوگئی ہیں ان سے زبردستی نکاح کیا جائے گا تم میں بھی کچھ شرافت ہو تو اسے ظاہر کر دو۔'' یہ مفسد بڑا جنگجو تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے گلے میں تیر مارا جو حالت تقریر میں ٹھیک اس کے گلے میں جا کر لگا اور شیطان گر کر مر گیا۔

بہرحال اب میدان مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھا اور بنو حنیفہ کے لوگ قلعہ میں مسیلمہ کذاب کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ جبکہ مجاہدین قلعہ میں محصور مرتدین پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ مسیلمہ کذاب تو پہلے سے قلعہ بند تھا۔ اب دوسرے لوگ بھی قلعہ بند ہو گئے۔ پھر جی کڑا کر قلعہ سے باہر نکلے اور آ کر مقابلہ کرنے لگے۔ اب قلعہ کی دیواروں سے باہر شدید لڑائی شروع ہوگئی اور بنو حنیفہ کے لوگ کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ لیکن پھر بھی بنو حنیفہ کے لوگ مقابلہ

سے پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ کیونکہ ان کا سرغنہ مسیلمہ کذاب اب تک موجود تھا۔ حضرات صحابہ کرام نے بار بار حملے کیئے کبھی وہ لوگ پسپائی اختیار کر لیتے اور کبھی مسلمان پیچھے ہٹ جاتے یہ حالت دیکھ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی جنگی حکمت عملی سے کام لیا اور لڑائی کے میدان میں آ کر مسیلمہ کذاب کو یہ کہہ کر دعوت مبارزت دینے لگے۔ انا ابن الولید العود العود، میں خالد بن ولید ہوں۔ آؤ مسیلمہ کذاب میرے مقابلے پر آؤ۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ مسیلمہ مر جائے تو یہ لوگ بھاگ جائیں گے معرکہ مختصر ہو جائے گا۔ ورنہ یہ لوگ آخری دم تک مسیلمہ کے لئے لڑتے رہیں گے۔ جس میں مسلمانوں کے لئے مشکلات تھیں لیکن مسیلمہ تو فی الواقع کذاب تھا وہ سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر کیسے آسکتا تھا۔ اس نے صاف انکار کر دیا۔

تب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تمام افواج اسلامیہ کو ایک حملہ کا حکم دیا۔ چنانچہ مجاہدین نے نعرہ بلند کر کے چاروں طرف سے قلعہ کے ارد گرد لوگوں پر حملہ کر دیا تلواریں چمکنے لگیں۔ نیزوں نے سانپوں کی طرح حرکت کر کے آگ کی چنگاری چھوڑنا شروع کی۔ ہر طرف سے تیر چلنے لگے مسلمانوں نے مرتدین کا قافیہ تنگ کر دیا۔ بالآخر کچھ مرتدین مارے گئے اور کچھ نے بھاگ کر حدیقۃ الموت یعنی موت کے باغیچے میں پناہ لے لی۔ یہ قلعہ کے اندر مسیلمہ کا ایک باغ تھا۔ مسلمان باہر تھے مسیلمہ اور اس کے ساتھی اندر تھے۔ اب بنوحنیفہ کے دفاع کا ایک آخری مورچہ رہ گیا۔

مسیلمہ کذاب نے بنوحنیفہ کے لوگوں سے کہا ''اپنی عزت اور ناموس کا دفاع کرو۔ دین یہاں نہیں ہے'' اس جملہ سے اس ملعون نے اقرار کر لیا کہ یہاں وحی ہے نہ تھی۔ نبوت ہے نہ تھی۔ یہ تو سب دھوکا ہے حقیقت صرف اتنی ہے کہ اپنی عزتوں کو بچاؤ۔ بنوحنیفہ کے لوگ سمجھ گئے کہ یہ آدمی نبی نہیں بلکہ جھوٹا ہے لیکن اب وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ مسلمان قلعہ کے باہر تو لڑ رہے تھے لیکن قلعہ میں داخل ہونے کا امکان بہت کم تھا کیونکہ اس قلعہ کی دیواریں اتنی بلند تھی کہ آسمان سے باتیں کر رہی تھی تاہم لشکرِ اسلام نے چاروں طرف سے اس قلعہ کا مکمل محاصرہ کر لیا۔ اب اس فتنہ کو ختم کرنے کے لئے قلعہ کے دروازہ کو کھولنے اور مسلمانوں کے اندر داخل ہونے کے سوا کوئی دوسری صورت نہیں تھی۔ بعض جانبازوں نے قلعہ کی دیواروں سے اپنے آپ کو اندر گرا دیا تا کہ دروازہ کھول کر راستہ بنائیں لیکن خاطرخواہ کامیابی نہیں ہوئی آخرکار حضرت ابودجانہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مشتاقِ شہادت ہوں، مجھے ڈھال میں بٹھا کر نیزوں سے باندھ کر اندر باغ میں پھینک دو۔ میں دروازہ کھول دوں گا یا شہید ہو جاؤں گا۔ چنانچہ مسلمانوں نے اسی طرح کیا اور حضرت ابودجانہ انصاری رضی اللہ عنہ کو ڈھال میں بٹھا کر نیزوں سے باندھ کر باغ کے اندر پھینک دیا۔ آپ نے اندر جاتے ہی تکبیر کے نعروں سے دشمنوں کے دلوں کو دہلا دیا اور شمشیر حقانی کی کاٹ کے جوہر دِکھا دِکھا کر کفار کو حیران کر دیا۔ حضرت ابودجانہ نے بہتیری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح دروازہ تک

پہنچوں مگر افسوس کہ دشمنوں کی کثرت نے کوئی پیش نہ جانے دی اور بالآخر لڑتے لڑتے کفار کو فی النار والسقر کرتے کرتے دروازے کے قریب آ کر زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑے اور تاج شہادت پہن کر جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمیت اسلامی اس امر کو کب گوارا کر سکتی تھی کہ ابو دجانہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا شیر دل مقدس صحابی اکیلا دشمنوں میں لڑتا بھڑتا رہے اور خالد خاموشی بیٹھا رہے دیوانہ وار باغ کے گرد چکر لگایا مگر جب اندر پہنچنے کے لئے کوئی راستہ نہ ملا تو بتوکل علی اللہ اپنے وفادار تازی کو چابک کا اشارہ دیا اشارے کا ملنا تھا کہ راکب و مرکب دونوں باغ کے اندر ایک ہی جست میں جا پہنچے افسوس کہ شیر دل ابو دجانہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خالد کے پہنچنے سے پیشتر ہی جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے ہی میلمہ کا ایک مشہور پہلوان جھپٹا۔ مگر خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی خداداد چستی و چالاکی سے فوراً اس کو زمین پر دے پٹخا اور گھوڑے سے اُتر کر اس کی چھاتی پر بیٹھ گئے مخالف نے اپنے تیز حربے سے جو اس کے پاس تھا خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سات کاری زخم لگائے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پہلوان کو بالآخر واصل جہنم کر دیا مگر خود گھوڑے پر سوار ہونا چاہتے تھے کہ ہجوم اور شور وغل کی وجہ سے جو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داخل باغ ہونے سے کفار میں پیدا ہو گیا تھا گھوڑا اڑ گیا اور بدک کر بھاگ گیا یوں حضرت خالد پا پیادہ رہ گئے دشمنوں نے ہر طرف سے غلبہ کر لیا لیکن کیا مجال کر کہ خوف و ہراس حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تک پھٹکا ہو۔ وہ جرأت ہمت اور استقلال کے ساتھ تن تنہا ہزاروں کفار کے درمیان ایک بہادر شیر کی طرح مقابلہ کرتے رہے اور ان کے ہر مجموعی حملے کو روکتے ہوئے دروازہ باغ کی طرف پشت کر کے پچھلے پاؤں دروازہ کی طرف آئے اور جونہی دیوار کے قریب پہنچے اپنی خداداد ہمت سے ایک ہی چھلانگ میں باغ سے باہر ہو گئے اور مخالفین انگشت بدنداں رہ گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باہر نکلتے ہی ایک عام ہلّے کا حکم دے دیا اور اپنی ساری طاقت کو دروازہ باغ پر مجتمع کر دیا اور دروازے کو توڑنا شروع کیا اور اس تائید الٰہی کے باعث جو پہاڑوں کو لمحوں میں ریزہ ریزہ کر سکتی ہے آناً فاناً دروازے کو توڑ پھوڑ کر لشکر اسلامیہ باغ میں داخل ہو گیا اور بڑے گھمسان کا آن پڑا مسلمانوں کے سخت محاصرے اور جانبازی کو دیکھ کر کفار گھبرا گئے اور میلمہ سے پوچھنے لگے کہ مسلمانوں کی ایک مٹھی بھر فوج نے جو ہمارے ہزاروں کی تعداد کے مقابلے میں بالکل بے حقیقت ہے ہماری فوجوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے ہزاروں اب تک تلوار کے گھاٹ اتر چکے ہیں اور سینکڑوں اُتر رہے ہیں بیشمار پڑے زخمی کراہ رہے ہیں وہ وقت قریب ہے کہ مسلمان اس باغ کو بھی بذور ہم سے چھین لیں تمہارا وعدہ نصرت ملائک اب کہاں ہے؟ خدا کی مدد کب آئے گی؟ یہاں تو ہماری جان

پر آبنی ہے کیا امداد الٰہی اس وقت آئے گی؟ جبکہ ہماری جانیں لقمۂ اجل ہو چکی ہوں گی لیکن مسیلمہ کذاب ان کے اس یاس انگیز سوال کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا جس سے لوگ اور مایوس ہو گئے اور حوصلہ ہار بیٹھے۔ اب کفار نے باغ سے نکلنے میں پناہ نہ دیکھ کر قلعے کا رخ کیا اور باغ سے نکلنے لگے مسیلمہ بھی لباس تبدیل کر کے باغ سے نکلنے لگا لیکن ایک انصاری مسلمان نے دُور سے پہچان کر حضرت وحشی بن حرب کو جو مشہور حربہ باز تھے اور دروازے پر کھڑے تھے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ یہی مسیلمہ کذاب ہے جانے نہ پائے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اس بات کے سنتے ہی فوراً ایسا تُلا ہوا نیزہ مارہ کہ مسیلمہ وہیں گر کر ڈھیر ہو گیا اور ایک مجاہد صحابیہ حضرت امِّ عمارہ رضی اللہ عنہا نے فوراً مسیلمہ کا سر اپنے بیٹے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی مدد سے کاٹ لیا مرتے وقت مسیلمہ کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے للکار کر کہا کہ زمانہ جاہلیت میں بحالت کفر میں نے خیر الناس حضرت حمزہ عم رسول اللہ ﷺ کو جنگ اُحد میں شہید کر کے داخل جنت کیا تھا اور آج بحالت اسلام شر الناس مسیلمہ کذاب کو جہنم رسید کر رہا ہوں مسیلمہ کے مرتے ہی کفار نے بالکل حوصلہ چھوڑ دیا۔

مسیلمہ کذاب کے محل کے بالائی حصہ سے ایک لڑکی نے چیخ و پکار کرتے ہوئے کہا:

"وا امیر المؤمنین قتلہ العبد الاسود" ہائے افسوس امیر المؤمنین مسیلمہ کو ایک حبشی غلام نے قتل کر دیا اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ بنو حنیفہ کے لوگ جان بچانے کی غرض سے بھاگنے لگے۔

اب مرتدین بھاگ رہے تھے اور مسلمان ان کو قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ پورا علاقہ اور قلعہ صاف ہو گیا قریب تھا کہ یمامہ میں ایک آدمی بھی زندہ نہ بچتا لیکن وہاں کے سنجیدہ لوگوں نے امن کی درخواست کی اور اس طرح ایک بڑے کافر کا بڑا فتنہ جہادِ مقدس کے ذریعہ سے ختم ہوا صحابہ کرام پر اللہ تعالیٰ کی کروڑ ہا رحمتیں ہوں!!!

مسیلمہ کذاب واقعی کذاب ثابت ہوا اب اس کی نبوت تھی نہ خلافت امارت نہ سیادت بلکہ ذِلت کے ساتھ زمین پر پڑا تھا اس معرکہ یمامہ میں اس کے کل ۲۸ ہزار آدمی مارے جا چکے تھے گویا نصف سے زائد فوج ہلاک ہو گئی تھی اور وہ خود بھی واصل جہنم ہو گیا تھا اگرچہ دشمن کا نقصان بے اندازہ ہوا لیکن افسوس کہ لشکر اسلامیہ کو بھی بہت نقصان پہنچا اور اس سے پہلے کسی جنگ میں اس قدر نقصان نہیں پہنچا تھا۔ اس جنگ میں بارہ سو مسلمان جن میں انصار تین سو ساٹھ، مہاجرین تین سو، جن میں کافی بدری صحابی بھی تھے اور عام مسلمان پانچ سو چالیس شہید ہوئے ان سب میں سات سو کے قریب حافظ قرآن تھے چونکہ مجاہدین کے آگے آگے حفاظ کرام ہی قرآن پاک کی یہ آیات مبارکہ

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فرحين بما اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ويستبشرون بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ"

پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیتے فضیلت بیان کرتے اور شوق شہادت میں بیتاب کر کے خود دشمن کے مقابل سینہ سپر ہوتے تھے اس لئے زیادہ تر حفاظ قرآن ہی اس لڑائی میں کام آئے اور انہی کے حوصلے اور جرأت کے باعث یہ خوفناک فتنہ ختم ہوا جس باغ میں مسیلمہ کے لوگ ہلاک ہوئے تھے چونکہ بہت زیادہ اموات ہوئیں اس لئے وہ جگہ حدیقۃ الموت یعنی موت کا باغیچہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے چاہا کہ وہ اس شخص کو دیکھ لیں جس نے بنو حنیفہ کو اس قدر گمراہ اور ہلاک کر کے رکھ دیا ہے چنانچہ آپ نے لاشوں میں مسیلمہ کو تلاش کرنا شروع کر دیا حضرت خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جنگی قیدی ''مجاعہ'' بیڑیوں میں اُٹھتا گرتا آپ کے پیچھے جا رہا تھا جب حضرت خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ''رجال'' کی لاش دیکھی تو فرمایا کہ کیا یہی مسیلمہ ہے تو مجاعہ نے کہا نہیں یہ ''رجال'' ہے پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا گزر محکم بن طفیل کی لاش پر ہوا تو فرمایا کیا یہ مسیلمہ ہے؟ تو ''مجاعہ'' نے کہا نہیں۔ بخدا یہ اس سے اچھا تھا پھر کچھ آگے گئے تو لوگوں نے اور لاشوں کو اُلٹ پُلٹ کر کے نیچے سے مسیلمہ کی لاش لا کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دکھائی آپ نے دیکھا کہ ایک گھٹیا سا آدمی ہے رنگ پیلا ہے اور ناک انتہائی بدصورت ہے تو حضرت خالد نے فرمایا کہ اللہ تم کو ذلیل کرے کہ ایسے حقیر اور بدصورت آدمی کے پیچھے لگ گئے مجاعہ نے کہا کہ بس ایسا ہی ہوا۔

مسیلمہ کذاب کی لاش قریباً ۲۰ ہزار لاشوں میں بڑی تھی اور قیدیوں کا اندازہ لگانا مشکل تھا اس اثنا میں امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام ایک فرمان بھیجا جس میں لکھا تھا کہ اگر خدائے عزیز و برتر مرتدین پر فتح یاب کرے تو بنی حنیفہ میں سے جس قدر افراد بالغ ہو چکے ہوں وہ سب بجرم ارتداد قتل کئے جائیں اور عورتیں اور کم سن لڑکے حراست میں لے لئے جائیں لیکن امیر المؤمنین کا فرمان پہنچنے سے پیشتر حضرت خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک معاہدہ کی تکمیل کر چکے تھے اس بناء پر اس حکم کا نفاذ نہ ہو سکا اور باوجودیکہ یہ معاہدہ دھوکے اور فریب کاری کی اساس پر لکھا گیا تھا لیکن چونکہ عہد کی پابندی مسلمان کا لازمی شعار ہے حضرت خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس معاہدہ کو علی حالہا قائم رکھا۔ ''مجاعہ'' کی تحریک سے بنی حنیفہ کے ساتھ ممتاز افراد و منتخب ہوئے جنہوں نے حضرت خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صلح کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور مسیلمی عقائد سے توبہ کر کے از سرِ نو حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

کئی سال پیشتر مرزائیوں نے افغانستان میں عبداللطیف مرتد کی سنگباری پر یہ کہتے ہوئے بڑا اودھم مچایا تھا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں لیکن مرزائی اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مانتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ آپ کے اس حکم کو دلیل راہ بنائیں۔

اس معرکہ حق و باطل میں جس طرح خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند گرامی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ

شریک ہوئے اسی طرح خلیفہ ثانی امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے جب لشکر اسلام مظفر و منصور ہو کر مدینہ منورہ واپس آیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم سے ملاقات کی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: یہ کیا بات ہے کہ تمہارا چچا حضرت زید بن خطاب تو شہید ہو اور تم زندہ رہو۔تم زید رضی اللہ عنہ سے پہلے کیوں نہ مارے گئے؟ کیا تمہیں شہادت کا شوق نہ تھا؟'' جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''اے والد محترم! چچا جان اور میں دونوں نے حق تعالیٰ سے شہادت کی درخواست کی تھی۔ان کی دعا مستجاب ہوئی لیکن میں اس سعادت سے محروم رہا حالانکہ چچا جان کی طرح، میں نے بھی حصولِ شہادت کے لئے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔

جنگ یمامہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جو اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم شہید ہوئے،ابن اثیر نے ان میں سے مندرجہ ذیل حضرات کے اسمائے گرامی قلمبند کئے ہیں:

- حضرت عباد بن بشر انصاری اشہلی (جو غزوہ بدر اور دوسرے غزوات میں شریک تھے)
- حضرت عبادۃ بن حارث انصاری (جو جنگ اُحد میں شریک تھے)
- حضرت عمیر بن اوس (شریک اُحد)
- حضرت عامر بن ثابت بن مسلمہ انصاری۔
- حضرت عمارہ بن حزم انصاری (جو غزوۂ بدر شریک تھے)
- حضرت علی بن عبداللہ ابن حارث۔
- حضرت عائذ بن ماعص انصاری۔
- حضرت فروہ بن نعمان (جو جنگ اُحد میں شریک تھے)
- حضرت قیس بن حارث بن عدی انصاری (شریک جنگ اُحد)
- حضرت سعد بن حماز انصاری (شریک غزوۂ اُحد)
- ابودُجانہ حضرت سماک بن خرشہ ساعدی انصاری بدری۔
- حضرت سلمہ بن مسعود ابن سنان انصاری۔
- حضرت سائب بن عثمان بن مظعون (جو مہاجرین حبش میں داخل اور جنگ بدر میں موجود تھے)
- حضرت سائب بن عوام (جو حضرت زبیر کے حقیقی بھائی اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے)
- حضرت طفیل بن عمرو الدوسی (شریک غزوہ خیبر)

- حضرت زرارہ بن قیس انصاری۔
- حضرت مالک بن عمرو سلمی بدری۔
- حضرت مالک بن امیہ سلمی بدری۔
- حضرت مالک بن عوس ابن عتیک انصاری (جو اُحد میں شریک تھے)
- حضرت معن بن عدی (جو بیعت عقبہ اور بدر وغیرہ غزوات میں شریک تھے)
- حضرت مسعود بن سنان اسود (شریک غزوہ اُحد)
- حضرت نعمان بن عصر بدری۔
- حضرت صفوان۔
- حضرت مالک عمرو اسلمی کے بیٹے (جو بدری تھے)
- حضرت عبداللہ بن حارث سہمی۔
- حضرت عبداللہ بن مخزمہ بن عبدالعزیٰ (جو بدر وغیرہ غزوات میں شریک تھے)
- حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول (مشہور مناق کے بیٹے جو بدری تھے)
- حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری بدری۔
- حضرت شجاع بن ابی وہب اسدی بدری۔
- حضرت ہریم بن عبداللہ مطلبی قرشی
- حضرت جنادہ (حضرت ہریم کے بھائی)
- حضرت ولید بن عبدشمس بن مغیرہ مخزومی (جو خالد کے عم زاد بھائی تھے)
- حضرت ورقہ بن اساس بن عمرو انصاری بدری۔
- حضرت یزید بن اوس (جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے)
- حضرت ابوحبہ بن غزیہ انصاری (جو اُحد میں موجود تھے)
- حضرت ابوعقیل بلوی بدری۔
- حضرت ابوقیس بن حارث سہمی (جو مہاجرین حبش میں داخل اور جنگ اُحد میں شریک تھے)
- حضرت یزید بن ثابت (جو زید بن ثابت انصاری کے بھائی تھے۔) رضی اللہ تعالیٰ عنہم [1]

---

[1] فتنہ ارتداد اور جہاد فی سبیل اللہ از حضرت مولانا فضل محمد۔

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی کتنی بڑی جماعت جھوٹے مدعی نبوت سے مقابلہ کے لئے میدان میں آئی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ وقت کی نزاکت کا خیال کیا، نہ مسلمانوں کی بے سروسامانی کا، اور نہ اس جماعت کے نماز، روزہ، حج، تلاوت یا دیگر احکام اسلامی ادا کرنے سے دھوکا کھایا۔انہوں نے محض اس بات پر جہاد کیا کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبوت کا ہر مدعی کذاب، مرتد اور واجب القتل ہے اور اس کی سرکوبی ہر مسلمان کا اولین فریضہ ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی بھی شخص کا دعویٰ نبوت خواہ کسی بھی تاویل سے ہو۔۔۔اس کی کتنی ہی بڑی جماعت کیوں نہ ہو۔۔۔اس کے پیروکار ظاہری شکل وصورت سے کتنے ہی ''اسلامی'' کیوں نہ ہو۔۔۔خواہ وہ زبان سے کلمہ پڑھتے ہوں۔۔۔تمام اسلامی شعائر کی پابندی کرتے ہو۔۔۔ان سب کو کافر، مرتد اور واجب القتل قرار دیا جانا قرآن سنت اور اجماعِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سبب عین درست اور نہایت ضروری ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا اِمروز
چراغ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شرار بو لہبی [1]

اسلام اور کفر کے مابین ہونے والے معرکوں میں واحد معرکہ ہے جو عقیدۂ رسالت وختم نبوت کے تحفظ کے لئے بپا ہوا اور امتیاز یہ ہے کہ واحد اور پہلا معرکہ ہے جس میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اوّل کی ہدایات پر دشمن کے ٹھکانے پر جا کر جنگ لڑ رہے ہیں ورنہ دشمن پہل کرتا تھا اور کہیں باہر نکل کر جنگ ہوتی تھی۔جنگ یمامہ پہلی جنگ ہے جو دشمن کے دروازے پر جا کر لڑی گئی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال کے مطابق اس سے قبل ایسی سخت جنگ نہیں ہوئی۔

دوسرا غور طلب پہلو یہ ہے کہ سرکارِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خداوندِ لم یزل نے اوصاف وکمالات بے بہا جو عطا فرمائے۔جیسے علم غیب، نورانیت مصطفیٰ، حاضر وناظر وغیرہا ان شانوں میں سے تاریخ اسلام میں ایسی کوئی شان ختمِ نبوت کے سوا نہیں جس کے لئے معرکہ بپا ہوا ہو ان مبادیات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تربیت دین اور فیض ختم نبوت سے ان اولوا العزم ہستیوں کے دلوں ودماغ میں تحفظ ختم نبوت کی اہمیت وحساسیت کس قدر تھی کہ تحفظ ختم نبوت کے لئے تن من دھن سب قربان کردیا۔

تحفظ ختم نبوت کی پہلی لڑی جانے والی جنگ یمامہ کے جرنیل اعظم سیف اللہ المسلول، جلیل القدر صحابی رسول حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں ہمارے بزرگوار، اہلسنت کے عظیم محقق ومصنف محبی ومشفقی

---

[1] محمد متین خالد، تحفظ ختم نبوت اہمیت وفضیلت، علم وعرفان پبلشرز اردو بازار لاہور، سن اشاعت ۲۰۱۲،

علامہ غلام مصطفےٰ مجددی (شکرگڑھ) نے ہدیۂ منقبت عرض کیا ہے اس پر اپنے مضمون کو مکمل کرتے ہیں۔[1]

دین حق کی شان خالد بن ولید — تیغۂ رحمان خالد بن ولید
آج بھی شاہد عراق و شام ہیں — فاتح میدان خالد بن ولید
صاحب شمشیر حق بطل جلیل — عشق کا سلطان خالد بن ولید
حافظِ ناموسِ محبوب خدا — پیکر ایمان خالد بن ولید
رزم دنیا میں وفا کے مرحلے — کر گیا آسان خالد بن ولید
جس کو سیف اللہ آقا نے کہا — فتح کی برھان خالد بن ولید
حضرت صدیق کے دِل کا سکون — صدق کی پہچان خالد بن ولید
دین کی خاطر رہا جو سر بکف — ہاں وہ ہے ذیشان خالد بن ولید
جوش کا ہمت کا اور اسلام کا — ہے سر و سامان خالد بن ولید
میں غلامِ آل و اصحابِ رسول — کیوں نہ ہو پھر جان خالد بن ولید

□□□

---

[1] تحفظ ختم نبوت کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جانبازیوں، جنگ یمامہ میں تاجِ ختم نبوت کی حفاظت پر جان دینے والے غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کے اسماء مبارکہ، جدید و قدیم منکرین ختم نبوت کا مکروہ چہرہ و دیگر حالات کے مطالعہ کے لئے تازہ شائع شدہ کتب میں مشفقی، قاطع قادیانیت محمد متین خالد حفظہ اللہ تعالیٰ کا کتابچہ ''رزمِ حق و باطل'' اور کتاب ''تحفظ ختم نبوت اہمیت و فضیلت''، مولانا برق التوحیدی کی ''تحریک ختم نبوت اوّلین نقوش'' اور مصنف تفسیر ناموسِ رسالت و تفسیر ناموسِ صحابہ و تفسیر ختم نبوت محترم مفتی ضیاء احمد قادری رضوی زید اقبالہ کی ''اذانِ یمامہ'' زبردست کاوشیں ہیں۔ ضرور مطالعہ فرمایئے!!!

باب دوم:

اہل اللہ کی اوّلین پیشگوئیاں

اہل اللہ کے نورِ فراست کی چند جھلکیاں:

معزز قارئین! اس موضوع پر چیدہ چیدہ حوالہ جات بعض کتب میں پائے جاتے ہیں لیکن اہل اللہ کی ان پیش گوئیوں پر مستقل کتاب بزرگ قلمکار محقق ختم نبوت سید صابر حسین شاہ بخاری کی ''اولیائے ربانی اور فتنہ قادیانی'' ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے اور فقیر پرتقصیر کی کاوش ''پیش گوئیاں'' ۲۰۶ صفحات پر محیط ہے جس کا موضوع یہی ہے۔ یہاں اوّلین پیش گوئیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے چند عرض کرتا ہوں:

۱۔ حضرت سید حسن شاہ قادری بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں لکھا ہے:

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مرزا غلام مرتضیٰ (مرزا قادیانی کا باپ) اپنے لڑکے ''غلام احمد'' کو لے کر حاضر خدمت ہوا اور حضرت سے نصیحت اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا کہ مسلک اہل سنت و جماعت سے روابط رکھنا، مرزا غلام مرتضیٰ کے چلے جانے کے بعد آپ نے فرمایا: یہ لڑکا (غلام احمد قادیانی) گمراہی کا راستہ اختیار کرے گا۔[1]

۲۔ مولانا پیر حسن شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں مرزا قادیانی ایک روز حاضر ہوا تو حضرت صاحب نے اسے ہدایت فرمائی کہ:

''عقیدۂ اہل سنت و جماعت پر ثابت قدم رہنا، خواہشاتِ نفسانیہ اور ہوائے شیطانیہ کا غلام نہ بن جانا، جب یہ کلام حافظ عبدالوہاب صاحب جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مرید اور یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر تھے نے سنا تو عرض کی حضور آپ نے جس طرح ہدایت فرمائی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ ارشاد فرمایا: ''کچھ مدت بعد اس شخص غلام احمد کا دماغ خراب ہو جائے گا اور یہ نبوت کا دعویٰ کرے گا کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ کی عطا سے معلوم ہوا ہے کہ قادیان سے قرن شیطان کا ظہور ہوگا اور وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا۔'' اس پیشین گوئی کے ۳۶ سال بعد مسیحیت اور نبوت کا دعویٰ اُگل دیا۔''[2]

---

[1] اللہ وسایا، مولانا، دروس و بیانات ختم نبوت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، اکتوبر 2015ء، ص ۱۸۳

[2] طاہر عبدالرزاق، شاہراہِ عشق کے مسافر، ص ۹۹

۳۔ مولوی محبوب عالم ''صحیفہ محبوب'' میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میں تو مرزا قادیانی کو جانتا ہوں آپ کے نزدیک وہ شخص کیسا ہے؟ ان دنوں مرزا صاحب کا دعوی مجددیت و مہدویت سے متجاوز نہ ہوا تھا خواجہ صاحب نے فرمایا:

''ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ میں گویا کوتوال کی حیثیت سے شہر لاہور کا گشت کر رہا ہوں ایک مقام پر مرزا قادیانی کو دیکھا کہ کانٹوں اور گندگی میں پڑا ہے میں نے اس کے ہاتھ کو جنبش دی اور ڈانٹ کر کہا تیرے پاس مجددیت اور مہدویت کا کیا ثبوت ہے؟ وہ اُداس اور غم زدہ دکھائی دیتا تھا میرے سوال کا کچھ جواب نہ دے سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے کوئی عمل کیا تھا مگر پھر کسی بد پرہیزی کی وجہ سے اُس عمل سے گر گیا۔ مولوی محبوب عالم لکھتے ہیں کہ یہ تو میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ اس کے اکثر خط خواجہ توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا کرتے تھے جن کا معمول یہ تھا کہ ''حضور میرے حق میں دعا فرمائیں'' خط کے سنتے ہی خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر غصہ مارے شکن پڑ جاتے تھے مگر ضبط کر کے خاموش ہو جاتے۔''[۱]

۴۔ حضرت خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ چورہ شریف والے اور حضرت باباجی حضرت محمد خان رحمۃ اللہ علیہ باولی شریف سیالکوٹ میں ایک دفعہ تشریف لے گئے۔ سیالکوٹ میں اس وقت مرزا غلام احمد جو بعد میں ''مرزا غلام احمد قادیانی'' کے نام سے مشہور ہوا، ایک معمولی کلرک تھا۔ حضرت خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ مجھے بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا:

کل آؤ، کل گیا پھر فرمایا کل آؤ۔ تیسرے دن گیا آپ نے باباجی (خواجہ محمد خان عالم) کو فرمایا کہ آپ اسے بیعت فرمالیں آپ نے ان کے حکم کے مطابق بیعت کیا مگر فرمانے لگے ''اس شخص کے سینے میں ایمان کی خوشبو نہیں اس میں بے دینی کی بو آتی ہے یہ آدمی بیعت کے لائق نہیں تھا۔'' باباجی نے اسے جب بیعت کے بعد توجہ دی تو مرزا نے قے کر دی۔ پھر مرزا کو آپ کے حضور پیش کیا گیا تو (یعنی خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ چوراہی) نے فرمایا: میں نے تو کوئی فرق نہیں رکھا مگر اس کے اندر رب کا نام نہیں سماتا۔[۲]

۵۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے عقائد کی تشہیر شروع کی تو خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جگہ بیٹھ کر نہایت سختی سے تردید فرمائی اور کوشش کی کہ مسلمانوں کا دینی احساس بیدار ہو جائے تاکہ اس قسم کی گمراہ کن تحریکوں سے متاثر نہ ہوں۔ حالانکہ ابھی تک مرزا نے نبوت کا دعوی نہیں کیا تھا۔[۳]

۱۔ دلاوری، ابوالقاسم رفیق، مولانا، رئیس قادیان، ص ۳۹۲

۲۔ نقشبندی، علیم الدین، مفتی، آفتاب مشائخ، سلطانیہ پبلی کیشنز، جہلم 2014ء، ص ۲۵۳

۳۔ قادری، عبدالحکیم شرف، علامہ، تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۷۲

۶۔ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں مرزا قادیانی نے سر اُٹھایا۔آپ نے پورے ملک کے مریدوں کو مراسلے جاری کئے ۔خصوصاً متحدہ پنجاب میں مرزا کی ایسی تردید کی کہ مرزا قادیانی کا گھیرا تنگ کر دیا۔

مرزا قادیانی کی طوفانِ بدتمیزی کے سامنے آپ نے اپنی جرأت سے ایسا بند تعمیر کیا کہ جس سے پوری ملت اسلامیہ محفوظ ہوگئی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب مرزا قادیانی نے دعوی نبوت کیا آپ بیماری کے باعث صاحب فراش تھے مگر یہ منحوس خبر سن کر بستر مرگ سے یوں اُٹھے جیسے سویا ہوا شیر انگڑائی لیتا ہے۔ پھر عمر بھر اس فتنہ کی تردید میں نبرد آزما رہے۔[1]

۷۔ امام اہل عالم باعمل مفتی غلام دستگیر محدث قصوری وہ شخصیت ہیں جنہوں نے سب سے اوّل مرزا غلام قادیانی کے درپردہ دعوی نبوت کو جانا اور اس پر سب سے پہلے عربی و اردو زبان میں فتوی تحریر کیا اور علمائے پنجاب و حرمین شریفین سے تائیدات حاصل کی۔آپ صوفی باصفا بھی تھے،آپ مرزا قادیانی کے متعلق لکھتے ہیں:

عبدہ الحقیر محمد ابوعبدالرحمن فقیر غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری برادرانِ دین اسلام کی خدمت میں اعلام کرتا ہے کہ فقیر ابتداً 1302ھ مقدسہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو دنیا پرست اور دین فروش جانتا ہے۔[2]

۸۔ قادیان کے قریب ہی ایک گاؤں "جسانیاں" ہے اس میں ایک قدیم بزرگ سید بدرالدین گیلانی (جسانیاں) کا مزار شریف ہے۔اس مزار شریف پر ختم نبوت متعلق آیات واحادیث لکھی ہوئی ہیں۔

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔"[3]

اور حدیث پاک:

"انا خاتم النبیین لانبی بعدی۔۔۔ لوکان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب۔۔۔ الخ"

اس سے محسوس ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے پیدا ہونے سے پہلے یہ بات منکشف ہوئی تھی کہ اس علاقہ میں کوئی کذاب نبوت کا دعوی کرے گا۔اُس بزرگ نے اس زمانہ میں اس کی (پیشگوئی) کے طور پر برملا اظہار کیا۔ چنانچہ اس کے ثبوت کے طور پر اُن کی وفات کے بعد ان کے مزارِ مبارک پر ختم نبوت کے مضمون کی آیات واحادیث کندہ کر دی گئیں۔[4]

---

[1] اللہ وسایا،مولانا،ایمان پرور یادیں،ص ۲۳

[2] دلاوری،ابوالقاسم رفیق،مولانا،رئیس قادیان،ص ۳۹۲

[3] سورۃ الاحزاب،پارہ22،آیت نمبر 40

[4] اللہ وسایا،مولانا،دروس وبیانات ختم نبوت،عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت،اکتوبر 2015ء،ص 3

حضرت پیر سید بڈھن شاہ کلانوری رحمۃ اللہ علیہ (م 1272ھ/ 1856ء)

حضرت پیر سید بڈھن شاہ کلانوری رحمۃ اللہ علیہ (م 1272ھ/ 1856ء) خاندان سادات چشتی ترمذی سے ہیں۔ حضرت سیدنا پیر سید امام علی الحسینی نقشبندی مجددی مکان شریفی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ ہیں۔ آپ نہ صرف فنافی الشیخ بلکہ سرمست بادۂ الست تھے، اکثر حالت استغراق میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ قادیان تشریف لے گئے جہاں اب مرزا صاحب کے مکانات ہیں، یہ جگہ اس وقت سفید تھی، آپ وہاں خیمہ زن ہوئے۔ ہمیشہ سے درودِ خضری آپ کا معمول تھا مگر وہاں آپ نے فرمایا کہ درودِ خضری کی بجائے آج ''صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَسَلَّمْ'' پڑھو۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ اس جگہ سے شیطان کا سینگ (شاخ شیطان) پیدا ہوگا۔ اس کی بدبو آرہی ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے چالیس سال بعد مرزا قادیانی کا ظہور ہوا۔ ایک دفعہ قادیان کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وظیفہ کے لئے التجا کی، فرمایا! لاحول پڑھا کرو، عرض کرنے پر ارشاد فرمایا کہ قادیان سے شیطان کا ایک سینگ ظاہر ہونے والا ہے۔

ایک کامل کی ایک عرصہ پہلے پیشین گوئی اہل بصیرت کے لئے ابطال مرزا کے لئے کافی ہے۔ [1]

حضرت مولانا قاری محمد عبدالرحمن محدث انصاری پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (1314ھ/ 1896ء)

حضرت مولانا قاری محمد عبدالرحمن محدث انصاری پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (1314ھ/ 1896ء) کو فن حدیث، فقہ اور قرأت میں شہرت عام حاصل تھی۔ آپ نے اپنی زندگی قرآن پاک اور حدیث پاک کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی۔ آپ کے سوانح نگار مولانا قاری محمد عبدالحکیم انصاری لکھتے ہیں:

جناب مرزا غلام احمد قادیانی دعویٰ نبوت سے پہلے اشاعت اسلام اور ابطال مسیحیت کا کام بڑے زوروں سے کر رہے تھے۔ اس وقت مرزا صاحب کے تبلیغی کاموں کو بالعموم سراہا جاتا تھا۔ حضرت کو ضعف پیری زیادہ ہوگیا تو اکثر کتابیں عم محترم عبدالسلام صاحب سے سنا کرتے تھے۔ ایک روز جناب مرزا صاحب کی سب سے پہلی اور مشہور تصنیف ''براہین احمدیہ'' مولانا نے حضرت کو سنائی، اس کتاب کے جستہ جستہ مقامات سن کر آپ نے فرمایا! ''آگے چل کر یہ شخص نبوت کا دعوی کرے گا حالانکہ اس وقت تک مرزا قادیانی دعوی نبوت سے صریح الفاظ میں انکار کرتے تھے، لیکن واقعاتِ آئندہ نے حضرت کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ثابت کر دی۔ [2]

---

[1] بخاری، صابر حسین شاہ، سید، اولیائے ربانی اور فتنہ قادیانی ص ۱۵

[2] بخاری، صابر حسین شاہ، سید، اولیائے ربانی اور فتنہ قادیانی ص ۱۶

حضرت خواجہ معظم الدین مرولوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1325ھ/ 1907ء)

قدوۃ السالکین حضرت خواجہ معظم الدین مرولوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) عالم فاضل اور عارف تھے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور اُن کے اولین خلفاء میں نہایت نمایاں تھے۔ آپ کے ایک مرید جب قادیان گئے اور لاعلمی میں مرزا قادیانی کے ہاں رات گزارنے کے لئے ٹھہرے تو آپ نے اپنے اُس مرید صادق کے ایمان کی حفاظت فرمائی اور اُن کو فوراً مرزا کے چنگل سے آزاد فرمایا اور دوسری جگہ رات گزارنے کا بندوبست بھی فرمایا۔ یہ ایمان افروز واقعہ اسی مرید کی زبانی ملاحظہ فرمایئے:

''مولوی قائم دین راوی ہیں کہ میں کسی کام سے قادیان چلا گیا۔ سخت سردی تھی اور عشاء کا وقت تھا۔ واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے مجبور ہو کر مرزا غلام احمد کے گھر چلا گیا۔ وہاں میری بہت خاطر مدارت کی گئی۔ میں نے کہا کہ پہلے مجھے بستر لادیں کہ بہت سردی ہے، پھر کھانا موجود ہو تو لا دیں۔ مرزا کے خادم نے فوراً مجھے اعلیٰ بستر لادیا۔ میں اتنا تھکا ہوا تھا کہ بستر پر لیٹتے ہی میری آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مرولوی سامنے تشریف لارہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ تُو ان موذیوں میں کیسے پھنس گیا، اُٹھ اور باہر نکل، بھاگ سامنے اس ڈیرے پر میں نے خواب سمجھ کر ٹال دیا لیکن پھر تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ حضرت میرے سامنے کھڑے ہیں۔ میں چارپائی سے اُتر کر باہر نکل آیا اور یوں ہی کسی سمت منہ کر کے چلنے لگا۔ سامنے ایک شخص چراغ لیے آرہا تھا۔ اُس نے کہا: مولوی قائم دین تمہارا نام ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں اُس نے کہا: آج کی رات تم میرے مہمان ہو، میں نے کہا: تمہارے ساتھ میری جان پہچان نہیں۔ اُس نے کہا: ابھی ابھی حضرت مرولوی میرے پاس آئے تھے میں نے اُن سے بیعت کی ہے، انہوں نے مجھے تمہارا نام اور حلیہ بتا کر تاکید کی ہے کہ تم مولوی قائم دین کو رات بھر اپنے پاس ٹھہراؤ اور اسے مرزا کے مکان سے لینے جاؤ تمہارے وہاں پہنچنے تک میں مولوی صاحب کو جگا دوں گا۔[1]

حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ (م 1347ھ/ 1928ء)

حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ (م 1347ھ/ 1928ء) ایک مردِ حقانی قطب ربانی اور تصرفات و کرامات میں لاثانی تھے۔ ظاہری و باطنی علوم میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ کی خدمت میں ایک شخص مرزا قادیانی کے بارے میں نیک خواہشات لے کر حاضر ہوا تو اُس پر کیا گزری؟ پیر کرم شاہ صاحب سکنہ بھوین فلال نزد حافظ آباد اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین باصفا میں سے تھے، انہوں نے چودھری نور احمد

---

[1] بخاری، صابر حسین شاہ، سید، اولیائے ربانی اور فتنہ قادیانی ص ۳۱

مقبول نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ آنکھوں دیکھا منظریوں بیان فرمایا:

''ایک زمیندار مردان علی نامی صاحب ثروت تھا۔مگر بڑا آزاد خیال نیچری قسم کے اعتقادات رکھتا تھا۔ مرزائیت کی طرف مائل تھا اور وقتاً فوقتاً قادیان بھی جایا کرتا تھا۔ایک بار کسی شخص کے ساتھ اعلیٰ حضرت (شرقپوری) کی خدمت میں ایک مسئلہ لے کر حاضر ہوا۔اُس کی نیت یہ تھی کہ اگر اعلیٰ حضرت شرقپوری سے بھی یہ عقدہ حل نہ ہوا تو قادیان جا کر مرزا غلام احمد کی بیعت کرلوں گا۔پیر کرم شاہ صاحب (سکنہ بھوییں) کا بیان ہے کہ وہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صرف ایک ہی نگاہ سے اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا اور اپنی زبان سے کہنے لگا:''مرزا جھوٹا،مرزا جھوٹا،مرزا جھوٹا''۔اس اقرار کے بعد جب وہ اپنے آپے میں آیا تو فوراً اپنے خیالاتِ فاسدہ سے تائب ہوا۔اللہ اکبر!

مرزا قادیانی کے بارے میں آپ کا ایک واقعہ مولانا اللہ وسایا صاحب دیوبندی یوں احاطۂ تحریر میں لاتے ہیں:

حضرت مولانا میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ مراقبہ کیا اور دیکھا کہ مرزا قادیانی کی شکل قبر میں باوَلے کتے کی ہے اور باوَلے پن کا اُس پر دَورہ پڑا ہوا ہے،اُس کا منہ دُم کی طرف ہے،بھونک رہا ہے اور گول چکر کاٹ رہا ہے،منہ سے پانی نکل رہا ہے اور بار بار اپنی دُم اور ٹانگوں کو کاٹتا ہے۔اس کشف کا فقیر نے ایک بزرگ کے سامنے ذکر کیا،فوراً تڑپ اُٹھے،فرمایا:خدا گواہ ہے واقعتاً یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے،واقعتاً مرزا کی حقیقت ایسی ہی ہونی چاہیے۔[1]

حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1356ھ/ 1937ء)

زبدۃ المحققین رئیس العارفین حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1356ھ/ 1937ء) کا نام صوفیائے پنجاب میں نہایت روشن اور نمایاں ہے۔آپ مرد کامل،عالم،فاضل،بے مثال فقیہ و متکلم اور قادر الکلام شاعر ہیں۔فتنۂ قادیانیت کے خلاف علمی و عملی کام کرنے والے علماء و مشائخ میں ممتاز و نمایاں طور پر آپ سامنے آئے اور چھا گئے۔یہاں آپ کے صرف وہ چند مکاشفات و مشاہدات پیش کئے جاتے ہیں جن کا تعلق فتنۂ قادیانیت سے ہے۔قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک خود نوشتہ یادداشت میں فرماتے ہیں:

۱۔ جن دنوں مرزا غلام احمد قادیانی نے بظاہر تحقیق حق کی غرض سے اشتہارات کے ذریعہ دعوت دی تھی اور میں اسے منظور کرنے کا ارادہ کر رہا تھا مجھے اس نعمت عظمیٰ کا شرف حاصل ہوا۔میں اپنے حجرہ میں بحالت بیداری

---

[1] بخاری،صابر حسین شاہ،سید،اولیائے ربانی اور فتنہ قادیانی،ص ۳۹

آنکھیں بند کئے تنہا بیٹھا تھا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ قعدہ کی حالت میں جلوس فرما ہیں اور یہ عاصی بھی چار بالشت کے فاصلہ پر اسی حالت میں باادب تمام شیخ کی خدمت میں مرید کی حاضری کی طرح بالمقابل بیٹھا ہے اور غلام احمد اس جگہ سے دُور مشرق کی طرف منہ ہے اور آنحضرت ﷺ کی طرف پشت کر کے بیٹھا ہے۔ اس رویت کے بعد میں بمع احباب لاہور پہنچا لیکن مرزا اپنے تاکیدی وعدہ سے (بمثل انکار کرنے اور پھر جانے والے پر خدا کی لعنت) پھر گیا اور لاہور نہ آیا۔[1]

۲۔ فاتح قادیان قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "سیف چشتیائی" میں مرزا قادیانی کو جواب دیتے ہوئے دجال کے متعلق اپنے بچپن کا ایک خواب ان الفاظ میں قلمبند فرماتے ہیں:

"ہاں صاحب یہ ہوسکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مومن کو شیطان و دجال وغیرہما من اتباعہما کے دھوکے سے بچانا چاہتا ہے تو بن لکھے پڑھے و بغیر معلم ظاہری کے اس میں علم وجدانی پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ بھی بالاولیٰ اہل علم میں سے شمار ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس نیاز مند علماء و فقراء نے بلوغت سے اوّل جس وقت احادیث دجال کا نام تک بھی نہیں سنا تھا، دجال کو خواب میں مشرقی جانب سے آتا ہوا دیکھا۔ دائیں آنکھ اُس کی پھوٹی ہوئی میں دیکھ رہا تھا۔ اُس نے مجھ کو کہا کہ خدا ایک نہیں، میں سخت غضب ناک ہو کر کہتا تھا کہ مردود شیطان! خدا ایک ہی ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ پھر اُس نے چند قدم میری طرف بڑھ کر میرے پر تلوار کی وار کی پھر اُس کی وار خطا ہو کر تلوار اُس کی زمین پر جا پڑی، پھر وہ پیچھے کو مینڈھے کی طرح انہی قدموں پر ہٹ کر پہلی جگہ کھڑا ہوا، پھر وہی کلمہ اُس نے کہا اور بجواب اُس کے میں نے بھی وہی کہا جو پہلے کہا تھا، پھر اُس نے دوبارہ میرے گلے پر تلوار کا وار کیا پھر وہ خطا ہو کر زمین پر جا پڑی۔ تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا بلکہ آخری دفعہ تو تلوار کا قبضہ اُس کے ہاتھ میں رہا اور تلوار قبضہ سے نکل کر زمین پر جا پڑی۔ ان تین نوبتوں پر بغیر اس کے کہ میں نے سر کو خم کیا ہو، تلوار اُس کی میرے سر کے اوپر سے گزرتی رہی۔ اب خیال فرمایئے کہ اس بچپن کی حالت میں مجھے کس نے بتلایا کہ یہ دجال ہے اور کس نے مجھ کو ایسی سہم گیں حالت میں خائف نہ ہونے دیا اور کس نے میرے منہ سے تین دفعہ توحید کی شہادت دلائی اور کس نے باوجود اُس کے کہ اس نے میرے گلے ہی کو نشانہ بنایا تھا اور میں نے سر کو ذرا خم بھی نہیں ہونے دیا تھا تلوار کو سر کے اوپر سے گزار کر زمین پر مارا۔"[2]

---

[1] سیف چشتیائی، مہر منیر

[2] بخاری، صابر حسین شاہ، سید، اولیائے ربانی اور فتنہ قادیانی ص ۴۵

صوفی باصفا حضرت سید نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ

صوفی باصفا حضرت سید نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ صف اوّل کے درویش اور صاحب علم لدنی تھے۔آپ نے مستقبل میں پیش آنے والے انقلاباتِ زمانہ پر دو ہزار کے قریب اشعار فارسی زبان میں صفحہ قرطاس پر لائے۔ان میں اہم واقعات کے بارے میں پیشین گوئیاں فرمائیں جو حرف بحرف پوری ہوتی جا رہی ہیں۔

برطانوی حکومت کے متعلق آپ نے اپنے قصیدہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ ''ہند میں نصاریٰ کی حکومت سو سال سے آگے نہیں جائے گی۔'' یہ سن کر لارڈ کرزن گھبرایا اور آپ کے اس قصیدہ کی اشاعت پر پابندی لگا دی۔پہلی جنگ عظیم کے موقع پر اس کی اشاعت ممنوع قرار دی گئی۔پابندی اور ممانعت کے باوجود آپ کے قصیدے کے الہامی اشعار لوگوں کے دلوں میں محفوظ رہے۔حضرت سید شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے الہامی قصیدہ میں فتنہ قادیان کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں کافی عرصہ پہلے مسلمانوں کو یوں خبردار فرمایا تھا:

دو کس بنام احمد گمراہ کنند بے حد
سازند دے خود تفسیر فی القرآنہ

یعنی دو ایسے اشخاص جن کے ناموں میں ''احمد'' ہوگا وہ اپنی رائے اور تاویلات سے قرآنی آیات کی ایسی تشریح اور تفسیر کریں گے کہ مسلمان گمراہ ہو جائیں گے۔یقیناً اس شعر میں ایک مرزا غلام احمد اور دوسرا غلام احمد پرویز کی جانب اشارہ ہے۔[1]

□□□

---

[1] بخاری، صابر حسین شاہ، سید، اولیائے ربانی اور فتنہ قادیانی ص ۷۶

ردقادیانیت پراوّلین اُردوکتاب

مولانا غلام دستگیر ہاشمی قریشی صدیقی ابن مولانا حسن بخش صدیقی محلہ چلہ بیبیاں اندرون موچی دروازہ لاہور میں پیدا ہوئے اور حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم و معارف کے دریا دامن مراد میں سمیٹے۔ مولانا غلام دستگیر کو حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کا شاگرد، خواہر زادہ، داماد، مرید با صفا اور خلیفہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ۱۸۹۰ء میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔

تبلیغ اسلام اور مخالفین اسلام کی سرکوبی میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں کوئی مناظر آپ کا ہمسر نہ تھا۔ مناظرہ بہاولپور وہ یادگار مناظرہ ہے جس میں آپ کو مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے مقابلہ میں زبردست کامیابی ہوئی۔ سلسلہ نقشبندیہ میں ہزارہا افراد آپ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے،[1] آپ نے تمام عمر تبلیغ و تلقین میں صرف فرمائی، فرقہائے باطلہ اور مذاہب فاسدہ کی تردید میں متعدد محققانہ کتابیں لکھیں اور شائع کر کے مفت تقسیم کیں۔[2]

اہل اللہ سے عقیدت:

مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی بے پناہ مصروفیتوں کے باوجود اہل اللہ سے بڑی عقیدت کا مظاہرہ کیا کرتے تھے جہاں کوئی صاحب نظر دیکھا، پابرہنہ پہنچے اور زانوئے ادب تہہ کیا۔ حضرت مخدوم علی الہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ پاکپتن، دربار عالیہ چاچڑاں شریف، اوچ شریف اور ملک کے دوسرے مزارات پر آپ اہتمام سے حاضری دیتے۔

اولاد واخلاف:

آپ کے ایک صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہی کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ بڑے پارسا، عابد اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ علم میں یکتائے روزگار مانے جاتے تھے۔ نام و نمائش سے گریزاں

---

[1] پنجابی زبان میں قرآن کریم کی منظوم تفسیر لکھنے والے بزرگ مولانا نبی بخش حلوائی (مدفون جامع مسجد کوتوالی حنفیہ کوتوالی، لاہور) آپ کے مرید صادق تھے۔

[2] قادری، عبدالحکیم شرف، علامہ، تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۳۰۸

تھے۔ان کے دوسرے صاجزادے مولانا غلام ابوبکر بھی اپنے والدمحترم کی طرح بڑے زاہد وعابد تھے۔اُن کا مزار موضع رتیکے تحصیل منچن آباد بہاولنگر میں ہے۔جہاں آپ کے صاجزادے مولانا محمد اشرف ایک عرصہ سجادہ نشین رہے اور ۱۹۷۲ء میں واصل بحق ہوئے۔مولانا غلام دستگیر قصوری کے عقیدت مند بہاولپور ڈویژن میں ہزاروں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک صاجزادی ہاجرہ بیگم مرحومہ سید وزیر علی (المتوفی ۱۹۰۰ء) والد جناب سید مراتب علی شاہ رئیس اعظم لاہور کی بیوی تھیں۔جن کے بطن سے چار بچے سید علی اکبر، سید اصغر علی، سید صفدر علی، سیدہ منور بیگم پیدا ہوئے۔

یہ وضاحت ہمیں اس لئے ضروری محسوس ہوتی کہ مرزائی اپنی تحریروں میں یہ تاثر دیتے ہیں کہ مولوی غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ ہمارے مرزا قادیانی کی بددعا سے بے اولاد تھے۔[1]

مولانا غلام دستگیر قصوری نے ایک طرف مرزا کے خلاف سارے پنجاب کے علماء کو بیدار کیا دوسری طرف بے شمار اشتہارات اور پمفلٹ چھپوا کر امرتسر، لدھیانہ، قادیان، قصور اور لاہور میں تقسیم کئے ان تحریروں میں آپ نے مرزا کے ہر دعوی کا قرآن و احادیث کی روشنی میں رد کیا اور اس کے ایک ایک جھوٹے دعوے کا تعاقب کیا آپ نے صحابہ کرام کے اقوال، مشاہیر امت کی تصانیف اور علمائے اہلسنت کی کتابوں سے بے شمار دلائل مرتب کر کے اشتہار تیار کئے اور عوام میں تقسیم کئے۔

آپ نے اُس وقت کے مقتدر اہلسنت کا ایک وفد تیار کیا اور قادیان جا پہنچے۔اس وفد میں حکیم غلام محمد خاں ڈپٹی انسپکٹر قصور، عبدالقادر ایڈووکیٹ، حافظ وہاب الدین مدرس عربی قصور، فضل دین مدرس فارسی قصور، حافظ محمد عبدالحق قصوری غلام حسین میونسپل کمشنر قصرو، حافظ عبداللہ المعروف گورا میونسپل کمشنر قصور، بابو گل محمد لاہور، غلام محمد سب ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور، فضل الٰہی مدرس دارالعلوم نعمانیہ لاہور، مولانا محمد نبی بخش حلوائی، مؤلف تفسیر نبوی تھے۔

مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی اس یلغار سے مرزا قادیانی اور اس کے حوارین کو سخت ندامت اور کوفت ہوئی۔ چنانچہ مرزا قادیانی کو "وحی" آئی کہ "ہم مولوی غلام دستگیر کا خاندان تباہ کر دیں گے اس کی نسل کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔" مولانا نے اس پیغام کو بھی قبول کیا اور مرزا کا تعاقب جاری رکھا۔چادر کا نام وحی اور حضرت مولانا غلام دستگیر کا خاندان آج تک پھلا پھولا ہے اور مرزا کی وصیت کی عملی تردید کر رہا ہے مولانا کے ایک بیٹے عبدالرحمٰن صدیقی دوسرے صاجزادہ ابوبکر صدیقی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی وفات کے بعد کئی سال تک دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔پھر ان کی اولاد میں کچھ

---

[1] فاروقی، اقبال احمد، پیرزادہ، تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور، ص ۲۱۶، ۲۰۶

افراد بہاول نگر میں رہے۔آپ کی ایک بیٹی فیروز پور میں بیاہی گئی جس کی اولاد لاہور میں نہایت خوشحال زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ خاندان سُنّی العقیدہ خاندان ہے۔

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۱۵ھ میں ہوئی آپ کا مزار قصور[1] میں ہے۔اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نچھاور کرے۔

مرحوم و مغفور نے مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کا جس پامردگی سے مقابلہ کیا تھا اسے تاریخ اعتقادیات میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ یاد رہے کہ مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء کو ہوئی۔مرزا قادیانی اور اس کی امت نے سکھ کا سانس لیا۔مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی سرزنش کے لئے امت رسول میں سے بڑے بڑے علماء کرام کو یہ جرات عطا فرمائی کہ وہ اس جھوٹی نبوت کے دعوی کو للکارتے رہیں۔

لاہور کے دارالعلوم نعمانیہ کے ایک معلم علامہ ابوالفیض محمد حسن فیضی نے مرزا کو للکارا اور اس سے علمی سطح پر مناظرہ کرنے کا چیلنج کیا، مباہلہ کا نوٹس دیا، مگر مرزا کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو، دُبکا رہا۔ یہ علامہ فیضی ہی تھے جو ۱۹۰۰ء میں حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں ہاتھ کھڑے ہو کر مرزا غلام احمد قادیانی کے لاہور آنے کے منتظر تھے۔مگر مرزا قادیانی پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے چیلنج پر لاہور نہ آیا مولانا فیضی نے مرزا کے خلاف جو عربی قصیدہ لکھا تھا اُسے شاہی مسجد کے جلسہ میں تین ہزار علماء کے سامنے پڑھ کر سنایا۔مولانا فیضی صاحب ۱۹۰۱ء میں فوت ہوئے،اب مرزا نے شور مچا دیا کہ محمد حسن فیضی بھی مولانا غلام دستگیر قصوری کی طرح میری بد دعا سے مرا ہے مولانا فیضی کی وفات کے بعد پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور دوسرے سنی علمائے کرام نے مرزا قادیانی کی نبوت کو ہر آن اور ہر وقت للکارا اور حق کے علم لہراتے رہے۔

مرزا قادیانی کی نبوت کو ہر عالم دین نے رد کیا۔اس کے جھوٹے دعووں کے خلاف کتابیں لکھیں، جلسے کئے، جلوس نکالے اور بے شمار اشتہارات تقسیم کئے۔ان علمائے کرام میں اگرچہ دیوبندی وہابی علماء بھی ملتے ہیں مگر ان میں سنی علمائے کرام کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ان لوگوں نے ملک کے ہر شہر و قصبہ ہر مسجد، ہر مدرسہ میں مرزائیت کا رد کیا۔ پاکستان بننے کے بعد مرزائیوں کو سیاسی قوت حاصل ہوئی تو انہوں نے پر پرزے نکالے، پاکستان کے دین سے ناواقف وزراء کو ساتھ ملا کر حکومت کی کلیدی اسامیوں، اہم اداروں اور ذرائع ملکی پر قابض ہو گئے تاہم ایک

---

[1] قصور کے مرکزی قبرستان میں آپ کے مرشد گرامی حضرت دائم الحضوری خواجہ غلام محی الدین قصوری کے جوار میں واقع ہے۔مزار کی حالت پہلے بہت مخدوش ہو چکی تھی لیکن پانچ چھ سال قبل پرانی عمارت گرا کر نئی شاندار عمارت تعمیر کر دی گئی ہے اور اس پر گنبد بھی بنایا گیا۔ ع

وقت آیا کہ عوام الناس کو ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے دوران بے شمار قربانیاں دینی پڑھیں۔ بایں ہمہ ان کی جدو جہد جاری رہی حتی کہ ۱۹۷۳ء کے بعد علماء کرام نے مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں تمام طبقات کو ہمنوا بنا کر قومی اسمبلی میں مرزائیوں کو مرتد قرار دلوایا اور اس طرح یہ فتنہ پاکستان سرزمین میں پھیلنے پھولنے سے رک گیا۔[1]

مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی پندرہ (۱۵) نایاب تصانیف کا مجموعہ بنام "رسائل محدث قصوری" دو جلدوں میں مرتب ہو کر اکبر بک سیلرز لاہور سے شائع ہو چکا ہے مرتب کرنے کی سعادت ہمارے مہربان محقق ختم نبوت محمد ثاقب رضا قادری اور مولانا محمد افروز قادری چریا کوٹی کے حصے میں آئی ہے۔ احقر کا جب بھی قصور شہر جانا ہو تو کوشش ہوتی ہے مزار دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ اور محدث قصوری رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری دیئے بغیر واپسی نہ ہو" کتابیات ختم نبوت" جلد اوّل کی ابتدا آپ کی تصنیف کردہ کتب نیرہ کے تعارف سے ہی کی گئی ہے۔

□□□

[1] ماہنامہ" لانبی بعدی" مجاہدین ختم نبوت نمبر، ستمبر، اکتوبر، نومبر 2003ء، ص 58،57

ردّ قادیانیت پر اوّلین عربی کتاب

مرزا قادیانی نے اپنی پہلی کتاب ''براہین احمدیہ'' کے چار حصے ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۴ء شائع کئے۔ ان چہار حصص اور اشتہار کو بغور دیکھ کر مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے عالم اسلام کی طرف سے رد قادیانیت پر پہلی کتاب ''تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات براہینیہ'' تحریر فرما کر مرزا قادیانی کو بھیجی اور توبہ کا تقاضا کیا۔ اس پر مرزا قادیانی نے چپ سادھ لی تو مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے وقت کے مشاہیر علماء سے اس پر تقریظات لکھوائیں جن کے نام حسب ذیل ہیں: مولانا احمد بخش امرتسری، مولانا نواب الدین امرتسری، مولانا غلام محمد امام بادشاہی مسجد لاہور، حافظ نور احمد امام مسجد انارکلی لاہور، مولانا نور احمد ساکن کھائی کوٹلی اور مولانا عبداللہ ٹونکی۔

عقائد مرزا کو عقائد اسلام کے منافی قرار دیا مشاہیر علماء کرام کے فتوی جات اور شرعی آراء آنے کے بعد محدث قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے پھر مرزا قادیانی کو دعوت توبہ و اسلام دی لیکن مرزا قادیانی نے اسے بھی نظر انداز کر دیا تو مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے شوال ۱۳۰۳ھ بمطابق جولائی ۱۸۸۳ء میں ''تحقیقات دستگیریہ'' کو عربی لباس پہنایا جس کا نام ''رجم الشیاطین براغلوطات البراہین'' تجویز فرمایا اس طرح سرمایہ اہلسنت علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کی پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے ردّ قادیانیت پر پہلا عربی لٹریچر اُمت کو عطا کیا۔ اسی کتاب کے ذریعے علمائے حرمین شریفین فتنہ قادیانیت سے واقف ہوئے۔

آئیے عالم اسلام کی پہلی عربی کتاب کا عربی متن اور ترجمہ ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ اس کتاب کی وجہ تصنیف کیا ہے:

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام على من لانبى بعده وعلى آله وصحبه الذين راعوا عهده

امابعد!

فان مرزا غلام احمد القادیانی الفنجابی من العلماء الغير المقلدين الف كتابا باللغة الهنديه فى اظهار حقيقة الاسلام لفرق غير الاسلامية وسماه بالبراهين الاحمدية على حقيقة كتاب الله القرآن والنبوة المحمدية وطبع حصصه الاربعة فى بلدة امرتسر وادعى فى الحصة الثالثة منه ان الهام الكامل من الاولياء يكون مفيدا للقطع واليقين ومرادفًا لوحى بالرسالة باتفاق السواد الاعظم من العلماء كما ان اصل عبارته الهندية هذه

علماء اسلام وحی کو خواہ وحی رسالت ہو یا کسی دوسرے مومن پر وحی اعلام نازل ہو، الہام تعبیر کرتے ہیں (صفحہ ۲۲۰) جبکہ سواد اعظم علماء کا الہام کو وحی کا مترادف قرار دینے میں متفق ہیں۔ (صفحہ ۲۲۱) خلاصہ کلام یہ ہے کہ الہام یقینی اور قطعی ایک واقعی صداقت ہے۔ جس کا وجود افراد امت محمدیہ میں ثابت ہے۔ (صفحہ ۲۳۴)

ثم اعلن فی الاشتھار المطبوع عشرین الفا انه الف انه الف هذا الکتاب بالهام الله تعالیٰ وبامره بغرض اصلاح الدین وتجدیده وانه ظهر صدق الدین الاسلام بصدق الالهامات والخوارق وکرامات والاخبار عن الغیبیات والاسرار وللذین والکشوف الصادقات والادعیة المستجابات التی اشهد علیها وانه یقینًا وان لکمالاته شدة مشابهة بکمالات مسیح بن مریم وانه نموذج الخواص من الرسل والانبیاء وله فضیلة علی اکثر اکابر الاولیاء الماضین ببرکة متابعة سید المرسلین ﷺ واتباع اثاره موجب للنجاة والسعادة والبرکة ومخالفته سبب البعد والحرمان یعنی من رحمة الرحمن ودلائل هذا الدعاوی تظهر بتلاوة کتابه البراهین الذی طبع خمس وثلثون جزءا منه یعنی الحصص الاربعة التی ادنی قیمتها خمس وعشرون ربیة ثم قال وان احد من الناس لایحضر عندنا لعل عقده بصدق طلبه وقلبه بعد هذا الاشتهار فاتممنا الحجة علیه وهو عند الله مسئول منه هذه ترجمة عبارات ذالك الاشتهار وکتب فی آخره المشتهر[1]

انتهی فبسبب هذا الترغیب اشتری کتابه کثیر من الناس وشاع واشتهر فی اکناف الفنجاب الهند شیوعًا کثیرًا وهو اری فی ذالك الکتاب انه یلهم علیه آیات القرآن کثیرة ومتواترة من الله تعالیٰ والعبارات العربیة ایضا کما صرح به فی صفحه 485

وصرح بان اکثر آیات فضائل الانبیاء انزل علیه یخاطبه الله تعالیٰ وهو المراد منها وغالب الملهمات بل جمیع مایوحی الیه غایة نعته التی تترشع منها ووصوله الی درجة الانبیاء والمرسلین بل یفهم ویلزم ترقیه فی بعض ما انزل الیه من النبیین فنعوذ منه بربّ العالمین کما سنذکر نبذا من القسمین ههنا هدیة للناظرین ونردهما ابتغاء لمرضات مُلك یوم الدین وارضاء لجناب سید المرسلین صلوات الله علیه وعلیهم اجمعین

ترجمہ:

حمد و صلوٰۃ وسلام کے بعد واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی پنجابی جو علماء غیر مقلدین سے ہے غیر اسلامی فرقوں پر دین اسلام کی حقیقت کے ظاہر کرنے کی غرض سے اُردو زبان میں ایک کتاب تالیف کی اور اس کا نام ”براهین احمدیه علیٰ حقیقت کتاب الله القرآن والنبوة المحمدیه“ رکھا اور چاروں حصے اس کے شہر امرتسر میں

[1] خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب

چھپوائے اور اس کے تیسرے حصے میں دعویٰ کیا کہ کامل ولیوں کا الہام قطع اور یقین کا مفید ہوتا ہے اور باتفاق سواد اعظم علماء کے وحی اصل رسالت کا مترادف ہے۔

چنانچہ اصلی عبارت اس کی رسالہ عربیہ میں منقول ہے پھر بیس ہزار قطعہ اشتہار کا بدیں مضمون چھپوا کر شائع کیا کہ کتاب ''براہین احمدیہ'' کو خدا کی طرف سے مؤلف یعنی (مرزا غلام احمد) نے ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح وتجدید دین تالیف کیا ہے اور اس نے اپنے الہامات وخوارق و کرامات اور اخبارِ غیبیہ و اسرار لدنیہ وکشوف صادقہ و دعائیں متجابہ راست ہونے سے دین اسلام کی راستی وصدق ظاہر کیا ہے اور ان خوارق وغیرہ پر آریہ وغیرہ شاہد ہیں۔ جس کا ذکر تفصیل وار کتاب براہین احمدیہ میں درج ہے اور مصنف کو علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح بن مریم کے کمالات سے بشدت مشابہ ہیں اور اس کو خواص انبیاء و رسول کا نمونہ بنا کر برکت متابعت آنحضرت ﷺ کے بہت سے اکابر اولیاء و ما تقدم پر فضیلت دی گئی ہے اور مصنف کے قدم پر چلنا موجب نجات وسعادت و برکت ہے اور اس کی مخالفت سبب بعد حرمان کا ہے۔ (یعنی حق تعالیٰ کی رحمت سے) ثبوت اور دلائل اس کے براہین احمدیہ کے چاروں حصص مطبوعہ کے پڑھنے سے جو ۳۷ جزو ہے ظاہر ہوتے ہیں (اور ادنیٰ قیمت اس کی پچیس روپیہ مقرر ہے) پھر اسی اشتہار میں درج ہے کہ اور اگر اس اشتہار کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بن کر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اس پر اتمام حجت ہے۔ جس کا خدا تعالیٰ کے رُو برو اس کو جواب دینا پڑے گا۔ الخ المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب انتہیٰ ملخصاً۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۴۳ تا ۴۵) پس اس اشتہار کی ترغیب کے سبب صدہا اہل اسلام نے اس کی کتاب خریدی۔ چنانچہ پنجاب و ہندوستان وغیرہ میں وہ کتاب بہت مشہور ہوئی۔

اس کے تیسرے چوتھے حصے میں مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ بہت سی آیات قرآنی وعبارات عربیہ اس پر الہام ہوتی ہیں۔ جیسا کہ صفحہ ۴۸۵ میں لکھا ہے:

''اور یہ بھی صاف دعویٰ کیا ہے کہ اکثر آیات وفضائل انبیاء اس پر نازل ہوتی ہیں اور ان آیات سے اللہ تعالیٰ نے اس کو مخاطب کیا ہے اور ان خطابات سے وہی مراد ہے اور اکثر الہامی باتیں بلکہ سب کی سب جو اس پر وحی ہوتی ہے۔ پرلے درجے کی اس کی تعریف ہے۔ جس سے نبیوں کے مرتبہ کو اس کا پہنچ جانا نکلتا ہے۔ بلکہ بعض ملہمات سے اس کی انبیاء سے ترقی اور تعلّی سمجھ میں آتی ہے۔ والعیاذ باللہ من ذالك جیسا کہ دونوں قسم کے ملہمات کا ہم نمونہ ناظرین کے ملاحظہ کے واسطے ذکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور جناب رسول خدا ﷺ کے راضی کرنے کی نیت سے ہم ان کا رد لکھتے ہیں۔''

پہلی اشاعت ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۳ء کو (عربی، اردو) اسلامیہ پریس لاہور سے ہوئی۔ نیز محمد ثاقب رضا قادری اور مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی کی تحقیق وترتیب سے ''رسائل محدث قصوری'' کی دوسری جلد میں شامل ہیں۔

''تحریک ختم نبوت'' (مرتبہ ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین) کی جلد پندرہ میں ''تحقیقات دستگیریہ'' اور ''فتح رحمانی'' کی تلخیص درج ہے۔[1]

نوٹ: ''رجم الشیاطین'' شاہین ختم نبوت مفتی محمد امین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ انسائیکلو پیڈیا مندرجہ ''عقیدہ ختم النبوۃ'' کی پہلی جلد میں مولانا اللہ وسایا کی مرتب کردہ کتاب ''احتساب قادیانیت'' کی دسویں جلد میں موجود ہے۔ مستزادیہ کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی سے شائع شدہ ''فتاویٰ ختم نبوت'' کی جلد دوم میں بھی متن اور اردو ترجمہ شامل اشاعت ہے۔

خطۂ ہند پر جنم لینے والے مرزا کذاب کے افکار و دعاوی پر بیرونی دنیا پہلی بار ''رجم الشیاطین'' اور پھر ''حسام الحرمین'' کے ذریعے فعال ہوئی اور ان کتب کو حرمین شریفین کے جلیل القدر علماء نے تقاریظ و فتاویٰ سے مزین کیا، جن میں مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے مقامی علماء کے علاوہ وہاں پوری اسلامی دنیا سے ہجرت کر کے آنے والے اکابر شامل تھے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے تعاقب میں اس کی زندگی میں جو عربی کام ہوا، اس میں ''رجم الشیاطین'' اور ''حسام الحرمین'' سب سے اہم کتب ہیں۔

جیسا کہ قارئین نے گزشتہ صفحات پر ملاحظہ فرمایا، سلطنت عثمانیہ کی طرف سے حرمین شریفین میں تعینات ان تمام مناصب کے علماء نے ''رجم الشیاطین'' اور ''حسام الحرمین'' پر تقاریظ لکھیں اور قادیانی افکار کو باطل قرار دیا۔ علاوہ ازیں مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے بانی مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے ازل الذکر پر تقریظ لکھی، جن کی عثمانی حکومت حد درجہ قدرداں تھی، دوسری جانب وہ برطانوی استعمار کے معتوب تھے۔

اور شیخ الاسلام مصطفیٰ صبری، جنہوں نے خلافت عثمانیہ کے خاتمہ اور پھر ترک وطن کے بعد قادیانیت کے تعاقب میں خود قلم اُٹھایا، ان کی خدمات کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

□□□

---

[1] ڈاکٹر بہاؤ الدین نے تحریف کی ہے اور کتاب کا وہ حصہ جو مولوی محمد حسین بٹالوی کی تردید میں تھا اس کو حذف کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ مفتی غلام دستگیر قصوری نے اپنے رسالہ کے اس حصے سے رجوع کر لیا جو کہ سراسر غلط اور حقیقت کے منافی ہے۔ مفتی غلام دستگیر قصوری نے اپنے اس رسالہ میں بٹالوی صاحب کے متعلق جو حکم بیان کیا اور جس کو دیگر علمائے پنجاب و حرمین شریفین نے بھی درست قرار دیا وہ ''ریویو براہین احمدیہ'' کے سبب تھا جس سے بٹالوی صاحب نے پوری زندگی رجوع نہیں کیا۔

علماءعرب وعجم کی تصدیقات وفتاوی لینے والی اوّلین شخصیت

ہم گزشتہ مضمون میں تحریر کر چکے ہیں کہ مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے "تحقیقات دستگیریہ" قلمبند کر کے مرزا قادیانی سے توبہ کا تقاضا کیا اور "براہین احمدیہ" کی عبارات کی طرف اس کی بھرپور توجہ دلوائی لیکن جواب ندارد۔ اس بے حسی پر آپ نے پہلے برصغیر کے علماء سے اپنی کتاب لاجواب پر تصدیقات وتقریظات تحریر کرائیں بعد ازاں حرمین شریفین کے علماء کرام کی خدمت میں "رجم الشیاطین" بطورِ استفتاء بھیج کر فتاوی منگوائے۔ ہم اگرچہ علماء ہند کے اسماء گرامی پچھلے صفحات میں دے چکے ہیں لیکن یہاں بارِ دگران تمام علماء وعرب وعجم کے اسمائے گرامی نقل کئے جاتے ہیں۔ جنہوں نے مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے اپنی تائیدات سے مرزا کذاب کے کفر پر مہر ثبت کر دی اور اعلائے حق کے تحت شرعی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے امت کی رہنمائی فرمائی۔

پایۂ حرمینمولانا مولوی مفتی مہاجر حاجی محمد رحمت اللہ کیرانوی	(مکہ معظمہ)
محمد صالح بن صدیق کمال حنفی	(مکہ معظمہ)
محمد سعید بن محمد بالصیل شافعی	(مکہ معظمہ)
محمد بن حسین مالکی	(مکہ معظمہ)
خلف بن ابراہیم حنبلی	(مکہ معظمہ)
عثمان بن عبدالسلام حنفی	(مکہ معظمہ)
سید جعفر بن سید اسماعیل برزنجی ومفتی سید احمد برزنجی	(مدینہ منورہ)
محمد علی السید بن طاہر السید الوتری، مدرس مسجد نبوی	(مدینہ منورہ)
مفتی محمد بن عبدالقادر	(مشہور علماء امرتسر سے)
مولوی غلام رسول امام مسجد میاں محمد جان	(مشہور علماء امرتسر سے)
مولوی احمد بخش مدرس مدرسہ المسلمین	(امرتسر)

مولوی نورالدین مدرس مدرسہ المسلمین (امرتسر)
مفتی غلام محمد بگوی امام شاہی مسجد لاہور (مشہور علماء لاہور سے)
مولوی نوراحمد امام مسجد انارکلی (مشہور علماء لاہور سے)
مولانا مفتی پروفیسر محمد عبداللہ ٹونکی مدرس اعلیٰ مدرسہ یونیورسٹی لاہور
مولوی نوراحمد ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم

جادووہ جوسر چڑھ کر بولے:

قارئین! عارف کامل خواجہ غلام دستگیر قصوری کی کتاب ''تحقیقات دستگیریہ فی ردّ ہفوات البراہینیہ'' کے عربی ترجمہ ''رجم الشیاطین بردّ اغلوطات البراہین'' سے ہی علمائے حرمین شریفین فتنہ قادیانیت سے آگاہ ہوئے اور اسی کتاب کے ذریعے علمائے عرب وعجم نے مرزا کے دعویٰ نبوت، دعویٰ الہامات وغیرہ کوطشت از بام کیا اور عقائد اسلامیہ سے عقائد قادیانی کوکھلم کھلا منافی قرار دیا اور مرزا قادیانی کے کفر کی تصدیق کی۔اس لئے یہ کتاب مستطاب مرزا قادیانی کو ایک نظر بھی نہ بھاتی تھی اور مرزا قادیانی کی نظروں میں اس قدر کھٹکتی تھی کہ اُس نے اس کا اظہار کردیا ملاحظہ کیجئے:

''پھر مولوی غلام دستگیر وہ بزرگ تھے جنہوں نے میرے کفر کے فتوے مکہ معظمہ سے منگوائے تھے۔''[1]

ایک اور جگہ مرزا قادیانی نے اسی بات کولکھا:

''مولوی غلام دستگیر قصوری بھی مجھے گالیاں دینے میں حد سے بڑھ گیا،جس نے مکہ سے میرے کفر کے فتوے منگوائے تھے۔''[2]

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی رقمطراز ہیں:

''مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی جو ان دنوں سلطان ترکی کے شیخ الاسلام تھے، نے جب ''رجم الشیاطین'' کا مطالعہ فرمایا تو مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ کفر دے دیا۔''

یہ پہلا فتویٰ کفر تھا جو بیرون ہند سے مرزا قادیانی کے خلاف دیا گیا اگر چہ اس فتوی کی تائید دیگر علمائے حرمین وعجم نے فرمادی تھی مگر مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کی کوشش تھی کہ مرزا قادیانی اپنی غلطیوں کا ازالہ کرکے

---

[1] قادیانی،غلام احمد،مرزا،حقیقۃ الوحی،ص ۲۵۹،مندرجہ روحانی خزائن،ج ۲۲ص ۲۵۹
[2] قادیانی،غلام احمد،مرزا،حقیقۃ الوحی،ص ۳۵۳،مندرجہ روحانی خزائن،ج ۲۲ص ۳۵۳

تائب ہو جائے۔"[1]

فائدہ:

"مرزا قادیانی اور مفتی غلام دستگیر قصوری کے درمیان مناظرہ ومباہلہ کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ کیجئے! مفتی محمد امین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ "عقیدہ ختم النبوۃ" جلد اول، ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین کی تدوین کردہ "تحریک ختم نبوت" اور فقیر پرتقصیر کی کتاب "کتابیات ختم نبوت" جلد اول ملاحظہ فرمائیں۔ رسائل محدث قصوری جلد دوم، مولانا اللہ وسایا نے اپنی کتاب "چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگا رنگ" جلد تین میں بھی ذکر کیا ہے۔"

[1] شجاع آبادی، محمد اسماعیل، مولانا تحریک ختم نبوت منزل بمنزل، ج ۱ ص ۲۲۷

فتنہ قادیانیت کے خلاف اوّلین مناظرہ

بانی فتنۂ قادیانیت آنجہانی مرزا قادیانی کذاب دعویٰ مسیحیت کرنے کے بعد ماہ ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ بمطابق ۱۸۹۳ء میں اپنے نئے سسرال کے ہاں فیروز پور چھاؤنی میں آیا تو کئی مسلمانوں نے اس سے دعویٰ مسیحیت کا ثبوت طلب کیا۔ مرزا قادیانی کذاب نے جان چھڑاتے ہوئے کہا کہ کسی عالم کو میرے پاس لے آؤ میں اس کی تسلی کرا دوں گا لیکن خود جلد ہی واپس قادیان چلا گیا۔ دوسری مرتبہ ۱۲ر جمادی الاوّل کو مرزا قادیانی کذاب جب اپنے سسرال آیا تو حضرت خواجہ غلام دستگیر نقشبندی حنفی قصوری علمائے کرام کی قیادت کرتے ہوئے چھاؤنی فیروز پور میں مرزا قادیانی کے سسرالی گھر پہنچ گئے۔ علمائے اہلسنت کی موجودگی میں مرزا قادیانی کو للکارا کہ اگر تیرے پاس دعویٰ مسیحیت کی کوئی دلیل ہے تو بیان کرتا کہ ہم اس کا جائزہ لیں۔ ہم مباحثہ اور مناظرے جو بھی ہو، کے لئے آ گئے ہیں۔ مسلمانوں کے بڑے اصرار اور تکرار کے باوجود مرزا قادیانی کذاب اپنے سسرالی گھر سے باہر نہ آیا تو اس کے حواریوں میں سے کسی نے کہا کہ پہلے آپ نے خود ہی تو عالم کو بلانے کو کہا تھا اور اب خود ہی عالم سے ملنے سے گریز کر رہے ہو، کیا وجہ ہے؟ جواب میں مرزا قادیانی نے کہا: ابھی ابھی الہام ہوا کہ اس مولوی غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے مباحثہ نہیں کرنا ہے۔ بڑی بحث و تکرار کے باوجود مرزا قادیانی نہ بذات خود مقابلہ پر آیا اور نہ ہی اپنے چیلوں حکیم نور الدین و محمد احسن امروہی کو مناظرہ، مباحثہ میں آنے دیا بلکہ صاف انکار کر کے گھر سے باہر ہی نہ نکلا۔ جس پر اہل اسلام نے ۱۲ر جمادی الاوّل ۱۳۱۱ھ بمطابق ۱۸۹۳ء کو جشن فتح مناظرہ منایا اور پچیس معتبر اہل اسلام کی شہادت سے مطبع صدیقی فیروز پور میں اشتہار شائع ہوا کہ مرزا قادیانی کذاب نے علمائے حق یعنی خواجہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

ایک اور چیلنج، پھر میدان سے فرار:

اسی سال چند ماہ بعد مرزا قادیانی کے شاطر چیلوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایک اور چال چلی۔ مرزا قادیانی کذاب کے شاگرد محمد احسن امروہی نے اشتہار شائع کیا۔ دسمبر ۱۸۹۳ء کی چھٹیوں میں مرزا قادیانی لاہور آ کر خواجہ غلام دستگیر قصوری سے مناظرہ کرے گا۔ جب خواجہ صاحب کو اس شاطرانہ چال کا علم ہوا تو آپ نے یہ چیلنج بھی

قبول کرلیااور تاریخ مقررہ سے دو دن قبل ہی لاہور میں تشریف لے آئے۔آپ چھٹیوں کے دس دن مسلسل لاہور میں مقیم رہے اور مرزا قادیانی کا انتظار کرتے رہے لیکن حسب سابق اب کی بار بھی کذاب مرزا قادیانی سامنے نہ آیا۔خواجہ صاحب کی طرف سے بار بار کی یاد دہانیوں کے بعد اس کے شاگرد حکیم نورالدین و برہان الدین خواجہ صاحب کے پاس آگئے۔آپ نے ان سے کہا کہ اگر تم مرزا قادیانی کے نمائندے بن کر آئے ہو تو اس کا مختارنامہ لے آؤ تاکہ تمہاری شکست کے بعد وہ تمہیں اپنا نمائندہ تسلیم کرنے سے ہی انکاری نہ ہو جائے۔اگر تم مختارنامہ لے آؤ تو فقیر مناظرہ کے لئے حاضر ہے۔نورالدین وغیرہ اس دن سے گئے آج کے دن تک مختارنامہ لے کر واپس نہیں آئے۔ (بھگوڑے کہیں کے)[1]

اسی اوّلین مناظرہ کا ذکر مولانا محمد رفیق دلاوری کرتے ہیں۔ملاحظہ کیجئے:

مولوی غلام دستگیر قصوری کے مقابلہ سے فرار:

جن ایام میں قادیانی صاحب کے خسر میر ناصر نواب دہلوی نقشہ نویس نہر سرہند کے دفتر واقع چھاؤنی فیروز پور میں کام کرتے تھے۔الہامی صاحب وقتاً فوقتاً فیروز پور جابراجتے تھے۔گو بادی النظر میں اس آمدورفت کی غرض خسر کی ملاقات ہوتی تھی لیکن اس کا حقیقی مقصد مسلمانوں کو مرتد کرنا تھا۔الہامی صاحب فیروز پور جا کر وہاں کے رؤسا کو مرزائیت کی دعوت دیتے اور اپنے قیام گاہ پر قدم رنجہ فرمانے کے لئے مدعو کرتے تھے۔لیکن چونکہ وہ لوگ مرزائی مسیحیت کی حقیقت سے پوری طرح باخبر تھے ان کی طرف سے ہر دعوت کا یہ جواب ملتا تھا کہ ’’ہمارے علماء تمہیں مرتد اور خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔اس لئے ہم اس وقت تک تمہاری بات پر کان نہیں دھر سکتے جب تک تم ہمارے علماء کو قائل نہ کرو۔‘‘ آخری دعوت کے بعد مرزا صاحب نے کہا اچھا تم اپنے کسی مولوی کو بلالو۔

ان اَیّام میں مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری علمائے پنجاب میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور ان کا داماد چھاؤنی فیروز میں ایک سربرآوردہ تاجر تھا۔رؤسائے فیروز پور نے مولوی غلام دستگیر صاحب کے داماد سے کہا کہ مولوی صاحب کو اس کی اطلاع کرو کہ مرزا غلام احمد نے اپنے مقابلے میں کسی مسلمان عالم کو طلب کیا ہے۔مولوی صاحب کے پاس پیغام بھیجا گیا۔انہوں نے کہلا بھیجا کہ کوئی قریبی تاریخ مقرر کر کے مجھے اطلاع دو۔چنانچہ اتوار کا دن مقرر ہوا اور مطبع صدیقی فیروز پور میں اس مناظرہ کے اشتہار چھپ کر بڑی تعداد میں تقسیم ہوئے۔مقام مناظرہ مسجد مولوی غلام نبی قرار پایا۔مولوی غلام دستگیر صاحب تاریخ مناظرہ سے ایک دن پہلے کتابیں لے کر فیروز پور پہنچ گئے اور

---

[1] بھٹی محمد بدیع الزمان،تاریخی ایام ص ۸،۹

وقت معہود میں مسجد غلام نبی کے صحن کی ایک جانب کتابوں کا ڈھیر لگا کر جا مقیم ہو گئے لیکن الہامی صاحب وقت مقرر پر مسجد غلام نبی میں تشریف فرمانہ ہوئے۔ آخر عمائد چھاؤنی فیروز پور مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئے حضرت والا آپ کی خواہش کے بموجب ہمارا ایک عالم مقام مناظرہ پہنچ کر آپ کا انتظار کر رہا ہے جلد تشریف لے چلئے۔ مرزا صاحب نے حیلے حوالے شروع کئے اور رؤسا کو بے نیل و مرام واپس آنا پڑا۔ آخر مولوی غلام دستگیر کی تحریک سے وہ لوگ دو بارہ سہ بارہ گئے لیکن الہامی صاحب مقابلہ پر کسی طرح رضامند نہ ہوئے۔ تیسری بار جب زیادہ اصرار ہوا تو فرمانے لگے ''مجھے الہام ہوا ہے کہ آج کل کے مولویوں سے مباحثہ کرنا لاحاصل ہے۔'' لیکن عمائد چھاؤنی نے کسی طرح ان کی جان نہ چھوڑی آخر جب ''مسیح موعود'' صاحب نے دیکھا کہ یہ لوگ تو گلے کا ہار ہو گئے ہیں تو فرمانے لگے کہ میں فیروز پور جیسی چھوٹی جگہ میں بحث کرنا مناسب نہیں خیال کرتا البتہ اگر تمہاری خواہش ہو تو کسی مرکزی مقام مثلاً لاہور میں مناظرہ کرنے کو تیار ہوں۔ مسلم عمائدین نے کہا اچھا آپ لاہور ہی میں مناظرہ کیجئے لیکن کیجئے ضرور کیونکہ ہمیں آپ کو برسر مقابلہ دیکھنے کا بڑا اشتیاق ہے۔

آخر موچی دروازہ لاہور کی مسجد ''چہل بیبیاں'' میں بتاریخ ۲۵ر دسمبر ۱۸۹۲ء مناظرہ قرار پایا۔ مسلمانوں کی طرف سے اس مناظرہ کے متعلق برابر اعلان ہوتے رہے آخر مولوی غلام دستگیر صاحب کتابیں لے کر تاریخ معین پر مناظرہ گاہ میں پہنچ گئے۔ قصور، فیروز پور اور پنجاب کے دوسرے اضلاع کے بھی ہزار ہا آدمی مناظرہ دیکھنے کے لئے لاہور آموجود ہوئے لیکن الہامی صاحب نے لاہور آنا پسند نہ فرمایا۔ مولوی غلام دستگیر صاحب پانچ چھ دن تک مرزا صاحب کے انتظار میں لاہور میں مقیم رہے۔ قادیانی صاحب نہ خود آئے نہ کسی کو اپنی طرف سے نمائندہ بنا کر بھیجا اور نہ تار اور رجسٹری شدہ خط کا کوئی جواب دیا۔ ناچار مولوی صاحب قصور واپس چلے گئے یہ واقعات مولوی قمر الدین صاحب خطیب مسجد جامع وزیر آباد نے خاکسار راقم الحروف سے بیان کئے تھے جو ان ایّام میں مطبع صدیقی فیروز پور کے مہتمم تھے۔

مرزا صاحب کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی صاحب نے اس کے بعد ۱۵ر جون ۱۸۹۳ء کو پھر لاہور ہی میں مولوی غلام دستگیر صاحب سے مناظرہ کرنا منظور فرمایا۔ چنانچہ ایک چھٹی میں منشی رستم علی کورٹ انسپکٹر کو لکھا کہ (مولوی) عبدالحق (غزنوی) نے بدست منشی محمد یعقوب ایک خط اس مضمون کا لکھا ہے کہ ''اس وقت تم عیسائیوں سے مباحثہ کر رہے ہو اس لئے میں مباہلہ مناسب نہیں سمجھتا جس وقت لاہور میں مولوی غلام دستگیر سے بحث ہو گی اس وقت مباہلہ کروں گا۔'' لیکن اس کے جواب میں لکھا گیا ''جو شخص ہم میں سے مباہلے سے اعراض کرے اور تاریخ

مقررہ پر مقام مباہلہ پر حاضر نہ ہو، اس پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہو۔"[1] اور ۷رذی القعدہ ۱۳۱۰ھ کی چھٹی میں جو مولوی عبدالحق غزنوی کو بھیجی تھی مرزا جی نے لکھا کہ "میں ۱۵رجون ۱۸۹۳ء کے مباحثہ میں لاہور نہیں جاؤں گا بلکہ میری طرف سے اخویم حضرت حکیم نورالدین صاحب یا حضرت مولوی محمد سید احسن صاحب بحث کے لئے جائیں گے۔"[2] لیکن نہ تو حضرت مسیح موعود کو مولانا غلام دستگیر کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت ہوئی نہ اخویم حضرت حکیم نورالدین صاحب ہی نے لاہور کا رخ کیا اور نہ حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب نے بحث کے لئے لاہور آنے کی جرأت کی۔ غرض لاہور کے مرزائی نہایت محجوب اور شرمسار ہوئے بعض مسلمانان لاہور نے ان سے کہا کیا ہم نہیں کہتے تھے۔

بہت جلد ہو جائے گا آشکار
کہ جگنو کو سمجھے ہو تم اک شرارہ[3]

□□□

---

[1] مکتوبات احمدیہ، جلد ۵، نمبر ۳، ص ۱۲۱
[2] تاریخ مرزا، صفحہ ۳۶
[3] دلاوری، محمد رفیق، ابوالقاسم، مولانا، رئیس قادیان، ص ۳۶۱

قادیانیوں سے حرمت نکاح پراوّلین فتویٰ

قطب لاہور مولانا غلام قادر بھیروی[1] رحمۃ اللہ علیہ (1845ء تا1909ء) ضلع سرگودھا کے مردم خیز قصبہ بھیرہ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد غلام حیدر صاحب بڑے صاحب علم اور متدین انسان تھے مولانا نے مولانا غلام محی الدین بگوی (متوفی 1273ھ) اور مولانا احمد دین بگوی (م 1286ھ) سے لاہور میں ابتدائی کتب دینیہ پڑھیں کچھ عرصہ بعد دہلی میں صدرالصدور مفتی صدرالدین آزردہ (متوفی 1285ھ) کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

اورینٹل کالج لاہور میں عربی کے دوئم مدرس کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔انجمن حنفیہ کا قائم کردہ مدرسہ نعمانیہ میں بھی تعلیم دین کے دریا بہاتے رہے۔آپ کے ہزاروں تلامذہ جو پاک وہند کی دینی دنیا میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اُن میں پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مفسر قرآن مولانا نبی بخش حلوائی، محقق اسلام مولانا محمد عالم آسی امرتسری کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔آپ کی اولاد اب تک مکہ مکرمہ میں موجود ہے۔آپ نے درجن کے قریب نہایت علمی ومقبول عام کتب تصنیف فرمائیں بلکہ شاہی مسجد لاہور میں عرصہ دراز تک خطیب ومتولی رہے۔

آپ شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی (متوفی 1300ھ) کے خلیفہ اور مرید خاص تھے آپ قادری سلسلہ سے بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے آپ طویل عمر پاکر 19 ربیع الاوّل 1908ء،1327ھ کو واصل باللہ ہوئے نماز جنازہ شاہی مسجد میں ادا کیا گیا۔مزار پُر انوار آپ کی زیر تولیت مسجد بیگم شاہی (اندرون مستی گیٹ لاہور) میں واقع ہے۔[2]

سب سے پہلا فتویٰ! فتوی درابطال نکاح المرتد

ردّ مرزائیت میں پنجاب میں سب سے پہلے آپ نے ہی یہ فتوی جاری فرمایا کہ قادیانیوں کے ساتھ مسلمان مرد

---

[1] مولانا بھیروی کے متعلق محقق ختم نبوت محمد ثاقب رضا قادری کا ایک تفصیلی مضمون ہے جو کہ جام نور (دہلی) شائع ہوا اور اس کا انتساب بھی مولانا بھیروی کے نام کیا گیا۔نیز جی سی یونیورسٹی لاہور سے عظیم سکالر ڈاکٹر خورشید احمد قادری کی زیر نگرانی ایک طالب علم بی ایس آنرز کا مقالہ بھی ترتیب دے رہا ہے۔

[2] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ، تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت لاہور ص ۲۲۳، بتصرف

یا عورت کا نکاح حرام و ناجائز ہے۔

بعد میں علمائے دین و مفتیان شرح متین نے اسی فتویٰ مبارکہ سے استفادہ کرتے ہوئے مرزائیوں سے مناکحت، تزویج کو ناجائز اور ان سے میل جول اور ذبیحہ تک کو حرام قرار دیا۔ مرزا نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور حکیم نور الدین نے اس کی تائید کی تو آپ نے حکیم نور الدین کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ آپ کی موجودگی میں اسے کبھی بھیرہ میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ [1]

آپ نے اپنی مسجد میں مرزائیوں کا داخلہ بند کر دیا تھا۔ اس حوالے سے ایک قرارداد تحریر کروا کر مسجد میں آویزاں کروائی تھی جو کہ آج بھی موجود ہے۔

□□□

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، تحریک ختم نبوت نمبر 1974ء، ص ۸۵

- اللہ وسایا، مولانا، چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ، جلد ۳، ص ۲۸۵
- مشتاق احمد چنیوٹی، مولانا، تحفظ ختم نبوت کی صد سالہ تاریخ، ص ۱۲۸
- جلال الدین قادری، مفتی، فتنۂ قادیانیت، ص ۹۶
- صادق علی زاہد، تذکرہ مجاہدین ختم نبوت، ص ۲۵۶ بحوالہ ردمرزائیت میں علمائے اہل سنت کا حصہ از مولانا تابش قصوری

اوّلین تحریکی و جماعتی کام

سراج السالکین حضرت خواجہ شاہ سراج الحق چشتی صابری قدس سرہ العزیز کرنال (انڈیا) میں 1284ھ/ 1868ء میں ایک معزز و متموّل خاندان میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام محمد منیر الحق ہے آپ نے میٹرک کے بعد والد ماجد کی خواہش کے پیش نظر پٹوار کا امتحان پاس کیا پھر والد ماجد کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے آپ نے ملازمت اختیار کی اور معمولی سی کوشش سے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے ریڈر مقرر ہوئے لیکن کچھ ہی عرصہ بعد آپ نے یہ ملازمت ترک کردی۔ وجہ اس کی یہ ہوئی کہ ایک دن آپ نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے جانے لگے تو انگریز ڈی سی نے روک دیا کہ چند ضروری سرکاری کام کرلیں۔ مگر آپ نے فرمایا: نماز حاکم اعلیٰ کا حکم ہے میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ انگریز ڈی سی مطمئن نہ ہوا، آپ باہر تشریف لائے اور استعفیٰ لکھ دیا اور خود نماز جمعہ ادا کرنے چلے گئے۔

حضرت خواجہ کی طبیعت شروع سے ہی ہمہ وقت عبادت کی طرف راغب تھی اوراد و اشغال میں منہمک رہتے۔ کافی عرصہ مرشد حق کی تلاش میں گزرا بالآخر استخارہ میں آپ کو حضرت صوفی محمد حسین شاہ مراد آبادی کی طرف رہنمائی ہوئی تلاش بسیار کے بعد حضرت صوفی محمد حسین مراد آبادی کی کلیر شریف (انڈیا) عرس کے موقع پر زیارت ہوئی۔ عرس کے بعد مراد آباد آ کر حضرت صوفی صاحب قبلہ سے بیعت ہوئے اور وہیں آپ کے پاس رہ کر منازل سلوک طے کیں حضرت صوفی محمد حسین شاہ صاحب ایک عارف کامل تھے۔ حمیت دینی کا یہ عالم تھا کہ وہابیہ، غیر مقلدین اور بدمذہبوں کا بے دریغ رد فرماتے تھے۔

طالب علمی کے ایام میں ہی آپ نے ایک انجمن بنائی تھی جس کا کام صرف یہ تھا کہ بے نمازوں کو نماز پڑھنے کی ترغیب دے۔ انسانی ہمدردی اور اعلیٰ اخلاق کا عنصر بچپن ہی میں نمایاں تھا۔ غریب طلباء کو اپنے خرچ پر مدارس دینیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجتے۔ چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے خانقاہ معلی کے نزدیک ہی ایک پرائمری سکول جاری فرمایا جس میں اخلاقیات کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی مغرب اور عشاء کے درمیان اور صبح سحری سے نماز فجر تک نفی و اثبات کا ذکر بلند آواز سے کرتے۔ اس ذکر کی روحانی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ تقویٰ طہارت میں اپنی مثال آپ تھے۔

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد چشتی قادری آپ ہی کے مرید صادق وخلیفہ مجاز تھے۔آپ پر مرشد کریم کی خصوصی توجہ تھی۔ 1932ء میں بغرض تبلیغ دسوہہ ضلع ہوشیار پور میں جب خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز بیمار ہوئے تو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو فوراً بلانے کا حکم فرمایا۔

وصال:

حضرت شاہ سراج الحق چشتی کرنالوی قدس سرہ العزیز چند دن بیمار رہ کر شوال المکرم 1350ھ ر 1932ء کو اس دار فانی سے دار بقاء کی جانب روانہ ہوئے۔جنازہ مبارکہ گورداسپور لایا گیا۔شیخ طریقت کی وصیت کے مطابق جنازہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد چشتی قدس سرہ العزیز نے پڑھایا حضرت شیخ الحدیث اکثر یہ بات بطور تحدیث نعمت فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دو ولیوں کا جنازہ پڑھایا ہے۔حضرت خواجہ شاہ سراج الحق قدس سرہ العزیز اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قدس سرہ کا۔ [1]

نوٹ:لمحہ فکریہ

احقر راقم الحروف کے دادا جان، چوہدری حاجی شکر دین مرحوم حضرت شاہ سراج الحق چشتی کرنالوی کے بیعت تھے۔آپ بتایا کرتے تھے کہ تقسیم ہند سے پہلے مولانا سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ شکر گڑھ کے فلاں فلاں گاؤں میں خواجہ صاحب کے ساتھ بیان کے لئے تشریف لاتے۔غور و فکر کی جگہ ہے کہ حضرت محدث اعظم پاکستان نور اللہ مرقدہ کا اپنا ایک کتنا بڑا مقام تھا لیکن قربان جاؤں اپنے شیخ طریقت کی صحبت مبارکہ سے بے نیاز نہ ہوئے۔آج علماء و واعظین میں جو تکبر و خود پسندی اور علم کا گھمنڈ نظر آتا ہے۔فقیر کے نزدیک فقط میدان تصوف سے دوری اور صوفیاء کی مستقل صحبت کی سعادت سے محرومی کے باعث ہے۔اللہ کریم ہمیں صالحین و اولیاء امت کی صحبت سے فیض یاب رہنے کی توفیق رفیق عنایت کرے۔ [2]

ردمرزائیت کے لئے گورداسپور تشریف آوری:

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں گورداسپور کا علاقہ خاص طور پر مرزا قادیانی کی زد میں تھا۔مسلمانوں کی دولت ایمان محفوظ رکھنے کے لئے حضرت صوفی محمد حسین مراد آبادی قدس سرہ نے حضرت خواجہ شاہ محمد سراج الحق کو گورداسپور تشریف لے جانے اور اسے اپنا مرکز بنانے کا حکم دیا۔حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت

---

[1] عطاء الرحمٰن رضوی، مولانا، حیات محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

[2] ''شاہ سراج الحق چشتی کرنالوی کے مفصل حالات جاننے کے لئے''انوار سراجیہ'' ۲ جلد (محمد حنیف چشتی) حیات محدث اعظم (پروفیسر مولانا عطاء الرحمٰن رضوی) حیات محدث اعظم (مولانا جلال الدین قادری) ۲ جلد کا مطالعہ کرنا ہوگا۔''

خواجہ شاہ سراج الحق ہمیشہ کے لئے گورداسپور تشریف لے آئے۔ یہاں ایک خالی جگہ کو دعوت وارشاد کا مرکز بنایا۔ ایک مسجد تعمیر کی۔یہیں سے خلق خدا کی ہدایت کا کام شروع فرمایا۔آپ کا چہرہ بہت نورانی تھااور صوفی محمد حسین مراد آبادی سے بیعت کرنے کے بعد اب تو نورِولایت نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔آپ کی مجلس میں حاضر ہونے والاایسی کشش محسوس کرتا کہ ہمیشہ کے لئے یہیں کا ہو کر رہ جاتااور بے دام غلامی پر فخر محسوس کرتا۔

تدبیر خواجہ سراج الحق قدس سرہ العزیز:

حضرت خواجہ نے گورداسپور میں عرس کاافتتاح فرمایا تو خواجگان چشت کی عام روش سے ہٹ کر بجائے ہجری تقویم کے عیسوی تقویم کے مطابق عرس کی تاریخ مقرر کی۔اس میں جو حکمت پنہاں تھی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حافظ مظہر الدین لکھتے ہیں:

''میرے عہد طفولیت میں ایک دفعہ ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت! آپ نے اپنے بزرگوں کے خلاف عرس کی تاریخ عیسوی کیوں مقرر کی گئی ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ انہی تاریخوں میں قادیان کا جلسہ ہوتا ہے ہمارا مقصد یہ ہے کہ لوگ ادھر نہ جائیں۔''

بظاہر یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عوام کو مرزائیت سے باز رکھنے کی حضرت کو کس قدر فکر تھی۔عین ممکن ہے کہ یہ تدبیر بھی حضرت نے اپنے پیر ومرشد صوفی محمد حسین مراد آبادی کے ایماء اور مشورے سے اختیار کی ہو۔[1]

منظم تحریکی وجماعتی کام:

مرزا نے جب سنسنی خیز پیش گوئیوں کے ذریعے عوام کو اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کیا تو حضرت خواجہ نے علماء وصوفیاء کی جماعت لے کر قادیان کے گرد ایک تبلیغی حصار قائم کر دیا۔ دیہات کے لوگ مرزا سے واقف تھے۔مرزا کی کریہہ صورت میں اُن کے لئے کوئی جاذبیت وکشش نہ تھی جب وہ خواجہ سراج الحق کرنالوی کی صورت میں نور کے ایک پیکر کو اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھتے تو اُن کے لئے حق و باطل میں امتیاز کرنا مشکل نہ رہتا وہ حضرت کی بیعت کر لیتے۔

حضرت خواجہ نے کوئی دس بارہ افراد کو خلعت خلافت سے سرفراز فرما کر تبلیغ کا کام سونپ دیا۔ یہ علماء وصوفیاء اسی علاقے کے رہنے والے تھے۔جن نفوس قدسیہ نے تبلیغ حق کے اس سلسلہ میں حضرت خواجہ سراج الحق صاحب اور روالد

---

[1] 2017ء میں وطن عزیز میں جب مسئلہ ختم نبوت اٹھا تو دربار عالیہ مرشد آباد شریف پشاور شہر کا سالانہ روحانی تربیتی اجتماع بھی عقیدۂ ختم نبوت کے پرچار کے لئے وقف کر دیا گیا۔علماء، اکابرین نے کھل کر رد قادیانیت بیان کیا۔

ماجد کا ساتھ دیا، جی تو یہی چاہتا ہے کہ اُن کا تذکرہ بھی کروں لیکن اُن کی فہرست بڑی طویل ہے۔ مختصر طور پر یہی کہہ سکتا ہوں کہ حضرت خواجہ سے ساتھ درویشوں کی ایک جماعت ہوتی تھی جنہیں دیکھ کر یہ گمان گزرنے لگتا تھا کہ سلف صالحین کی کوئی جماعت قبروں سے نکل آئی ہے۔ دراز قامت، چہرے درخشندہ، طویل داڑھی، منہ دراز، ہاتھ میں لمبا عصا اور تسبیح اور رنگین لباس میں ملبوس قدسیوں کی اس جماعت کے ساتھ حضرت خواجہ کسی گاؤں میں پہنچتے تو لوگ جمع ہو جاتے۔ غایت درجہ کی عقیدت و محبت کا اظہار کرنے لگتے اور دعاؤں اور تعویذات کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ نماز تہجد کے بعد حضرت خواجہ ذکر جہر فرماتے تو سامعین پر وجد و کیف کا عالم طاری ہو جاتا۔ مرزائیوں میں ذوق وشوق کی یہ مطاع کہاں تھی؟ وہ عوام کا تاثر ظاہر کرنے کے لئے کمال بے حیائی سے یہی کہتے کہ یہ جذب وشوق نہیں۔ نئی گندم کھانے کا اثر ہے۔ لیکن ایسی خرافات سے عوام کے تاثر کا زائل ہونا ممکن نہ تھا۔ [1]

تاریخی حقیقت اور اوّلیت:

قارئین! ہمیں اس سے کچھ انکار نہیں کہ مختلف مسالک کے اکابرین نے ردّ قادیانیت پر بہت کام کیا۔ جماعتیں اور تحریکیں وجود میں آئیں انفرادی طور پر اکابرین نے میدان جہاد میں عجب کارنامے دکھائے لیکن ہمارے مطالعہ میں اس سلسلہ میں سب سے پہلا تحریکی و جماعتی کام شاہ سراج الحق چشتی کرنالوی قدس سرہ العزیز کا ہے۔ ردّ قادیانیت پر نامی گرامی قدیم تحریک ''مجلس احرار اسلام'' ہے جس کی بنیاد 1931ء کو بانی اوّل احرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے رکھی جبکہ ''مجلس احرار اسلام'' کے دوسرے بانی رہنما مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری ٹھہرے۔ ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی بنیاد حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے 13 دسمبر 1954ء کو رکھی [2] اور دیوبند مکتبہ فکر کی ایک اور تحریک ''انٹرنیشنل ختم نبوت مشن'' کی داغ بیل تو ابھی ماضی قریب 1985ء میں ڈالی گئی۔ [3]

حضرت خواجہ شاہ سراج الحق رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 1932ء کا ہے معلوم ہوا ان مذکورہ تحاریک تحفظ ختم نبوت سے بہت پہلے اہلسنت و جماعت کے یہ عظیم درویش سلسلہ عالیہ چشتیہ کے چشم و چراغ منظم تحریکی کام جاری کئے ہوئے تھے۔

□□□

---

[1] ماہنامہ ''ضیائے حرم''۔ تحریک ختم نبوت نمبر 1974ء، ص 98 بتصرف

[2] تحریک ختم نبوت 1953ء میں جو تمام مسالک کے علماء نے ایک مجلس ختم نبوت تشکیل دی تھی اُس کے سربراہ و امیر مولانا سید ابوالحسنات قادری تھے۔ اس مجلس کے نام پر مختلف جگہوں سے تحریک کے لئے چندہ جمع کیا گیا جس کو بعد میں ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی تشکیل میں استعمال کیا گیا۔

[3] مشتاق احمد چنیوٹی، مولانا، تحفظ ختم نبوت کی صد سالہ تاریخ

اوّلین فیصلہ کُن مباہلہ

دسمبر ۱۸۹۹ء میں ''ممباسیہ'' میں حق و باطل کا ایک زبردست معرکہ ہوا جس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ وہاں ڈاکٹر رحمت علی نامی مرزائی جماعت کا ایک سرگرم رکن تھا، چونکہ ریلوے کے تمام ملازمین کا واسطہ ڈاکٹر سے ہر وقت پڑتا رہتا تھا۔ وہ اپنی کاروباری ڈیوٹی کے ساتھ مرزائیت کی تبلیغ میں منہمک رہتا تھا۔ عوام کی حالت یہ تھی کہ نہ اس کی حرکات برداشت کر سکتے تھے۔ نہ ہی اس کے خلاف آواز اُٹھا سکتے تھے۔ یہ تمام خبریں حضرت پیر سید عبداللہ شاہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تک بھی پہنچیں۔

آپ حالات کا جائزہ لیتے رہے جب تک آپ نے دیکھا کہ پانی سر سے گزرنے والا ہے۔ مسلمانوں کے ایمان کو ہر جائز و ناجائز طریقہ سے متزلزل کیا جارہا ہے۔ آپ نے اس کے تدارک کے لئے کمر ہمت باندھ لی۔ ڈاکٹر رحمت علی مرزائی مختلف مواقع پر تقریریں کرکے قادیانیت کا پرچار کرتا رہتا تھا۔ اس نے ایک دن ایک جلسہ عام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر تقریر کی، وہی منتخبہ دلائل جو مرزائی جماعت ہمیشہ دیتی رہتی ہے، پیش کرکے حاضرین کو چیلنج کیا کہ یا تو وفات مسیح علیہ السلام کو تسلیم کیا جائے ورنہ اگر کسی میں ہمت ہے تو سامنے آکر تردید کرے۔ اسے یہ حوصلہ تھا کہ جب سے آیا ہوں کسی اہل علم سے واسطہ نہیں پڑا۔ سامنے آنے والا کون ہے کچھ نہ کچھ مسلمان مرزائیت کے قریب لے ہی آؤں گا۔ مگر اسے کیا پتہ تھا کہ اب ممباسیہ کی کیفیت بدل چکی ہے پروردگار عالم نے ایک جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے مامور کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا پیر عبداللہ شاہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اس مجلس وعظ میں موجود تھے۔ جب اُس نے دوسری دفعہ پکارا ''کوئی ہے ہمت والا جو سامنے آکر حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت پیش کر سکے'' تو آپ فوراً کھڑے ہو گئے۔ تمام حاضرین جلسہ کی نگاہیں آپ کی جانب مذکور ہو گئیں۔ آپ نے اُس کی تقریر پر چند اعتراضات پیش کئے۔ کچھ دیر تو وہ جواب دیتا رہا مگر جب آپ نے عقلی و نقلی دلائل سے اُس کا ناطقہ بند کیا تو اُس کے پاؤں اُکھڑ گئے، تلملا اُٹھا اور کہنے لگا کہ سوال و جواب تو کبھی ختم ہو ہی نہیں سکتے۔ آؤ مباہلہ کریں اور اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کر دیں تاکہ حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔ آپ نے اس چیلنج کو بھی قبول فرما کر فرمایا کہ میں یہاں اکیلا ہوں۔ میرا کوئی عزیز و اقارب یہاں نہیں ہے۔ تم بچوں سمیت یہاں موجود ہو وہ اس پر راضی ہو گیا۔ چونکہ تقریر اس کے مکان کے سامنے ہی ہو رہی تھی اس لئے اس نے اپنے

بچوں کو بلا کر کھڑا کر دیا اور مباہلہ کے طریقہ کار کے مطابق ڈاکٹر رحمت علی نے پھر ایک تقریر کر کے مرزا قادیانی کو بحیثیت مسیح موعود پیش کرنے کے بعد دعا کی:

''الٰہی! تُو اس پر دنیا میں عتاب نازل کر، اس پر عذاب اُتار، اسے ذلیل و خوار کر کے دنیا سے نیست و نابود کر کے دنیا پر حق کو آشکارا کر دے۔''

اس کے بعد قبلہ مولانا پیر سید عبداللہ شاہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ دعا کے لئے اُٹھائے اور فرمایا کہ سب آمین کہو اور دعا شروع فرمائی کہ:

''الٰہی تیرے حبیب اکرم احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ تم میں عیسیٰ بیٹا مریم کا ہوگا، اور اُس کی یہ صفات ہوں گی۔ پروردگار! مرزا نہ تو مریم کے بیٹے ہیں نہ ہی وہ صفات ان میں پائی جاتی ہیں جو تیرے محبوب سرکار کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق فرمائی ہیں اس لئے ہم مرزا قادیانی کو ان کے تمام دعووں میں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ الٰہی اگر ہم سچے ہیں تو جو کچھ ڈاکٹر رحمت علی نے مانگا ہے وہ سب کچھ اس پر نازل کر کے دنیا پر حق و باطل کو روشن کر دے۔''

تمام حاضرین نے آمین کہی اور اس طرح یہ مجلس مباہلہ کے ساتھ ختم ہوگئی۔ حاضرین جلسہ مختلف قیاس آرائیاں کرتے ہوئے خدائی فیصلہ پر اُمید یں لگائے گھروں کو روانہ ہوگئے۔ خدا کی قدرت مباہلہ سے دو دن بعد ڈاکٹر رحمت علی کے گھر لڑکا پیدا ہوا اور مرزائیوں نے مرزا قادیانی کی صداقت کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا اور لڑکے کے نام کے لئے قادیان مرزا کو تار دیا گیا۔ مگر کرنا خدا کا کہ پہلے تو لڑکے کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بند ہی نہ ہوں اور ساتھ ہی تمام بدن پر سیاہ داغ نمودار ہوگئے اور دوسرے دن تار کا جواب آنے سے پیشتر وہ لڑکا مر گیا۔

اب شہر میں ہر کس و ناکس کی زبان پر تھا کہ مباہلہ کا اثر نمودار ہونا شروع ہوگیا ہے۔ اسی مہینے ڈاکٹر رحمت علی کی بڑی لڑکی اور داماد ہندوستان روانہ ہوئے۔ اُس کا داماد تو جہاز ہی میں اس دنیا سدھار گیا اور لڑکی بیوہ ہو کر جو انڈیا پہنچی تو ڈیڑھ ماہ بعد وہ بھی موت کا شکار ہوگئی جوں جوں حالات سامنے آ رہے تھے صداقت اسلام کے چرچے زوروں پر تھے۔ اس کے بعد ڈاکٹر کا تبادلہ جنگل میں ہوگیا۔ ایک مہینہ وہاں گئے ہوئے نہ ہوا تھا کہ جنگلیوں کے ہاتھوں ڈاکٹر رحمت علی مع اہل و عیال کے ختم کر دیئے گئے۔ مباہلہ سے تین مہینے کے اندر اندر ڈاکٹر رحمت علی مع اپنے جملہ خاندان کے جو مباہلہ میں موجود تھے۔ اپنی دعا کے مطابق اس دنیا سے نیست و نابود ہو کر ہمیشہ کے لئے حق و باطل کا فیصلہ کر گئے۔

''جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا''

نیروبی میں مرزائیوں سے مباحثہ اور مباہلہ:

ممباسیہ کا مباہلہ مرزائیوں کو بری طرح کھٹک رہا تھا اور ان کی ہر لمحہ یہ کوشش رہی کہ کسی نہ کسی طرح حضرت شاہ صاحب کو ہزیمت دکھائی جائے۔ مختلف مواقع پر چوٹیں ہوتی رہتی۔ بالآخر 1905ء میں ایک مناظرہ کا تعین ہوا آپ کے مدمقابل نیروبی سے نبی بخش، غلام قادر اور نور احمد نامی مرزائی تھے۔ موضوع مناظرہ حضرت مسیح علیہ السلام کا ''رُفِعَ اِلَی السَّمَآءِ'' تھا۔ مرزائیوں کی طرف سے آیت پاک ''رَافِعُكَ اِلَیَّ'' کا ترجمہ رفع روح اور عزت کی موت پیش کیا گیا۔

آپ نے فرمایا! یہاں پر ''رَافِعُكَ اِلَیَّ'' سے ''رفع رُوح'' مراد لینا بے علمی پر دال ہے کیونکہ یہاں پر ''رفع'' کا صلہ ''اِلَیَّ'' مذکور ہے جس کا معنی ہے کہ ''کسی کو کسی کے نزدیک کر دینا'' جیسا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا لڑکا فوت ہوا تو مذکور ہے کہ ''فرفع الی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انصبی'' یعنی وہ لڑکا ''نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' آپ کے پاس اٹھا کر لایا گیا۔ یہاں پر ''رفع رُوح'' یا ''موت عزت'' کس طرح لیا جائے گا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موت کے بعد اٹھا کر لایا گیا تھا۔

چنانچہ آپ نے ایک سو سے زائد احادیث صرف بخاری شریف سے ان کے سامنے پیش کیں۔ جن میں ''رفع'' کا صلہ ''الی'' تھا اور ہر ایک کے معنی یہی لئے گئے تھے کہ مذکورہ اشیاء مجسم طور پر اٹھا کر دوسرے کے قریب کی گئی۔ آپ کے دلائل کے سامنے یہ مرزائی بھی عاجز ہو گئے اور مباہلہ پر اُتر آئے، کہنے لگے: آؤ مل کر دعا کریں جو ہم میں جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے ذلیل وخوار کرے۔ آپ نے ان کے اس چیلنج کو بھی قبول فرمایا اور دعا شروع کر دی۔

''یا الٰہ العالمین! تُو علیم وخبیر ہے۔ ہمارے درمیان جو متنازعہ فیہ مسئلہ ہے۔ اس میں ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ تُو اُسے روزِ روشن کی طرح ذلیل وخوار کرکے دنیا پر حق و باطل کو واضح فرمادے۔''

مجلس ختم ہوئی اور اس کے بعد تینوں مرزائی دو مہینوں کے اندر نوکریوں سے برخاست کر دیئے گئے اور پھر باوجود تمام مرزائیوں کی اَن تھک کوششوں کے ان کے کاروبار کا کوئی سلسلہ نہ بن سکا اور خراب وخستہ ہو کر نیروبی سے نو دو گیارہ ہو گئے۔

ان دو معرکوں کے بعد مرزا قادیانی کے خلیفہ حکیم نورالدین بھیروی نے افریقہ کے مرزائیوں کو مجاہد افریقہ حضرت سید عبداللہ شاہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق تنبیہ کر دی کہ یہ ایک مقدس خاندان کا فرد ہے۔ آئندہ اس کے ساتھ اس قسم کے مقابلے مت کرو۔ [1]

□□□

[1] بخاری، صابر حسین شاہ، سید، مجلہ الحقیقہ، تحفظ ختم نبوت نمبر، ج ۲، ص ۵۲۵، ۵۲۷

رَدّ قادیانیت پر میدانِ صحافت میں اوّلین عربی اخبار

میدانِ صحافت میں مرزا قادیانی کے خلاف پُرزور آواز بلند کرنے والی برصغیر میں اوّلین شخصیت امام الادب مولانا فیض الحسن سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جن کے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی نے کہا: ''خاک ہند نے شاید ہی کوئی اتنا بڑا امام الادب پیدا کیا ہو۔''

اصل حوالہ کی طرف آنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے حالات انتہائی اختصار سے پیش کئے جائیں طوالت کی گنجائش نہیں۔ مولانا کے حالات زندگی عجب لطائف کا حسین مرقع ہیں۔ مرزا غالب، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور دیگر لوگوں سے مکالمے مولانا کے امام الادب ہونے کی بخوبی عکاسی کرتے ہیں۔ مفصل حالات جاننے کے لئے محسن اہلسنت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ لاہور کی علمی تاریخ پر بے مثال کتاب ''تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور'' پڑھیں۔

مولانا فیض الحسن 1232ھ/ 1816ء میں محلہ شاہ ولایت سہارنپور (یو۔ پی بھارت) کے رہنے والے ایک زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ نسباً قریشی، مشرباً چشتی اور اعتقاداً اہلسنت وجماعت تھے۔ لڑکپن کھیل کود اور کنکوے بازی میں گزرا۔ آغازِ شباب میں پہلوانی کا شوق ہوگیا دماغ تروتازہ اور ذہن رَسا تھا جب تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے تو والد نے شوق دیکھ کر فارسی گویا گھول کر پلادی اس ذوق علم نے آپ کو دوسرے خرمنوں کی خوشہ چینی پر آمادہ کیا۔ انیس برس کی عمر میں آپ ''فیض الحسن منطقی'' کے نام سے مشہور ہوگئے۔ مفتی صدرالدین آزردہ، شاہ احمد سعید مجددی دہلوی، آخون صاحب ولایتی اور مولانا فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ ہندوستان کے عربی ادب میں مولانا نے عظیم انقلاب پیدا کیا۔

17/ اکتوبر 1870ء کو لاہور اورینٹل کالج میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوگئے۔ مولانا کی لاہور تشریف آوری کا قصہ بھی بڑا دلچسپ ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اورینٹل کالج لاہور میں مولانا فیض الحسن کی علمیت کے حقیقی جوہر کھلے اور چشمہ فیض دریائے فیض بن گیا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:

تھی فیض کو جو پھولنے پھلنے کی آرزو
یہاں تک گل اس نے کھائے کہ پھولوں سے پھل گیا

قیام لاہور کے زمانے میں مولانا مطب بھی کرتے تھے۔ سلسلہ چشتیہ کے عظیم شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ بیعت ہوتے وقت دو شرطیں رکھیں ایک تو یہ کبھی نذرانہ نہیں دوں گا، دوسرے یہ کہ کبھی خط نہ بھیجوں گا۔ حضرت نے فرمایا اس سے بھی زیادہ شرطیں کرو تو وہ بھی منظور ہیں۔ ان کو حاجی صاحب کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ ان کا نام آنے سے روتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب کی تعریف میں ان کے بڑے جلے بھنے دوہڑے ہیں۔

مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا غلام محمد بگوی اور خلیفہ حمید الدین لاہوری (مدرسہ حمیدیہ، انجمن حمایتِ اسلام، لاہور) نہ صرف آپ کے ہم عقیدہ اور ہم مشرب تھے بلکہ اعتقادی مسائل میں آپ سے مشورے لیتے تھے۔ اہل سنت و جماعت کی اکثر اعتقادی کتابیں آپ کی قابل قدر آراء و تائید سے مزین ہیں۔

وفات:

مولانا فیض الحسن 6 فروری 1887ء / 1304ھ کو 71 برس کی عمر پا کر لاہور میں فوت ہوئے مولانا کی وصیت کے مطابق لاش تابوت میں ڈال کر ریل کے ذریعے سہارنپور پہنچائی گئی۔ کئی اسٹیشنوں پر نماز جنازہ ہوئی سہارن پور میں انہیں آباؤ اجداد کے قبرستان درہ آلی میں سپرد خاک کیا گیا۔ [1]

رسالہ ”شفاء الصدور“ کی ادارت:

جب اورینٹل کالج لاہور سے عربی زبان کا رسالہ ”شفاء الصدور“ نکلنے لگا تو اس کی ادارت کے فرائض بھی مولانا فیض الحسن ہی کے سپرد ہوئے۔ اس ذمہ داری کے لئے مولانا کے مقرر مشاہرے میں پندرہ روپے ماہوار کا اضافہ کیا گیا۔ دوسرے سال پانچ روپے اور بڑھا دیئے گئے۔

اخبار ”شفاء الصدور“ کے ذریعے مولانا نے کالج کے ماحول کو علمی رنگ میں رنگ کر اپنے شاگردوں میں عربی تحریر و انشاء کا ذوق پیدا کر دیا اور آپ سے فیض حاصل کرنے والے علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ [2]

اخبار ”شفاء الصدور“ لاہور کی مرزا قادیانی کے خلاف بلند آواز:

مولانا فیض الحسن سہارن پوری جو کہ پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج میں عربی ادب کے پروفیسر تھے اور یونیورسٹی سے ہی ایک عربی اخبار ”شفاء الصدور“ نکالتے تھے، نے اپنے اخبار میں مرزا قادیانی کے ایک عربی الہام ’انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی‘‘ کے متعلق لکھا:

”ان مؤلف البراھین ادعی ان منکرہ منکر التوحید“ (رجم الشیاطین، ص ۸)

---

[1] فاروقی، اقبال احمد، پیرزادہ، تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور، بتصرف

[2] فاروقی، اقبال احمد، پیرزادہ، تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور، ص 174

یعنی مولف براہین (مرزا قادیانی) نے دعوی کیا ہے کہ میرا منکر خدا کی توحید کا منکر ہے۔
یہ مرزا قادیانی کے خلاف صحافتی میدان سے بلند ہونے والی پہلی آواز تھی۔[1]

خواجہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق کتاب ''رجم الشیاطین برد اغلوطات البراہین'' سے جو حوالہ ذکر کیا گیا ہے آیئے اس کی اصل بھی ملاحظہ کر لیجئے مولانا قصوری نے ''تحقیقات دستگیریہ'' اور ''رجم الشیاطین'' میں مرزا قادیانی کے الہامات جو کامل الہام اور وحی رسالت کی مانند قرار دیئے گئے اُن آیات اور عربی فقرات کو تقریباً 47 کی تعداد میں نقل کیا ہے جن میں 24 ویں نمبر پر مذکورہ بالا عبارت ہے:

(۲۴) ''انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی وقال فی ترجمۃ ان اللہ تعالیٰ قال لہ ھذا وقال المولوی فیض الحسن السہارنفوری احد مشاہیر علماء الھند ان مؤلف البراھین ادعی ان منکر التوحید'' انتھیٰ

ترجمہ:

''مجھ کو کہا تُو مجھ سے میری توحید اور تفرید کے مرتبہ میں ہے۔ مولانا فیض الحسن مرحوم سہارنپوری نے اپنے عربی اخبار ''شفاء الصدور'' میں لکھا ہے کہ مؤلف براہین (مرزا قادیانی) نے اس الہام میں دعوی کیا ہے کہ میرا منکر خدا کی توحید کا منکر ہے۔ انتہیٰ''

بزرگ محقق مجی عابد حسین شاہ پیرزادہ اسی پر ذرا تفصیل بیان کرتے ہیں ملاحظہ کیجئے:

ان اخبارات میں ردمرزائیت پر مبنی فقط ایک تحریر تک ہماری بالواسطہ رسائی ہوئی۔ ''شفاء الصدور'' میں مولانا فیض الحسن سہارنپوری نے مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت بارے رائے دی، جو مولانا غلام دستگیر قصوری کے توسط سے ہم تک پہنچی، جسے آپ نے اپنی کتاب ''رجم الشیاطین'' کی اُردو اشاعت میں ان الفاظ میں درج کیا:

''مولانا فیض الحسن مرحوم سہارنپوری نے اپنی اخبار ''شفاء الصدور'' میں صاف لکھ دیا ہے کہ مرزا قادیانی مثل علی گڑھی نیچری کے ہے۔ یعنی اختلالِ دین اسلام و اختلالِ خواص وعوام میں۔''

مولانا سہارنپوری نے مرزا قادیانی کے تعاقب میں عربی زبان میں کوئی مستقل کتاب تالیف نہیں کی اور ''شفاء الصدور'' میں آپ کی تحریروں کے متعلق جو ناقص معلومات دستیاب ہیں، اُن کی بنیاد پر راقم سطور کی رائے ہے کہ مرزا کے افکار پر آپ نے عربی میں کوئی مستقل تحریر و مضمون بھی قلم بند نہیں کیا بلکہ ''شفاء الصدور'' کے صفحات پر اپنے مشہور شاگرد سر سید احمد خان (وفات ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء) کے باطل افکار کا رد و تعاقب کرتے ہوئے ضمناً مرزا

---

[1] قادری، محمد ثاقب رضا، تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص 55

غلام کا بھی ذکر کیا، جو''رجم الشیاطین''میں مذکور ہے۔

ان معلومات کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے دعاوی کی تردید میں پہلی عربی تحریر مولانا فیض الحسن سہارنپوری کے قلم سے ۱۸۸۵ء سے ۱۸۸۷ء[1] کے دوران ان کے ذاتی اخبار''شفاء الصدور''میں سامنے آئی۔جو دوسطور پر مشتمل اور''رجم الشیاطین''میں عربی واردو ترجمہ مطبوع ہے۔[2]

جان عزیز! آپ نے ملاحظہ کیا مولانا کا وصال 1887ء کا ہے جبکہ''براہین احمدیہ''کے چار حصے 1880ء تا 1884ء شائع ہوئے ان شواہد سے اس امر تک پہنچنا مشکل کام نہیں کہ میدان صحافت میں رد قادیانیت پر سب سے پہلی آواز بلند کرنے کا سہرا اہل سنت و جماعت کے عظیم سپوت، امام الادب، استاذ مولانا شبلی، درس وتدریس کے بے تاج بادشاہ، قاری دلائل الخیرات شریف، ہر جمعہ بلاناغہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں بیٹھ کر دس ہزار بار درود شریف کا ورد کرنے والے مولانا فیض الحسن سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

□□□

---

[1] مولانا غلام دستگیر قصوری نے''رجم الشیاطین برد اغلوطات البراہین'' 1883، 1884ء میں تحریر کی۔لہٰذا مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی منقولہ تحریر اسی عرصہ کی ہے۔

[2] پیرزادہ، عابد حسین شاہ، عربی میں ردّ قادیانیت ایک تاریخی جائزہ، ص ۲۰

صحافتی دنیا میں ردّ قادیانیت پر اوّلین اُردو اخبار

مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کے ممتاز عالم دین، صاحب طرز ادیب، مصنف، مترجم اور مؤرخ تھے۔آپ کی شخصیت کا ایک اور اہم پہلو اُردو صحافت ہے جس کی ترویج وترقی کے لیے آپ تاحیات کمر بستہ رہے۔آپ نے اُردو صحافت کے ذریعے نہ صرف ملک وملت کی بھرپور خدمت کی بلکہ مذہب ومسلک کی ترویج واشاعت اور احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ بھی خوب نبھایا۔

''مولانا فقیر محمد جہلمی صاحب کا ایک بیٹا ۱۲ اپریل ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوا محمد شفیع نام رکھا گیا جو کہ اسی سال ۱۲ نومبر کو فوت ہوگیا۔''

مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۲۵کتوبر ۱۹۱۶ء بمطابق ۲۷ ذی الحج ۱۳۳۴ھ بہ سبب مرض اسہال بحالت نماز ہوا۔اور جہلم شہر کے قبرستان میں اپنے بیٹے سراج الدین کے پہلو میں دفن ہوئے۔مولانا کی صاحب زادی محترمہ غلام مریم صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ وفات سے پہلے مولوی صاحب کو بار بار اجابت ہو رہی تھی مگر وہ ہر بار اجابت کے بعد وضو کرتے، آخر وقت تک کوئی نماز قضا نہیں کی اور فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے وضو جانا پسند نہیں کرتا۔[1]

ہفت روزہ سراج الاخبار، جہلم:

سراج الاخبار ۵ جنوری ۱۸۸۵ء/ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ کو پنجاب کے شہر جہلم سے مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ مؤلف حدائق الحنفیہ نے اپنے ذاتی مطبع سراج المطابع (جہلم) سے جاری کیا، اخبار کی اشاعت ہر دوشنبہ کو ہوتی تھی۔اخبار کا سائز ۸/ ۲۰×۲۶ اور صفحات آٹھ تھے۔سالانہ چندہ حکومت سے ۲۰ روپے، والیان ریاست سے بارہ روپے اور عام قارئین سے تین روپے تیرہ آنے تھا۔ابتدا میں ادارت کی ذمہ داریاں بھی مولانا خود ہی انجام دیتے تھے بعد ازاں اپنے دوست مولانا کرم الدین دبیر کو یہ ذمہ داری دے دی۔

۱۹۰۶ء سے اخبار دس (۱۰) صفحوں پر چھپنے لگا اور ۱۹۰۹ء سے صفحات کی تعداد بارہ (۱۲) ہوگئی، جس میں سے چھ (۶) صفحات پر صرف خبریں ہوتی تھیں۔۱۹۱۶ء میں ایک نامہ نگار کی غلطی پر حکومت پنجاب نے پریس ایکٹ کے

---

[1] حدائق الحنفیہ: ۲۳

تحت تین ہزار روپیہ ضمانت داخل کرنے کا نوٹس بھیجا۔ضمانت داخل نہ ہونے کی وجہ سے اخبار تقریباً چار ماہ بند رہا۔ حکام کی سفارش سے زرضمانت میں تخفیف ہوئی اور اخبار ۵ جون ۱۹۱۶ء کو دوبارہ جاری ہوا۔

مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد اخبار کچھ عرصہ تک بند رہا، یکم جنوری ۱۹۱۷ء سے اہلیہ فقیر محمد نے اسے تیسری بار جاری کیا اور ادارت کی ذمہ داریاں منشی محمد حسین الدین سیالکوٹی کے سپرد ہوئیں۔[1]

اخبار کے اغراض ومقاصد:

۱۔ رعایا کے دُکھ درد کا عرض حال گورنمنٹ کے روبرو مدلل وجوہات سے پیش کرنا اور گورنمنٹ کو صلاح دینا۔

۲۔ ترقی ملک اور رفاہ قوم کے طریقے اپنے ناظرین اور ملک او رقوم کو بتلانا۔

۳۔ اہل حقوق کو اپنے حق پہچاننے کی طرف مائل کرنا اور طرز تمدن اور معاشرت بھی قوم کو بتلانا۔

۴۔ مسئلہ اتفاق اور ہمدردی کے فوائد قوم کے روبرو پیش کرنا۔

۵۔ علاوہ اپنے ملک ہند کے، ممالک غیر خصوصاً یورپ کے گوناگوں حالات اور وہاں کی تربیت یافتہ اقوام کے کوائف اور تازہ بتازہ خبریں، واقعات نادرہ وقتاً فوقتاً انگریزی، عربی اور فارسی وغیرہ اخباروں اور انتخاب گورنمنٹ گزٹ پنجاب، تازہ گزٹ انگریزی سے ترجمہ ہوکر درج ہوا کرے گا۔

اخبار کا دستور العمل:

سرورق پر اخبار کا دستور العمل یوں تحریر ہوتا تھا:

۱۔ یہ اخبار ہفتہ وار دوشنبہ کے روز شائع ہوتا ہے جس کی سالانہ قیمت بمد پیشگی گورنمنٹ سے حسب عطیہ والیان ریاست سے ۱۲ عام شائقین سے تین روپے تیرہ آنے ہے اور مابعد دو چند ہے۔میعاد پیشگی تاریخ خرید سے ۳ ماہ تک ہے۔

۲۔ اُجرت مضامین مفید خاص و اشتہارات ایک بار کے لیے فی سطر ۲/- ایک بار سے زیادہ کے لیے ۱/- فی کالم ہے۔فی صفحہ ۱۳/- ہے۔

۳۔ قیمت اخبار وغیرہ بذریعہ منی آرڈر یا دستی بھیجنی چاہیے۔

۴۔ جب کسی صاحب کی خدمت میں یہ اخبار بلادرخواست پہنچے تو بصورت نامنظوری کارڈ کے ذریعہ سے مطبع کو اطلاع دیں، اخبار واپس نہ کریں کیونکہ اخبار عرصہ کے بعد مطبع میں واپس آتا ہے اور اس عرصہ تک برابر روانہ

---

[1] مجلہ تحقیق۔لاہور جلد ۲، شمارہ ۱

ہوتا رہتا ہے۔ دو پرچہ اخبار تک کارڈ نامنظوری کے نہ پہنچنے پران کا نام نامی درج رجسٹر خریداران کیا جائے گا۔

۵۔ جو صاحب اخبار کا لینا بند کرانا چاہیں وہ ممانعت کے ساتھ ہی اخبار کی قیمت جو اس وقت تک ان کے ذمہ ہو، عنایت کریں ورنہ اخبار بند نہ کیا جائے گا اور قیمت ان کے ذمہ چڑھتی رہے گی۔

۶۔ جو خطوط تقاضا قیمت میعاد پیشگی کے گزرنے پر مطبع سے روانہ ہوں گے ان کا خرچ صاحب حساب کے نام درج کیا جائے گا۔

۷۔ جو صاحب کسی بات کا جواب مطبع سے منگانا چاہیں تو اپنی ایسی تحریر جوابی پوسٹ کارڈ پر بھیجیں۔

۸۔ کوئی بے رنگ خط نہیں لیا جائے گا۔

سراج الاخبار اپنے مشمولات کی رو سے ایک مکمل اخبار تھا اور اپنے عہد کی ضروریات کے عین مطابق تھا جس کا کریڈٹ بلا ریب مالک اخبار مولانا فقیر محمد جہلمی صاحب کو جاتا ہے جو کہ اپنے ہم عصروں سے صحافتی میدان میں وسیع تجربہ کا حامل ہونے کی بنا پر فوقیت رکھتے تھے۔

ترتیب اخبار میں اکثر غیر ملکی خبروں کو ابتدائی صفحات میں نقل کیا جاتا، علاوہ اس کے ملکی صورت حال، واقعات، مقامی خبریں، برقی تار و مراسلات، گورنمنٹ پالیسیز پر ریویوز، قارئین کے خطوط، انتخاب پنجاب گزٹ وغیرہ سب شامل ہوتا۔ بعض اوقات ادبی لطائف و نظمیں بھی شائع ہوتیں۔

مذہبی خبروں میں مختلف اداروں و تنظیموں کے جلسوں کے اشتہارات، جلسوں کی رُوداد، تنقیدی و فکری مقالات۔ دینی کتب پر تبصرہ، علماء کرام و اہم شخصیات کے وصال پر تاریخی قطعات بھی اہمیت کے حامل ہیں۔

سراج الاخبار کا آغاز ایسے وقت میں ہوا جو کہ برصغیر میں مذہبی لحاظ سے افتراق و انتشار کا دَور تھا۔ وہابیت، غیر مقلدیت، نیچریت، دیوبندیت اور قادیانیت/ احمدیت/ مرزائیت نے قریب قریب اسی عرصہ میں جنم لیا۔ علاوہ اس کے عیسائی مشنریز اور آریہ کی سرگرمیاں بھی اپنے عروج پر تھیں چنانچہ اخبار نے دین اسلام کے تحفظ و بقا کی خاطر اپنی مقدور بھر سعی کی اور اپنے عہد کے ہر فتنہ کا بھرپور تعاقب کیا۔ قادیانیت کے تعاقب میں اس اخبار کی خدمات کو سراہتے ہوئے شرف اہل سنت مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

''۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ سے [مولانا فقیر محمد جہلمی نے] جہلم میں اپنے لخت جگر محمد سراج الدین کے نام پر مطبع سراج المطابع قائم کیا اور اخبار ''سراج الاخبار'' جاری کیا، اس اخبار نے اپنے دور کے اعتقادی فتنوں خاص طور پر فتنۂ مرزائیت کی تردید کے لیے بڑا کام کیا۔[1]

---

[1] قادری، عبدالحکیم شرف، علامہ، تذکرہ اکابر اہل سنت: ۳۹۱

الحمدللہ راقم (محمد ثاقب رضا قادری) نے سراج الاخبار کی تقریبا سولہ (۱۶) سال کی فائلیں تلاش کر کے قادیانیت کے متعلقہ خبروں، رپورٹوں اور مقالات کو"ردقادیانیت اورسُنّی صحافت" کے عنوان سے ایک جلد میں جمع کر دیا ہے۔(یہ کتاب مشتملہ ۷۳۶ صفحات عن قریب مکتبۂ اعلیٰ حضرت (پاکستان) سے شائع ہوئی ہے۔)

سراج الاخبار نے فتنۂ مرزائیت کا بھرپُور ردّ کیا جس کی وجہ سے مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کی جانب سے مقدمات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ ان مقدمات کی تفصیل راقم کی کتاب "مرزا قادیانی حاضر ہو؟" اور "رد قادیانیت اور سُنّی صحافت" جلد اوّل میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔سراج الاخبار نے مرزا قادیانی کے باطل افکار کی تردید میں کئی اہم مضامین و مقالات نیز خصوصی ضمیمہ جات بھی شائع کئے جوکہ ہماری کتاب "ردقادیانیت اورسُنّی صحافت" جلد اوّل میں شامل ہیں۔

ایک خصوصی ضمیمے کا نام "تازیانہ نقشبندی ربّانی بتردیدحملۂ قادیانی" ہے جوکہ بہت مفصل اور ضخیم ہے۔ یونہی سراج الاخبار کے مدیر مولانا کرم الدین دبیر اور مرزائیوں کے مابین مقدمات کی روئیداد "کاشف اسرار نہانی روئیداد مقدمات ِقادیانی" کے نام سے شائع ہوئی۔مرزا غلام قادیانی کی موت پر بھی سب سے پہلے خصوصی اشاعت "سراج الاخبار" کے حصہ آئی۔ 28 مئی 1908ء کو ایک خصوصی اشاعت بنام "مرزا قادیانی کی موت کا عبرت ناک نظارہ" کی گئی۔مولانا محمد حسن فیضی کا بےنقط عربی قصیدہ بھی اسی اخبار میں شائع ہوا تھا۔ یہ قصیدہ آپ نے مرزا قادیانی کو خود پیش کیا اور اُس کو کہا کہ پڑھ کر سنا دو اور ترجمہ کردو لیکن مرزا قادیانی اُسے پڑھنے سے عاجز رہا۔اس واقعہ کی مکمل تفصیلات بھی "سراج الاخبار" میں شائع ہوئی۔ہم نے مولانا محمد حسن فیضی کے قصائد مطبوعہ "سراج الاخبار" نیز مضامین کو "احوال وآثار فیضی"، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلشرز لاہور جمع کر دیا ہے۔

انہی مقدمات میں مرزا قادیانی کو پہلی مرتبہ پانچ سو روپے جرمانہ اور عدم ادائیگی کی صورت میں چھ ماہ کی قید کا حکم سنایا گیا۔مرزا قادیانی کو ان مقدمات میں بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ پانچ پانچ گھنٹے ہندو جج کی عدالت میں کھڑا رہنا پڑتا۔ اگرچہ مقدمات کا سارا کھیل مرزا قادیانی کے ایماء پر ہی رچایا گیا تھا لیکن بعدازاں یہ مقدمات مرزا قادیانی کے لئے دنیاوی عذاب ثابت ہوئے۔پس "سراج الاخبار" پہلا اُردو اخبار تھا جس نے 1885ء سے مرزا قادیانی اور اس کے باطل افکار کی تردید کا فریضہ بحُسن خوبی نبھانے کا آغاز کیا۔

□□□

اوّلین مجموعہ احادیث ختم نبوت

عالمی ناشر رضویات حضرت سید وجاہت رسول تاباں قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ [1] قمطراز ہیں:

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1340ھ / 1921ء) چودہویں صدی ہجری کے ایک جید عالم دین اور اپنے عہد کے مصروف مرجع فتاوی ہیں جن کے پاس بلاد عرب وعجم، افریقہ، امریکہ اور یورپ سے بیک وقت پانچ پانچ سو استفتاء مسائل دینیہ وجدیدہ کی دریافت کے لئے آتے تھے وہ اپنی جرأت ایمانی اور حق کے اظہار اور اعلام کے اعتبار سے "لایخافون لومة لائم" کے صحیح مصداق تھے انہوں نے منصب ومقام نبوت و رسالت اور مہمات مسائل دینیہ کے بیان میں ایک ہزار کے قریب چھوٹے بڑے رسائل تصنیف کئے جو مختلف علوم وفنون پر ان کی حیرت انگیز دسترس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جید علماء ہند، سندھ اور علماء حرمین شریفین نے ان کے فضل وکمال اور تبحر علمی کو نہ صرف سراہا ہے بلکہ آپ کی دقت نظری اور علمی فتوحات پر آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے انہیں "امام العصر، نابغہ روزگار، مجدد وقت، اللہ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت قرار دیا ہے۔ [2]

"اعلیحضرت کا قلم جہاں بے عیب خدا پر "کذب" کے معنی درست قرار دینے والوں کے لئے شمشیر بے نیام بنا۔ جہاں شاتمانِ نبوت کے لئے ذوالفقارِ حیدری بن کر ٹوٹا۔ جہاں عمائدین اسلام اور بزرگانِ دین کی عقیدت کے جلتے چراغ بجھانے کی ناپاک تمنا کرنے والوں پر برق صاعقہ بن کر چمکا وہاں اس عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کرنے والوں کی چالاکیوں کے پردوں کو بھی چاک کیا۔ اس فتنے کے سینے میں اس بطل جلیل کا قلم حق اسلام کی شمشیر بن کر اُتر گیا اور اس کے مقابلے میں اُس کی زبان حق ترجمان اسلام واسلامیوں کے لئے سپر بن گئی۔

---

[1] سید وجاہت رسول قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ جنوری 2020ء کو انتقال فرما گئے دنیا بھر میں آپ کی یاد میں تعزیتی پروگرام ہوئے اور آپ کی یاد میں مقالات لکھوا کر انہیں کتابی صورت میں سامنے لایا گیا۔ ان میں سدھارتھ نگر یوپی انڈیا سے مولانا کلام احمد ازہر القادری صاحب زید مجدہ نے ایک عظیم وضخیم کتاب "آئینہ وجاہت" شائع فرمائی، مالی گاؤں انڈیا سے فاضل نوجوان عتیق الرحمٰن قادری رضوی زید مجدہ نے سہ ماہی "المختار" کا اجراء کیا اور اس کا "جہان وجاہت نمبر" شائع کیا۔ مملکت خداداد پاکستان کے شہر سمندری سے مولانا محمد شرافت علی قادری زید مجدہ نے "ضیائے تاباں" کے عنوان سے ایک مختصر مگر جامع کتاب ادارہ تحقیقات امام احمد رضا سمندری کے زیر اہتمام شائع فرما کر عام کی۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے بھی ماہ نامہ "معارف رضا" کا علامہ سید وجاہت رسول قادری نمبر بھی شائع ہوا ہے۔ (رضوی قادری محمد شرافت علی، ضیائے تاباں ص ۶)

[2] ماہنامہ لا نبی بعدی، مجاہدین ختم نبوت نمبر 2003ء ص 32

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

اور

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مرزائیوں کے احکام بیان فرماتے ہوئے'' قادیانی مرتد، منافق ہیں۔ مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریاتِ دین میں سے کسی شے کا منکر ہے۔ قادیانی کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ قادیانی کو زکوٰۃ دینا حرام ہے اور اگر ان کو زکوٰۃ دے تو ادا نہ ہوگی۔ قادیانی کا ذبیحہ محض نجس و مردار باطل ہے۔ مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانی کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم و ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے۔

مجدد ملت امام احمد رضا حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے مرزائے قادیان کا سخت تعاقب کیا۔ منکرین ختم نبوت قادیانی اور پوری قادیانی ذریّت کی بابت جو فتوی آپ نے تحریر فرمایا وہ آپ کی علمی استطاعت، فقہی دانش اور تحفظ ختم نبوت و ناموس رسالت کے لئے دینی حمیت وغیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ محقق ختم نبوت، عصر حاضر کے الیاس برنی محترم و مکرم محمد متین خالد زید مجدہ نے ''ادارۃ المنتھٰی پاکستان'' کے زیر اہتمام ''جامعہ رحمت'' ٹاؤن شپ لاہور میں منعقدہ تیسرے سالانہ ختم نبوت کورس میں کھل کر کہا کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے فتوی کا نعم البدل نہیں ملتا آپ نے قادیانیت نوازی کے تمام سوراخ بند کر دیئے۔ مذکورہ فتوی سے متعلق اہل علم وقلم نے بہت لکھا ہے جس کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔

عقیدۂ ختم نبوت پر آپ کے رسائل وکتب کے مطالعہ کے بعد جہاں اس عقیدے پر لب کشائی کرنے والے متاثر ہوئے، وہیں آپ کی تصانیف کا شوق مطالعہ بھی تیز ہوتا گیا۔ عقیدۂ ختم نبوت کے ثبوت اور ردّ قادیانیت پر آپ کا فیض یافتہ اور غیرت وحمیت سے لبریز قلم ایسا چلا کہ دلائل و براہین کے انبار لگتے رہے۔

فائدہ:

ہم یہاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم مبارک سے تحریر کردہ رسائل اور کتب کے نام تحریر کریں گے بس۔ کیونکہ اس پر مطالعہ کرنے کے لئے اس موضوع پر کتب و رسائل ومجلات میں مواد کافی وشافی ہے البتہ عقیدۂ ختم نبوت و ردّ

قادیانیت پر مجدد دین وملت امام احمد رضا حنفی قادری نور اللہ مرقدہ اور آپ کے خانوادے کا روشن اور نمایاں کردار جس تفصیل وتحقیق سے نامور مؤرخ وادیب، مشفق ومہربان سید صابر حسین شاہ بخاری زید مجدہ (بانی ادارہ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی برہان شریف ضلع اٹک ومدیر اعلیٰ مجلہ 'الحقیقہ'') نیز جذبۂ حب رسول سے سرشار عظیم قلم کار علامہ مفتی محمد تصدق حسین (ناظم تعلیمات جامعہ المرکز الاسلامی والٹن لاہور) کی تصنیف لطیف ''تحفظ ختم نبوت اور امام احمد رضا'' میں ''تقدیم'' کے عنوان سے پیش کیا ہے احقر راقم الحروف کی نظروں میں اس قدر تفصیل کسی اور جگہ نہیں مل سکی قبلہ شاہ صاحب نے تو دستے باندھ دیئے ہیں۔قاری اَش اَش کر اُٹھتا ہے ایک بار ضرور پڑھیں:

* ''جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ''(1317ھ/1819ء) ''دشمنانان خداومنکرین ختم نبوت کو اللہ برباد کرے۔''
* ''السؤ والعقاب علی المسیح الکذاب''(1320ھ/1902ء)''جھوٹے مسیح پر اللہ کا عذاب وعتاب۔''
* ''المبین ختم النبیین''(1326ھ/1908ء)''ختم نبوت کا واضح بیان۔''
* ''الجراز الدیانی علی مرتد القادیانی''(1340ھ/1921ء)''قادیانی مرتد پر اللہ تعالیٰ کی تلوار۔''
* ''قھرالدیان علی مرتد بقادیان'' (1323ھ/1905ء)''قادیانی مرتد پر قہر خداوندی''۔

نوٹ:

مذکورہ بالا کتب کا تعارف احقر نے ''کتابیات ختم نبوت'' جلد اوّل میں بھی پیش کرنے کی سعادت لی ہے مزید برآں دیوبند مکتبِ فکر کے معروف مصنف مولانا اللہ وسایا نے اپنی کتاب ''قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت'' اور ''چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ'' جلد دوم میں بھی ان کتب کا تعارف دیا ہے۔

جانِ عزیز!

مذکورہ بالا تمہیدی سطور کے بعد ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں کہ امام احمد رضا حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدۂ ختم نبوت پر پہلی کتاب ''جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ'' ہے۔

آپ کی اس تصنیف منیر کا تعارف آپ کے قلم فیض سے ملاحظہ کریں۔

''اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی۔شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحتاً خاتم بمعنی آخر بتایا۔متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اب تک تمام امت مرحومہ

نے اس معنیٰ ظاہر ومتبادر وعموم واستغراق حقیقی تام پر اجماع کیا کہ حضور ﷺ تمام انبیاء کے خاتم ہیں اور اسی بناء پر سلفا وخلفا ائمہ مذہب نے نبی ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا۔ کتب احادیث وتفسیر وعقائد وفقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہے۔

فقیر غفرلہ المولی نے اپنی کتاب ''جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة'' 1317ھ (دشمن خدا کے ختم نبوت کے انکار پر خدائی جزاء) میں اس کے مطلب ایمانی پر صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم وجوامع سے 120 حدیثیں اور تکفیر منکر پر ارشادات ائمہ وعلمائے قدیم وحدیث وکتب عقائد واصول فقہ وحدیث سے تیس نصوص ذکر کئے ہیں۔ وللہ الحمد

مجدد ملتہ حاضرہ امام احمد رضا حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم کتاب میں ختم نبوت کے مطلب ایمانی پر ایک سو بیس اور منکرین ختم نبوت پر تیس نصوص کے تازیانے برسائے اور اس پر عرب وعجم کے علماء کرام کی تصدیقات لیں۔

اس شاہکار تصنیف کی اشاعت کہاں کہاں سے ہوئی اور اس پر کیا کام ہوا ایک جھلک دیکھئے۔

* پہلی بار مطبع اہل سنت وجماعت بریلی شریف سے 1317ھ بمطابق 1899ء کو شائع ہوئی۔
* رضا فاؤنڈیشن کے تحت جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے فتاوی رضویہ شریف کی پندرہویں جلد میں۔
* اعلیٰ حضرت کی قائم کردہ ''کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ'' سے شائع ہوئی۔
* ''عقیدہ ختم النبوۃ'' (مرتبہ مفتی محمد امین قادری) کی جلد دوم میں اشاعت ہوئی۔
* ''خدمات ختم نبوت اور سیدی اعلیٰ حضرت'' (ڈاکٹر ابو احمد محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی زید مجدہ) نے حصہ اوّل میں محققانہ انداز میں تخریج کی اور حواشی لکھے یہ کام پروگریسو بکس اُردو بازار لاہور سے سامنے آیا۔
* ''محمد خاتم النبیین'' کے نام سے منظر الاسلام الازہری (155 صفحات پر) اور مولانا نعمان اعظمی زید مجدہم نے اس کا عربی ترجمہ کیا جو 2002ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے خوبصورت انداز میں شائع ہوا۔
* ''تحفظ ختم نبوت اور امام احمد رضا'' (مفتی محمد تصدق حسین زید عمرہ) نے اس کتاب عظیم کا خلاصہ، ترجمہ وتخریج عام فہم اور احسن انداز میں پیش کیا جو ''انوار احمد سعید پبلیکیشنز لاہور سے منصہ شہود پہ آیا۔ (مفتی محمد تصدق حسین، تحفظ ختم نبوت اور امام احمد رضا، ص 17 تا 45 بتصرف)
* مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور سے ۱۹۹۸ء میں مضبوط جلد سے اشاعت پذیر ہوئی۔

مسلم کتابوی لاہور نے حال ہی میں اس کتاب میں منقول احادیث کو ختم نبوت کے نام سے شائع کیا ہے۔

محبین وجانثاران ختم نبوت!

مجاہد پیکر، مصلح امت، شاتمان نبوت کے لئے ذوالفقار حیدری، مجدد دین وملت امام احمد رضا حنفی قادری نوراللہ مرقدہ کی یہ تصنیف عظیم وشہیر احقر کے مطالعہ میں عالم اسلام کی پہلی کتاب ہے جس میں عقیدۂ ختم نبوت پر احادیث کے ذخیرہ کو جمع کیا گیا ہے۔ پروانہ ومجاہد ختم نبوت محمد احمد حسن قادری (مدیر مجلہ معارف ختم نبوت فیصل آباد) ایک مضمون بعنوان ''تحفظ ختم نبوت اور امام احمد رضا'' میں اس بات کو احقر کی نظروں میں پہلی بار اس نعمت کے اظہار کو سامنے لائے ہیں۔ فقیر پُرتقصیر نے یہ مضمون انہی کی توجہ دلانے سے قلمبند کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

درج بالا کتاب میں احادیث ختم نبوت کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ختم نبوت کی حقانیت کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۷ھ کو پہلی بار مطبع اہل سنت و جماعت بریلی شریف سے اور آخری ایڈیشن (تاحال) مکتبہ نبویہ سے شائع ہوا علاوہ ازیں یہ کتاب متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے یہ پہلی کتاب ہے جس میں سب سے پہلے احادیث ختم نبوت کو اکٹھا کیا گیا ہے۔''[1]

□□□

---

[1] بخاری، سید، صابر حسین شاہ، مجلہ الحقیقہ۔ تحفظ ختم نبوت نمبر، ج ا ص 916

قادیانیوں سے سوشل بائیکاٹ کروانے والی اوّلین شخصیت

عالی جاہ قارئین!

گزشتہ جلی عنوان ''اوّلین مجموعہ احادیث ختم نبوت'' میں آپ ملاحظہ کر چکے کہ امام احمد رضا خاں حنفی قادری نور اللہ مرقدہ نے کیسی مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر قادیانیت کا رد کیا۔ختم نبوت و ردقادیانیت پر آپ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خانوادے کی نمایاں و روشن کردار کی جھلک دکھانے کی طرف گزشتہ متصل صفحات پر فقیر نے اشارہ کیا ہے۔اس موضوع پر آپ کا تصنیف کردہ لٹریچر ''العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویہ'' مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات جلد چودہ، پندرہ میں شامل ہے۔علاوہ ازیں شاہین ختم نبوت مفتی محمد امین قادری رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ انسائیکلوپیڈیا ''عقیدہ ختم النبوۃ'' جلد دوم میں بھی محفوظ ہے۔

آپ نے مرزا قادیانی کے افکار کا بھرپور علمی ردّ کیا اور شہر بریلی میں مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ختم نبوت و ردّ قادیانیت لٹریچر پر جہاں تک احقر کی نظر ہے،جس شخصیت نے قادیانیوں کا کھل کر اس وقت سماجی بائیکاٹ خود بھی کیا اور بائیکاٹ کی بھرپور تحریک چلائی وہ پہلی شخصیت مجدد ملت، محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔آئیے اس پر آپ کے سامنے ایک زبردست حوالہ مرزائیوں کے اخبار ''البدر'' سے رکھتے ہیں ملاحظہ فرمایئے:

فاضل بریلوی کی جانب سے مرزائیوں کی پُر زور تردید کا اعتراف قادیانی اخبار ''الحکم'' مؤرخہ ۱۰/اکتوبر ۱۹۰۵ء میں بریلی کے رہائشی مرزائیوں اور خود مدیر ''الحکم'' نے بھی کیا ہے۔قادیانی اخبار ''البدر'' نے ۱۶/اگست ۱۹۰۶ء میں ایک مراسلہ شائع کیا جس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے قادیانیوں کا ردّ کس قدر بھرپور طریقہ سے کیا۔قادیانی اخبار سے اقتباس ملاحظہ کیجئے:

''بریلی میں ایک شہرت طلب انسان ہے جس کا نام ملا احمد خان مشہور ہے،آپ نے کچھ عرصہ سے ٹھیکہ لے رکھا ہے کہ سردار کاہن اور فریسیوں کی طرح مسیح کے شاگردوں کو ہر طرح کی اذیت اور ضرر پہنچایا جائے۔ چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ ایک قلمی فتویٰ سے تمام شہر کے مسلمان پیشہ وروں کو احمدیوں کی خدمت سے روک دیا ہے۔سقے پانی نہیں دیتے۔ایک ہندو کمہاری سے پانی لیا جاتا ہے یا خود بھرا جاتا ہے،دھوبی کپڑا چھونا گناہ

سمجھتا، قصاب گوشت دینا حکم عدولی تصور کرتا ہے، پیسہاری آٹا پیسنے کو گناہ کبیرہ خیال کرتا ہے، مزدور کام کرنے میں قانون رضا کی کسی دفعہ کے نیچے آنے کا خوف رکھتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ایک رسالہ قادیانی کے ردّ میں لکھا ہے اس پر شیخ صالح کمال (مکہ مکرمہ) نے تقریظ لکھی اور اس کے بعد اور بعض علماء نے لکھی

حج شریف سے آپ واپس تشریف لے آئے ہیں اور وعظ فرمانے شروع کر دیئے ہیں، آپ کی عدم موجودگی میں مطالعہ مذکور میں کسی قدر کمی کا باعث ہوئی تھی مگر یقین غالب ہے کہ مولوی صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت سے اپنے نامۂ اعمال میں کچھ اور نیکیاں زیادہ کریں گے (جیسا کہ ان کا اعتقاد معلوم ہوتا ہے)۔

سنا گیا ہے کہ آپ کی تشریف آوری پر اسٹیشن سے لے کر شہر تک سڑک سجی ہوئی تھی، سبیلیں لگی ہوئی تھیں، آپ ہاتھی پر سوار بڑے کرّ وفر سے چلے آتے ہیں، یہ شان وشوکت کا استقبال کیوں تھا، محض اس لئے کہ آپ احمدیوں (مرزائیوں) کے خلاف فتویٰ لائے ہیں۔'' [1]

مرزائی اخبار میں شائع ہونے والے اس مراسلہ سے امام احمد رضا کے فتوی کی عوامی قبولیت اور اثر کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ اسے کہتے ہیں: الفضل ما شهدت به الاعداء

فائدہ: ۱۹۷۴ء تحریک ختم نبوت میں فقیہ عصر معروف روحانی وعلمی شخصیت مفتی محمد امین نقشبندی (۱۹۲۶ء/ ۲۰۱۸ء) نے ''سوشل بائیکاٹ کی شرعی حیثیت'' رسالہ تصنیف فرمایا جسے مختلف تنظیموں نے اس فتوی کو لاکھوں کی تعداد میں شائع کر کے مفت تقسیم کیا۔ یہ اتنا جامع مقالہ تھا کہ الشاہ احمد نورانی قدس سرہ العزیز نے خود ممبران پارلیمنٹ میں تقسیم کیا۔ دیگر مسالک کی طرف سے بھی فتوی جات تحریر کئے گئے لیکن جو شہرت دوام اس فتوی کو نصیب ہوئی کسی اور کے حصے میں نہ آسکی۔

قادنیوں کا مکمل سماجی واقتصادی بائیکاٹ شروع ہوگیا:

لاہور ۱۵/جون (سٹاف رپورٹر) تحریک ختم نبوت کی متحدہ مجلس عمل کی اپیل پر آج مسلمانوں نے قادیانیوں کا مکمل سماجی اور اقتصادی بائیکاٹ کیا۔ صوبائی دارالحکومت میں قادیانیوں کے ریستوران اور دکانوں پر مسلمان گاہکوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ شہر کے تمام سگریٹ فروشوں نے مشروب (شیزان) کا بائیکاٹ کیا جو ایک قادیانی

[1] قادری محمد ثاقب رضا تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص ۳۹؛ بحوالہ اخبار البدر، قادیان مؤرخہ ۱۶/۱ اگست ۱۹۰۶ء

ملکیت ہے۔مجلس احرار اور کئی تنظیموں کی طرف سے عوام میں پمفلٹ تقسیم کیے گئے جس میں عوام سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ ختم نبوت کے منکر قادیانیوں کا مکمل سماجی اور سیاسی بائیکاٹ کریں۔متحدہ مجلس عمل اور پنجاب سٹوڈنٹس کونسل نے گزشتہ روز عوام سے اپیل کی تھی کہ قادیانیوں کا سماجی اقتصادی بائیکاٹ کیا جائے۔[1]

قارئین! آپ نے ملاحظہ کیا کہ مجدد ملت،محدث بریلوی کی کتب،فتاوی جات کا کسی قدر اثر تھا کہ بریلی شہر میں قادیانیوں کا جینا دوبھر ہو چکا تھا۔سماجی و اقتصادی بائیکاٹ مختلف تحاریک بالخصوص ۱۹۷۴ء کی تحریک میں مختلف تنظیمات کی جانب سے زور وشور سے ہوا جس کی ایک جھلک برادرم محمد ثاقب رضا قادری کی کتاب''تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔حضرت ابوالنصر مولانا منظور احمد ہاشمی نے بھی ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران سوشل بائیکاٹ کے جواز پر رسالہ تصنیف فرمایا اور پینتالیس ہزار کاپیاں چھپوا کر پورے ملک میں تقسیم کیں۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

□□□

---

[1] قادری محمد ثاقب رضا،تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت،ص ۲۸۶

ردّ قادیانیت میں اوّلین فارسی کتاب

سیدمہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو قسام اَزل نے بچپن سے ہی کسبی علوم کے ساتھ ساتھ وہبی اور لدُنی علوم سے حصہ وافر عطا کیا تھا۔ درس وتدریس، تحریر وتقریر اور علمی مناظروں میں آپ یدطولیٰ رکھتے تھے۔ مرزا قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا کچھ ہی عرصہ میں مرزائی فتنہ بہت اُبھرنے لگا۔ فساد فی الدین کا خطرہ لاحق ہوا تو علمائے دین کی طرف سے کئے گئے اصرار وغیبی اشارات اور بالخصوص سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ملنے پر آپ نے باقاعدہ کام کا آغاز کردیا۔ یومیہ درس میں سرکار ہر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ''خاتم النبیین'' ہونا حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر گوشوں کو علمی وتحقیقی اور عقلی تشریح وتوضیح شروع کردی۔ حلقہ ارادت میں شامل علماء کو خصوصی تربیت دی۔

ردّ قادیانیت میں مجدد گولڑہ کی اوّلین تحریری کاوش ''ہدیۃ الرسول'' ہے۔ مرزا کی مشہور کتاب ''ایام الصلح'' اور دیگر رسائل کے ردّ میں بزبان فارسی لکھی گئی۔ مرزا نے افغانستان کے لوگوں کو مرتد اور اپنے حلقے میں شامل کرنے کے لئے فارسی میں رسائل تحریر کیے اس لئے آپ نے جواباً فارسی میں ہی ''ہدیۃ الرسول'' تصنیف فرمائی تاکہ سادہ لوح مسلمان افغان گمراہی سے بچ سکیں۔ ''ہدیۃ الرسول'' کا ذکر قادیانیوں کے اُردو رسالہ ''شمس بازغہ'' کے صفحہ ۸ پر بھی ہے۔

آغاز کتاب میں خطبہ اور بعدازاں دس فصول قائم کی ہیں جبکہ آخر میں تین مقاصد کا عنوان ہے اور سب سے آخر ''پیش گوئیاں از حضرت خاتم النبیین'' عنوان ہے۔ مقصد اوّل و دوم میں مرزا قادیانی کے اقوال کو ''قولہ'' اور جوابات کو ''اقول'' کہہ کر مرزا کے دلائل کا کافی وشافی ردّ فرمایا ہے۔

ہماری نظر میں ردّ قادیانیت کے موضوع پر لکھی جانے والی پہلی فارسی کتاب مجدد گولڑہ قدس سرہ العزیز کی تصنیف فرمودہ ''ہدیۃ الرسول'' ہے۔

انتباہ وفائدہ:

تاجدار گولڑہ کی تالیفات وخدمات، تاثرات الگ موضوع ہے۔ مناظرہ لاہور کی خبر عرب وعجم میں سنائی دی۔ تفصیلات میرا موضوع نہیں۔ تحفظ ختم نبوت وردّ قادیانیت پر آپ کی خدمات جلیلہ پوری امت میں مسلمہ ہیں لیکن اہل

حدیث عالم ڈاکٹر بہاؤالدین کو نہ جانے کیا سوجھی کہ انہوں نے آپ کی خدمات عالیہ کو اپنے مکتب فکر کے اکابرین کی ''نگاہِ فیض'' قرار دے کر کھل کر تعصب و خیانت سے کام لیا۔ ڈاکٹر بہاؤالدین کی مرتبہ کتاب ''تحریک ختم نبوت'' کے ابتدائی حصے نامناسب، تحقیق و حقیقت سے کوسوں دور عبارات متعصبانہ وگمراہانہ ذہن کی غماز ہیں۔

فقیر پُرتقصیر نے ڈاکٹر بہاؤالدین کی اعلیٰ حضرت گولڑوی پر بیجا تنقید کی تنقیح اور مختصر علمی محاکمہ ''تاجدار گولڑہ اور جہاد ختم نبوت'' نام سے کرنے کی ادنیٰ سعی کی ہے۔ جبکہ محقق ختم نبوت، مخلص فی اللہ صادق علی زاہد زید شرفہ نے پیر صاحب کی تحفظ ختم نبوت و ردّ قادیانیت پر مساعی جمیلہ کو ''سیف مہریہ و ردّ قادیانیت'' نامی کتاب لکھ کر خراج عقیدت پیش کر کے مجدد گولڑہ کے محبین میں عملی طور پر اپنا نام رہتی دنیا تک نقش فرمالیا۔ اس کتاب کی فصل دہم ''اتہامات کا ردّ'' عنوان سے ہے جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بابت پھیلائے گئے گمراہ کن اتہامات و پراپیگنڈہ کا محاسبہ کیا ہے۔

آپ کی کتب منیرہ بارہا شائع ہو چکی ہیں مزید برآں شاہین ختم نبوت مفتی محمد امین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ ''عقیدہ ختم النبوۃ'' جلد سوم اور چہارم میں بھی محفوظ ہیں۔ خاکسار نے ''کتابیات ختم نبوت'' جلد اوّل میں سب کا تعارف پیش کیا ہے۔ ''سیف مہریہ و ردّ قادیانیت'' میں حضرت صادق علی زاہد نے پیر صاحب پر تحریر کردہ کتب کا اجمالی تعارف بھی پیش کیا ہے۔ ابھی حال ہی میں برادر گرامی محقق ختم نبوت محمد ثاقب رضا قادری نے ''تاریخ مباحثۂ لاہور'' کے نام سے کتاب مرتب کی ہے جس میں پیر سید مہر علی شاہ اور مرزا قادیانی کے مابین طے پانے والے تاریخی مباحثہ کے تفصیلی و تحقیقی احوال (بمقام بادشاہی مسجد لاہور) کو مفصل بیان کیا ہے۔

□□□

عرب دنیا میں ردّ قادیانیت پر اوّلین کتب کی اشاعت

محقق بے بدل عابد حسین پیرزادہ جنہوں نے "عربی میں ردّ قادیانیت ۔۔ ایک تاریخی جائزہ" تصنیف فرما کر محققین کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے اور مذکورہ کتاب کی صورت میں محققین ختم نبوت کے لئے ردّ قادیانیت پر ایک عظیم ذخیرہ مرتب کیا ہے نیز عرب دنیا سے اور عربی زبان میں عقیدۂ ختم نبوت و ردّ قادیانیت پر تحقیقی وتحریری علاوہ ازیں عربی ٹیلی ویژن چینلز کے بعض اہم پروگراموں اور خاص اس غرض سے تشکیل دی گئی ویب سائٹس بارے مطلع کر کے اہل اسلام کے سینوں کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔

پیرزادہ صاحب سے احقر راقم السطور کا محبت بھرا تعلق ہے ملاقات کا شرف ملتا رہتا ہے ٹیلی فون پہ تو رابطہ کا ایک تسلسل ہے آپ عاجزی وانکساری کا پیکر ہیں گفتگو میں اپنے موضوع پر سامعین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔

موصوف محقق کی تحقیق کے مطابق عرب دنیا میں ردّ قادیانیت پر اوّلین کتب مندرجہ ذیل ہیں:

شیخ عبداللہ بن عبدالغفار کی "السھام الخارق فی الردّ علی غلام مرزی الفاسق" اور شیخ احمد بن علی باصرین کی "القول المؤید الصحیح بالکتاب والسنة عن سید الانام لردّ المفتری بانه المسیح مرزی غلام"

دونوں کتب 1327ھ / 1909ء میں حجاز مقدس کے ساحلی شہر جدہ سے شائع ہوئیں، جب مرزا کی وفات پر ایک برس ہونے کو تھا۔ ڈاکٹر تاشکندی نے دونوں کے سرورق کا عکس اپنی کتاب میں دیا ہے۔

اور یہ پوری عرب دنیا سے اس موضوع پر شائع ہونے والی اوّلین کتب ہیں۔ ان میں سے ایک کے مصنف شیخ عبداللہ بن عبدالغفار کے حالات تک احقر کی رسائی نہیں ہوسکی۔ جس کا ملال ہے۔

جبکہ شیخ احمد بن علی باصرین (1280ء تقریباً۔ 1339ھ تقریباً 1863ء۔ 1920ء) جنوبی یمن کے علاقہ حضرموت میں پیدا ہوئے، وطن اور مصر میں تعلیم پائی۔ پھر 1318ء / 1900ء کے قریب جدہ آگئے جہاں مسجد معمار سے وابستہ رہے۔ شافعی عالم، مدرس، شاعر۔ چند تصنیفات ہیں۔ جدہ میں دس برس سے زائد قیام کے بعد یمن کی بندرگاہ عدن چلے گئے۔ وہیں وفات پائی۔[1]

□□□

---

[1] پیرزادہ، عابد حسین شاہ، عربی میں ردقادیانیت۔۔ ایک تاریخی جائزہ، ورلڈ ویو پبلشرز، ص ۵۰

عرب دنیا سے شائع ہونے والی اوّلین تحریریں

احقر راقم السطور کے پیش نظر اس موضوع پر جو تحقیق محقق کبیر عابد حسین شاہ پیر زادہ کی سامنے آئی ہے اور کوئی تحقیق کم از کم فقیر کے فردوسِ نظر نہیں ہوئی۔ لہٰذا اس موضوع پر جو آپ نے لکھا مکمل بغیر ردّ و بدل اور تصرف کے نذر قارئین ہے:

''جو معلومات احقر کاتب سطور کے پیش نظر ہیں ان کے مطابق مرزا غلام احمد کے دعاوی کے ردّ و تعاقب میں عرب دنیا سے تحریروں کی اشاعت کی ابتداء وہاں کے سب سے بڑے شہر اور علمی و ادبی نیز اشاعتی سرگرمیوں کے مرکز، مصر کے دارالحکومت قاہرہ سے ہوئی اور یہ علامہ رشید رضا، جرجی زیدان، مصطفیٰ کامل پاشا کے قلم سے مشہور رسائل ''المنار'' نیز ''الہلال'' اور اخبار ''اللواء'' کے علاوہ شیخ مصطفیٰ صادق رافعی کے دیوان میں شائع ہوئیں۔''

پندرہ روزہ ''المنار'' قاہرہ:

یہ رسالہ علامہ سید محمد رشید رضا مصری نے جاری کیا اور وہی ایڈیٹر و رُوح رَواں تھے۔ پہلا شمارہ ۲۲ شوال ۱۳۱۵ھ/بمطابق مارچ ۱۸۹۸ء کو سامنے آیا اور ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء میں اشاعت رک گئی۔ یہ آغاز میں پندرہ روزہ، پھر ماہنامہ ہوا۔ مرزا قادیانی کی عربی تصنیف ''حمامة البشریٰ الی اھل مکة وصلحاء ام القریٰ'' رجب ۱۳۱۱ھ/فروری ۱۸۹۴ء میں چھپی جو عرب دنیا میں مفت تقسیم کی گئی۔ اس کتاب کے تناظر میں علامہ رشید رضا کا مضمون ''مسیح الھند'' المنار کے شمارہ یکم شعبان ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۰۰ء میں اور اگلے شمارہ ۷ دسمبر ۱۹۰۰ء ''ردّ مسیح الھند علی الطاغین'' عنوان سے چھپا۔ جس میں مرزا کے دعوی مہدی و مسیح پر گفتگو کی اور ''حمامة البشریٰ'' کے اقتباس نقل کئے گئے۔ آغاز میں بتایا کہ ہم اس شخص کے دعاوی کے متعلق سن چکے تھے لیکن اب ایک ہندی دوست نے مجھے اس کی کتابیں بھیجی ہیں۔ جن میں اس کے دعاوی مذکور ہیں اور مرزا کے ایک ماننے والے شیخ محمد سعید النشار طرابلسی شامی نے اس کے دعاوی کی تائید و فروغ دعوت کے لئے ایک رسالہ ''ایقاظ الناس'' بھی تالیف کیا ہے۔ میں اس آدمی کو جانتا ہوں یہ نوعمری میں وطن طرابلس شام سے ہندوستان چلا گیا پھر ہم نے طرابلس میں سنا کہ وہاں اس نے شیعہ یا کوئی اور مذہب اختیار کر لیا ہے اور پیش نظر معلومات کی رو سے علامہ رشید رضا کا یہ مضمون عرب دنیا

سے چھپنے والی پہلی تحریر ہے۔

مرزا کی کتاب''اعجاز المسیح'' عربی زبان میں فارسی ترجمہ کے ساتھ پہلی بار ۱۳۱۸ھ/ ۲۳ فروری ۱۹۰۱ء کو قادیان سے چھپی جو سورۃ فاتحہ کی تفسیر پر مبنی تھی۔اسے خود ہی ''عظیم معجزہ'' قرار دیا۔مرزا قادیانی کی طرف یہ تصنیف بذریعہ ڈاک ادارہ المنار سمیت اہل علم تک پہنچی اور علامہ رشید رضا ابھی اس کتاب کی جانب متوجہ نہیں ہو سکے تھے کہ مشرقی مصر کے گاؤں طوخ القراموص سے ''المنار'' کے ایک قاری شیخ احمد محمد الالفی کی طرف سے چند سوالات ان کے شرعی جوابات کے لئے ادارہ المنار کو موصول ہوئے جن میں پانچویں سوال آخری حصہ کا ترجمہ یہ ہے۔

''کتاب اعجاز المسیح فی التفسیر الصحیح'' کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔جو موجودہ دور میں مہدویت کے مدعی ایک ہندی کی تصنیف اور سورۃ فاتحہ کی تفسیر ہے۔جس میں اپنے دعاوی کی تائید میں یہ دلیل پیش کی کہ ایسی تفسیر لکھنا دوسرے انسان و جن کے لئے ممکن نہیں۔کیا اس کا دعوی درست یا خطاء پر مبنی ہے؟''

علامہ رشید رضا نے ''المنار'' کے قارئین کے سوالوں کے جوابات کے لئے مختص صفحات بعنوان ''باب الاسئلۃ الدینیۃ واجوبتھا'' میں جواب دیا۔جس کے آغاز میں بتایا کہ یہ جواب قلم بند کرنے سے قبل میں نے دو سو صفحات پر مبنی کتاب ''اعجاز المسیح'' کی ورق گردانی کی۔یہ تقریر ''المنار'' کے شمارہ ۱۶ جمادی الاوّل ۱۳۱۹ھ بمطابق ۳۱ اگست ۱۹۰۱ء میں شائع ہوتی۔اب یہ ''تحریک ختم نبوت'' کی چودھویں جلد کے آغاز میں مطبوع ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے علامہ رشید رضا کی اس تحریر کی مخالفت وتردید میں عربی کتاب ''الھدی والتبصرۃ لمن یری'' لکھی جو ۱۲ جون ۱۹۰۲ء کو قادیان سے چھپی، اور اس کا ایک نسخہ شیخ رشید کو بھی بھجوادیا گیا۔جنہوں نے جواب میں مضمون ''مسیح الھند والمنار'' قلم بند کیا جو ''المنار'' کے شمارہ ۲۲ جولائی ۱۹۰۲ء میں چھپا۔اگلے مرحلہ میں مضمون ''اعجاز احمدی او سخافۃ جدیدۃ المسیح الھند'' المنار کے شمارہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء میں چھپا جس کا متن ''تحریک ختم نبوت'' کی چودھویں جلد میں دیا گیا ہے۔

المنار کے صفحات پر یہ موضوع جاری رہا اور متعدد تحریریں سامنے آئیں جن میں سے اکثر علامہ رشید رضا کے قلم سے ہیں۔بعض کے مختصر اُردو تراجم بھی سامنے آئے۔اس رسالہ سے منقول گیا مضامین کا متن کوفہ، عراق کے شیعہ محقق ڈاکٹر محمد سعید طریحی کی کتاب ''القادیانیۃ الاحمدیۃ فی میزان الحق'' میں یکجا اور دو کا متن ''تحریک ختم نبوت'' میں شامل ہیں۔جبکہ ان سب کے عنوانات اور دیگر کوائف احقر کی اسی کتاب کے باب ''عربی اخبارات و رسائل اور ردّ قادیانیت'' میں ملاحظہ ہوں۔اس رسالہ کی زندگی کے آخری ایام ۱۹۴۰ء میں اس کے صفحات پر شیخ حسن البناء شہید

کی دو تحریریں سامنے آئیں جن کا تعارف آگے دیا جا رہا ہے۔ یہاں پر شیخ مصطفیٰ صادق رافعی کا ذکر مقصود ہے۔ جن کی تحریر مرزا غلام قادیانی کی زندگی میں ''المنار'' میں چھپی لیکن اس سے قبل رسالہ کے بانی وایڈیٹر واہم قلم کار علامہ رشید رضا کا مختصر تعارف پیش ہے۔

علامہ سید محمد رشید بن علی رضا (۱۲۸۲ھ۔ ۱۳۵۴ھ/ ۱۸۶۵ء۔ ۱۹۳۵ء) لبنان کے شہر طرابلس کے نزدیک گاؤں قلمون کے سُنّی وصوفی گھرانہ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۱۵ھ میں قاہرہ ہجرت کی وہیں قبر بنی۔ وہ مشہور عقل پسند و مصری قومیت کے داعی مفتی اعظم مصر شیخ محمد عبدہ (وفات ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) کے خاص شاگرد تھے۔ المنار کے اجراء کے علاوہ قرآن مجید کی تفسیر وغیرہ متعدد تصنیفات ہیں۔ حجاز مقدس وشام کے سفر کیے۔ نیز ۱۹۱۲ء میں ہندوستان آئے اور لکھنؤ، علی گڑھ، لاہور وغیرہ مقامات کے دورے کیے۔ یہاں کا سفرنامہ مطبوع ہے۔ وہ ملک مصر میں پہلے وہابی مبلغ ہوئے۔

تیونس کے شہر صفاقس کے ڈاکٹر محمد صالح مراکشی۔

(پیدائش: ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء) نے ان کے احوال پر تیونس سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی۔ ان کے مقالہ کی تلخیص ''تفکیر محمد رشید رضا، من خلال مجلة المنار'' نام سے ۶۶۳ صفحات پر شائع کی گئی۔ جس میں ایک باب ''موقفه من البهائية فی ایران والقادیانیة فی الهند'' عنوان سے ہے۔

شیخ مصطفیٰ صادق رافعی:

شیخ مصطفیٰ صادق بن عبدالرزاق رافعی (۱۲۹۸ھ۔ ۱۳۵۶ھ/ ۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۷ء) مصر کے مقام ''بیتم'' میں پیدا ہوئے اور ''طنطا'' شہر میں وفات پائی۔ عالم ادیب وشاعر اپنے دور کے عظیم اسلامی ادباء میں سے ہوئے اور معاصر اکابر ادباء سے ادبی معرکے برپا رہے۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین (وفات ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء) کے ردّ میں ''المعركة'' اور عباس محمود عقاد کے متعلق ''على السفود'' نامی کتب مطبوع ہیں۔ دیگر تصانیف میں اعجاز القرآن والبلاغة النبوية، تاریخ آداب العرب تحت راية القرآن، وحی القلم اور دیوان الرافعی تین جلد وغیرہ کتب ہیں۔ مکتبہ عصریہ صیدا بیروت کی شائع کردہ دس تصنیفات ان دنوں بازار میں دست یاب ہیں۔

مرزا غلام قادیانی کے ردّ میں قصیدہ موزوں کیا جو اٹھارہ اشعار پر مشتمل اور پہلی بار ''المنار'' کے شمارہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں چھپا۔ نیز آپ کے دیوان میں ''فی مسیح الهند غلام احمد القادیانی'' عنوان پر شامل جو ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا اور ''القادیانية الاحمدية فی میزان الحق'' نامی کتاب میں تیرہ نیز ''تحریک ختم نبوت'' کی چودہویں جلد میں گیارہ اشعار منقول ہیں۔

لیکن "القادیانیة الاحمدیة فی میزان الحق" کے مصنف سے لغزش یہ ہوئی کہ یہ منظومہ مصر کے ہی مصطفیٰ بن حسن احمد عبدالرزاق سے منسوب کر دیا جو الگ شخصیت ہیں اور دونوں ایک ہی دور کے نامور مصنفین ومفکرین میں سے تھے، دوسرے شیخ مصطفیٰ (وفات ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۶ء) مصر کے علاقہ "المنیا" کے گاؤں ابی جرج میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں وفات پائی۔عالم،ادیب ومحقق،جووزیراوقاف پھر شیخ الازہر رہے اور مفتی محمد عبدہ کے شاگرد نیز ان کے احوال پر مستقل کتاب کے مصنف تھے۔ دیگر تصانیف میں "تمھید لتاریخ الفلسفة الاسلامیة، الدین والوحی" شامل ہیں۔

پندرہ روزہ "الھلال" قاہرہ:

یہ رسالہ مشہور عرب مصنف جرجی زیدان نے جاری کیا وہی اس کے ایڈیٹر تھے۔ پہلا شمارہ یکم ستمبر ۱۸۹۲ءکو منظر عام پر آیا۔

یہ مہینے میں دو بار شائع ہوتا لیکن چند برسوں میں اس کی اشاعت ماہانہ ہونے لگی اور آج ۲۰۱۶ء میں بھی یہ پابندی سے شائع ہو رہا ہے اس کی عمر ۱۲۴برس ہو چکی اور یہ دنیا بھر میں عربی زبان کا سب سے قدیم ومعمر رسالہ ہے۔

"اعجاز المسیح" کی اشاعت سے چند ہفتے قبل ۱۵دسمبر ۱۹۰۰ءکو مرزا نے علماء اسلام کو بالعموم اور خانقاہ چشتیہ گولڑہ کے سجادہ نشین وعالم جلیل حضرت مولانا سید مہر علی شاہ (وفات ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء) کو بطور خاص دعوت وتحدی دی کہ اس جیسی فصیح وبلیغ عربی تفسیر لکھ کر سامنے لائیں جو کہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔

"الھلال" میں اعجاز المسیح کا تعارف وتبصرہ چھپا جو پندرہ سطور پر مشتمل ہے۔جس میں عرب قارئین کو بتایا گیا کہ اس کا ہندوستانی مصنف مسیح منتظر ہونے کا مدعی نیز اپنے کو مہدی ومسیح اور نبی قرار دیتا ہے۔اس نے اپنے مخالفین کو اسی طرح کی فصیح وبلیغ تفسیر آیات قرآنیہ لکھنے کو کہا ہے۔مہر علی نامی ہندی عالم جو اس کے ردّ وتعاقب میں نمایاں ہیں انہیں بطور خاص ہدف بنایا ہے۔"الھلال" کے صفحات پر یہ تحریر "مطبوعات جدیدة" کے مستقل عنوان کے ضمن میں ۱۴ صفر ۱۳۱۹ھ مطابق یکم جون ۱۹۰۱ء کے شمارہ میں شائع ہوئی۔

یہ مرزائی افکار کے متعلق عرب سرزمین سے چھپنے والی دوسری تحریر ہے۔

"الھلال" کے صفحات پر یہ موضوع آگے بڑھا اور مرزا کے قصیدہ اعجازیہ کا جائزہ،حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام،کشمیر میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی قبر،اور مرزا کا نظریہ جہاد،کے موضوعات پر تحریریں شائع ہوئیں۔

مرزا کی شخصیت وافکار کے متعلق معلومات "الھلال" تک پہنچنے کے ذرائع یہ بنے کہ خود مرزا نے اپنی عربی تصنیفات وجماعت کے انگریزی کتابچے دیگر اداروں کی طرح "الھلال" کو بھی بھجوائے۔علاوہ ازیں ریاست حیدر

آباد دکن میں ایک عالم مولانا محمد حیدر اللہ خان درانی تھے جو نقشبندی مجددی سلسلہ میں ضلع جہلم کی خانقاہ للہ شریف سے وابستہ تھے اور ان کی اُردو تصنیف ''درۃ الدرانی علی ردّ القادیانی'' چھپ چکی تھی۔جس میں دلائل پر مبنی عربی عبارات کے متن بھی درج تھے۔مولانا حیدر اللہ نقشبندی ''الھلال'' کی تحریر پر آگاہ ہوئے تو اپنی تصنیف قاہرہ بھیجنے کے لئے اپنے معتمد مولانا سید علی محمد بن رفاعی حیدر آبادی کے سپرد کی۔جنہوں نے اپنے عربی خط کے ساتھ روانہ کی چنانچہ ''درۃ الدرانی علیٰ ردّ القادیانی'' کا مختصر تعارف نیز علی رفاعی کا خط ''الھلال'' میں شامل کئے گئے۔

مزید یہ کہ جرجی زیدان نے جامعہ ازہر میں ایک ایسا ہندی طالبعلم تلاش کرلیا جو مرزا قادیانی کے متبعین میں سے تھا۔اس سے بالمشافہ معلومات لیں نیز مرزائی رسائل دیکھ کر مرزا کا مکمل تعارف قلم بند کرکے شامل اشاعت کیا۔الھلال میں اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا وہ بالعموم خود جرجی زیدان کے قلم سے ہے۔گو ان کی تحاریر پر نام درج نہیں نیز سید علی بن محمد رفاعی حیدر آبادی کے علاوہ عبداللہ کشمیری،بمبئی کے علی عمر مدراسی کے خطوط ومضامین درج ہیں۔ادھر مرزائیہ کی طرف سے ضلع راولپنڈی کی تحصیل گوجر خان کے مقام چنگا بنگیال کے مولوی محمد فضل خان (چنگوی) نے اپنا مؤقف لکھ بھیجا تو اسے بھی شامل اشاعت کیا گیا۔

یہاں جرجی زیدان کا کسی قدر تعارف ضروری ٹھہرا ''الھلال''،ایک ادبی،تاریخی وثقافتی رسالہ ہے۔مذہبی مجلہ نہیں۔اس کے مالک وایڈیٹر جرجی زیدان عیسائی تھے۔جو ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء میں لبنان کے دارالحکومت بیروت میں پیدا ہوئے،قاہرہ ہجرت کی اور وہیں پر ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔اپنے دور کے مشہور ادیب و مؤرخ،صحافی،افسانہ نویس و نامور ناول نگار تھے۔مادری زبان عربی کے علاوہ انگریزی،فرنچ،عبرانی،سریانی زبانیں جانتے تھے۔''الھلال'' کے اجراء سے قبل قاہرہ میں برطانوی استعمار کے خفیہ و جاسوسی محکمہ میں ترجمان تھے اور جب برطانوی افواج نے جنرل گورڈن کی قیادت میں سوڈان پر حملہ کیا تو جرجی زیدان اسی حیثیت سے لشکر کے ساتھ تھے۔

جرجی زیدان اسلام ومسلمانوں کے بارے میں مستشرقین کی عمومی آراء ومؤقف سے متاثر اور ان کی تحریریں انہی کے رنگ میں ڈھلی ہوئی ہیں۔انہوں نے اسلامی تاریخ کے اہم واقعات وشخصیت کے احوال کو ناول کے انداز میں ڈھال کر عربی کتب لکھیں اور اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے میں نام پایا،نیز عربی زبان پر نقد وجرح کی اُن کے ناولوں کے اُردو سمیت متعدد عالمی زبانوں میں تراجم ہوئے۔جبکہ دیگر تصانیف میں ''تاریخ التمدن الاسلامی، تاریخ مصر الحدیث، الالفاظ العربیة والفلسفة اللغویة، اللغة العربیة کائن حی، تاریخ آداب اللغة العربیة'' شامل ہیں۔

عرب وعجم کے مسلم مصنفین نے جرجی زیدان کی منہج وافکار کے تعاقب میں مستقل کتب لکھیں۔جیسا کہ مدینہ منورہ کے شیخ امین بن حسن حلوانی (وفات ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء تقریباً) نے "نبش لهذیان من تاریخ جرجی زیدان" اور فلسطین کے ڈاکٹر شوقی محمد ابوخلیل (وفات ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء) نے "جرجی زیدان فی المیزان" نیز سعودی عرب کے ڈاکٹر عبدالرحمن بن صالح عشماوی (پیدائش ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء) کی "وقفة مع جرجی زیدان" مطبوع ہیں۔ نیز کویت کے ڈاکٹر طارق سویدان (پیدائش ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۳ء) کے ٹیلی ویژن پر لیکچر بھی قابل ذکر ہیں۔ادھر ہندوستان کے علامہ شبلی نعمانی (وفات ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء) کی "الانتقاد علی کتاب التمدن الاسلامی" عربی میں نیز اس کی اُردو تلخیص مطبوع ہیں اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری (وفات ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء) نے اُردو کتاب "المبین" لکھی جو پاک وہند سے شائع ہوئی۔

اب رہا یہ پہلو کہ مخصوص مزاج وافکار کے حامل عیسائی، پھر برطانوی استعمار کے کارندہ جرجی زیدان کے جاری کردہ رسالہ "الھلال" میں مرزا قادیانی کے خلاف ایک آدھ نہیں متعدد تحریریں کیونکر جگہ پا گئیں۔اس کی متعدد وجوہات واسباب ہیں۔جیسا کہ گزر چکا یہ رسالہ پورے مشرق وسطیٰ وعرب دنیا کے سب سے اہم اشاعتی مرکز قاہرہ سے جاری ہوا اور ابتدائی پانچ برسوں میں یہ مقبول ہو چکا تھا۔اسے اپنے دور کے نامور مسلم مصنفین، ادباء ومفکرین کا قلمی تعاون حاصل تھا۔پھر اس کے خریدار وقارئین بھی بالعموم مسلمان ہی تھے لہٰذا اسلام اور مسلمانوں سے متعلق نئے موضوعات کی اشاعت ایک ضرورت ٹھہری۔

مرزا قادیانی کے افکار ودعاوی میں دو موضوعات کا تعلق محض اسلامی عقائد تک محدود نہ تھا۔ایک عربی زبان وادب اور دوسرا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور قبر کی دریافت ان موضوعات پر مرزائی تحریریں، عیسائی مصنفین وقارئین کے لئے بھی قابل توجہ اور جواب کے لائق ٹھہریں۔اس کی تصانیف "اعجاز المسیح" اور "قصیدہ اعجازیہ" (اعجاز احمدی) کا تعلق عربی شعر وادب سے تھا لہٰذا اسی پہلو سے "الھلال" کے صفحات پر زیر قلم آئیں اور سوڈان کے دارالحکومت خرطوم سے ایک عیسائی قاری سکندر سلمان فرفریوہ نے سوال بھیجا کہ کشمیر میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے وجود ودریافت کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔اس کے جواب میں جرجی زیدان نے "مسیح الھند" عنوان سے مفصل جواب "الھلال" میں پیش کیا۔

"الھلال" وجرجی زیدان کو اس جانب متوجہ کرنے کی تیسری وجہ خود قادیانی گروہ نے مہیا کر دی اور مرزا کی "اعجاز المسیح" وغیرہ کتب بذریعہ ڈاک قادیان سے قاہرہ روانہ کیں۔

چوتھی وجہ انگریزوں کے اہم کارندہ جرجی زیدان کی طرف سے مسلمانوں میں فتنہ کو ہوا دینے کی کوشش بھی

ہوسکتی ہے۔ان ایام کے"الھلال" میں کل دس تحریریں شائع ہونے کی اطلاع ہے اور یہ تمام مرزا کی وفات کی مناسبت سے ہے ان میں سے چھ تحریریں احقر نے خود"الھلال" میں ملاحظہ کیں۔جبکہ یہ تمام ڈاکٹر طریحی کی کتاب "القادیانیۃ الاحمدیۃ فی میزان الحق "میں شامل اور ان سب کے عنوانات آگے اپنے مقام پر پیش ہیں۔

روزنامہ"اللواء" قاہرہ:

بیسویں عیسوی کے آغاز پر ہندوستان اور دیگر علاقوں میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی جو وقت گزرنے کے ساتھ پھیلتی چلی گئی۔اس پر سرکاری ادارے مذہبی رہنما اور عوام اس سے بچاؤ اور حفاظتی تدابیر نیز علاج میں جت گئے،ان میں سے ایک تدبیر حفاظت و بچاؤ کا ٹیکہ لگوانا تھی۔اس ماحول میں مرزا غلام قادیانی نے طاعون کے متعلق ایک اشتہار عربی زبان واُردو ترجمہ کے ساتھ ۱۰دسمبر ۱۹۰۱ء کو شائع کیا۔پھر مستقل کتاب"دافع البلاء و معیار اھل الاصطفاء"،تصنیف کی جو اپریل ۱۹۰۲ء میں چھپی۔جن میں طاعون کی آمد و پھیلاؤ کا سبب اور علاج بیان کئے۔مرزا کے بقول طاعون دنیا میں اس لئے آئی کہ خدا کے مسیح کا انکار کیا گیا اور اس کا یقینی علاج ہے کہ مسیح کو سچے دل سے قبول کیا جائے۔جبکہ حفاظتی ٹیکہ کو بے سود قرار دیا۔طاعون کے متعلق مرزا کا ایک دعوی ایک انگریزی اشتہار کے ذریعے قاہرہ مصر میں"اللواء" کے مالک و ایڈیٹر مصطفیٰ کامل پاشا کے علم میں آیا۔

مصطفیٰ کامل پاشا (۱۲۹۱ھ۔۱۳۲۶ھ/ ۱۸۷۴ء۔۱۹۰۸ء) مغربی مصر کے شہر سیون کے قریب گاؤں کتامہ میں پیدا ہوئے قاہرہ میں وفات پائی۔مصر اور پھر چار برس فرانس میں تعلیم کے شعبوں میں زندگی کے آخری ایام تک سرگرم رہے۔مصر کو برطانوی استعمار کے شکنجہ سے نجات دلانے کے لئے زبان و قلم کا خوب استعمال کیا اور اخبارات میں دلیرانہ مضامین لکھے نیز سفارتی کوششوں کے طور یورپی ممالک کے دورے کئے۔جبکہ خلافت عثمانیہ کے بقاو استحکام کے لئے حد درجہ کوشاں رہے۔مادری زبان عربی کے علاوہ انگریزی و فرنچ زبانیں جانتے تھے اور تحریک آزادی مصر میں معاونت کے لئے ان تینوں زبانوں میں قاہرہ سے الگ الگ اخبار جاری کئے۔ سیاسی موضوعات پر ایک دو تصانیف نیز بکثرت مضامین ہیں۔قاہرہ یونیورسٹی کے قیام کی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء میں ایک سیاسی جماعت"حزب الوطنی"کی بنیاد رکھی جو ملکی سیاست میں جولائی ۱۹۵۲ء کے فوجی انقلاب تک فعال رہی۔مصطفیٰ کامل پاشا مصری قوم ہی نہیں۔دنیا کے اہم مخلص قائدین میں سے تھے۔عثمانی دارالخلافہ استنبول کا دورہ کیا تو خلیفہ نے"پاشا" کا لقب عطا کیا۔تب عمر محض چھبیس برس تھی۔اس عظیم قائد نے چونتیس برس کی مختصر عمر میں وفات پائی۔

مصطفیٰ کامل پاشا نے عربی اخبار"اللواء" نام سے جاری کیا جس کا پہلا شمارہ ۲۹ شعبان ۱۳۱۷ھ مطابق ۲

جنوری ۱۹۰۰ءکو اور آخری شمارہ ۱۳۱ اگست ۱۹۱۲ءکو شائع ہوئے۔آپ خود ہی اس کا اداریہ لکھا کرتے بلکہ چوتھائی کے قریب تحریریں انہیں کے قلم سے نکلتیں۔

مرزا قادیانی کی طاعون سے متعلق تحریر کے تعاقب میں مصطفیٰ کامل پاشا کا مضمون ''اللواء'' میں شائع ہوا۔جس میں لکھا کہ ہندوستان میں ایک مسیح ظاہر ہوا جو نبوت کا مدعی اور کہتا ہے میں ہی عیسیٰ ہوں اور لوگوں کو ایک دین پر جمع کرنے نیز ان کی ہدایت اور تقوی کے راستہ پر ڈالنے کے لئے آیا ہوں۔اس نے کہا کہ طاعون کا حفاظتی ٹیکہ و دوا مفید نہیں۔اس نے اپنے ماننے والوں کو اس کی ممانعت کر کے ترک اسباب کیا جو قرآنی آیات کے منافی اور توکل کے خلاف ہے۔

مصطفیٰ کامل پاشا کی اس تحریر کی مخالفت میں مرزا قادیانی نے عربی کتاب ''مواہب الرحمٰن'' لکھی جو آٹھ فصول پر مشتمل اور ابتدائی پانچ فصول اسی سے متعلق ہیں۔ مواہب الرحمٰن پہلی بار جنوری ۱۹۰۳ء میں چھپی۔اب لاہوری گروہ نے اُردو ترجمہ مع عربی متن ۱۴۵ صفحات پر شائع کیا ہے۔''اللواء'' میں چھپنے والا مصطفیٰ کامل پاشا کا مقالہ محفوظ نہیں رہا اور نہ ہی خبر ہے کہ کس شمارہ میں شائع ہوا تھا۔البتہ اتنا واضح ہے کہ دسمبر ۱۹۰۱ء کے بعد اور جنوری ۱۹۰۳ء سے قبل سامنے آیا۔احقر کا خیال ہے کہ دسمبر ۱۹۰۲ء کے لگ بھگ اشاعت ہوئی۔یوں دستیاب معلومات کی روشنی میں علامہ رشید رضا اور جرجی زیدان کے بعد یہ تیسرے فرد ہیں جن کی مرزائی افکار و دعاوی کے ردّ میں تحریریں اوائل میں عرب دنیا سے شائع ہوئیں۔

□□□

علمائے مکّہ مکرمہ کی رَدّ قادیانیت پر اوّلین کتاب

علماءِ مکہ مکرمہ میں ایک بلند نام شیخ محمد علی بن حسین مالکی (۱۲۸۷ھ-۱۳۶۷ھ/ ۱۸۷۰ء-۱۹۴۸ء) کا ہے۔ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ مدرس مسجد حرم اور مفتی مالکیہ مکہ مکرمہ نیز دارالعلوم دینیہ مکہ مکرمہ کے صدر مدرس رہے۔ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ آپ کے بھائی اور بھانجے بھی امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ سے خلافت پا کر مزید سعادت مند ٹھہرے۔ طائف میں وفات پائی۔

ساٹھ سے زائد کتب تصنیف کیں چند شائع ہوئیں اور متعدد کے مخطوطات آپ کے فرزند شیخ عبداللطیف مالکی کے ذخیرہ کتب نیز حرم مکی لائبریری میں محفوظ ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلی ۱۳۲۳ھ مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تقریباً ۳ ماہ ٹھہرے اُن دنوں شیخ محمد علی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھائی مفتی مالکیہ شیخ محمد عابد مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔ آپ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دو اہم کتب ''الدولۃ المکیۃ'' اور ''حسام الحرمین'' پر تقاریظ لکھیں۔ ۹ صفر ۱۳۲۴ھ کو شیخ محمد علی مالکی نے فاضل بریلی سے مختلف علوم وفنون اور تصوف کے جمیع سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل کی۔

آپ کی ردّ قادیانیت پر تصنیف فرمودہ کتاب کا نام ''القواطع البرھانیۃ فی بیان اِفک غلام احمد واتباعہ القادیانیۃ'' ہے۔ جو غیر مطبوع ہے۔[1]

ہماری دانست میں علماءِ مکہ مکرمہ کی طرف سے ردّ قادیانیت پر پہلی کتاب ہے۔[2]

□□□

[1] پیرزادہ، عابد حسین شاہ، عربی میں ردقادیانیت ایک تاریخی جائزہ، ص 362،31

[2] ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی) پاکستان کے پلیٹ فارم سے شائع شدہ عظیم محقق محمد بہاؤالدین شاہ کی تصنیف کردہ کتاب ''امام احمد رضا محدث بریلی اور علماءِ مکہ مکرمہ'' میں آپ کے مفصل حالات کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ یاد رہے کہ مذکورہ کتاب کا سن اشاعت بارِ اوّل ۲۰۰۶ء/ ۱۴۲۷ھ ہے۔

ردّ قادیانیت میں اوّلین ماہ وار رسالہ

(قہر الدیان علی مرتد بقادیان، بریلی)

از: محمد ثاقب رضا قادری

اُنیسویں صدی عیسوی کے اخیر میں ظاہر ہونے والے فتنۂ قادیانیت کے ردّ میں علمائے اہل سنت نے ہراوّل دستے کا کردار ادا کیا اور قریہ قریہ اس فتنے کا مقابلہ کرتے ہوئے اس کی پھیلائی گئی گم راہی کا تدارک اور سد باب کیا۔ تقریر کے ساتھ ساتھ تحریری میدان میں بھی علمائے اہل سنت ہی سر فہرست نظر آتے ہیں چنانچہ سب سے اوّل امام اہل سنت مفتی غلام دستگیر قصوری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے خلاف جامع اور مبسوط فتوی مرتب کیا اور علمائے حرمین شریفین کے تصدیقی دستخطوں سے اس کو مزین کروا کر شائع کیا۔ یہی نہیں بلکہ صحافتی میدان میں بھی ردّ قادیانیت کے سلسلے میں پہلا باضابطہ ماہوار رسالہ جاری کرنے کا اعزاز اہل سنت ہی کے سر ہے۔ گو کہ صحافتی میدان میں اہل سنت کے کئی ایک، ہفت روزہ اور ماہ وار رسائل و اخبار مثلاً دبدبۂ سکندری (رام پور)، تحفۂ حنفیہ (پٹنہ) وغیرہ جاری تھے اور ان میں قادیانیت کا ردّ و ابطال بحسن وخوبی کیا جاتا تھا، تاہم ایک خاص رسالہ قادیانیت کے ردّ کے لیے جاری کرنے کی ضرورت بھی شدت سے محسوس کی جارہی تھی چنانچہ برادرِ اعلیٰ حضرت شہنشاہ سخن استاذ زمن مولانا حسن رضا خان حسن قادری رضوی برکاتی فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے رجب ۱۳۲۳ھ بمطابق یکم ستمبر ۱۹۰۵ء بروز جمعۃ المبارک بریلی شریف سے اس ماہ وار رسالہ کا اجرا کیا اور اس کی اشاعت کا اہتمام مطبع اہل سنت و جماعت سے کیا۔ رسالہ کا تاریخی نام ''قہر الدیان علی مرتد بقادیان'' رکھا گیا۔

اس رسالہ کا خاص مقصد ردّ قادیانیت تھا چنانچہ مولانا رسالہ کے قواعد وضوابط میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس رسالہ کا مقصد صرف مرزا و مرزائیاں کا ردّ اور ان کے ان ناجائز حملوں کا دفع ہوگا جو انہوں نے عقائد اسلام و انبیاے کرام خصوصاً سیدنا عیسیٰ وحضرت مریم وخود حضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم حتی کہ رب العزۃ ذوالجلال والاکرام پر کیے ہیں۔ دوسرے فرقوں کا ردّ اس کا موضوع نہیں۔ اس کے لیے بعونہ تعالیٰ مبارک رسالہ تحفہ حنفیہ عظیم آباد نیز اہل سنت کی اور کتب کافی ووافی ہیں۔ [1]

---

[1] قہر الدیان علی مرتد بقادیان، جلد ۱، ص: ۱۸

اس رسالہ کے اجرا میں مولانا کو کثیر احباب کا تعاون حاصل تھا، ان میں سے ۸۵ معاونین کی فہرست اس رسالہ کے اندرون سرورق پر شائع ہوئی۔ اس رسالہ کی مدت اشاعت معلوم نہ ہوسکی تاہم مولانا حسن رضا اس رسالہ کے اجرا کے بعد تقریباً تین سال تک حیات رہے۔

مولانا حسن رضا خان کی زیر ادارت یہ رسالہ ستمبر ۱۹۰۵ء میں جاری ہوا جبکہ اس سے قبل ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۲۰ھ / ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ماہ ایک رسالہ ردّ قادیانیت میں اپنے اہتمام سے شائع کرنے کا اعلان کیا، چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''ایک ماہ واری رسالہ بعونہ تعالیٰ شائع کروں جسے دیکھنا، چھاپنا سب آسان ہو اور اس کی امداد کے لیے وہ خفیف رقم مقرر کروں کہ کسی پر گراں نہ ہو یعنی فقط ایک روپیہ سال۔ ڈاک کے ٹکٹ بھی اپنے پاس سے لگائے جائیں گے، مقصود اپنا اور اپنے بھائی مسلمانوں کا دینی نفع ہے، مسلمان ہرگز اسے قیمت رسالہ گمان نہ کریں کوئی رسالہ ایک روپے سال کو نہ ستا ہوگا بلکہ محض امداد رسالہ و اعانت طبع کی نیت سے کم از کم یہ خفیف مال ایک روپیہ سال پیشگی عنایت کریں جسے زیادہ کی ہمت ہو وہ جانے اور اُن کی توفیق، یہاں سے رسالہ بعونہ تعالیٰ محض لوجہ اللہ ہدیہ ہوا کرے۔

پھر گزارش کرتا ہوں کہ یہ پیشگی قیمت بھیجنے میں شرعی اندیشے ہیں، طرفین سے محض امداد کی نیت ہو۔ کم سے کم دو سو (۲۰۰) درخواستیں آنے پر رسالہ جاری کر دیا جائے گا، اس سے کم میں مطبع کا خرچ بھی ادا نہ ہوگا۔''[1]

غیر مقلد حضرات کی طرف سے خاص ردّ قادیانیت کے لیے ماہ وار رسالہ ''مرقع قادیانی'' کا اجرا جون ۱۹۰۷ء میں ہوا۔ ''مرقع قادیانی'' کے ریکارڈ کا عکس ہمیں محقق ختم نبوت جناب صادق علی زاہد صاحب نے مہیا کیا۔ ہم نے اپنی زیر ترتیب کتاب ''ردّ قادیانیت میں صحافت کا حصہ'' میں اس کے مضامین کا اشاریہ دیا ہے، اہل سنت کے جلیل القدر اخبار اہل فقہ، امرت سر کے شمارہ بابت ۲۱ جون ۱۹۰۷ء میں مرقع قادیانی کے متعلق ایک ریویو ہمارے پیش نظر ہے جسے ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔ مولانا غلام احمد اخگر امرت سری نقشبندی (مدیر اخبار اہل فقہ، امرت سر) لکھتے ہیں:

''اگرچہ کادیانی مشن کی مزاج پُرسی اہل اسلام کی طرف سے بذریعہ رسائل و اخبارات برابر ہو رہی تھی لیکن درحقیقت اس امر کی سخت ضرورت تھی کہ کوئی مستقل اخبار یا رسالہ مرزا کی تردید اور اس کے فریبوں کو طشت از بام کرنے کے لیے مخصوص ہو۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے دفتر اخبار اہل حدیث، امرت سر سے ایک ماہ

---

[1] السوء والعقاب علی المسیح الکذاب: ۲۔ امطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی

وار رسالہ ”مرقع قادیانی“ جاری ہوا ہے جس کا پہلا پرچہ بابت ماہ جون ہمارے سامنے ہے اس میں علاوہ اور چھوٹے چھوٹے نوٹوں کے ڈاکٹر ڈوئی کے متعلق ایک بسیط مضمون ہے جس میں مرزا اور مرزائیوں کی تحریرات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا کادیانی نے ڈاکٹر ڈوئی کے متعلق اس کی زندگی میں تو کوئی پیش گوئی ایسی نہیں کی جس سے ثابت ہو کہ وہ مرزا کی زندگی میں مرجائے گا لیکن اب جھوٹ لکھ رہے ہیں کہ پیش گوئی کی تھی۔

ڈاک خانہ کے قواعد کے رُو سے ضروری ہے کہ رسالہ میں خبریں بھی ہوں اس رسالہ میں خبروں کے ضمن میں بھی مرزائی اخبارات درج کیے گئے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رسالہ مرزا کی بیخ کنی کے لیے مخصوص ہے۔ رسالہ کی قیمت سالانہ عوام سے مع محصول ڈاک ایک ایک روپیہ ہے۔“

مذکورہ حقائق کی روشنی میں وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ خاص قادیانیت کے ردّ میں اوّلین ماہ وار رسالہ جاری کرنے کا اِعزاز اُستاذِ زمن مولانا حسن رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اللہ القوی کے سَر ہے۔

رسالہ قہر الدیان علی مرتد بقادیان اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تصنیف نہیں:

بعض محققین نے اس رسالہ کو اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی تحریر شمار کیا ہے؛ جیسا کہ حیات اعلیٰ حضرت جلد دوم صفحہ ۳۴ پر ہے، پھر صفحہ ۱۴۲ پر ردّ قادیانیت کے حوالہ سے اس رسالہ کو تصانیف اعلیٰ حضرت میں شمار کیا گیا ہے۔ المجمل المعدد لتالیفات المجدد مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور کے صفحہ ۵۷ پر بھی اسے اعلیٰ حضرت کی تصنیف شمار کیا گیا اور اس کا نمبر شمار ۲۲۴ درج ہے۔ علاوہ ازیں یہ رسالہ فتاوی رضویہ (مخرجہ) کی جلد ۱۵ اور عقیدۂ ختم نبوت کی دوسری جلد میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف کے طور پر شامل ہے۔

ہم پیشتر بھی اپنے مضمون ”مولانا حسن رضا کی تصنیفی خدمات“ (جو کہ پاک و ہند کے کثیر رسائل میں شائع ہوا) اور ”رسائل حسن“ کے مقدمہ میں ذکر کر چکے ہیں کہ اس رسالہ کو فتاوی رضویہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تصنیف کے طور پر شامل کرنا نادرست ہے کیونکہ یہ کسی تصنیف کا نام نہیں بلکہ ردّ قادیانیت میں مولانا حسن رضا خان کی طرف سے جاری کردہ ماہنامہ ہے۔ چنانچہ رسالہ کے سرورق پر یہ عبارت جلی حروف میں تحریر ہے:

”الحمدللہ! مبارک ماہواری رسالہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالف پر قہر الٰہی ڈھانے والا، عیسیٰ مسیح کلمۃ اللہ کے دشمن پر تیغ عذاب چمکانے والا، جھوٹے مسیح مرزا قادیانی اور اس کے الہام و وحی شیطانی کی بنیاد گرانے والا، محمدی فتح کے پھریرے اڑاتا، اسلامی شان کے نشان چمکاتا“۔

پھر رسالہ کا نام ”قہر الدیان علی مرتد بقادیان“ تحریر ہے اور اس کے دائیں بائیں لفظ ”ماہوار“ تحریر ہے۔ نیز تحریر ہے:

''زیرادارت: ماحی بدعت حامی سنت مولانا مولوی محمد حسن رضا خان سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی سلمہ''
مزید یہ کہ رسالہ کے قواعد وضوابط میں تحریر ہے:
''(ا) یہ رسالہ باذنہ تعالیٰ ہر قمری مہینے میں ایک بار شائع ہوگا۔''
رسالہ کے آخر میں تحریر ہے:
''فصل دوم: علی مرتضیٰ و امام حسن و امام حسین و فاطمہ زہرا اور خود محمد مصطفی ﷺ پر قادیانی کی گالیاں۔۔۔ باقی آئندہ''
لہٰذا اس رسالہ کو اعلیٰ حضرت کی تصنیف قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔

اداریہ رسالہ ''قہر الدیان علی مرتد بقادیان'' (شمارہ اوّل)

مولانا حسن رضا خان اداریہ میں رسالہ کا سبب اجرا تحریر فرماتے ہیں:
''اللہ عزوجل اپنے دین کا ناصر، اپنے بندوں کا کفیل، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، رسالہ ماہواری ردّ قادیانی کی ابتدا حکمت الٰہیہ نے اس وقت پر رکھی تھی کہ یہاں دو چار جاہلانِ محض اس کے مرید ہوآئے، مسلمانوں نے حسب حکم شرع شریف اُن سے میل جول ارتباط اسلام کلام اختلاط یک لخت ترک کر دیا۔ دین میں فساد مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے والوں نے یہ العذاب الادنی دون العذاب الاکبر چکھا۔
مسلمانوں پر حملے میں اپنی چلتی کوئی گئی نہ کی۔ بس نہ چلا تو متواتر عرضیاں دیں کہ ہمارا پانی بند ہے، ہم پر زندگی تلخ ہے، بیدار مغز حکومت ایسی لغویات کو کب سنتی، ہر بار جواب ملا کہ مذہبی اُمور میں دست اندازی نہ ہوگی۔ سائلان آپ اپنا انتظام کریں۔ آخر بحکم آنکہ ع: ''دست بگیرہ سر شمشیر تیز'' ایک بے قید پرچے روہیل کھنڈ گزٹ میں اشتہار چھاپا کہ عمائد شہر علمائے طرفین سے مناظرہ کرائیں اور وہ بھی اس شرط پر کہ دونوں طرف سے وہ خود ہی منتظم رہیں تو ہمیں اطلاع دیں کہ ہم بھی اپنے مرزائی ملانوں کو بلالیں اور اس میں علمائے اہل سنت کی شان میں کوئی دقیقہ بد زبانی و اکاذیب بہتانی وکلمات شیطانی کا اٹھا نہ رکھا۔ یہ حرکت نہ فقط ان بے علم، بے فہم مرزائیوں بلکہ بعونہ تعالیٰ خود مرزا کے حق میں کالباحث عن حتفہ بظلفہ سے کم نہ تھی۔

ست بازو بجہل میفگند　　پنجہ بامرد آہنیں چنگال

مگر از انجا کہ عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ

ع: خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دران باشد

یہ ایک غیبی تحریک خیر ہوگئی جس نے اس ارادۂ رسالہ کی سلسلہ جنبانی فرمادی۔ اشتہار کا جواب اشتہاروں میں دیا

گیا۔مناظرہ کے لیے مرزا قادیانی کو پیغام دیا۔اس کے ہولناک اقوال ادعائے رسالت و نبوت وافضلیت من الانبیاوغیرہا کفر وضلال کا خاکہ اڑایا۔گالیوں کے جواب میں گالی سے قطعی احتراز کیا۔صرف اتنا دکھایا کہ تمہاری گالی آج کی نرالی نہیں، قادیانی تو ہمیشہ سے اللہ ورسول و انبیاے سابقین و ائمۂ دین سب کو گالیاں سناتا رہا ہے۔ ہر عبارت اس کی کتابوں سے بحوالہ صفحہ مذکور ہوئی۔

مضمون کثیر تھا،متعدد پرچوں میں اشاعت منظور ہوئی۔ہدایت نوری بجواب اطلاعِ ضروری نام رکھا گیا۔اس میں دعوتِ مناظرہ،شرائط مناظرہ،طریق مناظرہ،مبادیِ مناظرہ سب کچھ موجود ہے۔اس مختصر تحریر نے اپنی سلک منیر میں متعدد سلاسل لیے سلسلۂ دشنامہاے قادیانی برحضرت ربانی و رسولانِ رحمانی ومحبوبانِ یزدانی،سلسلۂ کفریات و ضلالاتِ قادیانی،سلسلۂ تناقضات وتہافتات قادیانی،سلسلۂ دجالی وتلبیساتِ قادیانی،سلسلۂ جہالات و بطالات قادیانی، سلسلۂ تاصیلاتِ سلسلۂ سوالات اور واقعی وقتی ضرورات مختلف مضامین پر کلام کی مقتضی ہوتی ہیں۔اور اس کے اکثر رسائل الٹ پھیر کرانہیں ڈھاک کے تین پات کے حامل؛لہٰذا ہر رسالے کے جداگانہ ردّ سے انہیں سلاسل کا انتظام احسن واولیٰ،اب بعونہٖ تعالیٰ اسی ''ہدایت نوری'' سے ابتدائے رسالہ ہے اور مولیٰ تعالیٰ مددفرمانے والا ہے۔

اس کے بعد وقتاً فوقتاً رسائل ومضامین حسب حاجت اندراج گزیں مناسب کہ جوکلام جس سلسلے کے متعلق آتا جائے بہ شمار سلسلہ اسی کی سلک میں انسلاک پائے،جو نیا کلام ان سلاسل سے جدا شروع ہو اس کے لیے تازہ سلسلہ موضوع ہو۔اعتراضات کے تازیانے جن کا شمار خدا جانے اوّل تا آخر ایک سلسلے میں منضود اور ہر اعتراض حاشیہ پر تازیانہ یا اس کی علامت،ت،لکھ کر جدا معدود۔مسلمانوں سے تو بفضلہٖ تعالیٰ یقینی امید مدد وموافقت ہے۔

مرزائی بھی اگر تعصب چھوڑ کر خوفِ خدا اور روزِ جزا سامنے رکھ کر دیکھیں تو بعونہٖ تعالیٰ امید ہدایت ہے۔''

قواعد وضوابط رسالہ قہر الدیان:

صفحہ نمبر ۱۸ پر رسالہ کے قواعد وضوابط تحریر ہیں جو کہ یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

(۱) یہ رسالہ باذنہٖ تعالیٰ ہر قمری مہینے میں ایک بار شائع ہوگا۔

(۲) اس کی امداد کے لیے صرف ایک روپیہ سالانہ پیشگی عام اشخاص سے مطلوب ہے۔محصولی ڈاک بھی اپنے ہی پاس سے دیا جائے گا،اور دو روپے سال سے اعانت فرمانے والے ''معاون رسالہ'' پانچ روپے سالانہ عطا فرمانے والے ''معاون کبیر'' دس روپے سال سے کرم فرمانے والے حضرات ''معاون اکبر'' لکھے جائیں گے۔

(۳) جو صاحب دس حضرات سے سالانہ اِمداد کی رقم پیشگی بھجوائیں گے وہ خود بلا امداد مالی سال بھر تک رسالہ پائیں

گے اور جتنی برس وہ زر امداد آتا رہے گا انہیں بلا شرط امداد ذاتی رسالہ پہنچا کرے گا۔

(۴) فی الحال حجم رسالہ اوراقِ حول کے علاوہ ۱۶ صفحہ رکھا گیا ہے۔ آئندہ اگر برادرانِ دینی دو چند حجم کر دینے کی خواہش فرمائیں گے ہر قسم امداد میں صرف ایک روپیہ سالانہ کا اضافہ ہوگا۔

(۵) اس رسالہ کا مقصد صرف مرزا و مرزائیان کا رد اور ان کے ان ناجائز حملوں کا دفاع ہوگا، جو انہوں نے عقائد اسلام و انبیاے کرام خصوصاً سیدنا عیسیٰ و حضرت مریم و خود حضور سید الانام علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام حتی کہ رب العزۃ ذوالجلال والاکرام پر کیے ہیں۔ دوسرے فرقوں کا رد اس کا موضوع نہیں۔ اس کے لیے بعونہٖ تعالیٰ مبارک رسالہ تحفہ حنفیہ عظیم آباد نیز اہل سنت کی اور کتب کافی ووافی ہیں۔

(۶) یہ رسالہ کہ بطور بیع وشرا شائع ہی نہ ہوا بلکہ اپنے بھائیوں سے محض بہ قصد نصرتِ دین، امدادِ رسالہ و اعانت طبع کے لیے وہ رقوم مطلوب ہیں، اور رسالہ بھی اسی نیت اور دین کی حمایت کے لیے انہیں نذر ہے۔ جن صاحبوں کے پاس بلا طلب جائے اوّل پرچہ پر انہیں اطلاع فرما دینی چاہیے کہ امداد منظور ہے یا نہیں، بحالت سکوت قبول امداد متصور ہوگا۔

(۷) اس کا آغاز سال رجب ۱۳۲۳ھ سے ہوا جو حضرات وسط سال میں شرکائے امداد و اعانت ہوں گے؛ حتی الامکان شروع سال سے پرچے ان کی خدمت میں حاضر کیے جائیں گے کہ کلام اپنے سلسلے سے انہیں پہنچے۔

(۸) اہل علم جو مضمون عطا فرمائیں گے بحال معمولی امداد رسالہ ضرور ان کے نام سے درج ہوگا اور بلا امداد اندراج کا اختیار رہے گا؛ مگر بہر حال لازم ہوگا کہ مضمون حدودِ مقصودِ رسالہ کے اندر اور مخالفت مذہب وشرع سے باہر ہو، یا ہم کو اجازت دی جائے کہ جو لفظ یا مضمون ہم ایسا پائیں حذف یا تبدیل کر دیں مضمون صاف لکھا ہوا مع نام ونشان صاحب مضمون ہونا ضروری ہے۔

(۹) مضمونِ طویل متفرق پرچوں میں پورا ہوگا۔ اگر کوئی صاحب دفعۃً اس کی اشاعت چاہیں تو رسالے کے معمولی حجم سے جس قدر بڑھے گا اس کی اجرت بحساب فی جز عطا کرنی ہوگی اور جتنا بشرط گنجائش حجم معمولی کے ضمن میں آ سکے گا اس کی کچھ اجرت نہیں۔ جس مہینے میں کوئی مضمون آئے اگر اس کے پرچہ میں گنجائش نہ ہو پرچہ آئندہ سے اندراج پائے گا۔

(۱۰) خط کتابت بصیغۂ پیڈ اور جواب طلب امر کے لیے ٹکٹ یا کارڈ جوابی ہو۔

تمام مراسلات وارسال زر اس نشان سے ہوں:

بریلی روہیل کھنڈ مطبع اہل سنت و جماعت بنام فقیر مشتہر

المشتہر

محمد حسن رضا خان قادری برکاتی -کان اللہ لہ فی الحاضر والآتی -آمین

اسمائے گرامی معاونین رسالہ

رسالہ کے اندرونی صفحہ پر معاونین کی فہرست دی گئی ہے جسے ہم یہاں نقل کر رہے ہیں تاکہ تحریک تحفظ ختم نبوت کے ان مجاہدین کی یادوں کے نقوش اذہان میں تازہ ہو جائیں:

نمبر	اسمائے امداد کنندگان	نمبر	اسمائے کنندگان
۱	جناب سیٹھ حاجی قاسم صاحب سورتی	۲	جناب منشی خادم حسین صاحب جرول
۳	جناب مولانا قاضی عبدالوحید صاحب، پٹنہ	۴	جناب صاحب زادہ مولانا بشیر الدین خان صاحب
۵	جناب قاضی معین الدین صاحب	۶	جناب شیخ علی احمد صاحب، مارہرہ مطہرہ
۷	جناب غلام محی الدین صاحب، شیر پور	۸	جناب منشی رشید احمد صاحب میرٹھ
۹	جناب مولوی عبدالرحمن صاحب، ضلع میمن سنگھ	۱۰	جناب غریب اللہ صاحب، برڈڈ
۱۱	جناب منشی خلیل الدین صاحب، رام پور	۱۲	جناب عاشق یار خان صاحب، آنولہ
۱۳	جناب مولوی کریم بخش صاحب گلاوٹی	۱۴	جناب شیخ جلال الدین صاحب، ضلع بجنور
۱۵	جناب حکیم خلیل الرحمن خان صاحب، پیلی بھیت	۱۶	جناب شاہد علی خان صاحب، ضلع بدایوں
۱۷	جناب قاضی زکی الدین صاحب، پیلی بھیت	۱۸	جناب مولوی محمد یحییٰ صاحب، رام پور
۱۹	جناب منشی توصیف حسین صاحب، سوہارہ	۲۰	جناب منشی مختار احمد صاحب
۲۱	جناب منشی محمد عباس خان صاحب	۲۲	جناب منشی غضنفر حسین صاحب، سوہارہ
۲۳	جناب منشی عین الحق صاحب پوکھریرا	۲۴	جناب سید مہدی حسین میاں صاحب، مارہرہ مطہرہ
۲۵	جناب سید ابراہیم میاں صاحب، مارہرہ مطہرہ	۲۶	حضرت سید برکات حسن میاں صاحب، مارہرہ مطہرہ
۲۷	حضرت خادم حسین میاں صاحب، مارہرہ مطہرہ	۲۸	جناب مولوی الطاف علی صاحب
۲۹	جناب منشی محمد اکرام علی صاحب، پرانچی	۳۰	جناب نواب عبداللہ خان صاحب، رام پور
۳۱	جناب حکیم محمد حبیب علی صاحب، اٹاوہ	۳۲	جناب مولوی حبیب حیدر صاحب کاکوری
۳۳	جناب حافظ روح اللہ خان صاحب، اٹاوہ	۳۴	جناب میر مظہر حسین صاحب، اٹاوہ

۳۵ جناب سید موسیٰ رضا خان صاحب، اٹاوہ
۳۶ جناب مولوی محمد اسحق صاحب، اٹاوہ
۳۷ جناب مولوی ذاکر علی صاحب، اٹاوہ
۳۸ جناب منشی عنایت اللہ خان صاحب، اٹاوہ
۳۹ جناب منشی محمد خان صاحب، اٹاوہ
۴۰ جناب حکیم محمد احسن صاحب، اٹاوہ
۴۱ جناب حکیم محب علی صاحب مین پوری
۴۲ جناب فتح محمد خان صاحب، ضلع گوالیار
۴۳ جناب مولوی احمد میاں صاحب، بمبئی
۴۴ جناب شیخ ممتاز احمد صاحب، بمبئی
۴۵ جناب سیٹھ طیب صاحب، بمبئی
۴۶ جناب شیخ۔۔۔خیر تعلیٰ صاحب، بمبئی
۴۷ جناب سیٹھ عبدالقادر صاحب، بمبئی
۴۸ جناب سیٹھ دادا جی صاحب، بمبئی
۴۹ جناب سیٹھ منشی الہ بخش صاحب، بمبئی
۵۰ جناب حاجی محمد عثمان صاحب، بمبئی
۵۱ جناب منشی سید فقیر محمد صاحب، بمبئی
۵۲ جناب منشی محمد دین صاحب، میرٹھ
۵۳ جناب غلام محمد صاحب، موضع برکی
۵۴ جناب منشی جمال الدین صاحب، ضلع لاہور
۵۵ جناب منشی رستم علی صاحب، لاہور
۵۶ جناب منشی لال شاہ صاحب، لاہور
۵۷ جناب منشی فضل الٰہی صاحب، علاقہ چونیاں
۵۸ جناب حکیم محمد خان صاحب، علاقہ چونیاں
۵۹ جناب قاضی عبدالرزاق صاحب، علاقہ چونیاں
۶۰ جناب مولوی غلام چشتی صاحب، رام پور
۶۱ جناب مولوی عبداللطیف صاحب، پیلی بھیت
۶۲ جناب منشی عنایت علی خان صاحب، ملہر
۶۳ جناب شیخ فلاح الدین صاحب، ملہر
۶۴ جناب ہادی یار خان صاحب، ضلع مین پوری
۶۵ جناب وحید محمد صاحب، ضلع مین پوری
۶۶ جناب منشی ہدایت علی خان صاحب، ضلع مین پوری
۶۷ جناب منشی علاء الدین صاحب، ضلع مین پوری
۶۸ جناب منشی غلام رسول خان صاحب، ہوشیار پور
۶۹ جناب منشی چودھری رحمت خان صاحب
۷۰ جناب منشی چودھری مہدی خان صاحب
۷۱ جناب منشی چودھری غلام جیلانی صاحب
۷۲ جناب طاہر محمد عثمن صاحب
۷۳ جناب قاضی احمد اللہ خان صاحب، ضلع گوداوری
۷۴ جناب محمد قاسم صاحب، ضلع گوداوری
۷۵ جناب قاضی عبدالخالق صاحب، بلوچستان
۷۶ جناب الہ دیا صاحب، پیلی بھیت
۷۷ جناب منشی فضل احمد صاحب، امروہہ
۷۸ جناب مولوی عزیز الرحمن صاحب
۷۹ جناب منشی لال خان صاحب، کلکتہ

نوٹ: کل معاونین رسالہ کے اسماء ۸۵ تحریر ہیں نسخہ بعض مقامات سے شکستہ ہونے کے سبب چھ نام پڑھے نہ جاسکے۔

مذکورہ بالا فہرست پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ ''قہر الدیان'' کا حلقۂ قارئین و معاونین ہندوستان کے دُور دراز چھوٹے بڑے علاقوں تک وسیع تھا جیسا کہ کلکتہ، لاہور، گوالیار، چونیاں اور بلوچستان کے ناموں سے ظاہر ہو رہا ہے۔

''قھرالدیان علی مرتد بقادیان'' کا مذکورہ شمارہ ہمیں خانوادۂ قادریہ عثمانیہ (بدایوں-ہند) کے مرحوم ولی عہد شہید بغداد شیخ اُسید الحق محمد عاصم قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے عنایت فرمایا تھا۔ ۳ مارچ 2014ء کو بغداد شریف کی حاضری میں دہشت گردوں کی فائرنگ کی زد میں آکر آپ شہید ہو گئے اور شہنشاہ بغداد حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے قریب آپ کی تدفین ہوئی۔ اللہ کریم مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نوٹ:

برادر گرامی محقق ختم نبوت محمد ثاقب رضا قادری کی مذکورہ تحقیق نیرہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ عالم اسلام میں ردِّ قادیانیت پر اُردو زبان میں پہلے باقاعدہ ماہنامہ کی ابتدا کا سہرا استاذِ زمن مولانا حسن رضا خاں قادری برکاتی کے سَر ہے۔ اسی سلسلہ فیض کی کڑی سہ ماہی رسالہ ''المنتہیٰ'' ہے۔ جس کا فقیر پُرتقصیر نے اپنے رفقاء و معاونین کے تعاون سے ۲۰۱۷ء میں آغاز کیا اور تاحال بغیر تعطل کے شائع ہو رہا ہے۔ وللہ الحمد

اب تک ''المنتہیٰ'' کی دو خصوصی اشاعتیں بھی منظر عام پر آچکی ہیں۔ اللہ کریم بطفیل سرکار ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''المنتہیٰ'' کو جاری و ساری رکھے اور شان ختم نبوت بیان ہوتی رہے۔

□□□

مرزا قادیانی کے خلاف سب سے پہلا فتوی تکفیر کس نے دیا؟

(برعبارات کفریہ)

ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی (رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان)

مسئلہ اکفار میں مجتہدین نے سب سے زیادہ احتیاط ملحوظ رکھنے کی نصیحت کی ہے اور تمام مسائل فقہیہ میں سب سے مشکل ترین باب تکفیر کا ہی ہے جس کے اصول و فروع کتب فقہ اور مجتہدین کی تحریرات میں درج ہیں۔ حضرت شیخ ابن نجیم فرماتے ہیں:

والذی تحرر انه لایفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره اختلاف ولو روایة ضعیفة علیٰ هذا فاکثر الفاظ التکفیر المذکورة لایفتی بالتکفیر بها ولقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیء منها[1]

مسلمان کے کلام کو جب تک اچھے محمل پر محمول کرنا ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ وہ اختلاف ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو اس کی تکفیر کا فتوی نہیں دیا جائے گا۔ یہاں جو الفاظ ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے اکثر کی بنیاد پر تکفیر کا فتوی نہیں دیا جائے گا۔ میں نے اس بات کو اپنے اوپر لازم کیا ہے کہ ان الفاظ کی بنیاد پر فتوی نہ دوں۔ اس تمام تر احتیاط کے باوجود اگر کوئی شخص ضروریات دین کا انکار کر دے، قطعی الثبوت احکام کا منکر ہو، اہانت رسول ﷺ کا ارتکاب کرے اور قرآن وسنت میں لفظی ومعنوی تحریف کرتے ہوئے ایسی تفسیر کرے جو ضروریات دین، نصوص قطعیہ اور اجماع امت کے برخلاف ہو نیز امت مسلمہ کو ان گمراہ کن عقائد وافکار کی طرف دعوت دے تو علمائے اسلام نے ہر دور میں احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے ایسے فتنوں کا بھرپور رد کیا ہے تاکہ مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھا جاسکے۔

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں اسود عنسی، طلیحہ اور مسیلمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا۔ آپ ﷺ اور خلفائے راشدین نے جس طرح ختم نبوت کی حفاظت کے لئے جنگوں کے ذریعے ان فتنوں کو ختم کیا اس سے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت مزید واضح ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف کے مطابق قیامت تک مختلف کذاب و دجال اہل ایمان

---

[1] البحر الرائق، ج5، ص201

کو گمراہ کرنے کے لئے نبوت کا جھوٹا دعوی کرتے رہیں گے جب کہ آپ ﷺ پر نبوت و رسالت ختم ہو چکی ہے۔ تاریخ اسلام میں جب کبھی کسی نے دعوی نبوت کیا اہل اسلام مجموعی طور پر اس کذاب کو رد کرتے آئے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ الحمد للہ عوام و خواص اس عقیدۂ اسلام پر پختہ ہیں۔ انہیں کذابوں اور دجالوں میں ایک مشہور و معروف نام مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۴۰ء۔ ۱۹۰۸ء) کا ہے جو اپنے دجل و فریب اور مکر و کید میں گذشتہ تمام کذابین پر فوقیت رکھتا ہے اور اس میں ایسے یدطولیٰ کا مالک ہے کہ شیطان بھی اس کی شاگردی پر نازاں ہوگا۔

مرزا انتہائی سست، کاہل، کام چور اور نالائق شخص تھا اور اس کا باپ مرزا غلام مرتضیٰ اسے ''مُلَّاں'' اور ''مسیتڑ'' کہا کرتا تھا۔ مرزا کا باپ کبھی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہتا میرا ایک بچہ تو لائق ہے مگر دوسرا نالائق ہے۔ کوئی کام نہ اسے آتا ہے اور نہ وہ کرتا ہے مجھے فکر ہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ کھائے گا کہاں سے۔ مرزا نے ابتداء میں اپنی قلمی مہم کا آغاز ۱۸۷۲ء میں دوسروں کے نام سے اخبارات میں مضامین لکھنے کے ساتھ کیا اور اس کا سب سے پہلا مضمون ۲۵ اگست ۱۸۷۲ء میں دس روزہ اخبار منشور محمدی میں شائع ہوا۔

۱۸۷۲ء میں اپنے والد کے انتقال کے بعد مرزا نے اپنے جھوٹے الہامات وحی لوگوں کو سنانا شروع کیے اور یہ دعوی کیا کہ اللہ تعالی مرزا سے کثرت سے باتیں کرتا ہے۔ اسی دور میں مرزا نے ایک کتاب ''نعمۃ الباری'' لکھنے کا ارادہ کیا اور فارسی زبان میں اس کا خطبہ بھی لکھا لیکن کسی وجہ سے یہ کتاب مرزا مکمل نہ کرسکا۔[1] مرزا کی پہلی مطبوعہ تصنیف ''البراھین الاحمدیہ علی حقیقۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیۃ'' ہے جو براہین احمدیہ کے نام سے مشہور ہے۔ مرزا اس کتاب کو اپریل ۱۸۷۹ء تک مکمل کر چکا تھا۔[2] براہین احمدیہ کے پہلے دو حصے ۱۸۸۰ء میں تیسرا حصہ ۱۸۸۲ء میں اور چوتھا حصہ ۱۸۸۴ء میں شائع ہوا۔[3] اس کا پانچواں اور آخری حصہ

---

[1] تاریخ احمدیت، ج 1 ص 149

[2] تاریخ احمدیت، ج 1 ص 189

☆ مرزا اپنے اشتہار میں لکھتا ہے:

اخوان دیندار مومنین غیر شعار و حامیان دین اسلام و متبعین سنت خیر الانام پر روشن ہو کہ اس خاکسار نے ایک کتاب متضمن اثبات حقانیت قرآن و صداقت اسلام ایسی تالیف کی ہے جس کے مطالعے کے بعد طالب حق سے بجز قبولیت اسلام اور کچھ بن نہ پڑے اور نام اس کتاب کا البراھین الاحمدیہ علی حقیقۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیۃ رکھا ہے۔

المشتہر: خاکسر غلام احمد از قادیان، ضلع گورداسپور، ملک پنجاب ۔۔۔منقول از ضمیمہ اشاعۃ السنۃ نمبر، جلد دوم صفحہ 4،3 ۔۔۔، باب اپریل 1879ء، مطبوعہ مئی 79 ۔۔۔مجموعہ اشتہارات، مرزا غلام احمد قادیانی، ج 1 ص 17،16

Published by Nazarat Isha,at Rabwah Pak, Printed by Zia ul Islam Press Rabweh

[3] تاریخ احمدیت، ج 1 ص 191

مرزا نے ۱۹۰۵ء میں لکھا جو ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا۔[1] مرزا براہین احمدیہ کے پہلے چار حصوں کو عہد نامہ عتیق اور پانچویں حصے کو عہد نامہ جدید قرار دیتا تھا۔[2] مرزا کی کتاب براہین احمدیہ کے ابتدائی چار حصے ۱۸۸۰ء سے لے کر ۱۸۸۴ء تک شائع ہو چکے تھے۔ اس کی اشاعت پر مرزا کے ردّ میں غیر مسلموں کے اخبار سفیر ہند، نور افشاں اور رسالہ ودیا میں لکھا گیا۔ برہمو سماج لیڈر اگنی ہوتی نے بھی "جیون دھرم" میں اس پر قلم اٹھایا۔ جب کہ پنڈت لیکھرام نے "تکذیب براہین احمدیہ" لکھ ڈالی۔ ان تمام تحریروں میں پیغمبر آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ پر بھی سب وشتم کیا گیا۔[3] مرزا نے ۱۸۸۲ء میں مامور من اللہ ہونے کا دعوی کیا۔ جھوٹے الہامی کلمات کے نازل ہونے کا تو مرزا پہلے بھی دعویدار تھا مگر ۱۸۸۳ء میں مرزا نے جو سب سے پہلے قرآن مجید کی آیات سے سرقہ کر کے خود ساختہ وحی پیش کی وہ درج ذیل ہے:

یا احمد بارك الله فيك، ما رميت اذ رميت ولكن الله رمى، الرحمن علم القرآن، لتنذر قوما ما انذر آباءهم، لتستبين سبيل المجرمين، قل انی امرت وانا اوّل المؤمنين[4]

براہین احمدیہ کی اشاعت کے ساتھ ہی بعض علماء اسلام جنہوں نے مرزا کی کتاب کو گہرائی کے ساتھ دیکھا اس میں موجبات کفر اور نواقض ایمان کی کثرت کی وجہ سے مرزا کے مرتد ہونے کا فتوی جاری کیا۔ ۱۸۹۰ء میں مرزا نے دعوی کیا کہ حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام طبعی وفات پا چکے ہیں اور اللہ تعالی نے نعوذ باللہ مرزا کو مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے۔

مرزا ۱۸۹۰ء سے ۱۹۰۰ء تک خود کو جزوی یا ناقص نبی قرار دیتا رہا مگر اس کے بعد سے مرزا نے کامل نبی ہونے کا اعلان کر دیا اور اپنی نبوت کے انکار کو کفر قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کی تکفیر کی مہم شروع کر دی۔[5] وہ علماء جو مرزا کے خلاف اور مرزا ان کے خلاف لکھتا رہا ان میں اعلی حضرت مجدد گولڑوی پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ[6]،

---

[1] تاریخ احمدیت، ج1، ص192

[2] تاریخ احمدیت، ج2، ص382

[3] تاریخ احمدیت، ج1، ص179، 180

[4] تاریخ احمدیت، ج1، ص200

[5] تذکرہ، ص519، 280

[6] حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے بارے میں مرزا نے کہا:
منعه مانع من السماء یعنی اس تفسیر نویسی میں کوئی تیرا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ خدا نے مخالفین سے سلب طاقت اور سلب علم کر لیا ہے۔ اگرچہ ضمیر واحد مذکر غائب ایک شخص یعنی مہر علی شاہ کی طرف ہے لیکن خدا نے ہمیں سمجھایا ہے کہ اس شخص کے وجود میں تمام مخالفین کا وجود شامل کر کے ایک ہی کا حکم رکھا ہے۔ (تذکرہ: ص329)
گویا کہ مرزا کے نزدیک پیر صاحب سب سے بڑے مد مقابل تھے اسی لیے اس نے آپ کے وجود مسعود کو شکست دینے کو تمام مخالفین کو شکست دینے کے برابر سمجھا۔

حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ، مولوی محمد لدھیانوی، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دیگر قابل ذکر ہیں۔ جبکہ اہل حدیث عالم مولوی محمد حسین بٹالوی جو مرزا کے ہم سبق تھے ۱۸۹۰ء تک مرزا کی حمایت میں قوت لسان اور زور قلم صرف کرتے رہے مگر ۱۸۹۰ء میں جب مرزا نے وفات مسیح علیہ السلام کا اعلان کرتے ہوئے خود نعوذ باللہ مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو انھوں نے مرزا سے برأت کا اعلان کرتے ہوئے مرزا کی تکفیر کی اور اپنے رسالہ "اشاعۃ السنۃ" کو فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے مخصوص کر دیا۔

مرزا قادیانی کے رد میں مختلف اسلامی فرقوں کے علاوہ ہندومت، آریہ سماج اور عیسائیت سے تعلق رکھنے والے افراد کے علاوہ مرتدین نے بھی قلم اٹھایا۔

حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف ہدیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شمس الہدایۃ، سیف چشتیائی کی اشاعت اور لاہور میں آپ کے زیر سیادت تمام مسالک کے علماء کا مرزا کے خلاف کفر کا فتوی جاری کرنے کے بعد مرزا کا اجتماعی طور پر متفق علیہ کافر ہونا ثابت ہوگیا۔ تمام مسالک کے علماء کے فتاوی کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی اور اس پر ایمان لانے والوں کا کفر اس قدر ثابت ہو چکا ہے کہ اگر کوئی مرزا کو ان سب باتوں کے معلوم ہونے کے ساتھ مسلمان سمجھے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

مرزا قادیانی کے خلاف سب سے پہلے فتوی تکفیر کس نے دیا؟ اس کے بارے میں ہر مسلک کے لوگ اپنے امام اور مقتداء کا نام پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ عقیدۂ ختم نبوت کے دفاع میں سب سے پہلے مرزا کے خلاف فتوی جاری کرنا یقیناً ایک فضیلت کی بات ہے۔ حدیث میں ہے:

ان احدکم لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ ما یظن ان تبلغ ما بلغت فیکتب اللہ عزوجل له بها رضوانه الی یوم القیامۃ [1]

"تم میں سے کوئی اللہ کی رضا کی بات کرتا ہے اس کا گمان نہیں ہوتا کہ وہ بات وہاں تک پہنچے گی جہاں وہ بات پہنچتی ہے تو اللہ عزوجل اس کے لیے اس کلمہ کی بدولت اپنی رضا قیامت تک کے لیے لکھ دیتا ہے"۔

تاہم عقیدۂ ختم نبوت کے دفاع کی محبت میں حقیقت کو چھوڑ کر اپنے گروہ یا جماعت کی طرف اس فضیلت کو خلاف حقیقت منسوب کرنا درست نہیں۔ بعض علماء اس فضیلت کا حامل حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری کو جب کہ دیگر علماء لدھیانہ میں سے مولانا محمد، مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالعزیز کو قرار دیتے ہیں۔ ادارۂ تحفظ عقائد اسلامیہ، کراچی پاکستان کے زیر اہتمام اہل سنت و جماعت کے علماء کی تحریروں کو ایک جگہ جمع کرنے کا عظیم الشان علمی اور بلند پایہ گراں قدر کام

[1] سنن ابن ماجہ، الفتن، کفت اللسان فی الفتنۃ

جاری ہے۔ جس کی تاحال چودہ جلدیں زیورطباعت سے آراستہ ہوکر قارئین سے دادتحسین پارہی ہیں۔ ان کی ترتیب و تحقیق کا کام حضرت علامہ مفتی محمد امین علیہ الرحمہ نے کیا ہے۔ آپ نے اپنی تحقیق کے مطابق اس کتاب کی جلد اول کے مقدمے [1] میں تحریر فرمایا کہ مرزا کے خلاف سب سے پہلا فتوی تکفیر حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری صاحب نے (۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء) میں دیا اور ”تحقیقات دستگیریہ فی ردّ ہفوات براہینیہ“ کے نام سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔

عمومی طور پر اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھنے والے علماء مرزا کی تکفیر میں پہل کرنے کی فضیلت کا تاج حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر رکھتے ہیں مگر تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرزا کی تکفیر پر پہلا فتوی حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں بلکہ علماء لدھیانہ نے دیا تھا۔ جب براہین احمدیہ شائع ہوئی تو مسلمانوں کی طرف سے تاریخ احمدیت کے مطابق مرزا کو سب سے پہلے امرتسر اور لدھیانہ سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور لدھیانہ سے مولوی محمد صاحب، مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالعزیز صاحب نے فتوی تکفیر بھی جاری کیا۔ تاریخ احمدیت میں ہے:

امرتسر کے بعد مخالفت کا دوسرا مرکز لدھیانہ تھا۔ جس میں مولوی محمد صاحب اور مولوی عبدالعزیز صاحب وغیرہ مخالفین اسلام کے خلاف مورچہ قائم کرنے کی بجائے آپ کی تکفیر اور مخالفت پر آمادہ ہو گئے تھے۔ [2]

ماموریت کاذبہ کے تیسرے سال ۱۸۸۴ء میں مرزا اپنے معتقدین صوفی احمد جان، قاضی خواجہ علی، نواب علی محمد، مولوی عبدالقادر، شہزادہ عبدالمجید وغیرہ کے اصرار پر لدھیانہ آیا۔ جب مرزا لدھیانہ میں مولوی رحیم بخش کے گھر آیا تو مولانا عبدالعزیز لدھیانوی کے اعتراضات کی وجہ سے مرزا کو کافی پریشانی اٹھانا پڑی۔ [3] تاریخ احمدیت کے ان حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرزا کو براہین احمدیہ کی اشاعت کے فوراً بعد سب سے پہلے لدھیانہ کے علماء میں سے مولانا محمد اور مولانا عبدالعزیز کے فتوی تکفیر کا سامنا کرنا پڑا۔ مولانا عبدالعزیز اور مولانا محمد نے مرزا کے خلاف سب سے پہلے فتوی تکفیر ۱۳۰۱ھ میں جاری کیا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد نمبر ۱۳، ۱۳۰۷-۱۳۰۸ھ، ۱۸۹۰ء میں مرزا کی تکفیر کی اور ہندوستان و پنجاب کے علماء نے اس کی تصدیقات طلب کیں تو لدھیانہ سے مولانا محمد اور مولانا عبدالعزیز نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے لکھا:

چونکہ ہم نے فتوی ۱۳۰۱ھ میں مرزا مذکور کو دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کا جاری کر دیا تھا۔ یہ شخص اور ہم

---

[1] تحفظ عقیدۂ ختم نبوت: ج1، ص66 تا68

[2] تاریخ احمدیت، ج1، ص181، 182

[3] تاریخ احمدیت، ج1، ص234

عقیدہ اس کے اہل اسلام میں داخل نہیں اور اب بھی ہمارا یہی دعوی ہے کہ یہ شخص اور جولوگ اس کے عقائد باطلہ کو حق جانتے ہیں شرعاً کافر ہیں۔

جب مرزا قادیانی اسلام سے خارج ہے تو مرزا کو اوّل اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے گا بعد میں عیسی موعود ہونے میں کلام شروع ہوگی۔خلاصہ مطلب ہماری تحریرات قدیم اور جدید کا یہی ہے کہ یہ شخص مرتد ہے اور اہل اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے۔ جیسے ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔اسی طرح جولوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔

المشتہران: مولوی محمد ومولوی عبداللہ ومولوی عبدالعزیز[1]

اس اشتہار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولوی عبدالعزیز مولوی محمد اور مولوی عبداللہ نے مرزا کی تکفیر کا فتوی ۱۳۰۱ھ میں جاری کیا اور یہی وہ گروہ علماء ہے جس نے سب سے پہلے براہین احمدیہ کی طباعت کے بعد مرزا کی مخالفت کی اور اس کے فتنے سے عوام کو آگاہ کیا۔مرزا نے ان تینوں علماء کا رد براہین احمدیہ حصہ چہارم میں اور دیگر مقامات پر بھی کیا ہے۔[2]

اسی بات کی وضاحت فتاویٰ قادریہ میں ہے:

---

[1] اشاعۃ السنۃ، ج13،ص147

[2] مرزا کہتا ہے:

یہ عاجز اس مقام تک لکھ چکا تھا کہ شہاب الدین نامی ایک شخص موحد ساکن تھا غلام نبی نے آکر بیان کیا مولوی غلام علی صاحب اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری اور مولوی عبدالعزیز صاحب اور بعض دوسرے مولوی صاحبان اس قسم کے الہام سے کہ جو رسولوں کے وحی سے مشابہ ہے باصرار تمام انکار کررہے ہیں بلکہ ان میں سے بعض مولوی صاحب مجانین کے خیالات سے اس کو منسوب کرتے ہیں۔(روحانی خزائن، ج1،ص651، براہین احمدیہ حصہ چہارم،ص545

مرزا نے ان کے رد میں ایک اور جگہ لکھا:

ان سب مقامات کا مولوی محمد حسین بٹالوی نے ریو یو لکھا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ بیس برس سے تمام پنجاب اور ہندوستان کے علماء ان الہامات کو براہین احمدیہ میں پڑھتے ہیں اور سب نے قبول کیا آج تک کسی نے اعتراض نہیں کیا بجز دو تین لدھیانہ کے ناسمجھ مولوی محمد اور عبدالعزیز۔(روحانی خزائن، ج17،ص366،اربعین 19

مرزا نے ایک اور جگہ تحریر کیا:

غرض براہین احمدیہ میں حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد کا ذکر ایک نادان کو اس وقت دھوکا دے سکتا تھا جبکہ براہین احمدیہ میں میرے مسیح موعود ہونے کی نسبت کچھ ذکر نہ ہوتا مگر وہ ذکر تو اب صاف تھا کہ لدھیانہ کے مولویوں محمد، عبدالعزیز اور عبداللہ نے اس زمانہ میں اعتراض کیا تھا کہ یہ شخص اپنا نام عیسی رکھتا ہے اور عیسیٰ کی نسبت جس قدر پیشگوئیاں ہیں وہ سب اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور ان کا جواب مولوی محمد حسین نے اپنے ریویو میں دیا تھا کہ یہ اعتراض فضول ہے کیونکہ اسی براہین میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کا اقرار بھی تو موجود ہے۔(روحانی خزائن، ج19،ص115،اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح ص9

تحریر در تکفیر غلام احمد قادیانی

بعد الحمد والصلوٰۃ ،اہل اسلام کو معلوم ہو کہ اکثر جاہل اور نابلد مرزا غلام احمد قادیانی ملحد کو عیسیٰ مسیح گمان کرتے ہیں اور عوام کو بہکا کر بے ایمان بناتے ہیں۔لہٰذا اس کے کافر اور مرتد ہونے کا حال بطور اختصار حیز تحریر میں لایا جاتا ہے:

مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لدھیانہ میں آکر ۱۳۰۱ھ میں دعویٰ کیا کہ میں مجدد ہوں۔جس روز قادیانی شہر لدھیانہ میں وارد ہوا تھا راقم الحروف اعنی محمد مولوی عبداللہ صاحب و مولوی اسماعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دوپہر اطلاع دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔مصرعہ

برعکس نہند نام زنگی کافور

اور گرد و نواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کئے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے اس کی کتاب کو کوئی خرید نہ کرے۔اس موقع پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا بلکہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ہماری تحریر کی تردید میں ایک طومار لکھ کر ہمارے پاس روانہ کیا اور قادیانی کو مرد صالح قرار دیا اور ایک نقل اس کی مولوی شاہ دین اور مولوی عبدالقادر اپنے مریدوں کے پاس روانہ کی۔چنانچہ مولوی شاہ دین نے برسر بازار روبرو مریدان منشی احمد جان و متبعان قادیانی یہ کہہ کر کہ مولوی رشید احمد صاحب نے مولوی صاحبان کی تردید میں یہ تحریر ارسال فرمائی ہے۔پھر اس کے اٹکل پچو معنیٰ کر کے زور و شور کے ساتھ سنایا۔

مولوی عبدالعزیز صاحب نے اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اُڑائیں،مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرد کو کیسے ''مرد صالح'' لکھ دیا جناب باری میں دعا کر کے سو گئے خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بدشکل ہو کر لٹک پڑا۔غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط متناقض یکے بعد دیگرے حیز وجود میں آنے لگے اور اس تحریر کی راقم الحروف نے یہ تردید لکھی۔[1]

یاد رہے کہ مولوی رشید احمد نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا تھا۔جب مولوی محمد حسین بٹالوی نے مرزا کی تکفیر پر ایک مبسوط فتویٰ اشاعۃ السنۃ میں شائع کیا تو اس میں علمائے دیوبند میں سے مولوی خلیل احمد،مولوی عزیز الرحمن دیوبندی،مولوی محمود دیوبندی کے نام درج ہیں۔جن میں مصدقین میں مولوی رشید احمد کا نام بھی ذکر ہے۔[2]

---

[1] تاریخ احمدیت،ج1،ص149

[2] اشاعۃ السنۃ،ج13،ص154 تا157

اس بات کا ایک اور ثبوت یہ بھی ہے کہ جب مرزا قادیانی نے اپنے مکفرین اور مکذبین علماء کے نام تحریر کیے تو ان میں مولوی رشید احمد گنگوہی کا نام بھی درج کیا۔ [1]

اس کے علاوہ اس بات کی تائید کہ ان حضرات نے مرزا کے خلاف پہلا فتویٰ تکفیر ۱۳۰۱ھ میں جاری کیا فتاویٰ قادریہ کے درج ذیل حوالہ جات سے مزید ہوتی ہے:

ان شاء اللہ العزیز حضرت احدیت میں ہم لوگ مکفرین مصنوعی پیغمبر و دجال اور جناب گروہ ماؤلین میں شمار کیے جائیں گے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم فقط والسلام، رقیمہ محمد لدھیانوی وعبداللہ واسماعیل عفی عنہم

پھر اس تحریر کو ہم تینوں ساتھ لے کر جلسہ دستار بندی مدرسہ دیوبند بتاریخ ۱۲ جمادی الاوّل ۱۳۰۱ھ میں پہنچے۔ [2]

بعد از حمد صلوٰۃ جملہ اہل اسلام کو معلوم ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی اشتہارات اس مضمون کے شائع کر رہا ہے کہ عیسیٰ موعود میں ہوں۔ مولوی محمد و مولوی عبداللہ و مولوی عبدالعزیز وغیرہ جو میرے خلاف ہیں میرے سے جلسہ عام میں رو برو ایک افسر یورپین کے بر مکان حسن شاہ وغیرہ ایک روز بعد عید الفطر کے گفتگو کر لیں چونکہ ہم نے فتویٰ ۱۳۰۱ھ میں مرزا مذکور کو دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا جاری کر دیا تھا اور رسالہ نصرت الابرار اور فیوضات مکی میں بحوالہ فتویٰ حرمین تحریر کر چکے ہیں کہ یہ شخص اور ہم عقیدہ اس کے اہل اسلام میں داخل نہیں اور اب بھی ہمارا یہی دعویٰ ہے کہ وہ شخص اور جو لوگ اس کے عقائد باطلہ کو حق جانتے ہیں شرعاً کافر ہیں۔ [3] اس طرح جیسا ہم نے ۱۳۰۱ھ میں مرزا قادیانی کو کافر اور مرتد قرار دیا تھا۔ [4]

بعد الحمد والصلوۃ محمد بن مولانا مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لدھیانوی ہیچ خدمت اہل اسلام کے عرض کرتا ہے کہ غلام احمد قادیانی کی تکفیر بباعث کلمات کفریہ کے اوّل ۱۳۰۱ھ میں ہمارے ہی خاندان سے شروع ہوئی اس وقت اکثر لوگ ہمارے مخالف رہے بعد میں رفتہ رفتہ کل اہل علم نے قادیانی کے ضال مضل ہونے پر اتفاق کیا۔ [5]

مذکورہ بالا تمام حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لدھیانہ کے علماء نے مرزا کے کفر کا فتویٰ ۱۳۰۱ھ میں نہ صرف تحریر کیا بلکہ اس کی خوب تشہیر بھی کی۔ اس فتویٰ کی شہرت اور قابل اعتناء ہونے کی وجہ سے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی جو مؤولین میں سے تھے اور اس وقت تک مرزا کی تکفیر کے قائل نہ تھے انہوں نے

---

[1] روحانی خزائن: جلد نمبر 11، ص 69، رسالہ دعوت قوم: ص 69

[2] فتاویٰ قادریہ ص 15

[3] فتاویٰ قادریہ ص 20

[4] فتاویٰ قادریہ ص 22

[5] فتاویٰ قادریہ ص 21

مرزا کی حمایت میں اور لدھیانہ کے علماء کی تردید میں اپنی تحریروں کو بھی شائع کیا اور ان کی تشہیر بھی کی تاہم جب ان پر حق واضح ہوگیا تو انہوں نے بھی مرزا کی تکفیر کا فتوی جاری کر دیا۔

اب قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری صاحب نے مرزائیت کے رد کا آغاز کب سے کیا اور ان کی کتاب ''تحقیقات دستگیریہ'' جسے حضرت علامہ امین قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۰۱ھ کی تصنیف قرار دیا ہے وہ کس سن میں لکھی گئی؟

حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ پنجاب کے مشہور بزرگ علماء میں سے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔آپ کا وصال 1897ء میں ہوا۔مرزائیت کے ردّ میں آپ کی پہلی تصنیف ''تحقیقات دستگیریہ فی ردّ ہفوات براہینیہ'' ہے۔اس کتاب کا عربی ترجمہ آپ نے ''رجم الشیاطین بردّ غلوطات البراھین'' کے نام سے تحریر فرمایا اور اس کتاب پر علمائے حرمین سے تصدیقات حاصل کیں۔جن میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مہر تصدیق بھی ثبت ہے۔اس کے علاوہ آپ نے ''فتح رحمانی بہ دفع کید قادیانی''، قادیانی اشتہار کے جواب میں تحریر فرمائی۔
حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تحریر کے مطابق آپ نے صفر ۱۳۰۲ھ کے بعد سے مرزا کے اشتہار اور براہین احمدیہ کی تیسری اور چوتھی جلد کو دیکھ کر مرزائیت کا رد شروع کیا۔آپ فرماتے ہیں: اللہ تعالی کے وافر کرم کا مشتاق محمد ابو عبدالرحمن فقیر غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری اللہ تعالی اس کی مدد میں ہو۔

حضرات علماء حق ملت شریفین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ فقیر نے صفر ۱۳۰۲ھ میں صاحب براہین کا وہ اشتہار دیکھا جس کا ذکر ابتداء اس رسالہ میں درج ہوا ہے اور اس کو مشتہر نے بیس ہزار قطعہ چھپوا کر دور دراز ملکوں میں شائع کیا ہے۔جب فقیر نے اس میں دیکھا کہ مرزا قادیانی نے کتاب براہین احمدیہ کا بنانا اللہ تعالی کے حکم اور الہام سے دعوی کیا ہے اور اپنی تعریفوں میں حدود الہی سے تجاوز کر گیا۔ان باتوں سے دل بہت ناخوش ہوا۔پھر اس کی کتاب براہین احمدیہ دیکھی تو تیسرے چوتھے حصہ کے حاشیہ در حاشیہ میں جو اس نے اپنے الہامات درج کیے ہیں۔ وہ اکثر مخالف شرع پائے اور آیات قرآن کی تحریف لفظی و معنوی وغیرہ قباحتیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ان میں دیکھیں تو حق براری اسلام کے ادا کرنے کے واسطے مرزا صاحب کو لکھا کہ ان مخالف شرع باتوں سے باز آؤ اور غیر دین والوں کے مقابلہ میں کتاب لکھو چھپواؤ فروخت کرو کچھ مضائقہ نہیں تو اس کو نہ مانا اور تائب نہ ہوئے بعد ازاں فقیر نے بعض مجالس وعظ میں ذکر کیا کہ مرزا کے الہامات میں قرآن مجید کی تحریف ہوگئی ہے اور انہوں نے انبیاء کی برابری کے مدعی ہو کر قرآن شریف کو پارہ پارہ بھی کر دیا۔۔۔بعد ازاں فقیر نے جمادی الاولی سنہ رواں میں بذریعہ اشتہار اعلان کیا کہ صاحب براہین کے اکثر الہامات اصول دین اسلام کے مخالف ہیں۔۔۔پھر فقیر نے اسی سال کے

رمضان المبارک میں صاحب براہین کے الہامات اور صاحب اشاعۃ السنۃ کی تاویلات کے ردّ میں اُردو میں رسالہ لکھ کر کئی علماء ہندوستان و پنجاب کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے بھی اس بارے میں کہ صاحب براہین و اشاعۃ السنۃ دونوں مخالفت شرع کر رہے ہیں فقیر کی موافقت فرمائی۔۔۔۔اب تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا اور نہ وہ رسالہ شائع ہوا۔ اب اس امید پر فقیر نے شوال ۱۳۰۳ھ میں اس رسالہ کا عربی میں ترجمہ کیا کہ حضرات علماء حرمین محترمین کی تصحیح سے بھی مزین ہو جائے تا کہ اہل اسلام کے نزدیک نہایت معتمد ٹھہرے اور بعض علماء مقلدین جو صاحب براھین کے مصدق ہیں وہ بھی حق کی طرف رجوع کریں۔[1]

حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "تحقیقات دستگیریہ" جس کو ادارہ تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب عقیدۂ ختم نبوت میں ۱۸۸۳ء ۱۳۰۱ھ کی تصنیف بتایا گیا ہے، اسی کے اس طویل اقتباس سے درج ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

۱۔ آپ نے صفر ۱۳۰۲ھ میں پہلی بار مرزا کا اشتہار دیکھا پس "تحقیقات دستگیریہ" کو ۱۳۰۱ھ کی تصنیف قرار دینا درست نہیں۔

۲۔ آپ نے مرزا کی براہین احمدیہ کی تیسری اور چوتھی جلد دیکھنے کے بعد مرزا سے رابطہ کیا اور اس کو توبہ کرنے کی نصیحت کی۔ مرزا کی کتاب براہین احمدیہ کی چوتھی جلد ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی جس سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کی یہ تصنیف ۱۸۸۳ء کی نہیں ہو سکتی۔ آپ "تحقیقات دستگیریہ" کے آغاز میں لکھتے ہیں:

حمد و صلوٰۃ و سلام کے بعد واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی پنجابی جو علماء غیر مقلدین سے ہے غیر اسلامی فرقوں پر دین اسلام کی حقیقت کے ظاہر کرنے کی غرض سے اُردو زبان میں ایک کتاب تالیف کی اور اس کا نام "براھین احمدیہ علی حقیقۃ کتاب اللہ القرآن و النبوۃ المحمدیۃ" رکھا اور چاروں حصے اس کے شہر امرتسر میں چھپوائے۔[2]

۳۔ علماء دین کے روبرو گفتگو کے واسطے آپ نے جمادی الاولی ۱۳۰۲ھ میں پہلی بار بذریعہ اشتہار اعلان کیا کہ صاحب براہین کے اکثر الہامات اصول دین اسلام کے مخالف ہیں۔

۴۔ اسی سال یعنی ۱۳۰۲ھ میں رمضان المبارک کے مہینے میں براہین کے الہامات اور اشاعۃ السنۃ کی تاویلات کے ردّ میں آپ نے اُردو میں رسالہ "تحقیقات دستگیریہ" لکھا گویا کہ آپ کی پہلی باقاعدہ تصنیف ۱۳۰۲ھ رمضان

---

[1] تحقیقات دستگیریہ، ص 55 تا 57

[2] تحقیقات دستگیریہ، ص 3

المبارک کی تحریر کردہ ہے جب کہ مرزا کے خلاف پہلا تحریری اشتہار آپ نے ۱۳۰۲ھ جمادی الاولی میں ضبط قلم فرمایا۔

علامہ قصوری صاحب مرزا کے ایک اشتہار کا حوالہ دیتے ہوئے تحقیقات دستگیریہ میں لکھتے ہیں:

اور دلائل اس کے براہین احمدیہ کے چاروں حصص مطبوعہ کے پڑھنے سے ۳۷ جزو سے ظاہر ہوتے ہیں۔ [1]

آپ لکھتے ہیں:

اس کے تیسرے اور چوتھے حصے میں مصنف نے دعوی کیا ہے کہ بہت سی آیات قرآنی وعبارات عربیہ اس پر الہام ہوتی ہیں۔ [2]

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا:

یہ خاتمہ اس کی کتاب یعنی چوتھے حصے کا ہے۔ [3]

اسی رسالہ میں آپ اشاعۃ السنۃ کا ایک حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حاشیہ میں ادنیٰ قیمت ۲۵ درج ہیں جس کے ص ۳۴۸ نمبر ۱۱ جلد ۷ کے اشاعۃ السنۃ ذی قعدہ و ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ اور محرم ۱۳۰۲ھ یہ عبارات منقول ہوئی ہے۔ [4]

اپنے رسالہ میں ۱۳۰۱ھ اور پھر محرم ۱۳۰۲ھ کے حوالہ جات ذکر کرنے اور ان کا رد کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یقینی طور پر یہ رسالہ محرم ۱۳۰۲ھ کے بعد لکھا گیا اور اس کی وضاحت آپ نے رسالہ کے آخر میں خود فرمادی کہ آپ نے مرزا کے الہامات اور بٹالوی کی تاویلات کے رد میں رمضان المبارک ۱۳۰۲ھ میں یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔

آپ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

ہر چند فقیر مؤلف کان اللہ لہ نے ابتدائے ۱۳۰۲ھ سے اولاً بذریعہ خط وکتابت ثانیا بوسیلہ اشتہارات بہت کوشش کی کہ مرزا مناظرہ سے تحقیق حق کر کے اسلام میں رخنہ اندازی سے باز آجائے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کی تائید پر غرہ نہ ہو جائیں مگر بقضائے الٰہی موثر نہ ہوا۔ تب فقیر نے رسالہ مرقومہ بالا ۱۳۰۳ھ میں حرمین شریفین زادھما اللہ میں بھیج کر فتوی لیا۔ ۱۳۰۵ھ میں جب یہ فتوی آیا تب راقم نے امرتسر جا کر مرزا صاحب کے دوستوں کو دکھلایا اور

---

[1] تحقیقات دستگیریہ،ص 3

[2] تحقیقات دستگیریہ،ص 3

[3] تحقیقات دستگیریہ،ص 8

[4] تحقیقات دستگیریہ،ص 80

ان کی معرفت مرزا صاحب کو بلوایا کہ وہ چشم خود اس کو ملاحظہ کر کے تائب ہو جائیں۔ پھر مرزا صاحب نے جب ضروری اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں اپنے مثیل مسیح ہونے کے دعوی میں کئی علماء دین سے مباحثہ کے واسطے ان کے نام درج کئے اور اخیر میں فقیر کا نام بھی تحریر کیا تو اس کے جواب میں فقیر نے رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ میں دو ورقہ اشتہار شائع کر کے مختصر حال اس فتوی کا اور اپنی مستعدی مناظرہ کے لئے ظاہر کی اور اذعائے مثیل مسیح کو بھی باطل کیا۔ ان کی طرف سے اس کا جواب نہ آیا۔ بعد ازاں رمضان شریف ۱۳۱۰ھ میں حافظ محمد یوسف ضلعدار نے مرزا صاحب یا ان کے نائب سے مناظرہ کے واسطے تحریک کی فقیر نے تحریر کر دی کہ میں حاضر ہوں۔ تاریخ مقررہ پر نہ مرزا صاحب آیا نہ کوئی نائب ان کا مختار نامہ لے کر آیا۔ برعکس محمد احسن امروہی نے فقیر کے فرار کا اشتہار بنام "اتمام الحجۃ" شائع کر دیا۔ اس کے بعد جواب میں ایک مدرسہ قصور نے اوّلاً اس کی تبکیت میں اشتہار شائع کیا۔ ثانیاً فقیر نے ۱۳۱۱ھ میں دوسرا اشتہار چھپوا دیا۔ جس کا حاصل یہ تھا کہ مرزا صاحب کی پہلی رخنہ اندازی اسلام کے علاوہ جس پر حرمین مکرمین زادہما اللہ تعظیما سے ان کے بارے میں فتوی آچکا ہے جو انہوں نے دعوی مخترعہ مسیحیت میں رسالہ فتح الاسلام وتوضیح المرام، ازالہ اوہام شائع کئے ہیں ان کے مؤید ثناء خواں بھی ان کے سخت مخالف ہو کر واشگاف اور صاف صاف ان کی تکفیر کر رہے ہیں اور مرزا صاحب اور محمد احسن امروہی جیسے ان کے مریدوں کو ذرہ بھی غیرت نہیں کہ مجمع علماء میں اپنی بریت ظاہر دکھائیں۔ صرف دھوکہ بازیوں سے کام چلا رہے ہیں ان کی طرف سے جب اس کا جواب بھی کچھ نہ ملا تو فقیر نے اخیر صفر ۱۳۱۱ھ میں اور اشتہار جاری کیا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اب مرزا صاحب کے براہِ راست پر آنے سے مایوس ہو کر وہ فتوی حرمین شریفین شائع کیا جاتا ہے۔ [1]

تحقیقات دستگیریہ کے مذکورہ بالا تمام حوالہ جات سے یہ ثابت ہوتا ہے حضرت علامہ غلام دستگیری قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے صفر ۱۳۰۲ھ میں اور براہین احمدیہ کے چوتھے حصے کے ۱۸۸۴ء میں طبع ہونے کے بعد مرزا کے ردّ کا آغاز خط وکتابت کے ذریعہ فرمایا اور بالآخر مرزا کے الہامات کے ردّ میں ۱۳۰۲ھ رمضان المبارک میں تحقیقات دستگیریہ تصنیف فرمائی اور ۱۳۰۳ھ میں ایک استفتاء علماء عرب کے لیے عربی میں تحریر فرمایا۔ آخر میں قول فیصل کے طور پر آپ کی تصنیف "فتح رحمانی" کا حوالہ درج ذیل ہے:

عبد الفقیر محمد ابو عبد الرحمن فقیر غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری کان اللہ لہ برادران دین اسلام کی خدمت میں اعلان کرتا ہے کہ فقیر ابتداء ۱۳۰۲ ہجری مقدسہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو دنیا پرست اور دین فروش جانتا ہے۔ چنانچہ محض ابتغاء لمرضات اللہ اس کی تردید میں حتی الامکان مصروفیت کر کے حضرات علماء حرمین محترمین زادھما اللہ

---

[1] تحقیقات دستگیریہ ص80

تعالیٰ حرمۃ و شرفا سے اس کتاب براہین احمدیہ اوراشاعۃ السنۃ ذی قعدہ و ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ ومحرم ۱۳۰۲ھ جس میں اس کی تاویلیں تھیں بھیج کر استفتاء کیا تھا کہ ایسا شخص جو اپنے الہام کو مترادف وحی انبیاء یعنی قطعی و یقینی جانتا ہے اور انبیاء سے کھلی کھلی برابری بلکہ بعض جگہ اپنے آپ کو انبیاء سے بڑھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے اس پر حضرت مولانا مولوی محمد رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے (جو منجانب حضرت سلطان روم بتجویز حضرت شیخ الاسلام کے ملقب بخطاب پایہ حرمین شریفین ہیں) فقیر کے رسالہ ''رجم الشیاطین بردّ اغلوطات البراهينيه'' کی نقول کے مطابق اصل براہین کر کے لکھ دیا تھا کہ مرزا قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ پھر حضرات مفتیان حرمین شریفین نے بھی اس کے بارے میں ''قادیانی شیطانی'' اور ''مسیلمہ کذاب'' وغیرہا الفاظ کو استعمال فرما کر رسالہ موصوفہ کی کمال تصدیق فرمائی۔ ۱۳۰۵ھ میں واپس آیا جس کو فقیر نے بعد مدت دراز اس کی توبہ کے انتظار کے ۱۳۱۲ھ کے صفر میں شائع کر کے اپنی سبکدوشی حاصل کر لی تھی۔

پس یہ ثابت ہوگیا کہ مرزا قادیانی کے خلاف حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۰۲ھ سے کام شروع کیا جبکہ لدھیانہ کے علماء مولانا عبدالعزیز، مولانا محمد اور مولانا عبداللہ ۱۳۰۱ھ میں مرزا کی تکفیر کا فتویٰ دے چکے تھے اور مرزا کی حمایت میں اس زمانے میں بٹالوی نے ان کی تردید بھی کی تھی۔

پس یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچی اور بالکل واضح ہوگئی کہ مرزا کے خلاف پہلا فتویٰ تکفیر لدھیانہ کے علماء مولوی عبدالعزیز، مولانا محمد اور مولانا محمد عبداللہ نے دیا اور مرزا کی سب سے پہلی مرتبہ تکفیر کرنے کی فضیلت انہی کو حاصل ہے۔

□□□

مدعی نبوت مرزا قادیانی پراوّلین فتویٰ کفر کی تحقیق

(بردعوی نبوت)

از: محمد ثاقب رضا قادری

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اُس کے پیروکاروں کے ردّ میں سب سے اوّل اور اہم کردار علماء و مشایخ اہل سنت کا ہے۔ تاہم عصر حاضر میں مختلف مکاتب فکر کے محققین نے ''مرزا قادیانی پر اوّلین فتویٰ کفر'' کے عنوان پر تحقیق کرتے ہوئے اپنے ہم خیال اور سر کردہ علماء کے سر اس کا سہرہ باندھنے کی کوشش کی ہے۔ اگر چہ ہم اس موضوع کو امت کا مشترکہ مسئلہ تصور کرتے ہیں لیکن دیگر احباب کی طرف سے اپنے ہم خیال علما کو سبقت دینے کی متعدد تحریرات کی اشاعت کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اہل سنت و دیگر مکاتب فکر کی تحقیق کا معروضی مطالعہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کریں چنانچہ اس ضمن میں اب تک جن علما کے نام پیش کیے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ مفتی غلام دستگیر قصوری (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء)

۲۔ مولانا غلام قادر بھیروی (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

۳۔ مولوی محمد حسین بٹالوی (۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء)

۴۔ علماء لدھیانہ [مولوی محمد لدھیانوی، مولوی عبد العزیز لدھیانوی]

اب ہم ذیل میں ان حضرات کے فتویٰ کفر اور ردّ قادیانیت میں کردار کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ مفتی غلام دستگیر قصوری کا فتویٰ تکفیر:

علمائے اہل سنت کا اکثریتی موقف یہی ہے کہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کے ردّ میں سب سے اوّل جامع و مبسوط فتویٰ تکفیر مفتی غلام دستگیر قصوری نے دیا۔ دستیاب شواہد کی رُو سے مولانا قصوری نے یہ فتوی ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۴ء میں تحریر کیا اور علماء پنجاب سے تصدیقات حاصل کیں۔ یہ فتوی اُردو زبان میں تھا آپ نے اس کا نام ''تحقیقات دستگیریہ ردّ ہفوات براہینیہ'' رکھا۔ دیوبندی عالم مولوی اللہ وسایا (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان) نے اس کتاب کو

قادیانیت کے ردّ میں اوّلین تحریری جدو جہد اور نقش اوّل قرار دیا ہے۔[1]

مولانا قصوری کو ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۴ء میں اس فتنہ کی اطلاع ہوئی چناں چہ آپ خود لکھتے ہیں:

''فقیر نے صفر ۱۳۰۲ھ (نومبر ۱۸۸۴ء) میں صاحب براہین کا وہ اشتہار دیکھا جس کا ذکر ابتدا اس رسالہ میں درج ہوا ہے۔''[2]

آپ نے مرزا قادیانی کے ردّ میں درج ذیل کتب تحریر کیں:

۱۔ تحقیقات دستگیریہ ردّ ہفوات براہینیہ (۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۴ء)

۲۔ رجم الشیاطین بردّ اغلوطات البراہین (۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء)

۳۔ فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی (۱۸۹۷ء/ ۱۳۱۵ھ)

۴۔ تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام (۱۸۹۷ء/ ۱۳۱۵ھ)

(ان کتب کا تفصیلی تعارف رسائل قصوری جلد اوّل کے مقدمہ میں ہو چکا ہے، لہٰذا یہاں صرف نام ہی ذکر کیے جاتے ہیں۔)[3]

نیز آپ نے مرزا قادیانی کو کئی بار مباحثہ ومباہلہ کا چیلنج بھی دیا لیکن اس کو آپ کے سامنے آنے کی جراءت نہ ہو سکی۔ آپ نے بذریعہ خط وکتابت اور اشتہار بھی اصلاح احوال کی کوشش کی جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''ہر چند فقیر مؤلف 'کان اللہ لہ'' نے ابتدائے ۱۳۰۲ھ سے اوّلاً بذریعہ خط وکتابت ثانیاً بوسیلہ اشتہارات بہت کوشش کی کہ مرزا صاحب مناظرہ سے تحقیق حق کر کے اسلام میں رخنہ اندازی سے باز آجائیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کی تائید پر غرہ نہ ہو جائیں مگر بقضائے الٰہی موثر نہ ہوا۔ تب فقیر نے رسالہ مرقومہ بالا (رجم الشیاطین) ۱۳۰۳ھ میں حرمین شریفین زادھما اللہ سبحانہ شرفاً میں بھیج کر فتویٰ لیا۔ ۱۳۰۵ ہجری میں جب یہ فتوی آیا تب راقم نے امرتسر جا کر مرزا صاحب کے دوستوں کو دکھلایا اور ان کی معرفت مرزا صاحب کو بلوایا کہ وہ بچشم خود اس کو ملاحظہ کر کے تائب ہو جائیں تو اس کو شائع نہ کیا جائے۔ اس پر مرزا صاحب نہ آئے، فقیر نے بنظر خیر خواہی اسلام اس کے شائع کرنے میں تعویق کی، شاید مرزا صاحب رو براہ ہو جائیں۔

---

[1] احتساب قادیانیت، ج۱۰، ص: ۴۴۹

[2] رجم الشیاطین/ عربی خلاصہ تحقیقات دستگیریہ: ۵۵

[3] پہلی تین کتب، ''عقیدہ ختم النبوۃ'' کی جلد اوّل جب کہ ''احتساب قادیانیت'' جلد ۱۰ میں بھی شائع ہو چکی ہیں اور ہم نے بھی تفصیلی تعارف ''کتابیات ختم نبوت'' جلد اول میں بھی پیش کیا ہے۔ ۱۲ فاروقی

پھر مرزا صاحب نے جب ضروری اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں اپنے مثیل مسیح ہونے کے دعویٰ میں کئی علمائے دین سے مباحثہ کے واسطے ان کے نام درج کیے اور اخیر میں فقیر کا نام بھی تحریر کیا تو اس کے جواب میں فقیر نے رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ میں دو ورقہ اشتہار شائع کر کے مختصر حال اس فتوی کا اور اپنی مستعدی مناظرہ کے لیے ظاہر کی، اور ادّعائے مثیل مسیح کو بھی باطل کیا۔ ان کی طرف سے اس کا جواب نہ آیا۔

بعد ازاں رمضان شریف ۱۳۱۰ ہجری میں حافظ یوسف ضلعدار نے مرزا صاحب یا ان کے نائب سے مناظرہ کے واسطے تحریک کی، فقیر نے تحریر کر دی کہ میں حاضر ہوں۔ تاریخ مقررہ پر نہ مرزا صاحب آئے نہ کوئی نائب ان کا مختار نامہ لے کر آیا۔ برعکس محمد احسن امروہی نے فقیر کے فرار کا اشتہار بنام ''اتمام الحجت'' شائع کر دیا۔ اس کے جواب میں ایک مدرسہ قصور نے اوّلاً اس کی تبکیت میں اشتہار شائع کیا۔ ثانیاً فقیر نے ۱۳۱۱ ہجری میں دوسرا اشتہار چھپوا دیا۔ جس کا حاصل یہ تھا کہ مرزا صاحب کی پہلی رخنہ اندازیٔ اسلام کے علاوہ جس پر حرمین مکرمین زاد ہما اللہ تعظیما سے ان کے بارے میں فتویٰ آچکا ہے انہوں نے دعویٰ مخترعہ مسیحیت میں رسالہ فتح الاسلام و توضیح المرام، ازالہ اوہام شائع کیے ہیں، ان میں نبوت و رسالت کا کھلا کھلا دعویٰ کر دیا ہے جس سے مولوی محمد حسین بٹالوی جیسے ان کے مؤید اور ثنا خواں بھی ان کے سخت مخالف ہو کر واشگاف اور صاف صاف ان کی تکفیر کر رہے ہیں اور مرزا صاحب اور محمد احسن جیسے ان کے مریدوں کو ذرہ بھی غیرت نہیں کہ مجمع علما میں اپنی بریّت ظاہر دکھائیں، صرف دھوکہ بازیوں سے کام چلا رہے ہیں۔

ان کی طرف سے جب اس کا جواب بھی کچھ نہ ملا، تو فقیر نے اخیر صفر ۱۳۱۱ ہجری میں اور اشتہار جاری کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اب مرزا صاحب کے راہ راست پر آنے سے مایوس ہو کر وہ فتویٰ حرمین شریفین شائع کیا جاتا ہے۔ جس سے مرزا صاحب کی ضلالت و بطالت ظاہر ہو جائے گی۔

...... پھر ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ میں جو مرزا صاحب اپنے جدید سسرال کے ہاں چھاؤنی فیروز پور میں آئے تو کئی مسلمانوں نے ان سے دعویٰ مسیحیت کا ثبوت طلب کیا۔ اس پر مرزا صاحب نے مختصر تقریر کے بعد جواب دیا کہ کسی عالم کو ہمارے پاس لے آؤ، ہم ان کی تسلی کر دیں گے، پھر جلدی سے قادیان کو سدھارے۔

دوسری مرتبہ ۱۲ جمادی الاولیٰ کو جب وہاں آئے تو فقیر کو وہاں کے بعض اہل اسلام نے تحقیق حق کے لیے بلایا، فقیر نے وہاں جا کر ان کی مذکورہ بالا تصانیف سے ان کا دعویٰ نبوت، توہین انبیا وغیرہ سب کو دکھلایا۔ چنانچہ ان کی سمجھ میں آیا اس پر انہوں نے مرزا صاحب سے فقیر کے ساتھ تقریر کرنے کی درخواست کی جس پر جواب ملا ہم کو الہام ہوا ہے کہ مولویوں سے مباحثہ نہ کریں۔ تب لوگوں نے کہا کہ آپ کے کہنے سے ہم نے بلوایا تھا۔

آخرش بعد تکرار بسیار مرزا صاحب نے بذاتِ خود مناظرہ سے اور اپنے شاگرد و مرید حکیم نورالدین و محمد احسن

امروہی سے بھی درمیان میں بیٹھ کر مباحثہ کرنے سے انکار کیا۔ اس پر چھاؤنی فیروز پور کے پچیس (۲۵) معتبر اہل اسلام کی شہادت سے مطبع صدیقی فیروز پور میں اشتہار شائع ہوا کہ واقعی مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں اور انبیاے کرام کے توہین کنندہ اور جواب دینے سے صریح گریز ہے۔

اس پر جب ان کے سخت مخلص حافظ محمد یوسف مذکور کو یہ شکست فاش ناگوار معلوم ہوئی تو پھر وہاں جا کر دوسری مرتبہ مرزا صاحب کو مناظرہ میں شامل ہونے کے لیے آمادہ کیا اور امرتسر سے بنام مولوی محمد احسن امروہی اشتہار جاری کیا کہ مکفرین مرزا صاحب دسمبر کی تعطیلوں میں لاہور آ کر مناظرہ کریں۔ میں مشتہر یا حکیم نور الدین مناظرہ کریں گے۔

اس پر فقیر نے مرزا صاحب سے اقرار تحریری شمول جلسہ مناظرے کا بذریعہ خط رجسٹری لے کر دو روز قبل از تاریخ مقررہ وارد لاہور ہو کر دس (۱۰) دن برابر لاہور میں رہا۔ نہ مرزا صاحب آئے نہ دونوں مناظر حاضر پائے۔ حکیم فضل الدین و برہان الدین مناظرہ کو آئے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ مرزا قادیانی کا مختار نامہ لے آئیں۔ فقیر حاضر ہے۔ پھر آج تک ان کی طرف سے صدائے برنخاست۔" (رجم الشیاطین: ۷۱۔ ۷۲)

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مولانا غلام دستگیر قصوری ہی وہ پہلے عالم دین ہیں جنہوں نے مرزا قادیانی کے رد میں اُردو اور عربی زبان میں اوّلین جامع ومبسوط فتویٰ کفر تحریر کیا اور علماء پنجاب وحرمین شریفین سے تصدیقات حاصل کیں۔ آپ نے مرزا قادیانی کے درپردہ دعویٰ نبوت کا راز فاش کیا چنانچہ مولانا غلام احمد اخگر امرت سری (مدیر اخبار اہل فقہ، امرت سر) لکھتے ہیں:

"حضرت جناب مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب مرحوم ومغفور قصوری نے مرزا صاحب کے الفاظ پڑھ کر فوراً رائے قائم فرمائی کہ یہ شخص ضرور نبوت کا دعوی کرے گا اور علمائے عرب وعجم سے مرزا صاحب کے اقوال کی بنا پر ان کے لیے کفر کا فتوی حاصل کیا، اگرچہ بعض لوگ اس وقت مرزا صاحب کے انکار دعوی نبوت کی بنا پر مولوی صاحب موصوف مرحوم اور ان کے ہم خیال علماء پر زبان طعن دراز کرتے تھے کہ جب ایک شخص انکار کرتا ہے تو خواہ مخواہ اس پر الزام قائم کرنا سخت بے انصافی ہے لیکن آخر دنیا نے دیکھ لیا کہ مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب مرحوم کا خیال کیسا صحیح ثابت ہوا اور جب مرزا صاحب نے دیکھا کہ اب جماعت اس قدر لٹو ہو گئی ہے کہ دعوی نبوت پر آمنا وصدقنا لکھنے کو تیار ہو گئی تو فوراً دعوی کر دیا۔"[1]

---

[1] اخبار اہل فقہ، امرت سر مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۱۱ء، رد قادیانیت اور سنی صحافت، جلد دوم ص: ۲۶۷

۲۔مولانا غلام قادر بھیروی کا فتویٔ تکفیر:

مولانا غلام قادر بھیروی اہل سنت کے جید عالم دین تھے۔ پنجاب کے اکابر علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کو ''قطب لاہور'' بھی کہا جاتا ہے۔ ۱۳۱۳ھ بمطابق ۱۸۹۵ء کو آپ نے اپنی زیر تولیت تاریخی مسجد بیگم شاہی (مستی دروازہ، واقع عقب شاہی قلعہ، لاہور) کی دیوار پر مندرجہ ذیل قرارداد سنگ مرمر پر کندہ کروا کر نصب کروائی جو کہ آج بھی موجود ہے:

''باتفاق انجمن حنفیہ و حکم شرع شریف یہ قرار پایا کہ کوئی وہابی، رافضی، نیچری و مرزائی مسجد ہذا میں نہ آوے اور خلاف مذہب حنفی کوئی بات نہ کرے۔''

مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

''پنجاب کے علماء میں سب سے پہلے مرزائے قادیانی کے خلاف آپ ہی نے فتویٰ دیا اور اس وقت مرزا کی تردید کی جب کہ اس نے ابھی تک نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔''[۱]

مولانا منشا تابش قصوری اپنے مقالہ ''ردّ مرزائیت میں علمائے اہل سنت کا حصہ''، جناب صادق علی زاہد اپنی کتاب ''تذکرہ مجاہدین ختم نبوت'' (ص: ۲۵۶) اور مولوی اللہ وسایا دیوبندی اپنی کتاب ''تذکرہ مجاہدین ختم نبوت'' کے ص ۲۲۴۔۲۲۵ میں لکھتے ہیں:

''ردّ مرزائیت میں پنجاب میں سب سے پہلے آپ نے ہی یہ فتویٰ جاری فرمایا کہ قادیانیوں کے ساتھ مسلمان مرد یا عورت کا نکاح حرام و ناجائز ہے۔ بعد میں علماء دین و مفتیان شرع متین نے اسی فتویٰ مبارکہ سے استفادہ کرتے ہوئے مرزائیوں سے مناکحت تزویج کو ناجائز اور ان سے میل جول اور ذبیحہ تک کو حرام قرار دیا۔ مرزا نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور حکیم نورالدین نے اس کی تائید کی تو آپ نے حکیم نورالدین کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ آپ کی موجودگی میں اسے کبھی پھر بھیرہ میں داخل ہونے کی جرات نہ ہوئی۔''

تاہم یہ فتویٰ کس سن میں شائع ہوا۔ آج تک معلوم نہیں ہوسکا۔ لہٰذا شواہد کی عدم دستیابی کے سبب مولانا بھیروی کے فتویٔ تکفیر پر مزید گفتگو ممکن نہیں۔ البتہ مذکورہ بالا قرارداد ۱۸۹۵ء کے مطابق یہ بات پایۂ وثوق کو پہنچتی ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کی تردید کرنے والے اوّلین علماء میں آپ کا شمار بالکل درست ہے۔

۳۔مولوی محمد حسین بٹالوی کا فتویٔ تکفیر:

عصر حاضر کے ایک غیر مقلد مصنف ڈاکٹر بہاء الدین (۱) کا موقف ہے کہ مرزا قادیانی کی تکفیر سب سے اوّل

---

[۱] تذکرہ اکابر اہل سنت: ۳۲۸ مطبوعہ اویسی بک سٹال، گوجرانوالہ

مولوی محمد حسین بٹالوی نے کی۔انہوں نے اس موضوع پر اپنی کتاب تحریک ختم نبوت کی جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۲۹ پر خامہ فرسائی کی ہے۔ہم اس پر تفصیلی گفتگو ضرور کرتے لیکن ہم سے پیشتر دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ایک مصنف جناب ابوانیس حبیب الرحمن لدھیانوی نے ڈاکٹر صاحب کے مذکورہ موقف کا تفصیلی ردّ کرتے ہوئے ایک ضخیم کتاب بنام ''تاریخ ختم نبوت'' تحریر کی جوکہ رئیس الاحرار اکیڈمی (محلہ خالصہ کالج فیصل آباد-پاکستان) سے اپریل ۲۰۰۵ میں شائع ہوئی۔اس کتاب میں بھرپور انداز میں ڈاکٹر صاحب کی تحریفات کی نشان دہی کی گئی ہے نیز قدیم کتب ورسائل کے عکسی حوالہ جات سے مولف نے اپنے موقف کو مدلل طور پر بیان کیا ہے۔سبب تالیف اس کتاب کا یہ ہوا کہ مولف مذکور نے ''تاریخ ختم نبوت'' سے قبل ایک کتاب بنام ''سب سے پہلا فتویٰ تکفیر'' کے عنوان سے لکھی تھی جس میں یہ موقف پیش کیا کہ مولف کے اجداد علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی کی تکفیر پر سب سے اوّل فتوی جاری کیا تھا۔ڈاکٹر بہاء الدین نے اس کتاب پر تنقیدی تبصرہ لکھ کر ماہ نامہ صراط مستقیم برمنگھم (برطانیہ) کے شمارہ بابت جنوری ۲۰۰۰ء میں شائع کروایا۔بعد ازاں یہی تبصرہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' میں شامل کر دیا جوکہ پاک وہند سے بیک وقت شائع ہوئی۔اس تبصرہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی (غیر مقلد) کے بارے یہ موقف پیش کیا گیا کہ انہوں نے سب سے اوّل مرزا قادیانی کی تکفیر میں فتوی جاری کیا چنانچہ مولف مذکور نے ڈاکٹر بہاء الدین کے اس موقف کا ردّ ضروری سمجھتے ہوئے یہ کتاب ترتیب دی۔ہم یہاں اس تحقیق کا ماحصل چند نکات میں بیان کرتے ہیں:

۱۔ مرزا قادیانی کی تکفیر پر پہلا فتوی علماء لدھیانہ نے دیا۔(اس پر تفصیلی گفتگو آگے آرہی ہے۔) جب کہ مولوی بٹالوی صاحب کو ''اوّل مکفر'' کی بجائے ''اوّل موید'' کہنا زیادہ مناسب رہے گا۔

۲۔ مولوی محمد حسین بٹالوی (غیر مقلد) نے مرزا قادیانی کی ایمان سوز کتاب کا دفاع کرتے ہوئے اس پر تائیدی ریویو لکھا جوکہ اشاعۃ السنۃ جلد نمبر ۷ شمارہ نمبر ۶ بابت ماہ شعبان ورمضان وشوال ۱۳۰۱ھ مطابق جون،جولائی، اگست ۱۸۸۴ء میں شائع ہوا۔نیز مرزا قادیانی کی تکفیر کرنے والے علماء لدھیانہ کے اسماء ذکر کرکے برٹش گورنمنٹ کا باغی وبدخواہ ہونا بھی بیان کیا،بل کہ یہاں تک لکھا کہ یہ لوگ برٹش گورنمنٹ کے خلاف جہاد کو جائز سمجھتے ہیں۔(تاریخ ختم نبوت:۴۳ ملخصا۔مولف مذکور نے ان تمام عبارات کے عکسی حوالہ جات کتاب کے اخیر میں مہیا کیے ہیں۔)

نیز مولوی بٹالوی نے براہین احمدیہ کی تائید میں جو ریویو لکھا تھا اس کو لدھیانہ میں مفت تقسیم کروایا۔اس کا انکشاف خود مولوی بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ کی جلد نمبر ۱۸ شمارہ ۷ کے صفحہ ۲۰۶،۲۰۷ پر کیا ہے۔اس تقسیم کے لیے

مرزا قادیانی نے مولوی بٹالوی کو رقم ارسال کی تھی۔

۴۔ مرزا قادیانی کے شیطانی الہامات کی بے جا تاویلات کرتے ہوئے ان کو درست قرار دیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کی ان تاویلات کا مفصل ردّ مفتی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب 'تحقیقات دستگیریہ ردّ ھفوات براھینیہ'' میں دیا جس کا عربی خلاصہ ''رجم الشیاطین بردّ اغلوطات البراھین'' کے نام سے شائع ہوا اور علمائے پنجاب وحرمین شریفین نے اس پر اپنی تصدیقات ثبت فرمائیں۔ اس کا تفصیلی حال آگے بیان کیا جائے گا۔(۲)

۵۔ براہین احمدیہ کی اشاعت پر مولوی بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۷ کے صفحہ ۳۴۸ پر یہ دعائیہ کلمات تحریر کیے: ''اے خدا! اپنے طالبوں کے رہنما! ان پر ان کی ذات سے ان کے ماں باپ سے تمام جہان کے مشفقوں سے زیادہ رحم فرما۔ تو اس کتاب کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے اور اس کی برکات سے ان کو مالا مال کر دے اور کسی اپنے صالح بندہ کی طفیل اس خاکسار شرمسار گناہ گار کو بھی اپنے فیوض اور اس کی کتاب کی اخص برکات سے فیض یاب کر۔ آمین'' وللارض من کاس الکرام نصیب''[1]

۶۔ مولوی بٹالوی اور مرزا قادیانی باہم دوست، ہم مذہب/ ہم مسلک (یعنی غیر مقلد) (۳) اور ہم سبق ساتھی تھے چنانچہ اشاعۃ السنۃ جلد ۷ شمارہ نمبر ۶ کے ص ۱۷۶ پر لکھتے ہیں: ''مولف براہین احمدیہ کے حالات وخیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مولف صاحب (مرزا قادیانی) ہمارے ہم وطن ہیں۔ بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی شرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خط وکتابت وملاقات ومراسلت برابر جاری رہی ہے۔ اس لیے ہمارا یہ کہنا کہ ہم ان کے حالات وخیالات سے بہت واقف ہیں۔ مبالغہ قرار نہ دیے جانے کے لائق ہے۔'' (ایضاً ص: ۷۸)

۷۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں براہین احمدیہ کی اشاعت کے لیے مرزا قادیانی کی مالی اعانت کے لیے اشتہار شائع کیے۔ اشتہار کا عکس دیکھنے کے لیے کتاب تاریخ ختم نبوت: ۸۳ ملاحظہ کریں۔ (اشاعۃ السنۃ کا مکمل ریکارڈ دفتر رسالہ ''محدث'' واقع ماڈل ٹاؤن لاہور کی لائبریری سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے اور انٹرنیٹ پر بھی موجود ہے۔ اس کے مکمل ریکارڈ کی فوٹو کاپی مولانا احمد علی قصوری مرحوم (مسلم ٹاؤن، لاہور) کے ذاتی ذخیرہ میں موجود ہے۔ جہاں سے ہم نے استفادہ کیا۔ فقیر قادری)

۸۔ براہین احمدیہ کی اشاعت کے لیے مولوی بٹالوی مرزا قادیانی کو اپنے مشوروں سے بھی نوازتے رہے چنانچہ

---

[1] بہ حوالہ تاریخ ختم نبوت: ۷۷

ملاحظہ ہو رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۳ شمارہ ۹ ص ۳ / ۴ بہ حوالہ کتاب تاریخ ختم نبوت، ص: ۸۸)

۹۔ مرزا قادیانی اور مولوی بٹالوی کے باہمی اختلاف کی وجہ بیان کرتے ہوئے مولف تاریخ ختم نبوت نے ص: ۱۰۲ پر کلام کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ براہین احمدیہ و دیگر کتب کے نام پر مسلمانوں سے بٹوری گئی رقم (تقریباً دس ہزار روپے) کی تقسیم سے رنجش کا آغاز ہوا چوں کہ مرزا قادیانی نے تمام رقم خود ہی رکھ لی تھی اور براہین احمدیہ کی تائید میں ضخیم ریویو لکھنے والے مولوی محمد حسین بٹالوی کو اس رقم سے بالکل لاتعلق کر دیا تھا۔ اس حوالہ سے مولوی بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ کی متعدد اشاعتوں مثلاً جلد ۱۵ شمارہ نمبر ۱ کے ص ۱۰، جلد ۱۵ شمارہ نمبر ۹ کے ص ۲۰۷ اور جلد ۱۶ شمارہ نمبر ۷ کے ص ۲۱۱ پر مرزا قادیانی سے ان دس ہزار روپیوں کی بابت کم و بیش ایک ہی مفہوم کی عبارت لکھی ہے۔ ہم جلد ۱۶ کی عبارت یہاں نقل کرتے ہیں:

''کون سی کتاب میں اس (مرزا قادیانی) نے اسلام کی پوری تائید کی ہے، کتاب براہین احمدیہ میں اس نے بیان تین سو (۳۰۰) دلائل حقیت اسلام کا جھوٹا وعدہ دے کر اور خلاف واقعہ طمع دلا کر دس ہزار سے زائد روپیہ مسلمانوں کا کھینچا اور خورد برد کیا اور اس کتاب میں ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی اور نہ دس برس کے عرصہ میں کتاب چھپوائی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اور اس کے دلائل ہنوز در بطن شاعر کا مصداق ہے۔ ہاں ان کارروائیوں سے فائدہ ہے تو اس کی ذات خاص کو ہے کہ وہ دس ہزار روپیہ سے زائد لوگوں کا مال کھا کر اس بڑھاپے میں خوب موٹا و تازہ بن گیا ہے۔[1]

اختلاف کی ایک وجہ قادیانی مؤرخ دوست محمد شاہد اپنی کتاب تاریخ احمدیت میں لکھتا ہے: ''انہیں (بٹالوی صاحب کو) غصہ اس بات پر تھا کہ مجھ سے اپنے دعوی سے متعلق آپ (مرزا قادیانی) نے مشورہ کیوں نہیں کیا۔'' (تاریخ احمدیت، جلد ۲، ص: ۱۹۰)

۱۰۔ مولوی بٹالوی نے مرزا قادیانی کی جس قدر شدت سے حمایت کی، اس کے فوائد و ثمرات مرزا قادیانی کو کیا حاصل ہوئے نیز کس حلقہ میں زیادہ مرزا قادیانی کی قبولیت بڑھی چنانچہ اس بارے مولوی بٹالوی لکھتے ہیں:

''اشاعۃ السنۃ کا ریویو (یعنی براہین احمدیہ پر تائیدی ریویو) اس (مرزا قادیانی) کو امکانی ولی و ملہم نہ بناتا تو وہ اپنے سابقہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی نظروں میں بے اعتبار ہو جاتا۔ کیوں کہ بہت سے علماء مختلف دیار ہندوستان و پنجاب و عرب کا ان الہامات کے سبب اس کی تکفیر و تفسیق و تبدیع پر اتفاق ہو چکا تھا۔ صرف اشاعۃ السنۃ کے ریویو نے فرقہ اہل حدیث اور اپنے خریداروں کے خیال میں اس کے الہام و ولایت کا

---

[1] اشاعۃ السنۃ جلد ۱۶ شمارہ ۷، ص: ۲۱۱ بہ حوالہ تاریخ ختم نبوت: ۱۰۴

امکان جمارکھا تھا اور اس کو حامی اسلام بنارکھا تھا۔ لہٰذا اسی اشاعۃ السنہ کا فرض اور اس کے ذمہ یہ ایک قرض تھا کہ اس نے جیسا اس کو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرا دے اور تلافی مافات عمل میں لاوے اور جب تک یہ تلافی پوری نہ ہولے تب تک بلا ضرورت شدید کسی دوسرے مضمون سے تعرض نہ کرے۔" [1]

سطور بالا سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مولوی بٹالوی نے ۱۸۹۰ء میں مرزا قادیانی کی مخالفت شروع کی۔ براہین احمدیہ کی اشاعت ۱۸۸۰ء میں شروع ہوئی، یوں مولوی بٹالوی براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد کامل دس برس تک مرزا قادیانی کے بھرپور حامی و موید رہے اور اس کا بھرپور دفاع کرتے رہے۔

۱۱۔ ڈاکٹر بہاء الدین کے بقول مولوی بٹالوی نے ۱۸۹۲ء میں مرزا قادیانی کے متعلق مولوی سید نذیر حسین دہلوی سے استفتاء کر کے فتویٰ لکھوایا اور دیگر علماء پنجاب و ہندوستان کی تصدیقات حاصل کر کے اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۳ میں شائع کیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کے متعلق مزید بھی بہت سی اہم معلومات دیوبندی مصنف جناب ابن انیس حبیب الرحمن لدھیانوی نے لکھی ہیں لیکن ہمارے عنوان کے لیے اس قدر ہی کافی ہے۔

۴۔ علمائے لدھیانہ کا فتویٰ تکفیر:

لدھیانہ کے علماء نے مرزا قادیانی کے متعلق فتویٰ تکفیر ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں جاری کیا۔ اس موقف کا بنیادی ماخذ فتاوی قادریہ ہے جو کہ لدھیانہ کے علماء مولانا محمد لدھیانوی اور مولانا عبداللہ لدھیانوی اور مولانا عبدالعزیز لدھیانوی کے فتاوی کا مجموعہ ہے۔ یہ فتاوی مولوی محمد لدھیانوی کے اہتمام سے ربیع الاول ۱۳۱۹ھ مطابق جون ۱۹۰۱ء مطبع قیصر ہند، لدھیانہ میں طبع ہوا۔ یہ کتاب ایک عرصہ تک نایاب رہی تا آں کہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے اس کی عکسی اشاعت مکتبہ قادریہ لاہور سے ۵ اکتوبر ۱۹۷۹ء میں کی۔ اسی فتاوی قادریہ کی بنا پر مولوی ابن انیس حبیب الرحمن لدھیانوی نے ایک کتاب بنام "سب سے پہلا فتویٰ تکفیر" تحریر کی جس میں پہلی بار یہ موقف نمایاں کیا گیا کہ مرزا قادیانی کے ارتداد پر پہلا فتویٰ کفر علماء لدھیانہ نے دیا۔ یہ کتاب رئیس الاحرار اکیڈمی فیصل آباد سے جولائی ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مذکورہ موقف کا بنیادی محرک "فتاوی قادریہ" کی یہ عبارات ہیں:

"مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لودیانہ میں آ کر ۱۳۰۱ ہجری میں دعویٰ کیا کہ میں مجدد ہوں ...... جس روز قادیانی شہر لودیانہ میں وارد ہوا تھا راقم الحروف اعنی محمد و مولوی عبداللہ صاحب و مولوی اسمٰعیل صاحب نے

---

[1] اشاعۃ السنہ جلد ۱۳، شمارہ نمبر ا، ص: ۳۔۴ بابت ۱۳۰۸،۷ھ مطابق ۱۸۹۰ء

براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دوپہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بل کہ زندیق اور ملحد ہے......اور گردونواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کیے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے اس کی کتاب کوئی خرید نہ کرے۔ اس موقع پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا بلکہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے ہماری تحریر کی تردید میں ایک طومار لکھ کر ہمارے پاس روانہ کیا اور قادیانی کو ''مرد صالح'' قرار دیا اور ایک نقل اس کی مولوی شاہ دین و مولوی عبدالقادر اپنے مریدوں کے پاس روانہ کی چناں چہ مولوی شاہ دین نے برسر بازار روبرو مریدان منشی احمد جان و متبعان قادیانی یہ کہہ کر مولوی رشید احمد صاحب نے مولوی صاحبان کی تردید میں یہ تحریر ارسال فرمائی ہے پھر اس کے اٹکل پچو معنی کر کے زور شور کے ساتھ سنایا۔''

مولوی عبدالعزیز صاحب نے اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اُڑائیں۔ مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو ''مرد صالح'' کیسے لکھ دیا، جناب باری میں دعا کر کے سو گئے۔ خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بد شکل ہو کر لٹک پڑا غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے۔ اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط متناقض یکے بادیگرے چیز وجود میں آنے لگے اور اس تحریر کی راقم الحروف نے یہ تردید لکھی ہے......(اتنا لکھنے کے بعد مولوی محمد لدھیانوی نے ''انطباق العنوانین علی المعنونین'' کے عنوان سے مولوی رشید احمد گنگوہی کی تحریر درحمایت مرزا کی بھرپور تردید کی ہے۔) (تفصیل کے لیے دیکھیے: فتاویٰ قادریہ: ۱۔ ۴)

مزید صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں:

''پھر اس تحریر (یعنی مولوی رشید گنگوہی کے فتوی کی تردید والی تحریر) کو ہم تینوں ساتھ لے کر جلسہ دستار بندی مدرسہ دیوبند بتاریخ ۱۲ جمادی الاوّل ۱۳۰۱ھ میں پہنچے دوسرے روز مولوی رشید احمد صاحب ملاقات کے واسطے تشریف لائے۔ بعد ازاں مولوی محمد یعقوب صاحب بھی براہ مہمان نوازی ملنے کو آئے، راقم الحروف نے کچھ حال قادیانی کا بہ طور اجمال زبانی بیان کیا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر بہ طور ظلیت آنحضرت ﷺ اس پر ورود الہامات کا ہوتا ہو تو کیا عجب ہے!!! میں نے کہا کہ اگر اہل کتاب یہود ونصاریٰ یہ اعتراض کریں کہ جیسا قادیانی پر بہ سبب ظلیت آیات قرآنی نازل ہو رہے ہیں ایسا ہی تمہارے پیشوا خود مستقل پیغمبر نہیں تھے بلکہ بہ سبب اتباع ابراہیم علیہ السلام کے ان پر قرآن بہ طور الہام نازل ہوا ہوگا تو پھر آپ کیا جواب دو گے۔ مولوی صاحب نے لاجواب ہو کر یہ فرمایا کہ میں اس شخص کو اپنی تحقیق میں غیر مقلد جانتا ہوں اور آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا کیوں کہ آپ اس کے کل حالات سے بہ سبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں اور نیز آپ نے اس کی

کتاب براہین کی ہر چہار جلد کو دیکھ لیا ہے۔

بعدازاں ہم نے تحریر مذکورۃ الصدر کو بتاریخ ۱۴ جمادی الاوّل ۱۳۰۱ھ مولوی رشید احمد کی خدمت میں برسر عام جس میں مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم وغیرہ علما وفضلاء نامدار موجود تھے۔پیش کیا' آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک آتا تھا آپ کی خدمت میں لکھ کر روانہ کر دیا تھا۔میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کی تحریر پر اعتراضات وارد کیے گئے ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر جواب سے مشرف فرماویں۔آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک علم تھا میں نے لکھ دیا تھا، زیادہ اس سے مجھ کو علم نہیں ہے۔مولوی عبداللہ صاحب نے دوبارہ اس تحریر کو مولوی صاحب کے ہاتھ دے کر آیت ''واما السائل فلا تنہر'' پڑھ کر فرمایا کہ آپ اس کا جواب عنایت فرماویں۔مولوی صاحب نے تحریر کو واپس دے کر فرمایا کہ ہمارے سب کے مولانا محمد یعقوب صاحب بڑے ہیں،اس باب میں جو ارشاد کریں مجھ کو منظور ہے۔مولوی عبداللہ صاحب نے کھڑے ہو کر باآواز بلند فرمایا کہ جو لوگ اس مسئلہ خاص میں اپنا دین تباہ کر رہے ہیں اس کا وبال آپ کی گردن پر ہوگا یا ہماری گردن پر؟؟

بعدازاں ہم وہاں سے روانہ ہو کر مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں پہنچے'فوراً مولوی رشید احمد صاحب کے بڑے صاحب زادہ نے مع گروہ کثیر جس میں چند عالم مثل مولوی محمود حسن مدرس مراد آباد وغیرہ داخل تھے۔آ کر شوروغل مچایا۔مولانا یعقوب صاحب نے فرمایا کہ سب کے سب شورمت کرو صرف ایک شخص کلام کرے۔مولوی محمود حسن صاحب نے بیان کیا کہ یہ تینوں مولوی تین روز سے پکار رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے میں نے کہا کہ یہ امر غلط ہے۔فریق ثانی نے کہا کہ اب انکار کرتے ہیں میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ وہ کون شخص ہے جس سے ہم نے خوف کھا کر انکار کیا ہمارا اوّل سے یہی عقیدہ ہے کہ قادیانی کافر اور جو شخص اس کا ہم عقیدہ ہے وہ بھی کافر ہے جس کو حوصلہ گفتگو کا ہو وہ میدان گفتگو میں آ کر کسی ثالث کے مکان پر بحث کرلے اس مکان پر بحث کرنے کا موقع نہیں کیوں کہ یہاں پر یہ مثل مشہور صادق آرہی ہے ایک ناک والا سات ناک کٹوں کے پاس جب پہنچا فوراً سب کے سب اوّل ہی بول اُٹھے کہ نا کو (ناک والا) آیا۔یہ کلام سن کر سب خاموش ہو گئے کسی نے گفتگو کرنے کا نام بھی نہ لیا۔پھر میں نے مولوی محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ جو آپ نے کل بوقت ملاقات قادیانی کے باب میں فرمایا تھا اس کو تحریر بھی کر دو گے۔آپ نے فرمایا کہ میں یہ بھی لکھ دوں گا کہ اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے لیکن فی الحال بہ سبب کاروبار جلسہ کے مجھ کو فراغت نہیں،دو تین روز کے بعد لکھ کر روانہ کر دوں گا یا آپ میری طرف سے تحریر کر لینا چناں چہ مولانا صاحب نے حسب وعدہ کے ایک فتوی اپنے ہاتھ سے لکھ کر ہمارے پاس ڈاک میں ارسال فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیا اللہ کے الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے اور نیز اس

شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا۔معلوم نہیں کہ اس کو کس روح کی اویسیت ہے۔

اور شاہ عبدالرحیم صاحب سہارن پوری مرحوم نے بروقت ملاقات فرمایا کہ مجھ کو بعد استخارہ کرنے کے یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص بھینسے پر اس طور سے سوار ہے کہ موںھ اس کا دُم کی طرف ہے جب غور سے دیکھا تو زُنار اس کے گلے میں پڑا ہوا نظر آیا جس سے اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے اور یہ بھی میں یقینا کہتا ہوں کہ جو اہل علم اس کی تکفیر میں اب متردّد ہیں کچھ عرصہ بعد سب کافر کہیں گے۔

قاری عبدالکریم صاحب...... نے بھی اس کو سخت ملحد اور زندیق تحریر کیا۔" (ایضا:۱۵۔۱۷)

یہاں تک حال علماء لدھیانہ کے فتویٰ تکفیر ۱۳۰۱ھ کا بیان ہوا۔

یہ بات قابل غور ہے کہ فتاوی قادریہ میں مولوی محمد لدھیانوی نے اپنے اس فتوی کی اصل تحریر کو شامل نہیں کیا حالاں کہ فتاوی کے مجموعہ میں اس کو ضرور شامل ہونا چاہیے تھا البتہ مولوی رشید گنگوہی نے جو تحریر فتوی کفر کی تردید میں لکھی تھی اس کے ردّ والی تحریر کو فتاوی میں شامل کیا ہے۔مولوی ابن انیس حبیب الرحمن لدھیانوی بھی اپنی کتاب "سب سے پہلے فتویٰ تکفیر" اور "تاریخ ختم نبوت" میں اول فتویٰ تکفیر کو شامل کرنے سے قاصر رہے۔

لہٰذا یہاں سوال ہوسکتا ہے کہ ایسی صورت حال میں یہ کیوں کر تسلیم کیا جائے کہ علماء لدھیانہ نے واقعتاً ۱۳۰۱ھ میں فتویٰ کفر دیا تھا کیوں کہ فتاوی قادریہ ان کی اپنی تحریر ہے جو کہ ۱۳۱۹ھ میں شائع ہوا لیکن ہمارے نزدیک اس کا ثبوت ایک ثانوی ماخذ سے موجود ہے جو کہ اشاعۃ السنۃ جلد نمبر ۷ شمارہ ۶ صفحہ ۱۷۰۔۱۷۱ بابت ماہ شعبان، رمضان وشوال ۱۳۰۱ھ مطابق جون، جولائی، اگست ۱۸۸۴ء کی حسب ذیل تحریر ہے:

"ناظرین ان کا یہ حال سن کر متعجب اور اس امر کے منتظر ہوں گے کہ ایسے دلیر اور شیر بہادر کون ہیں جو سب علماء وقت کے مخالف ہو کر ایسے جلیل القدر مسلمان (یعنی مرزا قادیانی) کی تکفیر کرتے ہیں اور اپنی مہربان گورنمنٹ کے (جس کے ظل حمایت میں باامن شعار مذہبی ادا کرتے ہیں) جہاد کو جائز سمجھتے ہیں ان کے دفع تعجب اور رفع انتظار کے لیے ہم ان حضرات کے نام بھی ظاہر کر دیتے ہیں وہ مولوی عبدالعزیز و مولوی محمد وغیرہ پسران مولوی عبدالقادر ہیں۔جن سب کا ۱۸۵۸ء سے باغی و بدخواہ گورنمنٹ ہونا ہم اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ جلد ۶ وغیرہ میں ظاہر و ثابت کر چکے ہیں۔"

مذکورہ بالا تحریر سے علماء لدھیانہ کا دعوی کہ انہوں نے ۱۳۰۱ھ میں مرزا قادیانی کی تکفیر کی تھی درست قرار پاتا ہے۔گو وہ فتوی نہایت مختصر تھا اور اس فتوی کا سبب مرزا قادیانی کے کلمات کفریہ تھے نہ کہ ادعاء نبوت۔

[ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی (رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان) نے ایک مقالہ "مرزا قادیانی کے خلاف سب سے

پہلا فتویٰ کفر کس نے دیا؟'' کے عنوان سے ۲۰۱۳ء میں لکھا تھا جو کہ ماہ نامہ سوئے حجاز، لاہور میں دو قسطوں میں شائع ہوا۔اس مضمون میں بعد از تحقیق مقالہ نگار نے یہ موقف پیش کیا تھا کہ مرزا قادیانی کے خلاف سب سے پہلا فتوی علماء لدھیانہ نے ہی دیا تھا۔اس کا بنیادی ماخذ بھی فتاوی قادریہ ہی تھا۔]

علماء لدھیانہ کا مسلک:

علماء لدھیانہ کے مسلک کی بابت جناب ابن انیس لدھیانوی لکھتے ہیں:

''ہمارے بعض مخلص حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اکابر علمائے لدھیانہ (مولوی عبدالقادر، مولوی سیف الرحمن، مولوی محمد، مولوی عبدالعزیز، مولوی عبداللہ اسی طریقہ سے دوسرے ہم عصر علمائے لدھیانہ) اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد ہیں یا منتسبین میں سے ہیں- یہ محض غلط فہمی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اکابر علمائے لدھیانہ نہ تو اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد ہیں اور نہ ہی منتسبین میں سے ہیں بلکہ وہ خود ایک مکتب فکر کی حیثیت رکھتے تھے۔براہ راست ان حضرات کو سند حدیث ولی اللہی خاندان سے حاصل ہے۔یہ حضرات علمائے لدھیانہ تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے اس وقت تک تو دارالعلوم دیوبند وجود میں ہی نہیں آیا تھا اور نہ ہی ان حضرات کی آپس میں ملاقات ثابت ہے کیوں کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے ہی یہ حضرات تحصیل علم سے فارغ ہو چکے تھے۔'' (سب سے پہلے فتویٰ تکفیر: ۲۷)

مزید لکھتے ہیں:

''دارالعلوم دیوبند سے علمائے لدھیانہ کا انتساب یا شاگردی کا تعلق ۱۹۱۴ء کے بعد ہوا ہے جب رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے ہیں اس کے بعد دارالعلوم دیوبند کے ساتھ علمائے لدھیانہ کا تعلق مضبوط ہوا اور رہوتا چلا گیا۔'' (ایضاً)

مزید لکھتے ہیں:

''یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اکابر علمائے لدھیانہ و دیوبند کا مسلک ایک ہی تھا اور ہے۔'' (ایضاً)

یہاں ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مولوی ابو انیس لدھیانوی کی یہ آخری بات بلا دلیل ہے کیوں کہ علماء اہل سنت و دیوبند کے مابین وجہ نزاع بننے والی متنازعہ عبارات (مثلاً تحذیر الناس، حفظ الایمان، براہین قاطعہ وغیرہ کی عبارات) کے متعلق اکابر علماء لدھیانہ کی تائیدی رائے موجود نہیں ہے۔نیز اکابر علماء لدھیانہ کے دور میں سنّی دیوبندی کی تفریق بہ حیثیت مسلک ظاہر و متداول نہ ہوئی تھی۔

علماء لدھیانہ اور مفتی غلام دستگیر قصوری کے فتوی کا تقابلی جائزہ:

۱۔مولانا قصوری نے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کو ظاہر کیا جب کہ علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی کے دیگر کلمات کفریہ کے سبب تکفیر کی چناں چہ ''علماء لدھیانہ کی طرف سے فتویٰ تکفیر کی وجوہات'' کے عنوان سے جناب مولوی ابن انیس لدھیانوی لکھتے ہیں:

''مرزا کا اپنے آپ کو مسیح موعود کہنا، معجزات قرآن کا انکار اور پیغمبروں کی نانیاں دادیاں کو فاحشہ بتلانا۔(فتاوی قادریہ:۲۵)

فتاوی قادریہ کے مصنف مولوی محمد لدھیانوی صفحہ ۲۶ پر مختصراً وجہ تکفیر بیان فرماتے ہیں:

بعد الحمد والصلوٰۃ محمد بن مولانا مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لدھیانوی بیچ خدمت اہل اسلام کے عرض کرتا ہے کہ غلام احمد قادیانی کی تکفیر بہ باعث کلمات کفریہ کے اوّل ۱۳۰۱ھ میں ہمارے ہی خاندان سے شروع ہوئی۔اس وقت اکثر لوگ ہمارے مخالف رہے، بعد میں رفتہ رفتہ کل اہل علم نے قادیانی کے ضال مضل ہونے پر اتفاق کیا حتی کہ علماء حرمین شریفین نے بھی قادیانی پر دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتوی تحریر کر دیا۔اگرچہ ان فتووں سے لوگوں کو بہت ہدایت ہوئی لیکن بعض بعض کور باطنوں کو اس آفتاب ہدایت مآب سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا۔یعنی جو کفریات اس کے صاف صاف آیات قطعیات کے مخالف ہیں ان پر ان کے ایمان کی بنیاد ہے جیسا کہ ازالۃ الاوہام میں عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے اور جو خدا تعالیٰ جل شانہ نے ان کے معجزات مثل احیاء اموات اور مادرزاد نابینوں کو بینا کرنا اور جانور مٹی سے بنا کر خدا کے حکم سے جاندار بنا دینا وغیرہ وغیرہ۔جن کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے ان سب کو اس قادیانی نے مشرکانہ خیال لکھ کر منکر قرآن ہو کر اپنا کفر ظاہر کر کے زمرہ مرتدین میں داخل ہوا۔(فتاوی قادریہ:۲۶)

اقتباس بالا سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی کو بہ سبب اس کے کلمات ومعتقدات کفریہ کے کافر قرار دیا جب کہ مفتی غلام دستگیر قصوری صاحب نے علاوہ کلمات کفریہ کے اپنی خداداد فراست سے مرزا قادیانی کے درپردہ دعویٰ نبوت کو جانا اور مرزا قادیانی کی تکفیر پر فتوی دیا چناں چہ مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''اس (براہین احمدیہ) کے تیسرے چوتھے حصہ میں مصنف نے دعوی کیا ہے کہ بہت سی آیات قرآنی و عبارات عربیہ اس پر الہام ہوتی ہیں جیسا کہ صفحہ ۴۸۷ میں لکھا ہے کہ اور یہ بھی صاف دعوی کیا ہے کہ اکثر آیات فضائل انبیاء اس پر نازل ہوتی ہیں اور ان آیات سے اللہ تعالیٰ نے اس کو مخاطب کیا ہے اور ان خطابات سے وہی مراد ہے اور اکثر الہامی باتیں بلکہ سب کی سب جو اس پر وحی ہوتی ہے پرلے درجہ کی اس کی تعریف

ہے۔ جس سے نبیوں کے مرتبہ کو اس کا پہنچ جانا نکلتا ہے بلکہ بعض ملہمات سے اس کی انبیا سے ترقی اور تعلّی سمجھ میں آتی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ''[1]

اتنا نقل کرنے کے بعد مولانا قصوری نے ہر دو قسم کے الہامات کی مختلف مثالیں براہین احمدیہ سے نقل کی ہیں۔ پہلی قسم کے الہامات کو یہ عنوان دیا ہے''پہلی قسم کے الہامات کا نمونہ جس کو براہین احمدیہ کا مولف کامل الہام اور وحی رسالت کی مانند جانتا ہے''(ایضاً ص:۷)

اس کے بعد مولانا قصوری نے مرزا قادیانی کی براہین احمدیہ سے ۴۷ مثالیں/ الہامات پیش کیے جو کہ آیات قرآنیہ میں تحریف کرتے ہوئے مرزا نے اپنی کتاب میں اپنے حق میں الہام ہونا لکھا ہے۔ چناں چہ مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''پس ان سنتالیس (۴۷) الہامات سے جو اکثر آیات قرآنی اور بعض فقرات عربیہ ہیں جن کو مولف براہین احمدیہ نے اپنے لیے الہام اور وحی قرار دیا ہے یہ خوبی ظاہر ہے کہ اس شخص نے لوازم رسالت اور خواص نبوت اپنے لیے ثابت کیے ہیں کیوں کہ اوّل اس نے برخلاف اہل سنت اس پر یقین کیا ہے کہ اولیا کا الہام اور وحی رسالت دونوں ایک معنی رکھتے ہیں اور الہام بھی قطعی ویقینی ہوتا ہے پھر اس نے استحکام سے ثابت کیا ہے کہ جو مضامین اس پر نازل ہوتے ہیں ان کی تبلیغ واجب ہے اور وہ ڈرانے اور خوش خبری سنانے پر مامور ہے کہ جس نے خدا کا دوست بننا ہو اس کی متابعت کرے خدا اس سے محبت کرے گا اور یہ کہ اس کے ملہمات کا قبول کرنا لوگوں پر فرض ہے اور ان کا انکار منع ہے پس جو اس پر ایمان لایا وہ مومن ہے اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافروں سے ہے جیسا کہ چوتالیس (۴۴) اور پینتالیسویں (۴۵) الہام کے ترجمۂ اُردو میں اس نے خود تصریح کی ہے اور رسالت و نبوت کے معنی یہی ہیں کہ ایسی فضیلت عظمیٰ حاصل ہو اور نبیوں کے ساتھ شرکت کا مطلب یہی ہے کہ ایسے بڑے رُتبہ پر مشرف ہو۔ علاوہ ازیں جن خطابات سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سرورعالم اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثنا کو مخاطب کیا ہے۔ صاحب براہین اب ان خطابات سے اپنے نفس کو مراد رکھتا ہے تو یہ صراحۃً الحاد فی الآیات نہیں تو اور کیا ہے!!!''(ایضاً ص:۹۔۱۰)

اس شبہ کہ''مولف براہین خود کو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مورد سمجھتا ہے لہٰذا کیسے متصور ہو کہ وہ رسالت اور نبوت کو اپنے لیے ثابت کرتا ہے'' کا جواب دیتے ہوئے مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صریح ثابت ہے کہ مؤلف براہین نے اپنی کتب نصاری اور یہود اور

---

[1] رجم الشیاطین براغلوطات البراھین/خلاصہ تحقیقات دستگیریہ ردّ ہفوات براہینیہ ص:۶

بت پرستوں کے مقابلہ میں واسطے ظاہر کرنے حقیت دین اسلام کی تالیف کی ہے تو اس کتاب میں یہ درج کرنا کہ میں نبیوں کی صفتوں سے جو قرآن میں مذکور ہیں۔موصوف ہوں اور آیات قرآنی جن میں رسولوں کے خاصے مسطور ہیں مجھ پر نازل ہوئی ہیں، ان کا مورد میں ہوں۔کیا فائدہ رکھتا ہے!!! کیوں کہ جن کو قرآن پر ایمان ہی نہیں وہ ان باتوں پر کیوں کر تصدیق کریں گے اور مؤلف براہین کی عظمت شان پر ایمان لاویں گے پس معلوم ہوا کہ اصلی غرض براہین والے کی ان الہامات کے بیان اور روحی کے عیاں سے مسلمانوں سے باور کرانا ہے کہ میں سب ولیوں سے افضل ہوں اور نبیوں کا نمونہ ہوں اور اس کے قادیان میں مکہ معظمہ کی طرح وحی اُترتی ہے اور اب خدا کا حکم ہے کہ سب لوگ قریب و بعید ہر طرف سے قادیان میں آویں اور ہدایت پاویں اور جو نہ حاضر ہوگا خدا تعالیٰ اُس سے حساب لے گا۔(ایضاً ص ۱۰۔۱۱)

مزید لکھتے ہیں:

''ایسے دعوے اکابر صحابہ خصوص خلفاء راشدین و امامان اہل بیت و تابعین سے جو افضل ہیں ساری امت سے صادر نہیں ہوئے پس صاحب براہین کے یہ دعوے صریح مساوات کا اظہار ہے انبیاء ومرسلین سے اگر چہ وہ اہل اسلام کے بلوے کے خوف سے صاف اقرار نہیں کرتا کہ میں رسول ہوں لیکن یہ تو اس پر نازل ہو رہا ہے:

''قل انی امرت و انا اوّل المومنین، فاصدع بما تومرون اعرض عن الجاھلین، لعلك باخع نفسك ان لا یکونوا مومنین، قل جاء کم نور من نور الله فلا تکفروا ان کنتم مومنین''

جن کا ترجمہ اوپر لکھا گیا ہے پس یہ دعوی نبوت نہیں تو اور کیا ہے؟؟؟

مع ہذا اس نے اشتہار میں صراحۃً لکھا ہے کہ میں انبیاء ورسل کا نمونہ ہوں جس کی نقل اوپر ہو چکی ہے۔اب ظاہر ہے کہ نمونہ شے کا عین وہ شے ہوتی ہے جیسا کہ فارسی کی مثل مشہور ہے ''مشتے نمونہ خروار'' یعنی گیہوں کے انبار سے مثلاً ایک مٹھی اس کا نمونہ ہے تو اس اقرار اشتہار سے ثابت ہے کہ صاحب براہین اپنے آپ کو انبیاء و مرسلین سے جانتا ہے۔''(ص:۱۱)

صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں: ''یہ شخص باوجود دعوی اتباع آں حضرت صلی اللہ علیہ واخوانہ وسلم کے اپنے آپ کو خصائص نبوت و رسالت سے موصوف کر رہا ہے۔''

الغرض مولانا قصوری نے اپنی اس کتاب میں متعدد دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعوی کیا ہے۔جس کی تفصیل کے لیے مکمل رسالہ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء لدھیانہ نے براہین احمدیہ میں موجود کلمات کفریہ کے سبب تکفیر کی جب کہ مولانا

قصوری کے حصہ میں یہ سعادت آئی کہ انہوں نے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کو جانا اور علماء پنجاب وحرمین شریفین کے سامنے پیش کر کے مرزا قادیانی کی تکفیر پر فتاوی حاصل کیے۔

۲۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ علماء لدھیانہ کے فتویٰ تکفیر مرزا کی علماء نے مخالفت کی جس کا مفصل حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے جب کہ مولانا قصوری نے جب ۱۳۰۲ھ میں ''تحقیقات دستگیر یہ رد ھفوات براھینیہ'' تحریر کی تو اوّل اس کو علماء پنجاب کے روبرو پیش کیا اور ان سے تصدیقات حاصل کیں چنانچہ مصدقین علماء کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ مولانا غلام رسول صاحب (امام مسجد میاں محمد جان، رئیس امرت سر)
۲۔ مولانا احمد بخش صاحب (مدرس مدرسۃ المسلمین، امرت سر)
۳۔ مولانا نور الدین صاحب (مدرس مدرسۃ المسلمین، امرت سر)
۴۔ مفتی غلام محمد بگوی (امام مسجد شاہی، لاہور)
۵۔ مولانا نور احمد (امام جامع مسجد انارکلی، لاہور)
۶۔ مولانا نور احمد (ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم)
۷۔ پروفیسر مفتی محمد عبداللہ ٹونکی (مدرس مدرسہ عالیہ (پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

یہاں مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی کی تقریظ کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے۔ اس میں آپ نے مولانا قصوری کے اس دعویٰ کی تائید کی ہے کہ مرزا قادیانی کا اصل دعویٰ نبوت کا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

''حضرت مولف (یعنی مفتی غلام دستگیر قصوری) سلمہ اللہ تعالیٰ نے مولف براہین پر مدعی نبوت ہونے کا بھی الزام لگایا ہے، میری رائے میں یہ الزام بھی صحیح اور درست ہے اس لیے کہ قطعی اور یقینی طریق سے من جانب اللہ ایسے مضامین کا منزل علیہ ہونا جن کی تبلیغ ضروری ہو۔ عرف شرع میں خواص رسالت یا نبوت سے ہے اور مؤلف براہین کو اس منصب کے حصول کا دعویٰ ہے پس اس کے مدعی نبوت ہونے میں کیا اشتباہ ہے۔''[1]

آپ کی تقریظ کا آخری جملہ بھی قابل توجہ ہے، لکھتے ہیں:

''اس لیے صریح لفظ ''نبی'' یا ''رسول'' کے اطلاق سے ہی مؤلف (براہین) نے کسی قدر احتیاط کی ہے ورنہ خواص نبوت یا رسالت کے اپنے لیے ثابت کرنے میں میری رائے میں کوئی فروگذاشت نہیں کی ہے۔'' (ایضاً: ۷۰)

ان اقتباسات سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ مولانا قصوری کا یہ دعویٰ کہ مرزا قادیانی مدعی نبوت ہے- کی

---

[1] رجم الشیاطین: ۶۹

سب سے پہلی تائید اہل سنت کے جید عالم دین مفتی محمد عبداللہ ٹونکی نے کی۔

۱۳۰۳ھ میں مولانا قصوری نے اپنے فتوی کا خلاصۃً عربی ترجمہ کر کے علماء حرمین شریفین کو تصدیقات کے لیے بھجوایا چنانچہ درج ذیل علماء حرمین کی تصدیقات سے مزین ہو کر یہ رسالہ ۱۳۰۵ھ میں واپس آیا۔

شیخ الاسلام پایۂ حرمین شریفین فاتح عیسائیت مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مفتی محمد صالح کمال (مفتی حنفیہ،مکہ معظمہ)، مفتی محمد سعید بابصیل، مفتی محمد عثمان بن عبدالسلام (مدینہ منورہ)، مفتی سید جعفر بن سید اسمعیل برزنجی (مدینہ منورہ)، مفتی محمد علی بن ظاہر وتری حسینی حنفی مدنی، مفتی محمد بن عبدالقادر باشہ (پٹنہ)

۳۔علماء لدھیانہ کا فتوی دستیاب نہیں ،خود مولوی محمد لدھیانوی نے بھی اس کو فتاوی قادریہ میں شامل نہیں کیا لیکن دیگر قرائن/شواہد سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ فتوی مختصر تھا پس مولانا قصوری کے فتوی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ ہر لحاظ سے جامع و مکمل فتوی تھا۔پس یوں کہنا نہایت مناسب ہوگا کہ اُردو زبان میں مرزا قادیانی کی تکفیر میں پہلا جامع ومبسوط فتوی مولانا غلام دستگیر قصوری نے ہی دیا۔

۴۔عربی زبان میں بھی پہلا فتوی مولانا قصوری نے ہی جاری کیا اور علماء حرمین شریفین سے تصدیقات بھی حاصل کیں۔گو کہ مولانا فیض الحسن سہارن پوری نے اپنے عربی اخبار شفاء الصدور میں مرزا قادیانی کے ردّ کا سلسلہ مولانا قصوری سے قبل شروع کیا۔اس کا ثبوت ہمیں مولانا قصوری کے مصنفہ اوّل فتویٰ کفر یعنی تحقیقات دستگیریہ سے ہی ملتا ہے۔مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''مولانا فیض الحسن سہارنپوری نے اپنے عربی اخبار شفاء الصدور میں مرزا قادیانی کے عربی الہام ''انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی'' (براہین احمدیہ:۴۸۹) نقل کر کے لکھا ہے:

''ان مولف البراهین ادعی ان منکره منکر التوحید''

یعنی مؤلف براہین احمدیہ (مرزا قادیانی) نے اس الہام میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ میرا منکر خدا کی توحید کا منکر ہے۔(رجم الشیاطین برد اغلوطات البراہین:۸)

ایک اور جگہ مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''مولانا فیض الحسن سہارن پوری نے اپنی اخبار شفاء الصدور میں صاف لکھ دیا ہے کہ مرزا قادیانی مثل علی گڑھی نیچری کی ہے یعنی اختلال دین اسلام واضلال خواص وعوام میں۔'' (رجم الشیاطین:۱۵)

لیکن یہاں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مولانا فیض الحسن سہارن پوری نے مرزا کی تکفیر بھی کی۔اگر ایسا ہوتا تو مولانا قصوری اس کا ذکر اپنے فتوی میں ضرور کرتے جیسا کہ دیگر تردیدات کو نقل کیا ہے۔پس ثابت ہوا کہ عربی زبان

میں مرزا قادیانی کی تکفیر میں اوّلین فتوی جاری کرنے کا اعزاز بلاشرکت غیرے مولانا قصوری کے سر ہے۔ نیز یہ کہ اسی فتوی کے ذریعہ علماء حرمین شریفین کو مرزا قادیانی اور اس کے معتقدات بارے معلومات حاصل ہوئیں۔

۵۔ مولانا قصوری کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے مرزا قادیانی کے ردّ میں پہلا متفقہ فتوی جاری کیا۔ مولانا قصوری نے یہ کام ۱۸۸۵ء تک مکمل کر لیا تھا جب کہ مولوی سید نذیر حسین دہلوی کا فتوی جس کو ڈاکٹر بہاء الدین نے ''اوّلین متفقہ فتوی'' کا نام دیا ہے وہ ۹۲۔۱۸۹۱ میں مرتب وشائع ہوا۔ اس سے مرزا قادیانی کی درج ذیل عبارت کا بطلان بھی ثابت ہوا:

''[مولوی سید نذیر حسین دہلوی] وہی میری نسبت سب سے پہلے فتوی دینے والے تھے جنہوں نے میرے کفر کا فتوی دیا تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے استاد تھے اور انہوں نے مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے استفتاء پر یہ کلمات میری نسبت لکھے تھے کہ ایسا شخص ضال مضل اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''[1]

۶۔ علماء لدھیانہ کے فتوی کا دائرۂ اثر لدھیانہ اور اس کے گردونواح تک محدود رہا نیز اس کی شہرت اس قدر نہ ہو سکی۔ اگر یہ فتوی مشہور ہوتا تو مولانا قصوری اس کا ذکر اپنی کتاب میں ضرور کرتے جیسا کہ مولانا فیض الحسن سہارن پوری کے اخبار شفاء الصدور سے ان کے تاثرات کو نقل کیا۔

علماء لدھیانہ کے فتوی کے برعکس مولانا قصوری کے فتوی کو علماء پنجاب وحرمین شریفین کی تصدیقات حاصل ہوئیں، یوں اس کا دائرہ اثر وسیع ہوا۔

خلاصہ:

مذکورہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ مفتی غلام دستگیر قصوری ہی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے مرزا قادیانی کے دعوی نبوت کو جانا اور اس کی تکفیر وتردید میں اُردو وعربی زبان میں اوّلین جامع اور مبسوط فتوی تحریر فرمایا اور علمائے پنجاب وحرمین شریفین کی تصدیقات حاصل کیں۔

□□□

[1] حقیقۃ الوحی، ۲۵۸۔۲۵۹ مطبوعہ مطبع میگزین قادیان، ۱۹۰۷ء

حواشی

(۱) ڈاکٹر بہاء الدین کا اصل نام محمد سلیمان بن مولوی عبداللہ گورداسپوری (مقیم بورے والا) ہے جو کہ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کرنے کے بعد بہاول پور یونیورسٹی میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ پھر سکاٹ لینڈ کی ایڈنبرا یونیورسٹی سے سرورِعالم خاتم الانبیاء ﷺ کے نظام جاسوسی پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ جب یہ مقالہ پاکستان کے علمی حلقوں میں پہنچا تو ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ڈاکٹر سلیمان نے جان کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے ایڈنبرا یونیورسٹی سے رابطہ کیا جہاں سے ان کو فوری طور پر ویزا جاری کیا گیا اور یوں جناب برطانیہ رخصت ہوئے اور اپنا قلمی نام ''ڈاکٹر محمد بہاء الدین'' رکھ لیا اور ماہ نامہ صراط مستقیم، برمنگھم میں مضامین لکھ رہے ہیں اور ان کے والد کے بہ قول ڈاکٹر صاحب ''نیوکاسل یونیورسٹی'' میں لیکچر دیتے ہیں۔ (تاریخ ختم نبوت: ص ۲۲ تا ۲۴ ملخصاً) ہماری اطلاع کے مطابق یہ اُردو ماہ نامہ حکومت سعودی عرب کی مالی امداد سے جاری ہے اور اس کا سابق ایڈیٹر مولوی محمود میرپوری دارالافتاء ریاض کا نمائندہ و تنخواہ دار تھا۔

ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے چھ جلدوں میں ''تاریخ اہل حدیث'' کے نام سے کتاب لکھی نیز ''تحریک ختم نبوت'' کے نام سے کتب ترتیب دے رہے ہیں جس کی 75 جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔

(۲) ڈاکٹر بہاء الدین نے مولانا قصوری کی کتاب ''تحقیقات دستگیریہ'' کو اپنی کتاب تحریک ختم نبوت کی جلد ۱۵ میں شامل کیا ہے لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی کی تردید والا حصہ خارج کر دیا ہے چنانچہ اس کے متعلق ڈاکٹر صاحب خود لکھتے ہیں:

''مولانا غلام دستگیر کی تصنیف کا آخری حصہ مولانا بٹالوی کی تردید میں ہے بعد میں جب کہ یہ کتاب صفر ۱۳۱۲ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی اس وقت مولانا بٹالوی اپنے سابقہ خیالات کا رد کر کے رد قادیانیت کی تحریک کی قیادت کر رہے تھے اس لیے مولانا غلام دستگیر کی کتاب کا آخری حصہ غیر متعلق ہو گیا جیسا کہ خود انہوں نے بھی بروایت مولانا اللہ وسایا اس کی وضاحت کر دی ہے بنابریں اس حصہ کو ہم نے ترک کر دیا ہے۔''[1]

ہم یہاں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کی تردید تقریباً ۱۸۹۰ء میں شروع کی اور اس سے قبل وہ مرزا قادیانی کی عبارات کفریہ کی بے جا تاویلات کر کے حق دوستی نبھاتے رہے یہاں تک کہ قرآن کریم کی آیات میں رد و بدل اور لفظی و معنوی تحریف کی تاویلات بھی برداشت کرتے رہے چناں چہ اس کی مکمل تفصیل مولانا قصوری کے رسالہ ''تحقیقات دستگیریہ رد ہفوات براہینیہ'' میں بیان کی گئی ہے۔ نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مولانا بٹالوی نے مرزا قادیانی

---

[1] تحریک ختم نبوت، ج ۱۵، ص: ۶۸

کارڈ اگرچہ شروع کر دیا لیکن قرآن مجید کی آیات میں جو تحریفات مرزا قادیانی نے کیں اور مولوی بٹالوی نے اس کے بارے جو غیر شرعی تاویلات گھڑ کر بیان کی تھیں ان سے توبہ یا رجوع ثابت نہیں کیا۔ نیز یہ بھی خیال رہے کہ مولانا قصوری کے رسالہ کا وہ حصہ جو مولوی بٹالوی کے متعلق تھا اس پر علماء حرمین شریفین کے فتاوی بھی موجود ہیں جو"رجم الشیاطین" کے ساتھ ہی شائع ہوئے۔ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے مولوی بٹالوی کے متعلق مولانا قصوری اور علماء حرمین شریفین کے فتاوی اس لیے اڑا دیے کیوں کہ انہوں نے اپنی کتاب"تحریک ختم نبوت" کی اگلی چار جلدوں میں مولوی بٹالوی کو"شیخ الاسلام" قرار دے کر ان کی خدمات رد قادیانیت کے حوالہ سے پیش کرنا تھیں۔ بہ ہر کیف ہم یہاں مولانا قصوری کی وہ عبارت نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں جس سے مولانا اللہ وسایا یا ڈاکٹر صاحب نے قیاس کر رکھا ہے کہ مولانا قصوری نے مولوی بٹالوی کی نسبت اپنے فتاوی واپس لے لیے، ملاحظہ فرمائیں:

"چونکہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اب مرزا صاحب کی تائید چھوڑ دی بلکہ ان کی تکفیر پر کمر باندھ لی ہے تو اب رسالہ"رجم الشیاطین" میں جو ان کی تردید تھی اب وہ اس سے بری ہیں۔ <u>خدا کرے آیات قرآنی کو کلام غیر بنانے کی بھی خود ہی تردید کر دیں</u>۔ واللہ ہو الہادی"

مذکورہ عبارت کے خط کشیدہ حصہ کو ملاحظہ فرمائیں اور رسالہ"رجم الشیاطین" میں مولانا قصوری نے مولوی بٹالوی کی جو تردید آیات قرآنیہ میں تحریفات وغیرہ کے متعلق کی ہے۔ کو ایک بار پھر مطالعہ فرمائیں تو مسئلہ واضح ہو جائے گا۔ مولانا قصوری ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ان رسائل میں صاحب اشاعۃ السنۃ نے براہین والے کے کلام کی تاویلات فاسدہ سے بہت تائید کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آیات قرآنی جب آنحضرت یا دوسرے انبیاء علیہم السلام کے خطاب میں نازل ہوئی تھیں تو ان کا نام قرآن تھا اور جب انہیں بعینہا آیات سے اللہ نے غیر انبیاء کو مثل صاحب براہین کی مخاطب فرمایا تو اس کا نام قرآن نہیں رکھا جاتا اور غرض اس ہذیان سے صاحب براہین کا تحریف قرآن اور الحاد آیات فرقان سے بچانا ہے۔"[1]

اس کے بعد مولانا قصوری نے مولوی بٹالوی کی آیات قرآنی میں مرزا قادیانی کی تحریفات لفظی و معنوی کے حوالہ سے بے جا تاویلات وغیرہ کو نقل کر کے ان کا رد کیا ہے۔ یہ حصہ اصل رسالہ کے صفحہ ۳۵ سے شروع ہو کر ۵۸ تک جاتا ہے اور پھر علماء حرمین کے فتاوی مرزا قادیانی اور مولوی بٹالوی کے متعلق شروع ہو جاتے ہیں۔

مفتی محمد سعید بابصیل (مکہ مکرمہ) اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

"بے شک میں نے دیکھا ان باتوں کو جو غلام احمد قادیانی پنجابی کی طرف منسوب ہیں پس اگر یہ اس نے کہی ہیں تو وہ گمراہوں گمراہ کنندوں وسخت بدمذہبوں سے ہے اور ایسا ہی محمد حسین ہے۔ جس نے رسالہ"اشاعۃ السنۃ" میں اس کی تائید کی ہے پس حاکم اسلام پر (اللہ تعالیٰ اس کو نیک توفیق دے) واجب ہے کہ ان دونوں کو ایسی سخت تعزیر دے۔ جس سے

---

[1] رجم الشیاطین: ۳۵

یہ اوران کے ہم مشرب ایسی باتوں سے باز آویں۔"

مفتی محمد عثمان بن عبدالسلام (مدنی) اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

"اور رسالہ اشاعۃ السنۃ سے جن سے اس کی تائید کی ہے وہ سخت بد بخت ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ گناہ اور حدوں سے درگزر کرنے میں تائید نہ کرو پس حاکم اسلام پر واجب ہے کہ ان دونوں کو سخت تعزیر کرے۔"[1]

مفتی محمد علی بن ظاہر وتری حسینی حنفی مدنی لکھتے ہیں:

"اور بے شک جو براہین احمدیہ والے اور اشاعۃ السنۃ والے نے کہا ہے وہ نرا جھوٹ اور بہتان ہے پس سچ کے پیچھے گمراہی ہی ہوتی ہے اور جو مسلمانی کے سوا دین اختیار کرے گا وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ شخص قیامت میں نقصان والوں سے ہوگا۔"[2]

(۳) مرزا قادیانی اور اس کے متبعین اکثر غیر مقلد ہی تھے۔ مولانا قصوری نے اپنی کتاب تحقیقات دستگیریہ/ رجم الشیاطین کا آغاز ہی اس سے کیا ہے چناں چہ آپ لکھتے ہیں:

"حمد و صلوٰۃ و سلام کے بعد واضح رہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی جو علماء غیر مقلدین سے ہے......الخ۔" (ص:۵)

ڈاکٹر بہاء الدین نے اس حوالہ سے اپنی کتاب میں غلط تاثر دینے کی کوشش کی ہے چناں چہ وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: "مولانا غلام دستگیر قصوری مرحوم کو شاید اس معاملے میں پوری معلومات نہیں تھیں جو آپ نے مرزا قادیانی کو علماء غیر مقلدین میں سے لکھ دیا ہے جب کہ مرزا صاحب ایک حنفی المسلک خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔"[3]

ہم یہاں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب الفاظ سے کھیلنے کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بات تو اپنی جگہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مرزا قادیانی اور غیر مقلدین نے برصغیر میں ایک ہی وقت میں جنم لیا لہٰذا اس سے قبل برصغیر میں مسلمانوں کی اکثریت حنفی المذہب ہی تھی لہٰذا یہ بات تو قابل قبول ہوسکتی ہے کہ "مرزا قادیانی ایک حنفی المذہب خاندان سے تعلق رکھتا تھا" لیکن اس سے مرزا قادیانی کا حنفی المذہب ثابت کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟؟؟ آج بھی کئی خاندان ایسے ہیں جو نسل در نسل حنفی ہیں لیکن خاندان میں سے کوئی فرد یا افراد غیر مقلد ہو گئے۔ بہر حال ہم یہاں ایک دوسرا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ چناں چہ فتاوی قادریہ میں مولانا محمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں:

"چونکہ یہ شخص (یعنی مرزا قادیانی) غیر مقلدین کے نزدیک قطب اور غوث وقت تھا محمد حسین لاہوری (بٹالوی) نے جو غیر مقلدین ہند کا مقتدا مشہور ہے۔ امداد قادیانی پر کمر باندھی اور اپنے رسالہ ماہ واری میں ہماری مذمت اور قادیانی کی تائید کرتا رہا یعنی کلمات کفریہ کی اشاعت کو معاذ اللہ اشاعۃ السنۃ قرار دیتا رہا۔"

---

[1] ایضاً:۶۰

[2] رجم الشیاطین:۶۶

[3] تحریک ختم نبوت، ج ۱۵ ،ص:۶۸

مرزا قادیانی کے اوّلین پیروکار وخلیفۂ اوّل مولوی نور الدین بھیروی بھی غیر مقلد تھے چنانچہ ۲۵/۲۶ جمادی الآخر ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۲/ ۱۳ ستمبر ۱۸۷۱ء کو جامع مسجد بھیرہ میں علماء مقلدین وغیر مقلدین کے مابین مختلف موضوعات پر مناظرہ ہوا جس میں مولوی نورالدین بھیروی بہ طور غیر مقلد مناظر کے پیش ہوئے۔[1] یونہی قادیانی جماعت کے اہم اراکین و مبلغ نواب میر ناصر دہلوی، مولوی برہان الدین جہلمی، مولوی فضل الدین بھیروی، مولوی سید احسن امروہی اور مولوی عبدالکریم سیالکوٹی سب کے سب غیر مقلد ہی تھے۔

مرزا قادیانی کے فقہی مذہب ومسلک کی بابت متعدد کتب تحریر ہو چکی ہیں یہاں ہم صرف دو کے نام پیش کرتے ہیں:

۱۔ سیف حنفی برگردن فتنۂ اثری، گوندلوی، سلفی معروف بہ قادیانی بٹالوی گٹھ جوڑ مصنفہ حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی (دیوبندی) مطبوعہ تحریک خدام اہل سنت والجماعت، گجرات

۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب-حنفیت یا غیر مقلدیت از مولوی عبدالحق بشیر نقشبندی (دیوبندی) ناشر حق چار یار اکیڈمی، مدرسہ حیات النبی، گجرات

مرزا قادیانی کے فقہی مذہب پر مزید حوالہ جات وامثلہ بھی پیش کی جاسکتی ہیں لیکن طوالت کے خدشہ سے اس قدر پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

□□□

[1] تفصیلات کے لیے تذکار بگویہ، جلد اول، ص: ۱۸۵ مطبوعہ مجلس مرکزیہ حزب الانصار، بھیرہ، پاکستان

سرزمین قادیان میں اوّلین خطیب ختم نبوت

صادق علی زاہد (چیئرمین ختم نبوت ریسرچ سنٹر، ننکانہ صاحب)

مولانا عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ 1319ھ بمطابق ۱۹۰۱ء میں چکڑالہ ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ آپ اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ضلع گجرات کے مولانا غلام رسول صاحب سے استفادہ کرنے کے لیے ان کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے بقول اسباق کا سلسلہ شروع کیا ہی تھا کہ اسی دوران پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا مولانا حسین علی آف واں بھچراں کے ساتھ واں بھچراں میں مناظرہ ہوا۔ آپ بھی مدرسہ کے طلباء کے ہمراہ مناظرہ دیکھنے کے لیے چلے گئے اور قیام پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کیمپ میں کیا۔ مولانا حسین علی آف واں بھچراں مناظرہ ہار گئے، ہمراہی طلباء نے مولانا غلام رسول کو بتادیا کہ عنایت اللہ نے بریلوی ہونے کی وجہ سے مخالف کیمپ میں قیام کیا ہے اس پر مولانا غلام رسول آگ بگولا ہوگیا اور آپ کو مدرسہ سے نکال دیا۔ آپ نے مناظرہ ہارنے والے مولانا حسین علی آف واں بھچراں سے سفارش بھی کروائی کہ آپ کو اسباق میں بیٹھنے کی اجازت دی جائے لیکن مسلکی تعصب کی وجہ سے اس نے اپنے پیر کی سفارش کی بھی کوئی پرواہ نہ کی چنانچہ آپ دل برداشتہ ہو کر نکلے اور علمی پیاس بجھانے کی غرض سے مولانا امجد علی مصنف بہار شریعت کے زیر سایہ اجمیر شریف میں داخلہ لے لیا۔ بعد ازاں مولانا حافظ مہر محمد مدرس مدرسہ فتحیہ لاہور سے دورہ حدیث پڑھا۔ ۱۹۳۰ء میں فراغت حاصل کی۔ اونچی مسجد مین بازار مزنگ لاہور میں خطیب مقرر ہوئے۔ ساتھ ساتھ مدرسہ نعمانیہ لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۳۳ء میں آپ اتفاقیہ طور پر قادیان گئے اور ایک مسجد میں تقریر کی جس سے متاثر ہو کر اہل قادیان مسلمانوں نے مولوی عبدالکریم مباہلہ کی وساطت سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ قادیان میں مستقل قیام کریں، اس خواہش کے احترام میں آپ قادیان پہنچنے کے لئے تیار ہوگئے۔ اسی دوران مولوی عبدالکریم مباہلہ ہی کی تحریک پر مجلس احرار، قادیان میں دفتر قائم کرنے پر بادل نخواستہ تیار تو ہوگئی مگر قادیانیوں کے گھر میں بیٹھ کر ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہمہ وقت اپنی جان کو داؤ پر لگانے کا یارا کسی احراری کے اندر پیدا نہ ہوسکا۔ چنانچہ سب کارپردازان احرار کے انکار کے بعد مولوی عبدالکریم مباہلہ نے آپ سے قادیان دفتر کی ذمہ داری سنبھالنے کی درخواست کی جو آپ نے قبول فرما لی۔ اس طرح آپ اس دفتر کے پہلے ناظم اور مبلغ مقرر ہوئے۔ آپ ۱۲ فروری ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۲ء تک قادیانیوں

کے مرکز میں بیٹھ کر ان کے سینے پر مونگ دلتے رہے۔ جب آپ کی مساعی سے چند سالوں میں احراری اس قابل ہو گئے کہ قادیان میں بے خطر پاؤں جما سکیں تو اپنی روایتی چال بازی سے کام لیتے ہوئے مسلکی اختلاف کا بہانہ بنا کر آپ کو اپنی جماعت سے نکال دیا۔ اس کے باوجود اس پیکر اخلاص، مرد خدا شناس نے زندگی بھر کوئی ایسا کلمہ زبان پر نہ آنے دیا جس سے قادیانیوں کو کوئی نازیبا بات کرنے کا موقع ہاتھ آجائے۔

قیام قادیان کے دوران بہت کم وقت میں لوگوں کی بہت زیادہ تعداد آپ کے حلقہ اثر میں شامل ہوگئی اور قادیانی منصوبوں کو خاک ملانے میں آپ کی معاون رہی۔ انھی احباب کے تعاون سے آپ نے ۲۱ تا ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء میں قادیان میں احرار تبلیغ کانفرنس منعقد کروادی۔ اس کانفرنس کے انعقاد سے قادیانوں کا بلاوجہ کا رعب و دبدبہ خاک میں مل گیا۔ آپ طویل عمر پا کر ۱۳ مارچ ۲۰۰۳ء کو فوت ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

رَدِّ قادیانیت:

مسلمانوں نے قادیانیت کے خلاف جو سب سے پہلا مرکز دارالکفر قادیان میں قائم کیا وہ آپ ہی کا رہین منت تھا۔ احرار کے پاس کوئی ایسا آدمی نہ تھا جو اپنی جان پر کھیل کر دارالکفر قادیان میں جا بسیرا کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو جب قادیانیت کے اُبلتے ہوئے دریا کے آگے بند باندھنا منظور ہوا تو اُس نے مولانا عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور مجلس احرار کو نظریاتی و مسلکی اعتبار سے ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے باوجود اکٹھا کر کے یہ عظیم کام لے لیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قادیان میں جانے اور قیام کرنے کی وجوہات و اسباب کیا بنے۔ آپ نے اپنی خودنوشت ''مشاہدات قادیان'' میں یہ سب تحریر کیا ہے۔ آپ کی خودنوشت ''مشاہدات قادیان'' کو معروف احراری ابومعاویہ نے ''جی بھر کر کانٹ چھانٹ'' کے بعد شائع کیا۔ اس کا خلاصہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ (''مشاہدات قادیان'' کس طرح ابومعاویہ کے ''ہتھے چڑھی'' اور اس نے اس کا کس طرح حلیہ تبدیل کیا یہ ایک الگ ''داستانِ جفا'' ہے جو ان شاء اللہ پھر کبھی پیش خدمت کی جائے گی)

میرا قادیان جانا:

لاہور میں میری مسجد کے سامنے ایک مرزائی ڈاکٹر کی دکان تھی۔ کبھی کبھار اس سے دل لگی کی باتیں ہو جاتی تھیں اور بچ بچاؤ کے انداز میں مذہبی گفتگو بھی ہو جاتی تھی۔ ماہ دسمبر میں ایک دن وہ کہنے لگا کہ عنقریب قادیان میں ہمارا سالانہ جلسہ ہونے والا ہے۔ آپ تنگ دل ہیں اور یہاں بیٹھ کر باتیں بناتے ہیں۔ میں تب مانوں کہ ہمارے جلسہ میں قادیان آؤ اور وہاں کے تاثر سے بچ جاؤ۔ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب وہاں کیا رکھا ہے جادۂ استقامت سے بھٹکے ہوئے منحوس چہرے ہی نظر آئیں گے۔ میں نے اُن سے کیا تاثر لینا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا میں زیادہ کچھ نہیں کہتا اور نہ ہی بحث

کرتا ہوں، آپ ایک بار میرے ساتھ قادیان آئیں اور وہاں کی ''برکات'' سے متاثر نہ ہوں تو میں ہارا اور آپ جیتے۔ چنانچہ ہم لوگ قادیان پہنچ گئے۔ میں نے جب اپنی رہائش گاہ دیکھ لی اور تکان سفر بھی دور ہوگئی تو مجھے جستجو ہوئی کہ یہاں کی تمام کائنات مرزائی ہے یا کہ مسلمان عنصر بھی یہاں موجود ہے؟ معلوم ہوا کہ یہاں دو مساجد ایسی ہیں جو قادیانی رُسوخ سے آزاد اور خالص سُنّی مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔ ایک ''مسجد آرائیاں' جہاں زیادہ تر ارائیں قوم رہتی ہے اور وہ تمام کے تمام سُنّی ہیں ان میں سے کوئی ایک خاندان بھی مرزائی نہیں۔ دوسری مسجد ''مسجد شیخاں'' کے نام سے موسوم ہے اور شیخ قوم کی اکثریت بھی سُنّی ہے۔ دونوں مساجد مسلمانوں کے زیر اثر و زیر خدمت ہیں۔ میں مرزائی ڈیرے سے اُٹھ کر پوچھتا پچھاتا ''مسجد آرائیاں'' میں پہنچ گیا۔ دیکھا تو مسجد مسلمانوں سے بھری پڑی ہے لیکن سب افسردہ حال بیٹھے ہیں۔ افسردگی کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ ہم نے آج کے لیے ایک مولوی صاحب کو دعوت دے رکھی ہے وقت کافی گزر چکا ہے اور مولوی صاحب تشریف نہیں لائے۔ میں نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں ہی کچھ خدمت کر دوں؟ وہ بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے کیا آپ مولوی ہیں میں نے کہا میں مولوی تو نہیں ہوں لیکن مولویوں کا خادم ہوں۔

چنانچہ میں نے مرزائیوں کے خلاف بڑی بے باکی سے ایک زناٹے دار تقریر کر دی۔ مجمع بڑا خوش ہوا اور میں رخصت ہو کر اپنے مرزائی ڈیرے پر آ گیا۔ دوسرے دن جلسہ دیکھا اور پھر واپس لاہور (مزنگ) آ گیا۔ متاثر تو کیا ہونا تھا؟ اُلٹا مخالفت میں شدت کا پہلو لے کر واپس آیا۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب مشہور تائب سابقہ مرزائی مبلغ عبدالکریم مباہلہ قادیان سے لُٹ پٹ کر امرتسر آ گئے تھے۔ قادیانیوں کا ستایا ہوا جب کوئی انسان اُن کے پاس آتا، وہ امداد کے قابل تھے یا نہیں تھے لیکن وہ مشورہ ضرور رصائب دیتے تھے۔ میں کوئی ایسا اچھا مقرر تو نہیں تھا کہ کوئی سامع میری تقریر سے غیر معمولی متاثر ہوتا لیکن میری قادیان والی تقریر اس لیے غیر معمولی موثر ثابت ہوئی کہ کوئی دوسرا آدمی قادیان آ کر اس قدر بے باکی اور بے خوفی کی جرات نہ کر سکتا۔ میری بے باکی سے وہ حیرت زدہ ہو گئے اور اُن کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ یہ شخص اگر قادیان آ جائے تو کیا ہی اچھا ہو؟ کیونکہ وہ لوگ قادیانیوں کے ظلم وستم کے ستائے ہوئے تھے اور میری حق گوئی و بے باکی سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔ میرے ذہن میں یہ تصور تک نہ تھا کہ میں نے قادیان میں کوئی غیر معمولی موثر بات کی ہے، لیکن میری اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ قادیان کے مسلمان باشندوں کی یہ زبردست خواہش ہوگئی کہ اگر یہ شخص قادیان آ جائے تو ہمارے لیے بڑا مفید ثابت ہوگا۔ اس مقصد کے لیے وہ لوگ بصورت وفد مولوی عبدالکریم مباہلہ کے پاس آئے اور خواہش ظاہر کی کہ اگر مولوی عنایت اللہ کو قادیان لانے میں آپ ہماری امداد کریں تو ہم آپ کے بڑے شکرگزار و ممنون ہوں گے۔ میں یہاں مزنگ میں بالکل بے خبر تھا کہ ایک روز اچانک مولوی عبدالکریم مباہلہ میرے پاس تشریف لائے۔ مولوی صاحب ان ایام میں امرتسر سے اخبار ''مباہلہ'' نکالا کرتے تھے جو ''تردید مرزائیت'' کے لیے سرگرم عمل تھا۔ اسی اخبار کی وساطت سے مولوی صاحب سے معمولی

واقفیت تھی۔علیک سلیک کے بعد دریافت کیا کہ کیسے آنا ہوا؟ طویل تمہید کے بعد انھوں نے اپنا مدعا ظاہر کیا کہ ''اگر آپ قادیان آنا قبول کرلیں تو اس میں دینی و مذہبی فائدہ ہوگا۔ وہاں کے لوگوں کی خوشنودی خدا کی خوشنودی کے مترادف ہے اور وہ لوگ آپ کو چاہتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کفرستان میں اِعلائے کلمہ الحق رحمت خداوندی کا باعث ہے۔'' مولوی صاحب کی اس سحر انگیز اور حقیقت آمیز تقریر سے میں بے حد متاثر ہوا اور اس شرط پر آمادگی کا وعدہ کرلیا کہ اگر ''مجلس احرار اسلام'' اور خصوصاً سید عطاء اللہ شاہ بخاری مجھے کہیں اور پھر مجھ سے بے تعلق نہ ہو جائیں، دکھ سکھ میں میرے شریک حال رہیں۔ انھوں نے احرار لیڈروں سے گفتگو کی اور قادیان میں دفتر احرار کھولنے کی ضرورت پر زور دیا۔ پہلے تو چودھری افضل حق نے مرزائیوں کے گھر میں بیٹھ کر ان کی مخالفت کو اچنبھا اور ناقابل عمل خیال کرتے ہوئے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ قادیان میں مرزائیوں کے خلاف مہم کامیاب ہوسکے؟ لیکن حضرت مباہلہ بھی بڑے منطقی آدمی تھے آخر کار انھوں نے چودھری صاحب کو قائل کرلیا تو چودھری صاحب نے احرار ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ طلب کرکے قرارداد پاس کروالی کہ قادیان میں احرار کا دفتر قائم ہونا چاہیے۔ منظوری کے بعد یہ سوال ابھرا کہ ہم میں سے کون ہے جو خود موت کے گھر پہنچ کر اپنی موت کو دعوت دے؟ ورکنگ کمیٹی کے ممبروں میں سے تو کوئی بھی قادیان کی رہائش کے لیے آمادہ نہ تھا چنانچہ قرارداد کی منظوری کے باوجود یہ بڑا اہم مسئلہ تھا اور موزوں آدمی کے لیے سب کو تشویش تھی۔ اس کار عظیم کے لیے احرار میں سے کسی کا بھی قدم نہ بڑھتا دیکھ کر مولوی عبدالکریم نے وہاں دفتر سنبھالنے کے لیے میرا نام لیا تو سب حیران ہو کر کہنے لگے کہ آدمی تو ٹھیک ہے۔ لکھا پڑھا بھی ہے، دلیر بھی ہے۔ لیکن اسے ''حصار قادیان'' میں جانے پر آمادہ کیسے کیا جاسکتا ہے؟ تو مولوی صاحب نے سارا قصہ بیان کردیا کہ قادیان کے مسلمانوں کا مطالبہ بھی اسی کے لیے ہے اور میں اسے آمادہ بھی کر آیا ہوں۔ اس طرح میں رختِ سفر باندھ کر ''دارالفساد قادیان'' پہنچ گیا اور وہاں جا کر اپنا کام شروع کردیا۔

قادیان میں اپنے شب و روز اور مساعی جمیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ میرے قادیان میں بیٹھ کر کام کرنے سے قادیانیوں کی خود ساختہ حکومت اور ملوکیت کا شیرازہ بکھرنا شروع ہوگیا۔ قادیانیوں کے مظالم سے ستائے ہوئے غیر قادیانیوں اور خود مسترد شدہ قادیانیوں نے مجھے انعام خداوندی سمجھتے ہوئے میرے ساتھ ہر طرح کا تعاون جاری رکھا۔ آپ کے قادیان میں تاریخی داخلہ سے قادیانیوں کو جو تکلیف ہوئی اس کا اندازہ اس قادیانی تحریر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے ''تاریخ احمدیت جلد 6 ''میں لکھا ہے:

''قادیان میں آنے والی اس پارٹی کے بعد ایک شخص عنایت اللہ نامی احرار کے مبلغ کی حیثیت سے پہنچ

گیا۔جنہوں نے بعض آوارہ مزاج لوگوں کو آلہ کار بنا کر احمدیوں کے خلاف رشیہ دوانیاں شروع کر دیں۔"[1]

آپ مزید تحریر فرماتے ہیں"میری عمر کے سن وشعور کوئی چوراسی (84) منزلیں طے کر چکے ہیں۔میں جب اپنی عمر رفتہ پر نظر دوڑاتا ہوں اور اس کا جائزہ لیتا ہوں تو دل بیٹھ جاتا ہے اور نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کا بڑا حصہ اکارت گیا۔صرف وہی ایام حاصل زندگی ہیں جو قادیان میں بسر ہوئے۔سبحان اللہ! کیا کیفیت جہاد تھی۔ان ایام کو اس سپاہی کے مماثل کہا جا سکتا ہے جو میدان جنگ میں دشمنوں سے گھرا ہوا ہو اور اُس کی آنکھیں دشمن کو سامنے دیکھ رہی ہوں کہ فلاں جانب اتنے فاصلہ پر دشمن کا مورچہ ہے جو اس کی تاک میں ہے کہ جب موقع ملے تو حملہ کر کے اُس کی زندگی کا خاتمہ کر دے اور اسے صاف نظر آرہا ہے کہ وہ دشمن اُس کی گھات میں بیٹھا ہے۔آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس سپاہی کے لمحات حیات کس کیفیت میں بسر ہو رہے ہوں گے؟ وہ سپاہی کیا کھاتا ہوگا؟ کیا پیتا ہوگا؟ اور اس کے سونے اور آرام کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ اس کا کھانا اس سے زیادہ نہیں ہوگا کہ کوئی چیز پیٹ میں جائے جس سے زندگی قائم رہ سکے اور بس اسی طرح اس کا سونا اور آرام کرنا ہوگا جس سے تقاضاء حیات پورا ہو سکے۔اس سے زیادہ نہ تو اسے کھانے کا خیال ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسے اپنے آرام کا تصور آسکتا ہے۔۔۔۔ہماری قادیانی زندگی بھی اسی نوعیت کی تھی ہم نے ہلاکت خیز طوفان میں کشتی ڈال دی تھی۔میں اور میرے رفقاء رات بارہ بجے تک اس انتظار میں ہوتے تھے کہ کہیں سے کوئی ناخوشگوار اطلاع تو نہیں آجاتی؟ اور اگر کوئی اطلاع آئے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ مرزائی جماعت اس جدوجہد میں مصروف تھی کہ"قادیان"کا نواحی علاقہ یا تو پورے کا پورا"مرزائیت"قبول کر لے۔یا کم از کم اکثریت تو ہمنوا ہو ہی جائے،اس لیے انھوں نے نواحِ قادیان میں اپنے مشن قائم کر رکھے تھے اور لوگوں کو مرزائی بنانے میں کوئی بھی حربہ استعمال کرنے سے گریز نہ کرتے تھے ہم نے بھی ان کے ہر مشن کو اپنی نظروں میں رکھا ہوا تھا اور ان کی ہر کارروائی سے باخبر رہتے تھے اور حسب استطاعت موقع محل کے اعتبار سے مناسب کارروائی کرتے تھے۔

قادیان خاص کا معاملہ ہمارے لیے بڑا کٹھن تھا۔ہمیں ان کے ایک ایک عمل سے باخبر رہنا پڑتا تھا اور ایسی اطلاعات حاصل کرنے کے لیے کبھی رات کے ایک دو بج جاتے تھے۔خدا شاہد ہے کہ ہمیں اس دوران نہ کھانے کی پرواہ تھی اور نہ ہی آرام و راحت کا خیال۔ہم نے ان کی کامیابی کے ہر راستے میں رکاوٹ کھڑی کر رکھی تھیں اور وہ بری طرح حیران و پریشان ہو گئے تھے۔اگر ان کا بس چلتا تو وہ بڑے سے بڑا اقدام کر گزرتے۔وہ اُس وقت"فبھت الذی کفر"کا مصداق بنے ہوئے تھے۔اگر ان کے پہلے سے حالات ہوتے تو ان کے لیے ہمارے جیسے

[1] تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 415 از دوست محمد شاہد قادیانی

ناتوانوں کو قتل کر کے بغیر ڈکار کے ہضم کر لینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ مگر حالات بدل چکے تھے اور مرزائیوں کے لیے ایسا اقدام ممکن نہ تھا۔ اور ہم بھی ہر خطرے کا سامنا کرنے کے لیے آمادہ تھے کہ جو ہو سو ہو، زندگی موت خدا کے ہاتھ میں ہے ہم اپنا مشن جاری رکھیں گے۔ چوہدری افضل حق آپ کے قادیان پہنچنے کا ذکر کرتے ہوئے "تاریخ احرار" میں لکھتے ہیں:

غرض خطرات کے ہجوم میں مولانا کو "دفاع مرزائیت" کا کام سپرد کیا گیا۔ "دارالکفر" میں اسلام کا جھنڈا گاڑنا معمولی اولوالعزمی نہ تھی۔ مرزائی متعدد قتل کر چکے تھے۔ قادیان میں انھیں کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ مولانا عنایت اللہ نے قادیان میں دفتر کھول دیا، قادیان میں احرار کا جھنڈا لہرانے لگا۔ "سرخ جھنڈے" کو دیکھ کر مرزائی رُوسیاہ ہو گئے۔ یہ اُن کی آرزوؤں کی پامالی کا دن تھا۔ مرزائیوں نے اپنی امیدوں کا جنازہ دیکھا تو سر پیٹنے لگے۔ فوراً مولوی عنایت اللہ کے نام قادیان میں مکان خرید لیا گیا تاکہ مرزائی اور حکام کا یہ عذر بھی جاتا رہے کہ مولوی صاحب موصوف ایک اجنبی ہیں اور ان کا قادیان سے کوئی تعلق نہیں۔ مولوی عنایت اللہ نے اسی اجنبی، متشدد اور کافرانہ ماحول میں جس جرأت ایمانی اور دلیری سے اپنے منصب کو نبھایا یہ اُن کے نامۂ اعمال اور کتابِ زندگی کا سنہری باب ہے یہاں رہ کر انہوں نے اپنے عمل، تحمل اور حکمت عملی سے اپنوں اور پرایوں کے دلوں میں ایسا گھر بنایا کہ آہستہ آہستہ دجالی گھرانوں کے رازہائے سربستہ ان کے سامنے وَا ہونے لگے۔ [1]

قادیان میں اپنے ابتدائی ایام کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

مرزا محمود نے اپنی مادی طاقت سے ہٹلری انداز میں فسطائی نظام قائم کر رکھا تھا اور غیر مرزائیوں سے سودا سلف تک خریدنے کی ممانعت کر رکھی تھی مرزائیوں کے خلاف کسی امر میں شہادت مہیا کرنا محال تھا۔ سب لوگ سہمے ہوئے تھے اور آہستہ آہستہ بات کرتے تھے۔ البتہ مولوی مہر دین رحمۃ اللہ علیہ صاحب بڑے دلیر تھے اور کبھی کبھار کسی مولوی صاحب کو باہر سے بلوا کر تقریر کرا لیتے تھے لیکن وہ بھی کھل کر میرا ساتھ دینے سے کتراتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ شاید چند دن رہ کر یہ شخص فتنہ کھڑا کر کے چلا جائے گا، بعد میں مخالفت کا خمیازہ ہمیں بھگتنا پڑے گا۔ اس لیے بچ بچا کر مجھے ملتے تھے لیکن مرزائیت کی مخالفت ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کیے ہوئے تھی۔

ابتداء میں نوجوان طبقہ نے میرے ساتھ تعاون کیا۔ وہ ہر طرح میری امداد و خدمت گزاری کے لیے تیار رہتے تھے۔ ایک شخص امان اللہ نامی زرگر تھا۔ مولوی مہر دین نے اس کا ہمیشہ ساتھ دیا تھا۔ جب میں قادیان گیا تو بوڑھا اور کمزور ہو چکا تھا۔ میرے لیے اس کی امداد یہ تھی کہ وہ بے جھجک میرے پاس آتا تھا اور مرزا قادیانی کے چشم دید

---

[1] تاریخ احرار ص 183 طبع ثانی شائع کردہ مکتبہ مجلس احرار اسلام پاکستان لاہور، ملتان

حالات سناتا۔اس کا چھوٹا لڑکا فیض اللہ میرا دست و بازو بن گیا۔اسی طرح ''مسجد شیخاں'' کے امام میاں عبداللہ نے بھی بڑا ساتھ دیا اور یہ لوگ گئی رات تک میرے ساتھ رہتے اور مرزائیوں کے ہتھکنڈوں کا ذکر ہوتا رہتا۔شیخ برادری میں غازی عبدالحق اور شیخ عبدالعزیز میرے بڑے معاون و مددگار تھے۔

وہاں جا کر یہ انکشاف بھی ہوا کہ قادیان کے قدیم باشندوں میں سے سوائے دو یا زیادہ سے زیادہ تین گھرانوں کے کسی نے بھی مرزا قادیانی کی نبوت و مہدویت کو قبول نہ کیا تھا۔ایک گھر شیخ برادری سے اور ایک گھر سید برادری سے مرزائیت میں داخل ہوا۔خود مرزا قادیانی کے خاندان نے بھی مرزا کی دعوت کو قبول نہ کیا تھا،مثلاً مرزا نظام الدین جو مرزا قادیانی کے چچازاد بھائی تھے۔مرزا کے سخت مخالف تھے۔مرزا قادیانی نے مرزا نظام الدین کی مخالفت کا تذکرہ بہت دکھ بھرے انداز میں کیا ہے کہ وہ ہمارے ''منارۃ المسیح'' کی تعمیر میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔

پورے قصبہ کے گرد کسی زمانہ میں مٹی کی بنی ہوئی بڑی موٹی فصیل تھی اور پھر اس کے گرد خندق بھی تھی۔فصیل کا زیادہ حصہ اب گر چکا تھا اور خندق صرف نشیبی انداز اختیار کر چکی تھی۔عموماً تین ماہ بارش ہوتی اور وہ تمام نشیبی حصہ جو کبھی خندق تھی،پانی سے بھر کر بڑا جوہڑ بن جاتا تھا اور قصبہ میں داخل ہونے کے تمام راستے مسدود ہو کر رہ جاتے تھے۔ ایک دفعہ اس جوہڑ سے ایک ''انسانی کچا بچہ'' برآمد ہوا۔پولیس کی تفتیش میں یہ بچہ مرزائی خلیفہ مرزا محمود کی ''کنواری لڑکی'' کا ثابت ہوا۔میری جوانی کا زمانہ تھا اور ان کی حرکات کی وجہ سے طبیعت میں غصہ بھی تھا۔میں نے جمعہ کے خطبہ میں اس کا تذکرہ کر دیا۔پھر کیا تھا،مرزائیت کی دنیا میں ایک غضب کا شور برپا ہو گیا لیکن میرا کیا کر سکتے تھے، ان کے'' جن'' بڑے سمجھ والے تھے۔سوچ سمجھ کر ایکشن لیا کرتے تھے۔

پہلی تبلیغ کانفرنس:

آپ کی کوششوں سے مرزائیوں کے سالانہ جلسہ کے مقابلہ میں تبلیغ کانفرنس منعقد کرنے کا منصوبہ بنایا گیا جو بہت کامیاب ہوا۔اس کانفرنس کے انتظامات و انعقاد کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ رقم طراز ہیں۔

احباب جماعت کے عام جذبہ کے تحت خصوصی مشورہ کے ساتھ یہ قرار پایا کہ قادیان میں ایک عظیم الشان تبلیغ کانفرنس بلائی جائے جس میں ہر مکتب فکر کے علماء کو دعوت دی جائے۔مرزائیوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے اپنے بابا انگریز کے دربار میں دہائی دی کہ قادیان ہمارا مقدس مقام ہے اور یہاں ہماری اکثریت ہے اس لیے یہاں اور کسی جماعت کی کانفرنس نہیں ہونی چاہیے۔اس کے جواب میں ہمارا موقف یہ تھا کہ ملک بھر میں ہمارے بیسیوں مقدس مقامات ہیں اور یہ لوگ وہاں جا کر جلسے کرتے ہیں۔اسی طرح جہاں تک اکثریت کا سوال ہے قادیان کے سوا ہر جگہ ہماری اکثریت ہے اور ہر جگہ مرزائی اقلیت میں ہیں۔پھر انھیں وہاں جلسے نہیں کرنے چاہئیں۔انھیں ہماری

اکثریت میں جلسے کرنے کی اجازت ہے تو پھر ہمیں بھی ان کی اکثریت میں جلسہ کرنے کی اجازت لازماً ملنی چاہیے۔ انگریز افسران ہمارے استدلال کے سامنے جھک گئے اور مرزائیوں کے شوروغوغا کے باوجود تبلیغ کانفرنس کی اجازت دینے پر مجبور ہو گئے۔

قادیان مرزائیوں کی واحد ملکیت تھی، وہ اپنی مملوکہ اراضی پر تبلیغ کانفرنس کا انعقاد کب گوارا کر سکتے تھے؟ اگرچہ ہندوؤں اور سکھوں کی مملوکہ اراضی کے ٹکڑے بھی قادیان کی آبادی میں موجود تھے لیکن ایسا وسیع قطعہ زمین کوئی بھی نہ تھا جہاں اتنی بڑی کانفرنس کا انعقاد ممکن ہو۔ قادیان کی آبادی کے عین متصل موضع ''رجادہ'' کے ایک سکھ ایشر سنگھ کا وسیع قطعہ اراضی موجود تھا۔ یہ ایشر سنگھ میرا بڑا معتقد تھا اور میرے خطبہ جمعہ میں عموماً حاضر ہو کر محظوظ ہوتا تھا۔ اس نے خود پیشکش کی کہ میری اراضی آپ لوگوں کے لیے وقف ہے اور کوئی دوسری خدمت ہو تو میں حاضر ہوں۔ بڑی مسرت ہوئی کہ یہ خطہ جلسہ کے لیے موزوں ترین جگہ ہے۔ مرزائیوں کو جب علم ہوا تو وہ تفکر اور سوچ میں ڈوب گئے کہ اب اس جگہ انعقادِ جلسہ میں کس طرح رکاوٹ ڈالی جائے؟ چنانچہ انھوں نے پہلے تو ایشر سنگھ پر اپنی طاقت کا دباؤ ڈالا۔ جب وہ نہ مانا تو منت سماجت پر اتر آئے لیکن وہ چٹان کی طرح مضبوط تھا۔ راضی تو کیا ہوتا، وہ تو رات دن انتظام جلسہ کے لیے ہماری معاونت کر رہا تھا اور مرزائیوں کی طاقت کو پرکاہ کے برابر بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ جب ان کا یہ حربہ بھی ناکام رہا تو انھیں ایک دوسری راہ سوجھی۔ ایشر سنگھ کی اراضی چاروں طرف سے مرزائیوں کی اراضی میں گھری ہوئی تھی۔ انھوں نے ایک رات میں ایشر سنگھ کی اراضی کے اردگرد اپنی اراضی پر دیوار کھڑی کر دی۔ صبح اُٹھے تو نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ ایشر سنگھ کی اراضی میں داخلہ کے تمام راستے مسدود تھے اور اتنی جلدی میں کوئی قانونی کارروائی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے ہمیں ناچار ایشر سنگھ کی اراضی میں کانفرنس کا ارادہ بھی ترک کرنا پڑا۔ مرزائیوں کی اس شیطانی حرکت کی خبر جب موضع رجادہ کے آریوں تک پہنچی تو وہ آئے اور اپنی اراضی کی پیشکش کی جو قادیان سے جانب غرب فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ پر واقع تھی اور وہاں سے لاؤڈ سپیکر کی آواز قصبہ میں بہ آسانی سُنی اور سمجھی جا سکتی تھی۔ یہ اراضی کئی ایکڑوں میں پھیلی ہوئی تھی اور اس پر آریوں کے ڈی اے وی ہائی سکول کی عالی شان عمارت تعمیر کی گئی تھی۔ ہندوؤں نے یہ اراضی مع بلڈنگ کانفرنس کے لیے استعمال کرنے کی پیشکش کی۔ جسے ہم نے نہایت خوشی سے قبول کر لیا اور اس غیبی تائید کے ذریعہ انعقاد جلسہ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کارساز ہے، اگر یہ سبب نہ بنتا تو بڑی سبکی ہوتی۔ سب سے زیادہ اعتراض مجھ پر ہوتا کہ جب جلسہ کے انعقاد کے لیے اراضی ہی نہ تھی تو پھر تم نے خواہ مخواہ جماعت کو انعقاد کانفرنس پر کیوں آمادہ کیا کیونکہ یہ کانفرنس میری تحریک پر ہی جماعت نے منظور کی تھی۔

خدا خدا کر کے یہ مسئلہ حل ہوا تو کانفرنس کے انتظامات شروع ہوئے۔ ایک بہت بڑا پنڈال تیار کیا گیا جس

کے لیے امرتسر سے ٹینٹ اور خیمے منگوائے گئے۔ پنڈال کے اردگرد مہمانوں کی رہائش کے لیے خیمے نصب کیے گئے تھے جو سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ پنڈال اتنا وسیع تھا کہ بیک وقت اس میں ایک لاکھ سامعین بیٹھ سکتے تھے اور اس کا وہ حصہ جو لیڈروں اور علماء کے بیٹھنے کے لیے مخصوص تھا وہ ذرا اونچا تھا اور اس پر قالین بچھائے گئے تھے۔ عوام کے بیٹھنے کے لیے دریوں کا معقول انتظام کیا گیا تھا۔ کانفرنس کے کاروبار کو صحیح اور منظم رکھنے کے لیے بڑے عمدہ طریق پر تقسیم کار کی شکل میں تمام کارکنوں کو الگ الگ ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔ سٹیج سیکرٹری اور پنڈال کے انتظامات امرتسر کے مشہور عالم حضرت مولانا نور احمد صاحب پسروری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادگان کے سپرد تھے۔

۲۱ تا ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء تک یہ عظیم الشان کانفرنس جاری رہی۔ انعقاد کانفرنس کی جائے وقوع ایک کھلا وسیع میدان تھا مگر حاضری اتنی تھی کہ ''کھوے سے کھوا چھلتا تھا'' اگر کوئی شخص اپنے ساتھی سے ایک دفعہ جدا ہو جاتا تو پھر اس کا ملنا یا ڈھونڈنا محال تھا۔ صحیح حاضری کی تعداد تو خدا کو معلوم ہے مگر میرے خیال میں ایک لاکھ سے کیا کم ہوگی۔ سی۔آئی۔ڈی جو حزب اختلاف کی اہمیت کو کم دکھانے کے لیے ازل سے عادی ہے، وہ بھی اپنی کمزور ڈائری میں پچاس ہزار لکھنے پر مجبور ہوگئی۔ صوبہ بھر سے سینکڑوں کی تعداد میں ہر مکتب فکر کے علماء آئے ہوئے تھے۔

مولانا ابوالحسنات خطیب مسجد وزیر خاں بھی بچ بچا کر محتاط انداز سے تشریف لائے تھے۔ کیونکہ انھیں احرار سے کچھ مسلکی اختلاف تھا۔ وہ میرے مہمان خصوصی تھے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ میرے ہم مسلک تھے۔ (مولانا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ بھی کانفرنس میں شریک ہوئے تھے۔ بحوالہ ردّ قادیانیت کی صد سالہ تاریخ از مولانا مشتاق احمد چینوٹی صفحہ ۵۶۳) کانفرنس میں شامل ہونے والے علمائے کرام بے شمار تھے۔ ان میں سے بعض کی تقاریر بھی ہوئیں۔ مولانا ظفر علی خان نے بھی دھواں دھار تقریر کی۔ لیکن سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر کا بہت چرچا ہوا اور اسے بہت پسند کیا گیا۔ آپ عشاء کی نماز جلدی پڑھ کر سٹیج پر تشریف لائے۔ پنڈال اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا۔ آپ نے تلاوت شروع کی تو چاروں طرف خاموشی کا دل نواز سماں بندھ گیا۔ شاہ صاحب نے پہلے پارہ کا دوسرا رکوع ''ومن الناس من یقول آمنا باللہ و بالیوم الاخر وماھم بمومنین'' تلاوت فرمایا۔ شاہ صاحب نے پورا رکوع اس عمدہ خوش الحانی سے پڑھا کہ گویا ایک لاکھ کا مجمع شاہ صاحب سے آرزو کر رہا تھا کہ ''حضرت تقریر کی بجائے ہماری روحانی تسکین کے لیے آپ صرف تلاوت کرتے رہیں۔'' بہرحال تلاوت ختم ہوئی اور تقریر شروع ہوئی تو ایک ایک فقرہ دل کے پار اتر رہا تھا۔

قادیانی مسائل میں اس مذہب کا بانی شاہ صاحب کا مخاطب تھا۔ شاہ صاحب کی زبان سے علم و عرفان کے چشمے

اُبل رہے تھے اور ایک لاکھ کا مجمع ہمہ تن گوش بیٹھا سن رہا تھا۔ کیا مجال کہ کہیں سے کوئی پتّا بھی سرک جائے؟ یہ سلسلہ صبح کی اذان تک جاری رہا۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو شاہ صاحب کی زبان رکنے اور تقریر ختم کرنے کے موڈ میں آئی۔ شاہ صاحب کی تقریر کی تسوید ممکن نہیں اور نہ ہی کسی کا حافظہ اس حد تک کامیابی کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ تقریر کے مخصوص حصص مسٹر جی۔ڈی۔کھوسلا سیشن جج نے اپنے فیصلہ میں درج کیے ہیں۔

مرزا شریف احمد ابن مرزا قادیانی کی پٹائی:

جب آپ قادیان میں مقیم تھے۔ تو ماسٹر تاج الدین انصاری کو آپ کی معاونت کے لیے قادیان متعین کر دیا گیا۔ ایک دن انھوں نے منصوبہ بندی کر کے مرزا قادیانی کے سب سے چھوٹے بیٹے مرزا شریف احمد کی ٹھکائی کروادی۔ جس سے قادیانی جماعت میں تھرتھلی مچ گئی۔ مرزا شریف احمد کی پٹائی کا ذکر کرتے ہوئے آپ ''مشاہداتِ قادیان'' میں رقم طراز ہیں:

''محلہ شیخاں میں جو ہماری مسجد تھی۔ مرزا قادیانی اور اس کے خاندان کا راستہ گھروں سے نکل کر دفتروں کو جانے کے لیے ہماری اس مسجد کے سامنے سے گزرتا تھا اور وہاں آبادی خالص سنّی مسلمانوں کی تھی۔ مرزائی مکانات ذرا فاصلہ پر تھے۔ مرزا قادیانی کا چھوٹا بیٹا شریف احمد ہر روز سائیکل پر اسی راستہ سے آتا جاتا تھا اور اس کا آنا جانا بالکل اکیلا اور تن تنہا ہوتا تھا۔ ماسٹر صاحب نے میرے علم کے بغیر محمد حنیف کو اس پر عمل کے لیے آمادہ کر لیا۔ کہ جب اس راستہ سے مرزا شریف احمد گزر رہا ہو تو اُس کے چوتڑوں پر دو چار ڈنڈے مار کر اسے سائیکل سے گرا دے۔ زخمی نہ کیا جائے تاکہ اُن کا جھوٹا تقدس جو عوام کے ذہنوں پر مسلط ہے پامال ہو جائے۔ چنانچہ ایک دن جبکہ میں کسی ضروری کام کے لیے گورداسپور گیا ہوا تھا، مرزا شریف احمد اپنے گھر سے سائیکل پر سوار ہو کر دفتر کو جا رہا تھا کہ راستہ میں محمد حنیف نے اسے جا لیا اور دو چار ڈنڈے چلا کر سائیکل سے گرا کر جلدی سے کہیں رُو پوش ہو گئے۔ مرزا شریف کو کوئی زخم نہیں آیا تھا بلکہ معمولی خراشیں آئی تھیں، وہ سنبھلا اور سیدھا پولیس چوکی جا کر رپورٹ درج کرائی۔ اتنے میں قادیانیوں کو اطلاع ہوئی تو پوری قادیانی جماعت میں ایک ہیجان برپا ہو گیا۔ ہزاروں مرزائیوں پر مشتمل ہجوم میں سے ایک مرزائی میرے دفتر میں بھی آ گیا اور حنیف کا پتا پوچھنے لگا۔ مگر حنیف تو ادھر موجود ہی نہ تھا چنانچہ اس نے دفتر میں تو کوئی دست اندازی نہ کی اور حنیف کی تلاش کر کے ناکام واپس چلا گیا۔

اس واقعہ کے متعلق عرصہ تک اخبارات کے علاوہ سٹیج پر بھی شدید واویلا ہوتا رہا۔ حنیف ڈنڈے چلا کر فوراً ماسٹر صاحب کے پاس پہنچا۔ ماسٹر صاحب نے اسے ایک پڑوسی کے مکان میں بٹھا دیا اور رات کے اندھیرے میں اسے بٹالہ پہنچا دیا۔ حنیف کے خلاف پولیس نے مقدمہ درج کر دیا تو وہ خود بخود کچہری میں حاضر ہو گیا۔ مقدمہ چلا تو

اسے نو مہینے سزا ہوئی۔ مرزائیوں نے اس معاملہ کو بڑا اُچھالا یہاں تک کہ چودھری ظفر اللہ کی والدہ وائسرائے ہند کے پاس جا پہنچی اور رو رو کر کہا کہ ہمارے لیے قیامت آ گئی ہے شر پسندوں نے ہمارے لیے قادیان کی زندگی تلخ کر دی ہے۔ میرے نبی کے بیٹے کو سر بازار پیٹا گیا ہے۔ اب ہمارے لیے قادیان میں رہائش دوبھر ہو گئی ہے۔ مرزا شریف احمد پر ہونے والے اس حملہ کو قادیانیوں نے اپنی جماعت پر حملہ گردانا اور بہت اُچھالا۔''

قادیان میں رہ کر قادیانی سازشوں سے آگاہ رہنے اور ان کا سدباب کرنے کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

قادیان میں میرے شب و روز:

شام کے کھانے کے بعد دفتر میں تمام ہمدرد اصحاب ہر روز بلاناغہ جمع ہوتے تھے۔ کم و بیش رات کے گیارہ بجے تک بیٹھے رہتے، اس دوران مرزائیوں کی سرگرمیوں اور منصوبوں پر بحث ہوتی، جتنا کسی کو معلوم ہوتا وہ بیان کرتا اور دوسرے دن کے لیے پروگرام تیار کیا جاتا۔ مرزائی امت اور خلیفہ کے تازہ اعمال و افعال کا جائزہ بھی لیا جاتا۔ صبح کے لیے کسی کی کسی کام پر ڈیوٹی لگائی ہوتی تو اسے بتادی جاتی۔ کوئی ڈیوٹی دے کر آتا تو اس کی رپورٹ بھی سن لی جاتی اور اس کے متعلق مناسب کارروائی کا پروگرام بھی طے کر کے متعلقہ اصحاب کو بتادیا جاتا۔

قادیان مرکزی قصبہ تھا۔ نواح میں بہت سے دیہات تھے جنھیں ضروریات زندگی کے حصول کے لیے قادیان آنا پڑتا تھا۔ ہم نے اپنے ہمنوا تمام دکانداروں سے کہہ رکھا تھا کہ دیہات سے سودا سلف خریدنے کے لیے آنے والے دیہاتیوں سے دریافت کر لیا کریں کہ تمھارے گاؤں میں کوئی مرزائی گیا ہے تو وہ کون تھا؟ اس کا کیا نام تھا؟ اس نے وہاں جا کر کس آدمی سے ملاقات کی اور کیا کہتا تھا وغیرہ وغیرہ؟ تمام دکاندار ہماری اس ہدایت سے آگاہ تھے۔ شام کے بعد آجاتے اور اپنی اپنی اطلاعات بہم پہنچاتے، ان اطلاعات پر غور و خوض کے بعد مناسب تدابیر اختیار کی جاتی تھیں۔ غازی عبدالحق، میاں عبداللہ، چودھری فیض اللہ وغیرہ احباب تو شام کے بعد ہمارے ہاں ضرور آتے تھے۔ ان کے علاوہ مختلف برادریوں کے لوگ بھی آجاتے تھے۔ وہاں ایک قریشی خاندان بھی آباد تھا۔ مرزائیوں کا مخالف اور ہمارا مخلص و ہمدرد تھا۔ اس خاندان کے ایک فرد کا نام ہدایت علی شاہ تھا نماز جمعہ مسجد آرائیاں میں ادا ہوتی تھی۔ دیہات سے ہزاروں آدمی آجاتے تھے۔ ہندوؤں اور سکھوں کی بھی خاصی تعداد موجود ہوتی تھی۔ خطبہ جمعہ میں ہفتہ بھر کا جائزہ لیا جاتا۔ کوئی واقعہ ہو جاتا تو عوام کو اس سے مطلع کیا جاتا تھا۔ حکومت کا ڈائری نویس ہیڈ کانسٹیبل موجود ہوتا جو مکمل ڈائری نوٹ کرتا۔ ڈپٹی کمشنر گورداسپور جمعہ کی ڈائری کا منتظر رہتا تھا۔ قیام امن کے لیے پولیس کی مسلح گارڈ مسجد کے باہر موجود ہوتی تھی۔ مسجد کی جانب شرق ایک مرزائی کا مکان تھا۔ وہاں مرزائی ڈائری نویس موجود ہوتا اور مکمل ڈائری لے کر خلیفہ محمود کو پہنچاتا تھا۔ ہم نے بھی انتظام کر رکھا تھا کہ مرزا محمود کے خطبہ جمعہ کی

ڈائری ہمیں پہنچ جائے۔مرزائیوں کا خاصا عنصر مرزا محمود سے نالاں تھا اور وہ بچ بچا کر ہمارے پاس آتا رہتا تھا اور جماعتی راز بہم پہنچاتا تھا۔اسی عنصر کے ذریعہ مرزا محمود کے خطبہ کی خفیہ ڈائری ہم تک پہنچ جاتی تھی۔نواحی دیہات میں بھی مجھے ضرور جانا پڑتا تھا کیونکہ جہاں مرزائیوں کے اثر انداز ہونے کی اطلاع پہنچتی اس کے ازالہ کے لیے وہاں پہنچنا ضروری ہو جاتا تھا۔جوانی تھی،صحت تھی،رفقا کو ساتھ لے کر پہنچ جاتا۔سواری میسّر آتی تو ٹھیک ورنہ پیدل مارچ ہی ہوتا،غازی عبدالحق اور چوہدری فیض اللہ خصوصاً میرے ہم سفر ہوتے تھے۔

تازہ اطلاعات کے لیے مرزائیوں نے بورڈ نصب کر رکھے تھے اور وہ اپنے جماعتی اعلانات لکھ کر اپنی پوری مرزائی قوم کو باخبر رکھتے تھے۔ہم نے بھی ایک مقام پر بورڈ نصب کر کے اپنی جماعت کو تازہ واقعات سے باخبر رکھنے کے لیے جماعتی اطلاعات لکھنا شروع کر دیں۔عموماً یہ اعلانات واطلاعات مرزائیوں سے تحفظ اور بچاؤ کے متعلق ہوتے تھے۔ایک مرزائی نے اس بورڈ پر سے ''مرزائی'' کا لفظ مٹا دیا۔مجھے علم ہوا تو میں نے جا کر دوبارہ لکھ دیا۔میں وہاں سے ہٹا تو اس نے ''مرزائی'' کا لفظ پھر مٹا دیا۔مجھے علم ہوا تو میں نے پھر لکھ کر منادی کرادی کہ ہم نے بورڈ لکھ دیا ہے۔اب اگر کسی نے گڑبڑ کی تو پھر اسے کوئی ہمت والا ہی مٹائے گا۔پولیس چوکی والوں نے بھی یہ منادی سُنی تو اس بورڈ کی حفاظت کے لیے ایک سپاہی کی ڈیوٹی لگادی اور اس کے بعد کسی کو ہمت نہ ہوئی۔''

حاصل کلام:

قیام قادیان کے دوران آپ نے قادیانیت کے اُمڈتے ہوئے طوفان کے آگے اپنی حکمت عملی سے ایسا مضبوط بند باندھ دیا کہ قادیانی بوکھلا گئے۔اُن کی بوکھلاہٹ کا اظہار تاریخ احمدیت جلد 6 کے آخری حصہ میں صاف طور پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔آپ دس سال تک قادیان میں مقیم رہ کر فی سبیل اللہ جہاد میں مصروف رہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ ''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللهِ''[1] کا عملی نمونہ تھے۔ذرا چشم تصور میں نظارہ تو کریں کہ ایسا دشمن جس کے ہر جائز و ناجائز فعل پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے حکومت اشارہ ابرو کی منتظر کھڑی تھی اور جو اپنے راہ کے کانٹوں کو ٹھکانے لگانے کے لیے اعلانیہ قتل کر کے یا اغواء کر کے نابود کر دیتے تھے۔غیر تو غیر خود جماعت کے ارکان وعہدہ داران بھی آتش انتقام کی نذر ہونے سے محفوظ نہ تھے۔اُس کے گھر میں جا کر بیٹھ جانا اس کی ہر طرح کی حرکات وسکنات کی نگرانی کرتے ہوئے اُس کے مکروہ عزائم پر قدغن لگانا اور سرعام اُس کی بھیانک سازشوں کو آشکارا کرنے کی جرأت کرنا صرف اسی خدا رسیدہ ہستی کے بس کی بات ہو سکتی ہے جس نے اپنی جان کو رضائے الٰہی کے عوض فروخت کر دیا ہو۔آپ کی تفصیلی خدمات یکجا کی جائیں تو کئی کتابیں بن جائیں کیونکہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ

---

[1] سورۃ البقرۃ،آیت نمبر ۲۰۷

ردّ قادیانیت کے لیے وقف تھا جس کی تفصیل اکٹھی کر کے یکجا کرنا یقیناً محال ہے۔آپ نے خود"مشاہدات قادیان" کے نام سے اپنی قادیان میں گزری زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات مرتب کر کے شائع کر دیے تھے جو یقیناً قابل مطالعہ اور قابل تقلید کتاب ہے۔آپ کی خدمات کی جھلک"مشاہدات قادیان" کے علاوہ "تاریخ احرار" از چوہدری افضل حق میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔مزید برآں "تاریخ احمدیت" جلد ششم میں بھی قادیانیت پر آپ کی طرف سے لگائے گئے چرکوں کی جھلک موجود ہے۔

اس جگہ ضمناً یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ردّ قادیانیت کا حوالے سے اوّلیت کا سہرا ہمیشہ اکابرین اہلسنت (بریلوی مکتب فکر) کے سر ہی رہا ہے۔قادیانیوں کے خلاف سب سے پہلا فتویٰ تکفیر مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا،سب سے پہلا فوجداری مقدمہ مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ آف بھیں ضلع جہلم نے دائر کیا اور کامیابی حاصل کی،مناظرہ کے لیے بھی سب سے پہلے مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ ہی میدان عمل میں نکلے،تنسیخ نکاح کا سب سے پہلا مقدمہ 1917ء میں مولانا نواب دین مدراسی رحمۃ اللہ علیہ نے گورداسپور کی عدالت میں دائر کر کے کامیابی حاصل کی جبکہ قادیانیوں کے گھر میں بیٹھ کر اُن کو چاروں شانے چت کرنے کا سہرا بھی مولانا عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر ہی سجا۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ختم نبوت کے مجاہد کبیر مولانا عنایت اللہ چشتی اور دیگر سب مجاہدین ختم نبوت کی ارواح مقدسہ کو نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں میں جگہ دے اور مجھ جیسے خاطی کو ان مجاہدین کے قدمین میں بیٹھنے کے فخر سے نواز دے تو زہے مقدر۔

□□□

ردّ قادیانیت پر اوّلین مقدمہ

(غازیٔ اسلام مولانا کرم الدین دبیر، ایڈیٹر سراج الاخبار)

مولانا کرم الدین دبیر ۱۸۵۳ء میں صوبہ پنجاب کے ضلع جہلم کے علاقہ ''بھیں'' میں پیدا ہوئے۔آپ کا تعلق اعوان برادری سے ہے، والد گرامی کا نام صدر الدین ہے۔ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقہ سے حاصل کرنے کے بعد لاہور تشریف لائے اور عربی ادب کے فاضل شہیر مولانا فیض الحسن سہارن پوری (پروفیسر اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی لاہور) کے روبرو زانوئے تلمذ طے کیے۔پھر سہارن پور کا سفر کیا اور مولانا احمد علی سہارن پوری سے حدیث و علوم حدیث کی تکمیل کی۔علوم باطنیہ کی تکمیل کے لیے سیال شریف کا رُخ کیا اور حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

آپ اہل سنت کے بے مثل مناظر تھے۔ساری زندگی بے دین فرقوں کے ردّ میں بسر کی۔مولوی ثناء اللہ امرتسری (اہل حدیث) و دیگر شیعہ واہل حدیث و دیوبند علماء سے آپ کے مناظرے ہوتے رہے اور سب میں آپ کے مخالفین کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔اسی وجہ سے امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ''غازیٔ اسلام'' کا خطاب دیا۔

آپ کچھ عرصہ سراج الاخبار (جہلم) کے ایڈیٹر بھی رہے اور فتنۂ مرزائیت کی سرکوبی میں پیش پیش رہے۔ مرزا قادیانی نے آپ پر تین مقدمے کروائے جن کی مفصل روداد درج ذیل کتب میں دیکھی جاسکتی ہے۔[1] مولانا کو شعر و شاعری کا بھی خاصا ذوق تھا-سراج الاخبار میں آپ کا اُردو و فارسی و عربی کلام مختلف وقتوں میں شائع ہوتا رہا۔

مولانا دبیر کی علمی و تحریکی خدمات کو دیکھتے ہوئے دیوبندی مصنفین نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مولانا دبیر مسلک اہل سنت کو چھوڑ کر دیوبندی ہو گئے تھے-اس ضمن میں جناب میثم عباس رضوی صاحب نے فاضلانہ تحقیق پیش کی ہے جو کہ ''آفتاب ہدایت'' کے حالیہ عکسی ایڈیشن کے ساتھ ملحق ہے۔مولانا دبیر کے

---

[1] کاشف اسرار نہانی روئیداد مقدمات قادیانی، مطبوعہ سراج المطابع جہلم
تازیانۂ عبرت از مولانا کرم الدین دبیر
ردّ قادیانیت اور سُنّی صحافت، جلد اوّل، مرتبہ محمد ثاقب رضا قادری
مرزا قادیانی حاضر ہو؟، مرتبہ محمد ثاقب رضا قادری، مطبوعہ اکبر بک سیلرز لاہور

مسلک کی تحقیق ہمارے دائرہ کار سے خارج ہے اس کے لیے محترم میثم صاحب کے مقالہ کی طرف رجوع کیا جائے نیز تذکارِ بگویہ جلد سوم صفحہ (۱۸۰-۱۷۴) میں مولانا دبیر کے کچھ خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ ان خطوط میں دیوبندی علماء سے مولانا دبیر کے مناظروں کا ذکر ہے۔ مسلک دبیر پر تحقیق کرنے والوں کو یہ خطوط بھی پیش نظر رکھنے چاہییں۔

۷ اجولائی ۱۹۴۶ء کو مولانا دبیر کا وصال ہوا اور اپنے آبائی علاقہ بھیں (ضلع جہلم) میں ہی مدفون ہوئے۔

مولانا دبیر نے مسلک حقہ اہل سنت کی تائید اور باطل مذاہب کی تردید میں بیش بہا کتب ورسائل تحریر کیے۔

مرزائیوں کی مقدمہ بازی:

واضح ہو کہ مقدمہ بازی کا سلسلہ پہلے جناب مرزا صاحب کے حکم سے مرزائیوں نے چھیڑا۔ اس کا نام اخبارات و اشتہارات میں جہاد [1] رکھا۔ گویا یہ ان کا قانونی جہاد تھا اور اس جہاد کے بہانہ سے مریدوں کو خوب لوٹا۔ چنانچہ آخری روز فیصلہ کے دن خواجہ کمال الدین صاحب بی اے وکیل مرزا نے سرعدالت تسلیم کیا کہ مقدمہ بازی میں ہمارے تیس ہزار روپے صرف ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مرزا جی نے جیسا کہ ان کے بیانات سے ظاہر ہوگا اپنی گرہ سے ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا، نہ ہی فریق مقدمات حکیم فضل الدین بھیروی یا شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم کی یہ حیثیت تھی کہ اپنی جیب سے ہزار روپیہ کے مصارف پورے کرتے۔ یہ سارا بوجھ مرزا جی کے خوش اعتقاد مریدوں نے برداشت کیا اور پبلک کا ناحق روپیہ اس فضول کام مقدمہ بازی میں پانی کی طرح بہایا گیا۔

سو یہ بات کہ یہ ناگوار سلسلہ مقدمہ بازی مابین فریقین کیوں شروع ہوا۔ سو جہاں تک ہم غور کرتے ہیں درحقیقت یہ سلسلہ حسب منشاء قدرت ایزدی جاری ہوا اور اثنائے مقدمات میں قدرت عجیب عجیب کرشمے نمودار ہوتے رہے۔ ہر چند اس سلسلہ کو چھیڑنے والے مرزا جی بہادر اور ان کے اراکین دوست تھے اور انہوں نے اس غرض سے یہ سلسلہ چھیڑا تھا کہ دنیا پر اپنا رعب قائم کریں گے اور اپنے جلیس قانونی مشیروں (وکلاء) کی قانونی قابلیت اور افراط زر اور گرم جوش جماعت کی متفقہ طاقت سے چشم زدن میں مخالف فریق کو نیست و نابود کرکے ''لمن الملک'' کا نقارہ دنیا میں بجا دیں گے لیکن ان کو کیا علم تھا کہ: ع

''ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال''

اس چھیڑ خانی کا نتیجہ اُن کے حق میں آخر کیا نکلے گا؟ اگر ان کو یہ علم ہوتا کہ یہ مقدمہ بازی ہمارے لئے وبال

---

[1] جیسا کہ اخبار الحکم ۳۱ر جنوری ۱۹۰۳ء ایک بعنوان ''جہاد کی فلاسفی'' صفحہ ۷ کالم ۳ میں درج ہے، اور دوسرا بعنوان ''ہمارے مقدمات'' صفحہ ۱۱ کالم ۳ میں اس کی تصریح ہے۔

جان ہو جائے گی تو ہر گز اس کا نام نہ لیتے لیکن خدائے علیم وخبیر کو اپنی طاقت و جبروت کے سامنے زور وزر اور تمام انسانی طاقتیں پرپشہ کی سی بھی ہستی نہیں رکھتیں وہ چاہے تو بڑے بڑے طاقتور اور شہ زور انسانوں کو پکڑوا کر ایک ضعیف سے ضعیف انسان کے پاؤں میں ڈال دے سچ ہے۔ ''وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ''

مرزائیوں کا پہلا مقدمہ فوجداری:

سو واضح ہو کہ سب سے پہلے مرزاجی کے حکم سے ان کے مخلص مرید حکیم فضل دین بھیروی نے مولانا کرم الدین بھیروی پر زیر دفعہ ۴۱۷ تعزیرات ہند (دغا) گورداسپور میں استغاثہ دائر کیا۔ یہ مقدمہ ۱۴رنومبر ۱۹۰۲ء کو رائے گنگارام صاحب اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر و مجسٹریٹ درجہ اوّل گورداسپور میں حکیم مذکور نے معرفت خواجہ کمال الدین و مولوی محمد علی وکلاء دائر کیا۔ رائے گنگارام صاحب تھوڑے عرصہ کے بعد وہاں سے تبدیل [1] ہو گئے پھر یہ مقدمہ ان کے جانشین لالہ چندلال صاحب اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر و مجسٹریٹ درجہ اوّل کی عدالت میں چلتا رہا۔ اس مقدمہ میں استغاثہ کی طرف سے علاوہ دیگر گواہان کے مرزائی جماعت کے اعلیٰ ارکان حکیم نورالدین صاحب اور مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کی بھی شہادتیں گزریں اور نیز بابو غلام حیدر تحصیلدار کی بھی شہادت ہوئی اور صفائی کی طرف سے اس مقدمہ میں بانی سلسلہ مرزائیہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بھی شہادت گزری۔ اس مقدمہ میں فتح ونصرت کے الہامات بارش کی طرح نازل ہوتے رہے لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمہ خارج اور ملزم عزت کے ساتھ بری کر دیا گیا۔ مرزاجی کے الہامات کے پرخچے اڑ گئے اور دنیا میں فریق مقابل کی فتح وظفر کا نقارہ بج گیا یہ فیصلہ عدالت لالہ چندلال صاحب مجسٹریٹ درجہ اوّل سے ۱۶رمارچ ۱۹۰۴ء کو صادر ہوا۔ مرزائیوں کو اس مقدمہ میں بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا ہوا اور بے انداز روپیہ صرف ہوا۔ نتیجہ مقدمہ کے متعلق ہم وہ مضمون درج ذیل کرتے ہیں جو اس موقع پر سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۱۸رجنوری ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔

مولوی کرم الدین صاحب کی فتح:

۱۴رجنوری ۱۹۰۴ء کو مرزائیوں کا وہ الہامی مقدمہ فوجداری جو منجانب حکیم فضل دین مرزاجی کے خاص حکم سے

---

[1] مولانا کرم الدین دبیر لکھتے ہیں:

''رائے گنگارام صاحب جو خواجہ کمال الدین کے کلاس فیلو تھے اور ان مقدمات میں مرزائیوں کی بہت کچھ پاسداری کرتے تھے، چنانچہ ہم نے ان کی عدالت سے منتقل کرنے کے لئے چیف کورٹ میں درخواست بھی کی تھی اسی اثناء میں وہ گورداسپور سے تبدیل ہو گئے اس لئے اگر ہمارا دعوی بھی ملہمیت کا ہوتا تو جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا کہ رائے چندلال ہماری پیشگوئی کے مطابق تبدیل ہو گئے ہیں تو ہم بھی کہہ سکتے کہ گنگارام ہماری دعا سے تبدیل ہو گئے۔''

برخلاف مولوی صاحب موصوف دائر کیا گیا تھا اور جو ۱۴ ماہ سے چل رہا تھا اور جس کی نسبت مرزا جو کو متواتر نصرت و فتح کے الہامات بارش کی طرح برس رہے تھے۔ آخر کار انصاف مجسم حاکم جناب بابو چندلال صاحب بی اے مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت سے خارج ہوگیا اور مولوی صاحب عزت سے بری ہو گئے۔ اس تاریخ کو بہت سے قادیانی جماعت کے ممبر دور دور سے مسافت طے کر کے آخری حکم سننے کے لئے جمع ہو گئے تھے اور منتظر تھے کہ مرزا جی کا تازہ نشان (فتح مقدمہ) دیکھیں لیکن صاحب مجسٹریٹ کا یہ حکم سن کر سب کے رنگ فق ہو گئے اور وہ سب امیدیں جو مرشد جی نے مدت دراز سے فتح اور ظفر کی دلار کھیں تھیں، خاک میں مل گئیں اور مرزا جی کے الہام کی قلعی کھل گئی۔

کیوں جی مرزائی صاحبان! سچ بتایئے گا وہ الہام ''جاءك الفتح ثم جاءك الفتح'' کیا ہوا؟ اور وہ مجموعہ فتوحات کا وعدہ کہاں اڑ گیا؟ اور انجام مقدمات کی پیشگوئی کیا ہوئی؟ اور ان تازہ الہامات مشتہرہ الحکم ۷ او ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء ہماری فتح ہمارا غلبہ ''ظفر من الله وفتح مبين'' وغیرہ وغیرہ کا کیا حشر ہوا۔ آپ کے حضرت حجۃ اللہ نے تو جیسا کہ الحکم مذکور میں چھپا خواب میں اصحاب القبور (مردگان) کے سامنے بھی ہاتھ جوڑے اور دعائیں کرائیں لیکن افسوس کہ وہ سب محنت اکارت گئی۔ سچ ہے ''وعنده مفاتيح الغيب لايعلمها الا هو''۔ کیا مرزائی صاحبان اس معاملہ پر غور نہیں فرمائیں گے؟

یارو! خدا را انصافے ''اليس منكم رجل رشيد'' ذرا مرزا جی سے یہ تو پوچھئے گا کہ آپ نے خود انجام مقدمات کی پیشگوئی اس آیت سے فرمائی تھی ''اِنَّ اللهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ''[1] اب آپ ہی فرمایئے اہل تقوی آپ بنے یا آپ کے مخالف؟ میدان تو مولوی صاحب جیت گئے خدا کی نصرت ان کی یاور! ہوئی پھر یا تو آپ کو اپنے ملہم پر صاف بدظن ہو جانا چاہئے یا اس کا فیصلہ مان لیجئے کہ حق آپ کے خلاف ہے۔ ایک اور آیت بھی آپ نے الحکم میں اس مقدمہ کی پیشگوئی میں شائع فرمائی تھی: ''اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ''[2] سو اب آپ ہی تشریح فرمایئے کہ ''اصحاب الفيل'' اس موقع پر کون ہیں؟ اور ان کے مقابلہ میں مظفر و منصور کون؟ ہم تو گورداسپور میں جہاں تک دیکھتے رہے۔ آپ کی ہی پارٹی بڑے کروفر سے رتھوں اور گاڑیوں پر سوار ہو کر آتی تھی۔ پھر آپ کی نسبت ''طيراً ابابيل'' کا خیال کرنا تو نہایت بے ادبی ہے البتہ پہلی شق کی کوئی وجہ نکل سکتی ہے تو براہ مہربانی اس الہام کی پوری تفسیر کر دیجئے گا۔ مرزائی صاحب مانیں یا نہ مانیں دنیا میں تو اب مولانا مولوی محمد کرم الدین صاحب کی فتح کا ڈنکا بج گیا اور مرزا جی کا وہ طلسم اعجاز دعوے (الہام) ٹوٹ گیا۔ ''الحق يعلوا

[1] سورۃ النحل (۱۶)، آیت نمبر ۱۲۸
[2] سورۃ الفیل (۱۰۵)، مکمل سورۃ

ولایعلی'' اب تو مرزائی صاحبان کو مرزاجی سے صاف کہہ دینا چاہئے: ع

''بس ہو چکی نماز مصلیٰ اٹھایئے''

افسوس ہے کہ مرزاجی کے جری سپاہی خواجہ کمال الدین صاحب وکیل کی یک سالہ محنت اکارت گئی اور برخلاف ان کے فاضل وکلاء جناب سید میر احمد شاہ صاحب پلیڈر بٹالہ اور شیخ نبی بخش صاحب پلیڈر گورداسپور بابو مولامل صاحب بی اے وکیل گورداسپور نے میدان جیت لیا۔ ہم ان وکلاء صاحبان کو تہ دل سے مبارک باد دیتے ہیں اور ان کی محنت کا اعتراف کرتے ہیں اور پھر صدہا مبارک باد مولانا صاحب محمد کرم الدین صاحب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک زبردست فتح حاصل کی۔ (راقم ایک گورداسپوری)

اس مقدمہ میں بہت بڑی زک مرزائیوں کو ایک یہ ملی تھی کہ مقدمہ صرف اس غرض سے چھیڑا گیا تھا کہ حضرت پیر صاحب گولڑوی مدظلہ العالی (جن کے باعث مرزاجی لاہور کی بحث سے ہار کے باعث سخت شرمندگی اٹھا چکے تھے اور سیف چشتیائی کے باعث مرزاجی کی علمی پردہ دری ہو چکی تھی) کو عدالت میں بلوایا جائے اور جرح وغیرہ سے ان کو بے وجہ تکلیف دی جائے لیکن باوجود مرزائیوں کے بے انتہا کوششوں اور درخواست پر درخواستیں گزرنے کے پیر صاحب عدالت میں نہ طلب ہو سکے۔ جو پیر صاحب کی کرامت کا بہت بڑا نشان اور مرزا کی ناکامیابی کا بھاری نمونہ قیامت تک یادگار مقدمہ رہے گا۔[1]

□□□

[1] ایک اور مقدمہ میں مرزا قادیانی کو پانچ سو روپے جرمانہ یا چھ ماہ قید کی سزا سنائی گئی مولانا کرم الدین دبیر اور مرزا قادیانی کے مابین مقدمات کی تفصیل جاننے کے لئے محمد ثاقب رضا قادری کی مرتب شدہ کتاب ''مرزا قادیانی حاضر ہو؟'' مطبوعہ اکبر بک سیلرز لاہور ملاحظہ کیجئے۔

قادیانیت کو اقلیتی فرقہ قرار دینے کے مطالبہ میں اوّلیت اقبال

دانائے راز، رومی ہند، حکیم الامت، مفکر پاکستان، بیسویں صدی کے عظیم اور شہرہ آفاق دانشور، سکالر و فلسفی، شاعر اسلام، حقیقی عاشق رسول، بے مثال نبی ﷺ کے بے مثال غلام حضرت علامہ محمد اقبال اسلام کے عظیم ترجمان، سفیر اور رہنما تھے۔ وہ پیغمبر اسلام کے ساتھ جذباتی و ایمانی وابستگی، محبت اور عشق کے اُس مقام پر فائز تھے کہ گستاخ رسول ﷺ کے ساتھ معمولی سی رَواداری کو بھی کفر اور زندیقیت خیال کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی ساری عقل، خرد، دانش، منطق، فلسفہ اور حکمت نبی محترم ﷺ کے قدموں میں ایک متاع حقیر کی طرح پیش کر دی تھی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ذات پیغمبر ﷺ کی عظمت اور شان کے بارے میں مجھے کسی قسم کی تاویلوں اور اِستعاروں کی ضرورت نہیں۔ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات وصفات اور سیرت کو عقل یا فلسفہ کی کسوٹی پر جانچنے کی جرأت کو بھی گستاخی و بے ادبی تصور کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے کہ اس عظیم المرتبت بارگاہ میں چون و چراں کی گنجائش ہے نہ جرأت نہ اجازت۔ [1]

ڈاکٹر (علامہ اقبال) صاحب انجمن حمایت اسلام کے پہلے سیکرٹری تھے، پھر صدر منتخب ہوئے، انہوں نے انجمن کا کام بڑے خلوص اور انہماک سے کیا۔ ایک بار انہوں نے ایک قادیانی رکن مرزا یعقوب بیگ کو اجلاس سے نکال دیا اور فرمایا کہ مرزائی انجمن کا رُکن نہیں ہوسکتا، آپ کو ختم نبوت پر کامل یقین تھا اور یہ برداشت نہ کر سکتے تھے کہ کوئی توہین رسول کرے۔

سید آغا صفدر چیف جسٹس ہائی کورٹ نے لاہور کے عمائدین اور مشاہیر کو کھانے پر مدعو کیا، حضرت علامہ اقبال بھی مدعو تھے، اتفاق سے اس محفل میں جھوٹے نبی کا جھوٹا خلیفہ حکیم نور الدین بھی بلادعوت آٹپکا، جب عاشق رسول ﷺ علامہ اقبال کی نظر اس کذاب کے منحوس چہرہ پر پڑی تو غیرت ایمانی سے علامہ اقبال کی آنکھیں سرخ ہوگئیں اور ماتھے پر شکن پڑ گئے فوراً اٹھے اور میزبان کو مخاطب کرکے کہا آغا صاحب، آپ نے یہ کیا غضب کیا کہ باغی ختم نبوت اور دشمن رسالت مآب کو بھی مدعو کیا ہے اور مجھے بھی، میں جاتا ہوں، میں ایسی محفل میں ایک لمحہ بھی نہیں بیٹھ سکتا، حکیم نور الدین فوراً حالات کو بھانپ گیا اور نو دو گیارہ ہوگیا، اس کے بعد میزبان نے علامہ اقبال سے معذرت کی اور کہا کہ میں نے اُسے کب بلایا تھا یہ تو خود ہی گھس آیا تھا۔

---

[1] فاروقی، غلام دستگیر خواجہ، مجلہ المنتہیٰ، جولائی تا دسمبر 2018ء ص 85

قادیانی حضرات کا طریقۂ واردات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اہل اسلام کی ہر دلعزیز اور قابل احترام شخصیات کو قادیانی ثابت کرنے کی سازشیں کرتے رہے۔ اپنے جرائد و رسائل، ویب سائٹس، کتب، لیکچرز اور تصویروں کے ذریعے اس کا پرچار کرتے رہے۔ برصغیر کے عظیم صوفی شاعر حضرت خواجہ غلام فرید (چاچڑاں شریف) رحمۃ اللہ علیہ، بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح، شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور عالم اسلام کے عظیم ہیرو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو قادیانی اور قادیانیت نواز ثابت کرنے کی انہوں نے سر توڑ کوشش کی حالانکہ ان معتبر شخصیات کے وہی عقائد و نظریات تھے جو باقی مسلمانوں کے ہیں۔ [1] اس حوالے سے سب سے زیادہ سازشی کام ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ پر کیا گیا۔ جب انہیں منہ کی کھانی پڑی تو پھر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں تضحیک آمیز پروپیگنڈے سے شخصیت کو داغدار کرنے کی کوشش شروع کر دی جو ہنوز جاری ہے۔

معزز قارئین و قاریات!

* اس تمہیدی گفتگو کے بعد عرض خدمت ہے کہ گزشتہ ادوار میں قادیانی تحریک کے بارے میں اقبال کا نظریہ کیا تھا؟ قادیانیت کی تردید کی ضرورت اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں پیش آئی؟
* اس تحریک کے خلاف ان کے بیانات کس پس منظر میں دیئے گئے؟
* قادیانیوں نے ان پر کیا کیا اعتراض کئے یا کیا کیا الزامات لگائے؟
* اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے متعلق قادیانی سازشیں کیا کی گئیں؟
* پنڈت جواہر لعل نہرو کو عقیدۂ ختم نبوت و ردّ قادیانیت کے حوالہ سے جواب و رہنمائی اقبال کی عقل و دانش، فہم و بصیرت اور حکمت و فلسفہ روایتی لٹریچر سے کس قدر حکیمانہ و دانشورانہ تھا؟
* جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں سے حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی عبقری شخصیت سے قادیانیت کس قدر نالاں ہے؟
* کیا اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کسی ذاتی غرض کی تحصیل کی خاطر یا احساس محرومی کے سبب تحریک قادیانیت کی مخالفت کی تھی؟

مذکورہ بالا سوالات یا ان جیسے دیگر سوالات اور ان کے جوابات میں پڑھنے سے اور خصوصا اپنے صفحات بڑھانے سے ہمیں کوئی سروکار نہیں کیونکہ ان سوالات کے جوابات حضرت اقبال کی شخصیت پر بالخصوص قادیانیت کے موضوع پر جو کتب تحریر کی گئی ہیں مفصل بحثیں آچکی ہیں، ذوق مطالعہ رکھنے والے کے لئے بے بہا

---

[1] ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے تو ایک ٹی وی پروگرام میں نہایت واضح انداز میں فرمایا: ''ہم بھوپالیوں کو دو باتوں پر فخر ہے ایک یہ کہ ہم میں کوئی غدار پیدا نہیں ہوا اور دوسرا یہ کہ ہم میں کوئی قادیانی پیدا نہیں ہوا۔'' ڈاکٹر صاحب اکتوبر 2021ء کو وصال فرما گئے۔ آپ کے وصال پر یہ ویڈیو کلپ سوشل میڈیا پر بہت وائرل ہوا۔ رب کریم امت مسلمہ کے اس عظیم محسن کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین

لٹریچر موجود ہے۔حال ہی میں مجاہد ختم نبوت مصنف کتب کثیرہ محترم محمد متین خالد صاحب کی کتاب بھی اس موضوع پر شائع ہوئی ہے۔

احقر یہاں صرف چند ان حوالہ جات کا ذکر کرنا چاہتا ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علامہ محمد اقبال وہ پہلی فکری شخصیت ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو مسلمانوں سے الگ اقلیتی فرقہ قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حکومت انگلشیہ سے مطالبہ کیا تھا کہ مسلمانوں سے باغیان ختم نبوت کو علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے اصل حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

''میری رائے میں حکومت کے لئے بہترین راستہ یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ جماعت تسلیم کر لے۔ یہ قادیانیوں کے عقائد کے عین مطابق ہوگا اور اس طرح ان کے علیحدہ ہو جانے کے بعد مسلمان ویسی ہی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملات میں اختیار کرتا ہے۔'' (حرف اقبال،ص 128)

''میرے خیال میں قادیانی حکومت سے کبھی علیحدگی کا مطالبہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے۔ملت اسلامیہ کو اس مطالبے کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت دانستہ ان کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔''[1]

ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں:

''احمدیوں کی شروع ہی سے کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح اقبال جیسی غیر معمولی قابلیت کی حامل شخصیت کو احمدی مذہب قبول کرنے کے لئے رضامند کیا جائے۔ چنانچہ ان میں سے کسی اقبال کو جاننے والے نے انہیں بیعت کا پیغام بھیجا لیکن اقبال نے اپنے منظوم جواب میں ایسا کرنے سے معذرت کی۔اس کے بعد احمدیوں کے ایک اخبار نے خبر وضع کر کے شائع کر دی کہ اقبال نے احمدی عقیدہ رکھنے والے کسی خاندان کی لڑکی سے شادی کر لی ہے۔اس پر اقبال نے اس خبر کی تردید میں ایک بیان دیا کہ انہوں نے ایسی کوئی شادی نہیں کی بلکہ جس کسی نے بھی یہ شادی کی ہے وہ کوئی اور ڈاکٹر اقبال ہوں گے۔جب احمدیوں کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہوئی تو انہوں نے اقبال کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنا شروع کر دیا۔

مگر جب اقبال نے احمدی تحریک سے بیزاری کا اظہار کھل کر کیا احمدیوں کے عقائد اسلام کے منافی ثابت

---

[1] قادری، محبوب الرسول، ملک، سہ ماہی انوار رضا، جلد ۲ شمارہ ۲، ختم نبوت نمبر ص ۱۸۳، بحوالہ ایڈیٹر روزنامہ سٹیٹس مین کو ایک خط، مطبوعہ ۱۰ جون 1935ء

کر کے انہیں ملت اسلامیہ سے خارج گردانا اور انگریزی حکومت سے مطالبہ کیا کہ انہیں علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے تو وہ ان کے دشمن بن گئے اور انہوں نے اقبال کی کردارکشی کو اپنا شعار بنالیا۔ (جاوید اقبال، زندہ رود، ص276)

ایک اور جگہ اسی بات کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں:

''میرے نزدیک یہ بات یقینی ہے کہ قادیانی حکومت سے یہ مطالبہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے کہ انہیں ملت اسلامیہ سے الگ ایک وحدت قرار دیا جائے اس لئے خود ملت اسلامیہ ان کو جسد ملت سے علیحدہ کرنے کے مطالبے میں بالکل حق بجانب ہے۔ حکومت کی طرف سے اس مطالبہ کو فی الفور تسلیم نہ کرنے سے ہندی مسلمانوں کے ذہن میں لازماً یہ شبہ پیدا ہوگا کہ حکومت برطانیہ اس نئے مذہب کو کسی آڑے وقت کے لئے رکھنا چاہتی ہے جیسا کہ وہ رکھتی رہی ہے اور علیحدگی کے مسئلہ کے حل میں محض اس لئے تاخیر کر رہی ہے کہ وہ اس مذہب کے پیروکار تعداد میں کم ہونے کی وجہ سے اس وقت ایک ایسی چوتھی قومیت کی حیثیت سے صوبہ کی سیاست میں نہیں اُبھر سکتے جو پنجابی مسلمانوں کی مجلس مقننہ میں معمولی سی اکثریت کو کاری ضرب لگا سکے۔

۱۹۱۹ء میں سکھوں کی ہندوؤں سے علیحدگی کے معاملے میں حکومت نے کسی رسمی مطالبہ کا انتظار نہیں کیا تھا تو پھر قادیانیوں کی طرف سے رسمی مطالبہ کا انتظار کیوں؟[1]

پروفیسر محمد الیاس اعظمی ''علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کی اوّلیت'' کے عنوان سے اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہیں:

''علماء و مشائخ کے علاوہ دیگر اہل فکر و دانش نے بھی قادیانیت کی روک تھام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قادیانی ارتداد کے سیلاب کو روکنے کے لئے بند باندھنے کا فریضہ سرانجام دیا۔ ان مشاہیر میں مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش، مولانا ظفر علی خان، علامہ محمد اقبال مرحوم کے نام نمایاں ہیں۔''

جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں سے علامہ محمد اقبال کی شخصیت سب سے نمایاں ہے۔ آپ ہی برصغیر کی وہ پہلی فکری شخصیت تھی جس نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو مسلمانوں سے الگ اقلیتی فرقہ قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا چنانچہ انہوں نے لکھا:

''میرے نزدیک حکومت کے لئے بہترین راستہ یہ ہے کہ وہ قادنیوں کو ایک الگ جماعت قرار دے اور یہ اُن کی اپنی پالیسی کے بھی عین مطابق ہوگا۔''

یہ پاکستان بننے سے پہلے کی بات ہے، گویا کہ پوری نصف صدی تک اہل فکر و نظر ملت اسلامیہ ہند کی فکری و

---

[1] ماہنامہ لانبی بعدی، مجاہدین ختم نبوت نمبر 2003ء بحوالہ ابوالاعلیٰ مودودی، قادیانی مسئلہ اور اس کے مذہبی، سیاسی، معاشرتی پہلو۔ 1992ء ص403

چنیوٹی، مشتاق احمد، تحفظ ختم نبوت کی صد سالہ تاریخ ص277 بتصرف بحوالہ سٹیٹس مین کے نام خط 10 جون 1935

نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرتے رہے۔ مسئلہ تو اگرچہ حل نہ ہو سکا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جاتا مگر عامۃ الناس قادیانیوں کی کذب بیانیوں اور دسیسہ کاریوں سے آگاہ ہو گئے اور یوں ان کے ایمان کی حفاظت ممکن ہو سکی۔ [1]

مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال (وفات ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء) کی زندگی میں جامعہ ازہر کا وفد ہندوستان آیا، جس کی پیش کردہ رپورٹ میں بھی قادیانیت کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ شیخ الازہر محمد مصطفیٰ مراغی کے دور میں یہ وفد ۱۷ / رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ / یکم دسمبر ۱۹۳۶ء کو قاہرہ سے روانہ ہوا، سمندری راستہ کے ذریعے بمبئی پہنچا اور ہندوستان میں تقریباً ایک سو دن قیام کے دوران دس سے زائد بڑے شہروں میں سیاسی، سماجی و مذہبی شخصیات سے ملاقاتیں کیں اور واپس جا کر رپورٹ مرتب کی، جس میں اسلامیان ہند کے حالات، اعداد و شمار نیز دورہ کے مشاہدات و تاثرات قلم بند کئے اور یہ "تقریر بعثة الهند" عنوان سے "مجلة الازهر" کے آٹھ شماروں میں شائع ہوئی اس کی دوسری قسط میں بتایا گیا کہ مسلمانان ہند کے راہنماؤں میں ایک اہم نام سر محمد اقبال کا ہے جنہوں نے نظریہ پاکستان پیش کیا ہے، جو پنجاب، کشمیر، سرحد، بلوچستان کے علاقوں پر مشتمل ہو گا۔ سر محمد اقبال کے اس خواب کو ہندوستان کے اکثر راہنماؤں و مفکرین کے ہاں تائید و پذیرائی حاصل ہے۔

رپورٹ کی تیسری قسط میں ہندوستان میں موجود اسلام سے وابستہ فرقوں کا مختصر تعارف دیا گیا، جس کے آخر میں قادیانیہ، احمدیہ کے متعقدات پر آگاہ کیا اور خاتمہ پر لکھا کہ ان کے مخالفین و دشمنوں میں سر محمد اقبال نمایاں ہیں۔ [2]

"شیخ محمد اقبال کا فتویٰ کفر" لمعات میں ڈاکٹر محمد اقبال صاحب پی ایچ ڈی بیرسٹریٹ لاء کا ایک مضمون چھپا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کے بعد کسی ایسے نبی کے آنے کا قائل ہے جس کا انکار مستلزم کفر ہو وہ خارج از دائرہ اسلام ہے اگر قادیانی جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ [3]

□□□

---

[1] مجلہ معارف اولیاء، جلد ۱۵، اپریل تا جون 2018ء، ختم نبوت نمبر، ص ۱۳۹

[2] پیرزادہ، عابد حسین شاہ، عربی میں ردّ قادیانیت ایک تاریخی جائزہ، ص ۸۷

[3] اخبار الفضل قادیان، 11 اپریل 1916ء، ص ۹

عربی نظم ونثر میں مرزا قادیانی کو شکست فاش دینے والی پہلی شخصیت

مولانا علامہ ابوالفیض محمد حسن فیضیؒ (م ۱۹۰۱ء) مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر کے چچازاد بھائی تھے۔ ادب عربی کے ماہر، نظم میں ممتاز، بے نقط عربی قصائد لکھنے میں انہوں نے شہرت دوام حاصل کی۔ مدرسہ انجمن نعمانیہ لاہور میں کئی سال تک مسند درس وتدریس پر جلوہ گر رہے۔ مولانا غلام احمد صاحب پرنسپل مدرسہ نعمانیہ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوئے، مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنہ کے استیصال میں آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔

۱۳ر فروری ۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے کہ علامہ فیضی صاحب ایک غیر منقوط عربی قصیدہ لکھ کر مرزا قادیانی کے پاس سیالکوٹ پہنچے مسجد حکیم حسام الدین صاحب میں مرزا اپنے ممتاز حواریوں کے جلو میں بیٹھا ڈینگیں مار رہا تھا کہ یہ شیر نر دھاڑتا ہوا جا پہنچا اور للکار کر فرمایا تمہیں الہام کا دعویٰ ہے تو مجھے تصدیق الہام کے لئے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین مجلس کو واضح سنا دیں۔ مرزا صاحب اس قصیدہ کو چپکے چپکے دیکھتے رہے لیکن اس کی عبارت بھی نہ سمجھ سکے حالانکہ نہایت خوشخط عربی رسم الخط میں لکھا تھا۔ پھر اپنے ایک حواری کو دیا اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم کو تو اس کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ آپ ترجمہ کر کے دیں۔ علامہ صاحب نے اپنا قصیدہ واپس لے لیا اور زبانی گفتگو شروع فرما دی مرزا پر ایسا رعب طاری ہوا کہ ع

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن

آخر پکار اُٹھا: میں نبی نہیں نہ رسول ہوں۔ نہ میں نے دعویٰ کیا۔ فرشتوں کا، لیلۃ القدر کو، معراج کو، احادیث اور قرآن کریم کو مانتا ہوں، مزید ازاں عقائد اسلامیہ کا اقرار کرتا ہوں۔

دوسرے روز یعنی ۱۴ر فروری ۱۸۹۹ء کو علامہ فیضی صاحب نے حضرت عیسیٰ کی وفات کی نسبت دلیل مانگی۔ تو متنبی قادیانی کی ساری عربی دانی کی ہوا نکل گئی۔ اس گفتگو کے بعد آپ نے مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی کے ہفتہ وار پرچہ ''سراج الاخبار'' میں ۹ر مئی ۱۸۹۹ء کو بے نقط قصیدہ کے بارے میں جو مرزا غلام احمد قادیانی سے بات چیت ہوئی تھی مشتہر کرائی اور ساتھ ہی مرزا صاحب کو مناظرے کا چیلنج دیتے ہوئے اعلان فرمایا:

''میں مرزا صاحب کو اشتہار دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے عقیدہ میں سچے ہوں تو آئیں، صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کریں، میں حاضر ہوں، تحریری کریں یا تقریری اگر تحریری میں ہو تو نثر میں کریں یا نظم میں، عربی میں ہو یا فارسی یا اُردو۔ آیئے، سُنیے اور سنایئے۔

سراج الاخبار میں مذکورہ اشتہار سے پہلے آپ نے بے نقط قصیدہ عربی فروری ۱۸۹۹ء میں ہی رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور میں بھی مشتہر کرایا اور آخر میں نوٹ لکھا:

''اب بھی ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی اس قصیدہ کا جواب اس صنعت کے عربی قصیدہ کے ذریعے ایک ماہ تک لکھنے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں۔ ہر دو قصائد کا موازنہ پبلک خود کرے گی لیکن تہذیب و متانت سے جواب دیا جائے۔''[۱]

القصہ اس شیر دل فاضل شعلہ نوا خطیب بے نظیر ادیب عدیم المثال مناظر اسلام نے اپنی زندگی کو ردّ مرزائیت کے لئے وقف کر دیا۔ مرزا کو مقابلے کے لئے چیلنج پر چیلنج دیئے اور اس کی ناک میں دم کر دیا۔ مرزا کو زندگی میں مقابلہ کی جرأت تک نہ ہوئی۔ آخر یہ بے باک اور نڈر سپاہی جوانی کے عالم میں ۱۸/اکتوبر ۱۹۰۱ء کو اس دارفانی سے راہ گزار عالم جاودانی ہوا۔ مرزا نے حسب عادت مرحوم کی وفات کو بھی اپنی صداقت کا ایک نشان بنالیا۔ مگر مرزا کی یہی پیشگوئیاں اس کے گلے کا ہار بن گئیں اور مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر کے مقدمہ میں مجسٹریٹ کے سامنے ان سے صاف انکار کر دیا۔[۲]

علامہ فیضی رحمۃ اللہ علیہ کے چچازاد قاضی کرم الدین دبیر نے اپنی معروف کتاب ''تازیانہ عبرت'' میں بے نقط قصیدہ نظمیہ مہملہ عربیہ اور مولانا فیضی سے متعلقہ واقعات تفصیل سے درج کئے ہیں۔ قصیدہ مہملہ کے اکتالیس اشعار ہیں جو ''احتساب قادیانیت'' جلد ۵۹ میں شامل اشاعت ہیں اور ''احوال و آثار فیضی'' میں مع ترجمہ شامل اشاعت ہیں۔

۲۲/جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا نے بذریعہ اشتہار ہندوستان بھر سے مختلف اسلامی مکاتب فکر کے ۸۶ علماء و مشائخ کے نام درج کر کے مناظرہ و مباہلہ کی دعوت دی۔ اس اشتہار میں مولانا محمد حسن فیضی کا نام ۶۹ نمبر کے تحت درج ہے اس کے جواب میں آپ کا مرزا کے نام کھلا خط ۱۳/اگست ۱۹۰۰ء کے ہفتہ وار اخبار ''سراج الاخبار'' جہلم میں چھپا

---

[۱] تازیانہ عبرت، ص ۴۸۔

(نوٹ) جو صاحب ذوق اس مبارکہ قصیدہ کو دیکھنا چاہیں وہ تازیانہ عبرت ص ۴۷،۴۸ ۔

مزید تفصیلات کے لئے ''کاشف اسرار نہانی روئیداد مقدمات قادیانی، احوال و آثار فیضی، مرزا قادیانی حاضر ہو؟، ردّ قادیانیت اور سُنّی صحافت جلد اول''، کتب ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] ماہنامہ ضیائے حرم، تحریک ختم نبوت نمبر ۷۴ ۱۹ء، ص ۹۵

جس میں مرزا کی دعوت قبول کی گئی۔[1]

اعلیٰ حضرت گولڑوی کی قیادت میں سینکڑوں علماء ۲۵ تا ۲۷ اگست ۱۹۰۰ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں جمع ہوئے تو ۲۷ اگست کے آخری اجلاس میں آپ نے مرزا کے دعوی کے بطلان پر تقریر کی۔ آپ کی وفات کے بعد مرزا نے ''مواہب الرحمٰن'' نامی عربی تصنیف کے اجزا طبع کرا کے ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم کچہری کے احاطہ میں تقسیم کئے۔ جس میں مولانا فیضی کو گالیوں اور مغلظات سے نوازا۔

مولانا فیضی تقدیر الٰہی سے ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو اس جہان فانی سے رہ گزارئے عالم جاودانی ہو گئے جب مرزا کو فاضل مرحوم کی وفات کی خبر پہنچی تو حسب عادت ڈینگ لگانے لگے کہ فاضل مرحوم ان کی بد دعا سے بہت بری موت سے فوت ہوئے ہیں اور مرزا کی پیشین گوئی و الہام کا نشانہ ہوئے ہیں۔ یہ مضامین مرزا قادیانی نے اپنی تصانیف کشتی نوح، تحفہ ندوہ، نزول المسیح میں خود بھی شائع کئے اور اپنے اخبار ''الحکم'' میں بھی شائع کروائے۔[2] مرزا قادیانی کی اس پیش گوئی کا تحقیق جائزہ ''احوال و آثار فیضی'' میں پیش کیا گیا ہے اور مرزا قادیانی کے دعوی کو اس کے اپنے عدالتی بیان سے رد کیا گیا ہے۔

□□□

[1] قادری، محمد ثاقب رضا، تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص ۴۷

[2] قادری، محمد ثاقب رضا، تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص ۴۸

ردّ قادیانیت پر اوّلین مترجم کتاب

مولانا مفتی پیر غلام رسول نقشبندی حنفی امرتسری شہید تقریباً ۱۲۷۵ھ کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۲۰ھ کو وصال ہے۔ امرتسر اور کشمیر میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ فقہ، اصول فقہ، منطق وغیرہ کے ماہر استاذ تھے۔ علوم وفنون پڑھانے میں زندگی بسر کی۔

مسیلمہ پنجاب مرزا قادیانی کے نزدیک ''وفات مسیح'' کا مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ آج بھی قادیانی مربی اسی مسئلہ پر بحث کرنے کو اپنے لئے بہتر تصور کرتے ہیں۔ ۱۸۹۳ء میں جب مرزا اپنی جھوٹی مسیحیت کو پورے زور سے پھیلانے میں مگن تھا اسی دوران آپ نے یہ کتاب تصنیف فرما کر عقلی ونقلی دلائل سے ''حیات عیسیٰ'' پر دلائل کے ایسے انبار لگائے کہ مرزا قادیانی سمیت پوری ذریت میں سے کسی کو جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی جبکہ کتاب منظر عام پر آنے کے بعد پندرہ سال مرزا قادیانی زندہ رہا لیکن جواب ندارد۔

لطف یہ کہ مولانا غلام رسول نقشبندی نے کتاب کے آخر میں مرزائیوں کو چیلنج دیا کہ اگر اس کا جواب باصواب لکھ سکو گے تو تمہیں ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ اس کتاب کو لکھنے کے باعث ملعون قادیانی زندگی بھر مولانا کو گالیاں تو بکتا رہا لیکن جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔

''اَلْاِلْهَامُ الصَّحِیْحُ فِیْ اِثْبَاتِ حَیَاۃِ الْمَسِیْحِ'' کسی زمانے میں مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں سبقاً پڑھائی جاتی تھی۔

''آفتاب صداقت'' (اُردو ترجمہ)

مولانا غلام رسول حنفی نقشبندی امرتسری کی تصنیف ''اَلْاِلْهَامُ الصَّحِیْحُ فِیْ اِثْبَاتِ حَیَاۃِ الْمَسِیْحِ'' عربی زبان میں تھی جس کا آپ کے بھتیجے اور شاگرد حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نقشبندی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء) نے اُردو ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ کا نام ''آفتاب صداقت'' تجویز فرمایا۔

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ اس وقت پاکستان کے نامور اہل قلم جناب عطاء الحق قاسمی کے جد محترم تھے۔ ''اَلْاِلْهَامُ الصَّحِیْحُ'' کا پہلا ایڈیشن جو ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا یہ ترجمہ عربی متن کے نیچے صفحہ بصفحہ شائع ہوا۔[1]

---

[1] اللہ وسایا، مولانا، چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگا رنگ، ج ۳، ص ۲۹۵

یہ دونوں کتب عربی، اُردو ترجمہ ''عقیدہ ختم النبوۃ'' (مفتی محمد امین قادری) کی جلد اوّل اور ''احتساب قادیانیت'' (مولانا اللہ وسایا) کی جلد ۴۲ نیز ''تحریک ختم نبوت'' جلد ۲۳ میں محفوظ ہیں۔

ہماری نظر میں ردّ قادیانیت کے موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جس کا اُردو ترجمہ ہوا۔ واللہ اعلم ورسولہ

فائدہ: مذکورہ دونوں نسخے ۱۸۹۳ء کو یکجا شائع ہوئے اسی سن عیسوی میں ایک اور عربی کتاب کا ذکر نظر نواز ہوا جس کا اُردو ترجمہ بھی شائع ہوا لیکن یہ نہیں پتہ چل سکا کہ اُردو ترجمہ اسی برس شائع ہوا یا بعد میں۔ بہر حال فقیر اس کا ذکر بھی آپ کو پیش کر دیتا ہے۔

''شمالی یمن کے عالم شیخ حسین بن محسن سبیعی (م ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء) نے ''الفتح الربّانی فی الردّ علی القادیانی'' تصنیف کی۔ جو ۱۳۱۱ھ کے ہی آخر میں چھپی۔ یہ عرب عالم، وطن سے ہندوستان ہجرت کر آئے تھے اور یہاں قادیانی عزائم پر آگاہ ہوئے تو یہ کتاب لکھی۔[1]

ڈاکٹر بہاؤالدین ''تحریک ختم نبوت'' حصہ دہم میں لکھتے ہیں:

''جلد ہذا کا آغاز شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی کی تحریر ''الفتح الربّانی فی الردّ علی القادیانی'' سے ہو رہا ہے۔ یہ مختصر عربی رسالہ شیخ موصوف نے مختلف نشستوں میں لکھا تھا۔ جسے اُردو ترجمہ کے ساتھ مطبع انصاری دہلی سے باہتمام مولوی محمد عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوا۔ یہ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی لٹریچر میں شامل ہے۔ شیخ موصوف یمنی تھے اور بھوپال کے حکمران خاندان کی علم دوستی کے باعث بھوپال میں مقیم تھے اور برصغیر کے لاتعداد اہل حدیث اور حنفی علماء کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ شیخ صاحب کی اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی کارکنوں میں سے ہیں۔''[2]

عابد حسین شاہ پیرزادہ کی تحریر کے یہ الفاظ کہ یہ کتاب ۱۳۱۱ھ کے آخر میں چھپی سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی کتاب جس کا اُردو ترجمہ ہوا وہ مولانا غلام رسول نقشبندی کی ''الالہام الصحیح'' ہے جس کا ترجمہ آپ کے برادرزادے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے بنام ''آفتاب صداقت'' کیا۔

یمنی شیخ کی یہ کتاب عربی اور اُردو ترجمہ ''احتساب قادیانیت'' جلد ۴۲ جبکہ ''تحریک ختم نبوت'' جلد ۱۰ میں مطبوع ہے۔

□□□

---

[1] پیرزادہ، عابد حسین شاہ، عربی میں ردقادیانیت ایک تاریخی جائزہ، ص ۲۲

[2] بہاؤالدین، ڈاکٹر، تحریک ختم نبوت، حصہ ششم ص ۹

ردّ قادیانیت پر اوّلین پنجابی کاوش

پنجابی نظم ونثر میں ردّ قادیانیت پر پہلی پہلی کاوش جن تک ہماری رسائی ہوسکی وہ آپ کے نظرنواز کرتے ہیں تا حال اس سے قبل کی کوئی کتاب و رسالہ ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ دو تین چیزیں ہیں جن کا سن اشاعت ۱۹۰۶ء ملتا ہے لیکن ہم اس فیصلے تک نہیں پہنچ سکے کہ ان میں سے اوّلین کاوش کون سی ہے۔اس لئے سب کا ذکر کررہے ہیں۔

''بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی'':

ابوالحسن محمد عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ ۲۲۴ صفحات پر پھیلی ہوئی قابل قدر اور عظیم الشان کتاب ہے۔

''مصنف نے یہ کتاب مرزا قادیانی کی زندگی میں تحریر کی۔اس کے دو حصے ہیں پہلا حصہ ۱۱۶ صفحات اور دوسرا حصہ ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔کل ۲۲۴ صفحات ہیں۔اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ چند سطری اُردو عبارت میں مرزائیوں کا اعتراض نقل کرکے اس کا پنجابی اشعار میں جواب دیا گیا ہے۔پہلے حصہ میں تین سو قادیانی اعتراضات کے جوابات ہیں۔ہزاروں پنجابی اشعار پر مشتمل یہ کتاب ردّ قادیانیت کے سلسلہ میں منفرد شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس میں احادیث شریفہ متعلقہ ختم نبوت،حیات عیسیٰ علیہ السلام کا پنجابی اشعار میں ترجمہ کیا گیا ہے۔بہت ہی قابل قدر اور عظیم الشان کتاب ہے۔''[1]

''ردّ مرزا قادیانی'':

مفتی غلام حسین خوشنویس رحمۃ اللہ علیہ کا ۳۲ صفحات پر مشتمل پنجابی زبان میں رسالہ ہے۔سن تصنیف ۱۹۰۶ء/ ۱۳۲۴ھ ہے۔

''حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام،امام مہدی علیہ السلام ،دجال ملعون کے متعلق مرزا کا عقیدہ،نبوت کے تیس جھوٹے مدعیوں کے نام،تفسیر مرزا،جواب تفسیر مرزا اور عام مسلمانوں کے سوالوں کا مجموعی جواب نظمیہ انداز میں زبردست اور دلچسپ ہے۔سروہتکاری سٹیم پریس واقع لاہور سے شائع شدہ ہے۔پنجاب یونیورسٹی مین لائبریری میں

---

[1] اللہ وسایا،مولانا،قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت،ص ۲۰۶

محفوظ ہے۔"[1]

"کتابیات ختم نبوت" جلد اول کی تحقیق کے دورانیہ میں پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں فقیر بدرالدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دو رسائل بنام "کتب خانہ سلسلہ قادری ردّ مرزا قادیانی (حصہ اول)" اور کتب خانہ سلسلہ قادری ردّ خلیفہ قادیانی" آٹھ آٹھ صفحات پر مشتمل مختصر ٹریکٹ نظر نواز ہوئے لیکن ان کا سن اشاعت (۱۹۰۸ء/ ۱۳۲۶ھ) ہے۔"[2]

چند تحریریں اور بھی باصرہ نواز ہوئیں لیکن سن اشاعت کا پتہ نہ چل سکا جن کا ذکر ہوا۔ مصنفین کے حالات تک رسائی نہ ہو سکی۔

□□□

---

[1] فاروقی، غلام دستگیر، خواجہ، کتابیات ختم نبوت، ج ا ص ۲۵۶

[2] فاروقی، غلام دستگیر، خواجہ، کتابیات ختم نبوت، ج ا ص ۲۳۷

کشمیری زبان میں اوّلین کاوش

"بَلَاغُ الْمُبِیْنِ لِدَفْعِ کَیْدِ الْکَائِدِیْنَ":

مولانا مولوی رسول شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۹۰۶ء/ ۱۳۲۴ھ میں تصنیف کردہ مرزائے قادیان کے عقائد کی تردید کشمیری زبان نظم میں قابل دید اور بے نظیر رسالہ ہے۔ کشمیری زبان جاننے والے واہل کشمیر پر لازم ہے کہ اس بے نظیر رسالہ کے مطالعہ سے ضرور فائدہ اُٹھائیں۔

قیمت معہ محصول ڈاک ۲؍ مینیجر اخبار اہل فقہ امرتسر[1]

محقق ختم نبوت علامہ صادق علی زاہد زیدہ علمہ کے ختم نبوت ریسرچ سنٹر ننکانہ صاحب کی فہرست میں بھی ذکر ہے اور فقیر نے "کتابیات ختم نبوت" جلد اوّل میں بھی مذکورہ حوالوں سے شامل کیا ہے۔

□□□

---

[1] قادری محمد ثاقب رضا، ردّ قادیانیت اور سُنّی صحافت، جلد اوّل

ردّ قادیانیت پر اوّلین انگریزی کتاب

عالمی مبلغ اسلام سفیر اسلام مولانا الشاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی مدنی (م ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء) میرٹھ (یو۔ پی) کے معروف صدیقی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کو اپنے بھائی شاہ احمد مختار صدیقی (م ۱۹۳۸ء) اور امام احمد رضا خان حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ محدث بریلوی سے بھی اجازت و خلافت تھی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "علیہم الرضا" کے لقب سے مشرف فرمایا نیز "ذکرا حباب" میں آپ کے بارے میں فرمایا:

عبد علیم کے علم کو سن کر　　جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت میں آپ کی خدماتِ جلیلہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ مبلغ اسلام کی خدمات اسلام فی الوقت فقیر کا موضوع نہیں احباب ذوق کے لئے وافر لٹریچر اس موضوع پر موجود ہے۔ آپ ہی کے لخت جگر قائد ملت اسلامیہ الشاہ امام احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی انتھک کاوشوں سے وطن عزیز پاکستان میں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو منکرین ختم نبوت قادیانیوں کو قومی اسمبلی نے غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

جس طرح ہر زبان میں قادیانیت کا خوب خوب ردّ ہوا اسی طرح انگریزی زبان میں بھی مرزائیت کو آئینہ دکھایا گیا اور یورپ براعظم میں بھی اکابرین نے کسر نہ چھوڑی۔ بیرون ممالک افریقہ، یورپ، سیلون، انڈونیشیا، ملائیشیا، برما اور بلاد عربیہ میں جس طرح سفیر اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کو للکارا انہیں کا خاصہ ہے۔

انگریزی زبان میں مستقل پہلی کتاب جو ہمارے سامنے آئی وہ "The Mirror" ہے۔ اس کتاب کا ذکر فقیر نے جہاں بھی پڑھا تو بطور مصنف شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی ملا۔ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے ایک انٹرویو میں اس کتاب کی نسبت بطور مصنف کے آپ کی طرف فرمائی۔ اسی کتاب کا عربی ترجمہ "المرأة" کے نام سے معروف ہے۔

پیش نظر مضمون کو ترتیب دینے کے لئے دیگر روابط کے علاوہ معروف محقق برادر گرامی ڈاکٹر حامد علی علیمی زید شرفہ (کراچی) سے رابطہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کتاب حضرت سفیر اسلام کی نہیں بلکہ اس کے مصنف M-O-ABBASI,B-A,Hons ہیں۔ البتہ سفیر اسلام کی سرپرستی میں لکھی گئی ہے بطور ثبوت آپ نے کتاب کا سرورق بھی عنایت کیا اور مکمل پی ڈی ایف فائل بھی جو ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

تاریخ قادیانیت پر پہلا ایڈیشن ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۵ء میں دونوں ایڈیشن مندرجہ ذیل ادارے سے شائع ہوئے۔

By The All Malaya Muslim Missionary Society, Singapore.

تیسرا ایڈیشن 2018ء میں:

World Federation of Islamic Missons The Islamic Centre.
Block-B, North Nazimabad Karachi-33, Pakistan.

سے اشاعت پذیر ہوا۔

مکی پبلی کیشنز، ڈربن، ساؤتھ افریقہ سے ۱۹۵۳ء میں ۲۱ صفحات پر مشتمل منظر پر آئی۔

"The Mirror" کا عربی ترجمہ دمشق سے بنام "الأسس السياسية للحركة القاديانية" M-O-Abbasi کے نام سے ہی مطبعۃ الترقی نے ۱۹۵۷ء میں شائع کیا۔

مصنف ومترجم یعنی M-O-Abbasi کے حالات تک رسائی نہ ہوسکی۔ بس اتنا کہ ایم او عباسی کا زمانہ حیات ۱۹۲۵ء تا ۱۹۶۱ء ہے۔

"صفحات ۳۲ سن اشاعت ۱۹۵۷ء۔ جنوبی افریقہ ڈربن سے اس کو شائع کر کے عرب دنیا و افریقی ممالک میں مفت تقسیم کیا گیا۔[1]

محبی و مخلصی عابد حسین شاہ پیرزادہ رقمطراز ہیں:

"الاساس السياسية للحركة القاديانية"

سید عباسی، مقیم دارالسلام ڈربن جنوبی افریقہ، انگریزی تصنیف کا عربی ترجمہ، مطبوعہ ۱۳۷۷ھ دمشق۔[2]

۲۰۰۸ء میں سیکنڈ ایڈیشن ورلڈ اسلامک مشن پاکستان (ٹرسٹ) صدر کراچی نے دو ہزار کی تعداد میں ۵۲ صفحات پر خوبصورت ایڈیشن شائع کیا۔ 2020ء راقم الحروف نے کراچی کے ارباب علم کی زیارت وملاقات کے لئے سفر کیا اِس دوران ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی زید علمہ (رکن اسلامی نظریاتی کونسل) سے ملاقات ہوئی تو آپ نے مذکورہ ایڈیشن کا ایک نسخہ عنایت کیا۔ اس ایڈیشن پر نہ جانے کیوں M-O-Abbasi کا نام درج نہیں ہے۔

□□□

---

[1] اللہ وسایا، مولانا، قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت، ص ۱۲۵

[2] پیرزادہ، عابد حسین شاہ، عربی میں ردّ قادیانیت۔۔۔ایک تاریخی جائزہ، ص ۳۶۵

ردّ قادیانیت پر اوّلین انگریزی خطبات و مقالات

مفکر اسلام حضرت علامہ محمد اقبال (متوفی ۱۹۳۸ء) برصغیر کی وہ عبقری اور نادر روزگار شخصیت تھے کہ جن کو عین حیات اور بعد از مرگ بھی فکر اسلامی کی تشکیل اور تعین میں ایک اہم مقام حاصل رہا ہے۔ بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں امت مسلمہ کے ملی تشخص اور فکری نظریہ حیات کے احیاء میں جو کردار تنہا حضرت اقبال نے ادا کیا ہے وہ دیگر طبقات حیات میں سے ایک فرد یا ایک جماعت مل کر بھی عشر عشیر ادا نہیں کر سکے۔

اقبال کو حضور ایزدی سے فکری قیادت کا وہ اعلیٰ و اضح مقام عطا کیا گیا تھا کہ ہمارے برصغیر کی تاریخ میں کوئی بڑے سے بڑا عالم، مفکر اور دانشور اس مقام کو چھو بھی نہیں سکتا۔ دیگر بہت سی وجوہات کے علاوہ اس کی ایک بڑی وجہ اقبال کا بیک وقت اسلامی اور غیر اسلامی فلسفۂ حیات کا گہرا اور ناقدانہ مطالعہ تھا۔ اقبال نے فلسفۂ جدید (مغربی فلسفہ) کو قریب سے ہو کر دیکھا اور پڑھا تھا۔ اس کی خوبیاں خامیاں سب اُن پر عیاں تھیں۔ ایک مسلم مفکر ہونے کی حیثیت سے فلسفۂ اسلام کا ایک ایک پہلو ان کی نگاہ میں تھا۔ فلسفۂ قدیم و جدید کے گہرے مطالعے کے ساتھ انہوں نے مسلم و غیر مسلم تاریخ کا گہرا مطالعہ بھی کر رکھا تھا۔ چنانچہ تاریخ کے اس مطالعہ نے بھی اس کی فکر رَسا کی راہیں متعین کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

بیسویں صدی کے ربع اوّل کی پہلی دو دہائیوں پر مشتمل برصغیر کی مسلم اعتقادی، سیاسی و تہذیبی اور فکری زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے ایک عام شخص بھی ان پر فکر اقبال کے اثرات نمایاں دیکھنے لگتا ہے۔ اقبال کی فکر راست کا یہی پہلو تھا جس نے اسے بالخصوص مسلمانوں اور بالعموم ہندوستان سے تعلق رکھنے والی تمام اقوام و افراد کی نگاہ میں معتبر بنا دیا اور زندگی کے ہر پہلو سے متعلق ان کی رائے کو عزت اور قبولیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

علامہ اقبال نے فکر اسلامی کے ارتقاء کے حوالے سے مسلم معاشرے میں مختلف ادوار اور مراحل کے موقع پر پیدا ہونے والے مسلم فرقوں اور گروپوں کی تاریخ اور ان کے فکر و فلسفہ اور ان کے وجود میں آنے کی تاریخی، سیاسی، تہذیبی، تمدنی، علمی، فکری، نظریاتی وجوہ اسباب کا کھوج لگایا اور گہرے تجزیئے اور مشاہدے کے بعد ان کے مسلم معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ بھی لیا تھا۔ جس کے باعث وحدت ملی پارہ پارہ ہو چکی تھی۔ اقبال جو دراصل ملت اسلامیہ کی چشم بینا کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے وہ مسلمانوں کے اندر اٹھنے والی ہر نئی تحریک اور پیدا

ہونے والی نئی جماعت کے عقائد ونظریات، فکر وفلسفہ، قیادت اور اس کے طریقہ کار پر نہ صرف نگاہ رکھتے تھے بلکہ اس کا ناقدانہ جائزہ لے کر اپنا ماہرانہ تبصرہ بھی کیا کرتے تھے۔

قادیانیت جس نے انیسویں صدی کے آخری سالوں میں برطانوی گورنمنٹ کی گود میں جنم لیا تھا اور اپنی پیدائش کے بعد تھوڑی مدت میں ہی یہ برصغیر پاک وہند کا سب سے بڑا نظری فتنہ بن گیا تھا۔

اس فتنہ نے ابتداء میں جب بڑے بڑے اہل علم کو متاثر کیا اور عوام کا تو کیا کہنا جو اس طرف مائل ہوتے جا رہے تھے۔ اس فتنہ کے بانی نے اپنی دعوت کو قرآن کی دعوت بنا کر پیش کیا تھا اور کہا کرتا تھا

جمال و حسن قرآن نور جاں ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے[1]

چنانچہ حضرت اقبال نے اس تحریک کے بالکل ابتدائی دنوں میں اس کو اسلام کا نمونہ قرار دیا تھا (یاد رہے کہ یہ اس زمانے کی بات ہے جب مرزا کے کفر اور گمراہی پر مبنی دعاوی منظر عام پر نہیں آئے تھے۔ الیاس) مگر جب مرزا کا کفر طشت از بام ہوگیا تو دیگر مسلم رہنماؤں کی طرح حضرت اقبال نے بھی قادیانیت کو اسلام دشمن اور نبوت محمدیہ سے بغاوت اور قوم وملت کا غدار اور اس کے خلاف ایک سازش قرار دیا۔ یوں اقبال نے ملت اسلامیہ کے وجود میں پیدا ہو جانے والے اس ناسور اور اس کی مضرت رسانیوں کا بروقت اظہار کر کے اعتقادیات کے باب میں ایک تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اقبال کی اس فکری رہنمائی سے بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے ذہنوں میں قادیانیوں کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کا نہ صرف ازالہ ہوگیا بلکہ انکار دین وایمان بھی ختم نبوت پر پختہ اعتقاد سے حصار میں آکر محفوظ ہوگیا۔

ردّ قادیانیت میں اقبال کا تاریخی کارنامہ:

یہ ایک حقیقت ہے کہ قادیانیت کے مقابلہ میں علماء کرام تحریر وتقریر، مناظرہ ومباہلہ اور تصنیف وتالیف کے میدان میں برسر پیکار رہے۔ انہیں کامیابیاں بھی ملی ہیں لیکن ہر طرح کی کوشش کے باوجود طبقہ علماء کو اس میدان میں مکمل کامیابی بوجوہ حاصل نہیں ہوسکی جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ نئی پود اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ قادیانیوں کے ظاہری اعمال اور ان کی معاشرتی زندگی سے دھوکہ کھاتے ہوئے ہمیشہ انہیں مسلمانوں کا ہی طبقہ اور فرقہ سمجھتا رہا ہے جبکہ ہمارے علماء کا استدلال وہی پرانا تھا۔ چنانچہ قادیانیوں کے کفر سے متعلق علماء کی رائے کو بالعموم اسی نقطہ نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ نتیجۃً قادیانی پھیلتے چلے گئے۔ حضرت اقبال اگرچہ جدید تعلیم رکھنے کے باوجود فکر قدیم رکھنے والے ایک

---

[1] براہین احمدیہ، حصہ اول ص ۱۹۸

مخلص اور سچے مسلمان تھے۔ وہ عصر جدید کی زبان سے بھی آگاہ تھے اور اس کے طرز استدلال سے بھی بہرہ ور تھے۔ چنانچہ انہوں نے قادیانی مسئلہ کے حوالے سے ملت اسلامیہ کے جذبات کو بھانپتے ہوئے ہر موقع پر اس کی نبض پر ہاتھ رکھا اور ملی اضطراب کے مرض کی اصلی اور حقیقی وجہ تلاش کی۔ پنڈت نہرو کے ساتھ اپنی خط کتابت میں قادیانی مسئلہ کی نزاکت، اس کے مقاصد، اس کے عواقب اور ہندوستانی بالخصوص پنجاب کی مسلم معاشرت پر اس کے ممکنہ مضر اثرات کا دلائل کی روشنی میں جائزہ لے کر آخر میں جچے تلے الفاظ میں قادیانی قضیہ کا جو حل پیش کیا بالآخر ۴۰ سال بعد علماء اسی پر متفق ہوئے اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے بھی اجتماعی طور پر وہی فیصلہ دیا جو بعد میں آئین کا مستقل حصہ قرار پایا اور قادیانی ہمیشہ کے لئے غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔

عظیم مذہبی سکالر ماہر اقبالیات ڈاکٹر طاہر حمید تنولی اپنے قلمی نسخہ میں رقمطراز ہیں:

حکیم الامت علامہ اقبال کی فکر پاکستان کی وجہ تخلیق ہی نہیں بلکہ اس کے وجود کے لئے روح کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ علامہ کا امتیاز ہے کہ ان کی نظر ہر اس فتنے پر تھی جو ملت اسلامیہ کے وجود کے لئے مستقبل میں مہلک ہو سکتا تھا۔ چاہے وہ فتنہ وطنیت تھا یا قادیانیت۔ علامہ نے قادیانی مسئلہ کو اس کے قومی، سیاسی و دینی مضمرات کے باعث مسلمانوں کے لئے زہر ہلاہل تصور کرتے تھے۔ قادیانیوں کے ملت دشمن عزائم اس وقت زیادہ کھل کر سامنے آگئے جب علامہ نے ۲۰ جون ۱۹۳۳ء کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دیتے وقت یہ بیان دیا کہ بدقسمتی سے کمیٹی میں کچھ ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو اپنے مذہبی فرقے (قادیان) کے امیر کے سوا کسی دوسرے کا اتباع کرنا سرے سے گناہ سمجھتے ہیں۔

بعد ازاں ۳ مئی ۱۹۳۵ء کو علامہ نے بیان جاری کیا کہ قادیانیوں اور جمہور مسلمانوں کے نزاع نے جو مسئلہ پیدا کیا ہے وہ نہایت اہم ہے اور ہندوستان نے اس کی اہمیت کو حال ہی میں محسوس کرنا شروع کیا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ ایک کھلے خط کے ذریعے انگریز قوم کو اس مسئلہ کی معاشرتی اور سیاسی الجھنوں سے آگاہ کروں، لیکن افسوس میری صحت نے ساتھ نہ دیا۔ البتہ فی الوقت اس مسئلے کے جو میرے نزدیک ہندی مسلمانوں کی پوری زندگی کو متاثر کرتا ہے میں کچھ ضرور کہوں گا۔

علامہ دیگر اسلام مخالف تحریکوں کی نسبت قادیانیت کو زیادہ مہلک تصور کرتے تھے۔ علامہ نے فرمایا میرے نزدیک بہائی قادیانیت کی نسبت کہیں زیادہ مخلص ہے۔ کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے لیکن موخر الذکر یعنی قادیانیت اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے مگر باطنی طور پر اسلامی کی روح اور مقاصد کے لئے انتہائی مہلک ہے۔ اس کا حاسد خدا کا تصور جس کے پاس مخالفین کے لئے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہیں اور

نبی سے متعلق نجومی کا تخیل اور روح مسیح کے لئے تسلسل کا عقیدہ، یہ سب اس قدر یہودیانہ ہیں کہ اس تحریک کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ یہ ابتدائی یہودیت کی طرف رجوع کر رہی ہے۔

جب روزنامہ سٹیٹس مین دہلی نے قادیانیت سے متعلق علامہ کے بیان پر جو اس اخبار میں شائع ہوا تھا اپنے ایک اداریے میں تنقید کی تو اس کے جواب میں علامہ نے ۱۰ جون ۱۹۳۵ء کو مدیر کو ایک خط لکھا کہ قادیانیوں کی علیحدگی پسندانہ پالیسی کے پیش نظر جو اپنی متحارب نبوت کی اساس پر انہوں نے مذہبی و معاشرتی معاملات میں اختیار کی ہے اور اس طرح مسلمانوں کے جذبات میں اشتعال پیدا کیا ہے۔ حکومت کا فرض ہے وہ مسلمانوں کی طرف سے کسی رسمی مطالبے یا تحریک کے بغیر خود قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلاف کا لحاظ رکھتے ہوئے کوئی موثر انتظامی اقدام کرے۔ میرے اس احساس کو حکومت کے سکھوں کے متعلق رویے سے اور بھی تقویت ملی کہ ۱۹۱۹ء تک سکھوں کو آئینی طور پر الگ سیاسی یونٹ نہیں مانا جاتا تھا لیکن بعد از اں سکھوں کے کسی رسمی مطالبے کے بغیر انہیں علیحدہ جماعت سمجھا جانے لگا حالانکہ لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کے مطابق سکھ ہندو ہیں۔

علامہ قادیانی جماعت کے بارے میں اس انتہائی موقف پر کیوں پہنچے؟

قادیانی ہفت روزہ سن رائز کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے علامہ نے فرمایا کہ میں ذاتی طور پر اس تحریک سے اس لیے بیزار ہوا جب ایک نئی نبوت سے متعلق بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔ اس کے بعد میرے شکوک وشبہات بیزاری سے بغاوت کی حد تک پہنچ گئے۔ جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا۔ درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خود مرزا قادیانی نے اپنے نبی ہونے تک کا سفر بتدریج طے کیا۔ مرزا قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا اعلان کیا۔ ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ ۱۹۰۴ء میں کرشن ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۲۵ رمئی ۱۹۰۸ء کو بعد عشاء لاہور میں اسہال کا شکار ہو کر ۲۶ مئی کو اس جہان سے رخصت ہو کر ۲۷ مئی کو قادیان میں دفن ہوا۔ یہ سازا زمانہ مسلمانوں کی ابتلائی، سیاسی شکست و ریخت اور استعمار سے نبرد آزما ہونے کا زمانہ تھا۔ جب مرزا صاحب مسلمانوں کو ترک جہاد اور انگریز سے وفاداری کا ''الہامی درس'' دے رہے تھے۔

علامہ نے قادیانیوں کے بارے میں پنڈت نہرو کے تین مقالوں کے جواب میں جو ماڈرن ریویو کلکتہ میں شائع ہوئے تھے ''اسلام اور احمدیت'' شائع کروایا۔ اس میں علامہ نے لکھا کہ ختم نبوت کا بالکل سادہ مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم حضرت محمد ﷺ کے بعد جنہوں نے اپنے پیروؤں کو ایک قابل عمل قانون عطا کر کے آزاد کر دیا جو انسانی ضمیر کی گہرائیوں سے ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ کسی دوسری انسانی ہستی کے سامنے روحانی اعتبار سے سر تسلیم خم نہ کیا جائے۔ دینی

نقطہ نگاہ سے اس اصول کا یہ مطلب ہے کہ جس عمرانی و سیاسی نظام کو اسلام کہا جاتا ہے وہ کامل و مکمل اور ابدی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد ایسا الہام ممکن ہی نہیں جس سے انکار باعث کفر ہو۔ جو شخص بھی ایسے الہام کا دعوی کرے گا وہ اسلام سے غداری کا مرتکب ہوگا۔

اس مضمون میں قادیانیت کی مذہبی اور سیاسی مضمرات کا ذکر کرتے ہوئے علامہ نے فرمایا کہ اسلام کے مذہبی فکر کی تاریخ میں احمدیت کا کردار ہندوستان میں موجودہ سیاسی غلامی کو الہامی بنیادیں فراہم کرنا ہے۔ جب اس مضمون پر پنڈت جواہر لال نہرو کا ردّعمل آیا تو ۲۱؍جون ۱۹۳۶ء کو علامہ نے پنڈت کو خط میں لکھا کہ میرا مقالہ اسلام اور ہندوستان کے لئے بہترین خواہشات کا مظہر ہے۔ میرے ذہن میں اس سے متعلق کوابہام نہیں کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔ الغرض نظم ونثر میں علامہ نے فتنہ قادیانیت کے ردّ کے لئے وہ استدلال فراہم کیا جس نے اس فتنہ کے تارو پود بکھیر دیئے اور اہل علم کے سامنے اس کے کذب و دجل اور تحریف وضلالت کو واضح کر دیا۔ علامہ نے فرمایا:

اے کے بعد از تو نبوت شد بہر مفہوم شوی — بزم را روشن ز نور شمع عرفان کردہ ای
فیض تو دشت عرب را مطمع انظار ساخت — خاک ایں ویرانہ گلشن بداماں کردہ ای

آپ کے بعد دعوی نبوت ہر لحاظ اور ہر مفہوم سے شرک ہے اور آپ ہی نے محفل ہستی کو معرفت کی شمع سے نورانی کر دیا۔ آپ ﷺ کے فیض نے عرب کے ریگستانوں کو نگاہوں کا مرکز بنا دیا اور اس ویرانے کی خاک آپ کے قدموں کی برکت سے سراپا گلشن ہے۔

قادیانیت پر حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی خطاب ومقالات کو لطیف احمد شیروانی نے اپنی مرتب کردہ کتاب
"Speeches, Writings And Statements of Iqbal"
کے پارٹ تھری میں صفحہ ۱۹۵ سے ۲۴۱ تک جمع کئے ہیں۔

(1) Qadianism and Qrthodox Muslims.
(2) Rejoinder to the Light, ete.
(3) A Letter to the Statesman.
(4) Jewish Integrity under Roman Rule.
(5) The islam and Ahmadism.
(6) Letter to Pandit Jawaharlal Nehru about the Ahmadism, 21st June, 1936.

ان خطبات کا ترجمہ اور ترجمہ کے بعض اقتباسات بے شمار کتب و رسائل میں آچکے ہیں۔ خلاصۃً انتہائی اختصار

سے آپ کی ضیافت کے لئے چند تحریریں سہ ماہی ''المنتہیٰ'' کے خصوصی شمارے جولائی تا دسمبر ۲۰۱۸ء سے پیش خدمت ہیں۔

مرزائیت اقبال کی زبان میں:

منکر ختم نبوت واجب القتل ہے۔علامہ اقبال فرماتے ہیں:

ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی بعد از اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزائے نبوت موجود ہیں یعنی یہ کہ مجھے الہام ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے۔وہ شخص کاذب اور واجب القتل ہے۔ مسیلمہ کذاب کو اسی بنا پر قتل کیا گیا۔[1]

۲۱ جون ۱۹۳۶ء کو پنڈت جواہر لعل نہرو کے نام اپنے ایک مکتوب میں قادیانیوں کو اسلام اور ہندوستان کا غدار قرار دیا۔

علامہ اقبال رقمطراز ہیں:

"I have no doubt in my mind that the Ahmadis are traitors both to Islam and to India"

(میرے ذہن میں اس کے متعلق کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ احمدی (قادیانی) اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں)

پنڈت جواہر لعل نہرو نے قادیانیوں کی حمایت میں مضمون بھی لکھے تھے اور قادیانیوں کے تحفظ ہمدردی کے لئے سوالات شائع کیے۔حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے دندان شکن دلائل کے بعد نہرو کا منہ بند ہوگیا۔

مدعی نبوت مشرک ہے:

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک فارسی کی نعت میں کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفان الٰہی سے کائنات کو اس طرح پرنور کر دیا کہ آپ کے بعد اگر کوئی شخص خواہ کسی بھی مفہوم (ظلی و بروزی ،تشریعی یا غیر تشریعی) میں نبوت کا دعویٰ کرے گا تو وہ مسلمان نہیں بلکہ مشرک ہے۔

اے کہ بعد از نبوت شد بہر مفہوم شرک　　　　بزم را روشن ز نور شمع عرفان کردہ ای

ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی یہ فارسی نعت ان کے کسی بھی مجموعہ کلام میں شامل نہیں کی جا سکی اور بقول شورش

---

[1] باقیات انوار اقبال ص ۴۵

کاشمیری اقبال کی یہ نظم قادیانی مصلحتوں کی بھینٹ چڑھ گئی۔ (اوراق گم گشتہ)

دعویٰ نبوت ناقابل معافی جرم ہے:

قرآن کے بعد نبوت وحی کا دعوی تمام انبیاء کرام کی توہین اور ایک ایسا جرم ہے جو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ ختمیت کی دیوار میں سوراخ کرنا تمام نظام اسلام کو درہم برہم کر دینے کے مترادف ہے۔ قادیانی فرقہ کا وجود عالم اسلامی عقائد اسلامی، شرافت انبیاء، خاتمیت محمد ﷺ اور کاملیت قرآن کے لئے قطعاً منافی ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مرزا قادیانی اگر دعوی نبوت نہ بھی کرتا صرف تنسیخ جہاد کے اعلان کی وجہ سے بھی کافر، مرتد تھا۔ جہاد نص قرآن سے ثابت ہے ایک نص کا منکر بھی کافر ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا کی جعلی نبوت کو برگ حشیش سے تشبیہ دی کیونکہ یہ شوکت اسلام سے محروم تھی۔

جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام وہ نبوت ہے مسلماں کے لئے برگ حشیش

فتنہ مرزائیت کا خاتمہ اور ہماری بقاء:

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قادیانی تحریک نے مسلمانوں کے ملی استحکام کو بے حد نقصان پہنچایا ہے اگر استحصال نہ کیا گیا تو آئندہ شدید نقصان پہنچے گا۔ (عبدالرشید طارق، ملفوظات)

مرزائیت ایک ڈرامہ ہے:

نہرو کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''تمام ایکٹرز جنہوں نے احمدیت کے ڈرامے میں حصہ لیا وہ زوال اور انحطاط کے ہاتھوں میں محض سادہ لوح کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔'' (بہ جواب نہرو)

مرزائیت کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں:

۱۰ جون ۱۹۳۵ء کو اسٹیٹس مین (اخبار) کے نام خط میں فرمایا کہ ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق ہے کہ مرزائیوں کو مسلمانوں سے الگ کر دیا جائے۔ (کیونکہ یہ مسلمانوں کا ایک فرقہ نہیں ہے یہ کافر، مرتد، زندیق ہیں اور مرزائیت کا ڈرامہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے چلایا گیا۔)

ہندو اور قادیانی دونوں مسلمانوں کے دشمن ہیں:

پنڈت نہرو اور قادیانی دونوں مختلف وجوہ کی بناء پر مسلمانان ہند کے مذہبی اور سیاسی استحکام کو پسند نہیں کرتے۔ (پنڈت جواہر لعل نہرو کے مضامین مطبوعہ ریویو کا جواب)

دوسرے خط میں نہرو کو جواب دیتے ہوئے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کو ''سٹے باز'' کا لقب دیا۔

مسلمانوں کو دین سے بیزار کرنے والی جماعت قادیانی:

اس قماش کے مذہبی مدعیوں کی حوصلہ افزائی کا ردِّعمل یہ ہوتا ہے کہ لوگ مذہب سے بیزار ہونے لگتے ہیں اور بالآخر مذہب کے اہم عنصر کو اپنی زندگی سے خارج کر دیتے ہیں۔(بجواب نہرو)

مرزا قادیانی کی اسلام کے خلاف بکواس:

ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کے روّیہ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ بانی تحریک (مرزا) نے ملت اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ ازیں ان کا بنیادی اصولوں سے انکار اپنی جماعت کا مسلمانوں کی قیام نماز سے قطع تعلق نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔

(علامہ اقبال کا اسٹیٹس مین کے جواب میں بیان)

ہر قادیانی مکروفریب اور کذب سے کام لیتے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلانے کے لئے پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ ہم تو پیغمبر اسلام ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں اور لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ یہ لوگ ہمیں (قادیانیوں کو) کافر قرار دے کر غلط کرتے ہیں حالانکہ قادیانیوں کے عقائد میں شامل ہے کہ جو مرزا قادیانی کو نبی اور رسول نہیں مانتا وہ پکا کافر اور مشرک ہے۔

(اسٹیٹس مین کے جواب میں ایک اقتباس)

مرزائیت سے شدید نفرت:

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ قادیانیت سے اسی درجہ نفرت کرنے لگے تھے کہ ان کے نزدیک اس سے بڑا معاشرتی ناسور اور کوئی نہ تھا۔ (اقبال درون خانہ، از خالد نظیر صوفی)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ قادیانیوں سے نرم رویہ رواداری اور تعلق داری کو غیرت ایمانی کے سخت خلاف سمجھتے تھے بلکہ ایسے لوگوں کو اپنے ہاں سے اٹھوا دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے تم پیغمبر اسلام ﷺ کے دشمن سے دوستانہ رویہ رکھتے ہو یہ رویہ دراصل نبی ﷺ سے دشمنی کے مترادف ہے۔

غلط رواداری:

کسی قدم کی وحدت خطرے میں ہوتو اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے۔ اصل جماعت (جماعت حق) پوری اجازت ہوخواہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام طرازی سے لبریز ہو۔ (قادیانیت اور اسلام بہ جواب نہرو)

نام نہاد تعلیم یافتہ طبقہ کے مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا مغربیت کی ہوا نے انہیں حفظ نفس کے جذبہ سے عاری کر دیا ہے لیکن عام مسلمان جوان کے نزدیک ملاں زادہ ہے اس تحریک کے مقابلہ میں حفظ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔ [1]

انسانی سوسائٹی کے لئے تباہی:

اسلام ایسی کسی تحریک کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا جو اس کی موجودہ وحدت کے لئے خطرہ اور مستقبل میں انسانی سوسائٹی کے لئے مزید افتراق کا باعث ہو۔ [2]

اسلامی ریاست کا فرض:

جب کوئی شخص ایسے ملحدانہ نظریوں کو رواج دیتا ہے جس سے نظام اجتماعی خطرہ میں پڑ جاتا ہے تو ایک آزاد اسلامی ریاست پر اس کا انسداد لازم ہوجاتا ہے۔ (پنڈت نہرو کے جواب میں)

جدید طبقات پر خطبات اقبال کا اثر اور قادیانیت کی آہ وزاری:

عنوان کے اخیر میں ایک یہ بھی بیان کر دیا جائے کہ خطبات و مقالات اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے دُوررَس اثرات کیا ہوئے اور اس پر قادیانیوں کا واویلا کیسا رہا؟ آغا شورش کاشمیری کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے:

''علامہ اقبال کے بیانات و ارشادات قادیانی خدّ و خال پر حرف آخر تھے، آپ کے دو بیانوں ہی نے قادیانی حصار توڑ ڈالا۔ جن مغربی تعلیم یافتہ مسلمانوں کے نزدیک قادیانی ملت اسلامیہ کا فرقہ تھے اور ان کے نزدیک قادیانی عقائد کے خلاف احتسابی تحریکیں منبر ومحراب کا خاصا تھیں انہیں بخوبی معلوم ہوگیا کہ مرزائیت کیا ہے؟ اس کے مذہبی ہفوات اور سیاسی مضمرات کیا ہیں؟ کن عوامل نے اس کو جنم دیا اور اس کا وجود کن مقاصد کے تابع ہے؟ جن خواص کے اذہان قادیانیت کے مسئلہ میں روادار تھے، یا وہ اپنی یورپی ذہانت کے باعث متذبذب تھے یا ان میں کچھ لوگ اَساساتِ اسلام سے بے خبر ہونے کے باعث قادیانیوں کو مسلمان خیال کرتے تھے، اس کی امت فی الواقعہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور قادیانی العقیدہ افراد ایک حد یگانہ اقلیت

---

[1] قادیانیت اور اسلام بہ جواب نہرو، اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قادیانیت [2] ایضاً

ہیں۔ان بیانوں کے بعد مسلمان خواص نے قادیانی امت کو اپنے ذہن سے خارج کر ڈالا اور صرف وہ سرکاری و سیاسی مسلمان اس کے ساتھ رہ گئے جو مذہب سے متنفر لیکن عمرانی طور پر مسلمان تھے یا وہ لوگ جنہیں قادیانی امت سے کسی دائرے میں کوئی فائدہ پہنچتا تھا۔اس طرز کے سرکاری و سیاسی مسلمان سات کروڑ مسلمانوں میں چند ہزار تھے۔"

شورش کاشمیری اپنے اسی مضمون "علامہ اقبال کا تاریخی بیان" میں علامہ کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

"علامہ کے ان دونوں بیانوں نے قادیانیت کو مسلمانوں کی ذہنی فضا سے نکال باہر کیا اور قادیانی قلعہ مسمار ہوگیا،علامہ ان بیانوں کے بعد کچھ دن کم تین سال زندہ رہے،اگر پاکستان بن جانے تک زندہ رہتے تو اغلب تھا کہ مرزائی امت آغاز میں اقلیت کا درجہ پا جاتی۔ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ نہ ہوتا اور قادیانی پاکستان میں اقتدار حاصل نہ کرتے جو مختلف الاصل سازشوں کا محرک ہوا۔پاکستان میں نہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت چلتی نہ مسلمانوں کا خون ارزاں ہوتا،نہ مارشل لاء لگتا،نہ ملک عسکری چنگل میں جاتا،نہ وہ بخت ہوتا،نہ قادیانیت عرب ملکوں میں صیہونیت کا مثنیٰ ہوتی۔نہ عالمی سامراج اس سے گٹھ بندھن کرتا اور نہ عالمی سامراج کا آلہ کار ہونے کی حیثیت میں اسے کوئی حوصلہ ہوتا۔"[1]

□□□

---

[1] شورش کاشمیری،آغا تحریک ختم نبوت،ص ۱۲۹

اوّلین مسلم حکمران

پہلے مسلم حکمران جنہوں نے حکومتی سرپرستی میں قادیانیت کارڈ کیااور کروانے کی ترغیب دی وہ حامی دین متین امیرالمؤمنین اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں بہادر آصف سابع سلطان العلوم شاہ دکن تھے۔

نواب عثمان علی خاں کو قادیانیت کا تعارف کیسے اور کہاں سے ہوا۔۔؟ تعارف قادیانیت سے پہلے حیدرآباد دکن میں قادیانیوں کی تبلیغی سرگرمیاں کس قدر تھیں۔۔؟ پہلے اس بابت چند اقتباسات پیش کرتا ہوں بعدازاں بقیہ مباحث عرض کرتا ہوں۔ پہلے اسے پڑھئے! یاد رہے جملہ اقتباسات پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' تمہید پنجم سے نقل کئے جارہے ہیں:

نواب عثمان علی خان کو تعارف قادیانیت کی بنیاد حضرت پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء، مقبول عام، ردّ قادیانیت پر انسائیکلو پیڈیا، جامع و قابل قدر دستاویز ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' کتاب بنی۔ اسی کتاب کا مطالعہ فرما کر مفکر پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف موصوف کو شکریہ کا خط ارسال کیا اور فرمایا ''آپ کی محنت قابل داد ہے کہ اس سے عامۃ المسلمین کو بے انتہا فائدہ پہنچا ہے اور آئندہ پہنچتا رہے گا۔'' یہ خط فقیر نے ''کتابیات ختم نبوت'' جلد اوّل میں پیش کیا ہے۔ کتاب کی تصنیف کا سبب حیدرآباد میں جلسۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا جس میں پروفیسر صاحب نے ''ختم نبوت'' پر خطاب فرمایا۔

حیدرآباد میں قادیانی تبلیغی سرگرمیاں:

حامی دین متین امیرالمؤمنین اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں بہادر آصف سابع سلطان العلوم شاہ دکن خلد اللہ ملکہ کی رعایا پروری اور مذہبی رواداری تو مشہور و مسلم ہے۔ چنانچہ قادیانیوں کو بھی اس سے مستفید ہونے کا پورا موقع ملا۔ آج سے بیس سال قبل جبکہ قادیانی جماعت حیدرآباد میں اپنے قدم جما رہی تھی بقول خود اس کو پوری آزادی حاصل تھی۔ ملاحظہ ہو:

''مفتی محمد صادق صاحب اور مولوی سید سرور شاہ صاحب راستہ میں آنے والے شہروں میں فرصت کے مطابق تبلیغ کرتے ہوئے حیدرآباد پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے تبلیغ شروع کر دی ہے۔ مفتی صاحب نے اپنا قدم مولوی غلام

اکبر خان صاحب وکیل (بعدش نواب اکبر یار جنگ بہادر دکن عدالت عالیہ) کے مکان پر کیا ہے جس میں ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف کے پاس شہر کے معزز لوگ آتے جاتے ہیں۔اس لئے ان سے گفتگو کرنے کا انہیں موقع مل جاتا ہے۔ ۱۸ تاریخ کے خط میں مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ صبح سے بارہ بجے تک پانچ معزز اشخاص کو تبلیغ کی گئی اور انہوں نے پھر ملاقات کرنے کا وعدہ کیا ہے۔اس طرح ان شاء اللہ تعالیٰ تبلیغ کا سلسلہ دن بدن ترقی کرتا جائے گا۔"[1]

"احمدی احباب اس خبر کو سن کو خوش ہوں گے کہ جس مقصد کے لئے جناب مفتی محمد صادق صاحب اور مولانا سید سرور شاہ صاحب کو حیدر آباد دکن روانہ کیا گیا تھا، اس میں خدائے تعالیٰ کے فضل سے ان کو کامیابی ہوئی ہے اور انہوں نے شاہ دکن کی خدمت میں (کتاب) "تحفۃ الملوک" پیش کر دی ہے اور اعلیٰ حضرت والیٔ دکن نے بھی خوشی سے اس تحفہ کو قبول فرمایا ہے"۔[2]

"جس مقصد کے واسطے حضرت خلیفۃ المسیح فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ (میاں محمود احمد صاحب) نے ہم کو یہاں (حیدر آباد) بھیجا تھا وہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت کچھ پورا ہو گیا ہے اور ہو رہا ہے۔کتاب "تحفۃ الملوک" باوجود بعض رکاوٹوں کے ہز ہائی نس شاہ دکن کے حضور پہنچی اور پڑھی گئی اور قبول ہوئی اور اظہارِ خوشنودی کا پروانہ ہمیں ملا۔ اس کے بعد ارا کین ریاست میں وہی کتاب خوب تقسیم ہوئی۔

بالمشافہ بڑے بڑے نوابوں، ججوں اور اہل کاروں اور مشائخ سے گفتگو ہوئی اور پیام حق سب کو پہنچایا گیا۔ حضرت خاتم النبیین کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعود مہدی معہود کے آنے کی خبر سب کو دی گئی۔ ہر جگہ کم و بیش (قادیانی) سلسلہ کے متعلق گفتگو بھی ہوئی۔تفسیر کتب کے علاوہ کئی ایک محلوں میں بڑے بڑے شاندار جلوس میں کئی ایک وعظ ہوئے۔ تین جگہ درس قرآن شریف جاری ہوا۔اتفاقی طور پر بعض علماء کے ساتھ بحثیں بھی ہوئیں اور ان بحثوں کے سننے کے واسطے بعض دفعہ کئی سو آدمی کا مجمع بھی ہو جاتا رہا۔ان سب باتوں کے علاوہ متفرق طور پر بھی لوگوں کو تبلیغ ہوئی اور ہوتی رہتی ہے۔کئی ایک آدمی سلسلہ بیعت میں بھی داخل ہوئے۔شہر اور اس کے نواح میں احمدیت کا خوب چرچا پھیل گیا ہے۔اکثروں کی بدگمانیاں دور ہو رہی ہیں اور لوگ حق کو قبول کرنے کے نزدیک آتے جاتے ہیں۔۔۔۔۔

سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ یہاں کے بادشاہ حضور نظام دکن ایک حد تک سلسلہ حقہ کے صحیح حالات سے

---

[1] اخبار "الفضل" قادیان جلد ۲ نمبر ۷۴، مؤرخہ ۲۶ نومبر ۱۹۱۴ء

[2] اخبار "الفضل" قادیان جلد ۲ نمبر ۸۲، مؤرخہ ۷ ۲ دسمبر ۱۹۱۴ء

واقف ہو گئے ہیں اور ہم کو یہ امید ہوگئی ہے کہ ہمارے خلاف بے جا تعصب کی باتیں ان کے منصف مزاج قلب پر کوئی اثر نہ کریں گی اور احمدیوں کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو ایک عدل گستر بادشاہ کی رعایا کو حاصل ہوتے ہیں۔خواہ وہ کسی مذہبی عقائد کے ہوں۔

پھر یہاں کے اکثر اراکین سلطنت سلسلہ حقہ (یعنی قادیانیت) کے حالات سے آگاہ ہو گئے ہیں۔حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے دعوی و دلائل سے وہ ایک حد تک واقف ہو چلے ہیں۔ایک معزز نواب صاحب کے مکان پر درس قرآن شریف ہوتا ہے۔ایک پبلک درس چودھری نواب علی صاحب کے مکان پر ہوتا ہے۔[1]

''حیدرآباد میں جس کام کے واسطے ہم بھیجے گئے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت کچھ پورا ہوگیا ہے اور اب ہم اضلاع ریاست میں دورہ کر کے کتاب ''تحفۃ الملوک'' تقسیم کر رہے ہیں اور تبلیغ کر رہے ہیں۔''[2]

''حافظ روشن علی صاحب بہ ہمراہی سید بشارت احمد صاحب (وکیل) اضلاع ریاست میں تبلیغی دورہ اور حکام ومعززین میں کتاب ''تحفۃ الملوک'' تقسیم کر رہے ہیں۔مفتی محمد صادق صاحب شہر (حیدرآباد) میں تبلیغی کام کر رہے ہیں۔''[3]

غرض کہ قادیانی جماعت کو رہنے بسنے کا پورا موقع مل گیا اور انہوں نے ترکیب سے چاروں طرف خوب پیر پھیلائے۔حکومت میں، ملازمت میں، تجارت میں، تمدن میں اور معاشرت میں۔حتیٰ کہ اُن کو یہ گھمنڈ ہوگیا اُن کا رُسوخ سب طرف حاوی ہے۔

خاص و عام ان کے موافق ومؤید ہیں۔لہٰذا کسی کی مجال نہیں کہ ان کے مقابل دم مار سکے۔ظرف واستعداد کم ہو تو انسان نعمت سے بھی نقصان اٹھاتا ہے۔تمتع میں حد سے زیادہ گزر جاتا ہے۔چنانچہ اسلامی رواداری اور حسن سلوک سے قادیانیوں نے بھی ایسا ہی نقصان اٹھایا۔''از ماست کہ برماست'' یہی مثل ان پر صادق آئی۔چنانچہ اس کتاب کی جس طرح ابتداء ہوئی،تمہید اوّل میں تفصیل موجود ہے اور جو نتائج پیدا ہوئے وہ بخوبی ظاہر ہیں۔ ع

خدا شرے بر انگیزد کہ خیر ما دران باشد

اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر سابع العلوم خلد اللہ ملکہ کی رواداری اور علم دوستی تو شہرہ آفاق ہے۔قادیانی اپنا تبلیغی لٹریچر بارگاہ خسروی میں پیش کرتے تھے۔بطریق معمول کتاب تو ''قادیانی مذہب'' بھی پیش ہوئی

---

[1] قادیانی مبلغ کی رپورٹ مندرجہ اخبار''الفضل''قادیان جلد ۲ نمبر ۱۳۰،ص ۵،۶،مؤرخہ ۲۲اپریل ۱۹۱۵ء

[2] اخبار''الفضل''قادیان جلد ۲ نمبر ۷ ۱۴،ص ۷،مؤرخہ یکم جون ۱۹۱۵ء

[3] اخبار''الفضل''قادیان جلد ۳ نمبر ۱،مؤرخہ ۲۳ جون ۱۹۱۵ء

اور اس کو شرف قبول عطا ہوا۔ چوتھا ایڈیشن ملاحظہ اقدس سے گزرنے کے بعد ایک مکتوب مبارک خانگی طور پر خواجہ حسن نظامی کو سرفراز ہوا اور چونکہ یہ مکتوب مبارک اسلامی حکومت کے مذہبی مسلک کا صحیح نقشہ تھا کہ مذہبی آزادی کے کیا شرائط ہیں۔ رواداری کے کیا حدود ہیں۔ دینداری کی کیا ذمہ داری ہے اور اسلام کی کیا تعلیم ہے؟ خواجہ صاحب نے خانگی ہونے کے باوجود مکتوب مبارک کو بنظر ہدایت خاص وعام اپنے اخبار منادی میں شائع کرنے کی عزت حاصل کی۔ کلام الملوک ملوک الکلام۔ مکتوب مبارک سے ملک و ملّت میں جس قدر بیداری اور ہدایت پھیلی، بڑی بڑی تقریروں اور تحریروں سے یہ بات پیدا ہونی دشوار تھی۔ چنانچہ ہم بھی اس ہدایت مآب مکتوب مبارک سے اس کتاب کو مزین کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

نقل مکتوب حضور نظام

حیدرآباد دکن، ۱۸ مئی ۱۹۳۶ء

خواجہ حسن نظامی صاحب!

”مولوی محمد الیاس برنی جو کہ یہاں پروفیسر ہیں، اُن کو تو جانتے ہوں گے کہ یہ کس طرح سے اپنی حد تک مذہبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یعنی انہوں نے چند کتب قادیانی مذہب کی شرح سے متعلق لکھی ہیں تاکہ اس مذہب کے اسرارِ نہاں سے پردہ اُٹھایا جائے تاکہ کم فہم واستعداد کے اشخاص اُن کے گمراہ کن خیالات میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

اس ضمن میں یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ ہر انسان جو چاہے اپنی حد تک کوئی بھی مذہب اختیار کرے، جس جس کو کہ وہ اچھا جانتا ہے اور جو چاہے اپنے عقائد رکھے۔ بشرطیکہ اس کا اثر دوسرے مذاہب کے اشخاص پر نہ پڑتا ہو اور جبکہ معاملہ ایسا ہو تو پھر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے مگر معاملہ جب قابل اعتراض ہو جاتا ہے کہ دوسروں سے مخاطب ہو کر کہا جائے کہ اگر کوئی شخص کہنے والے کے مذہب یا اعتقادات کی پیروی نہ کرے گا تو اس کے نزدیک وہ خارج از مذہب بلکہ کافر ہو جائے گا۔

چنانچہ یہی پوائنٹ ہے جو کہ اس وقت شاید معرض بحث میں ہے جس پر سے خامہ فرسائی اور ہر کتب لکھنے کی بھرمار ہو رہی ہے اور یہ کسی حد تک درست ہے۔ بہر ختم نبوت ہو چکی اور یہ اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے جو کہ اٹل ہے ورنہ بعد رسول اللہ ﷺ اگر یہ سلسلہ خدا کو باقی رکھنا منظور ہوتا تو اس کے لئے بہت سے نفوس قدسیہ اس وقت موجود تھے۔ وہ کون؟ وہی جو کہ لَحْمُكَ لَحْمِیْ وَدَمُكَ دَمِیْ سے مرکب ہے۔

پس ظاہر ہوا کہ جب نوبت یہاں تک نہیں پہنچی تو ماوشما کا کیا ذکر۔ الحاصل آج کل کی دنیا میں مذہب کی

وقعت بازیچہ اطفال سے زیادہ نہیں ہے۔ برخلاف اس کے مذہب اسلام کی کیا خوبیاں ہیں اور اس میں کون کون سے اسرار وغوامض ہیں اور اس کو سمجھانے والے کس طرح ہم کو سمجھنے کی ہدایت فرما گئے ہیں۔اس پر ہم عامل نہیں رہے ورنہ اسلام کی شان اس وقت اور ہی کچھ ہوتی۔خیر اب بھی وقت باقی رہ گیا ہے کہ ہم تلافی مافات کر لیں تاکہ اس کے ذریعہ نجات اُخروی حاصل ہو۔

شاباش خواجہ صاحب کہ میرا دوسرا خط بھی شائع کر دیا۔معلوم ہوتا ہے کہ میری خانگی تحریرات کو پبلک میں لانا اچھی چیز خیال کر رکھا ہے۔حالانکہ وہ میرے ٹوٹے پھوٹے خیالات کا آئینہ ہوتے ہیں جو کہ میرے احباب کی حد سے متجاوز نہ ہونا چاہئیں۔زیادہ والسلام

(عثمان علی)[1]

واقعہ یہ ہے کہ یوں تو ابتداء ہی سے مسلمانوں نے قادیانی تحریک کی روک تھام کی تردید میں کتابیں لکھیں، مناظرے کئے،اخبارات میں مضامین لکھے۔مثلاً مولانا محمد علی صاحب مرحوم مونگیری،نواب فضیلت جنگ،مولانا انوار اللہ خان صاحب مرحوم حیدرآبادی اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری یا جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں میں مولوی ظفر علی خاں صاحب کرم آبادی۔ان جیسے اکابر ملت نے قادیانی تحریک کے انسداد میں بہت کام کیا لیکن خود مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اور ان کے متبعین نے ابہام والتباس کے زور سے اس تحریک کو ایسا چیستان اور معمہ بنا کر پیش کیا کہ لوگ اُلجھن سے گھبرا کر تحقیق سے بچنے لگے اور دیگر اسلامی فرقوں کی طرح اس کو بھی ایک اسلامی فرقہ سمجھنے لگے کہ گویا یہ بھی علماء اسلام کا کوئی فروعی اختلاف ہے۔اس کے ساتھ ہی قادیانیوں نے تبلیغ اسلام کے نام سے کچھ تگ ودو شروع کی اور اشتہار بازی سے پورا کام کیا۔ترکیب چل گئی۔صحیح حالات کا انکشاف تو نہ ہوا،حسن ظن کی بناء پر تائید دین کے خیال سے مسلمان امراء،رؤسا قادیانی جماعتوں تک کی قدر افزائی کرنے لگے،امداد دینے لگے،عام مسلمانوں کو متاثر کرنے کی غرض سے قادیانی جماعتیں ان قدر افزائیوں کی تشہیر کرتی رہیں کہ گویا مسلمانوں کے سرکردہ ان کے مداح اور مؤید ہیں تو پھر مسلمانوں کو ان سے اختلاف اور احتراز کرنے کی کیا گنجائش ہے۔نتیجہ یہ کہ سر برآوردہ مسلمانوں کے اس حسن ظن اور حسن سلوک کا مسلمانوں کے دلوں پر بہت بار پڑا اور قادیانی جماعتوں نے رسوخ پھیلانے میں اس سے بہت کام لیا۔مسلمانوں ہی کے اثر سے مسلمانوں کو دبایا۔جہاں مسلمانوں نے آواز اٹھانی چاہی،بڑے بڑوں کی تائیدیں شائع کر کے منہ بند کر دیا۔

ایک لطیفہ:

---

[1] منقول از اخبار ''منادی'' دہلی بابت ۲۲ مئی ۱۹۳۶ء

چنانچہ ایک لطیفہ ہوا۔ قادیانی جماعت لاہور کے اکابر نے ہماری کتاب کے چوتھے ایڈیشن پر اپنے اخبار ''پیغام صلح'' لاہور میں جو واویلا کیا تو حسب عادت اپنی کارگزاری کے ثبوت میں ہزہائی نس نواب صاحب مانگرول کی تائیدی رائے شائع کی جو خدا جانے کن تدابیر سے کب حاصل کی گئی تھی لیکن ان کو علم نہ تھا کہ عالی جناب نواب صاحب مانگرول اس دوران میں ہماری کتب ''قادیانی مذہب'' ملاحظہ فرما کر اصل حال سے واقف ہو چکے تھے اور قادیانیت کے متعلق صحیح رائے قائم فرما چکے تھے چنانچہ ہم نے جواب میں رائے مبارک شائع کر دی تو قادیانی صاحبان اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ یہ رائے مبارک بھی مسلمانوں کے واسطے باعث ہدایت اور قابل یادگار ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

''میں نے آپ کی مرسلہ چاروں کتابیں (قادیانی مذہب) توجہ سے پڑھیں نقش اوّل سے نقش ثانی سے ثالث اور ثالث سے رابع کو بہت بہتر پایا۔ حقیقت میں آپ نے نہایت توجہ اور غور وخوض کے بعد اس آخری نمبر کو تیار کیا اور اس کی اشاعت سے دین اسلام کی ایک اہم خدمت انجام دی۔ قوم مسلم کو ایک بڑے خطرہ اور فتنہ سے آگاہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان خدمات دینی وقومی کا اجر جمیل عطا فرمائے۔ ''جزاک اللہ احسن الجزاء''

(منجانب عالی جناب نواب صاحب مانگرول)

مزید برآں خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے روزنامچہ میں لکھا اور یہ روزنامچہ اخبار ''منادی'' میں بتاریخ ۳۰/ اکتوبر ۱۹۳۶ء شائع ہوا کہ انہوں نے نواب صاحب (مانگرول) کا ایک فرمان مانگرول کے شیخ الاسلام کے پاس دیکھا جس میں نواب صاحب نے شیخ الاسلام کو لکھا تھا کہ'' آپ قادیانی قائد کی تردید میں جو کچھ کہتے اور لکھتے ہیں میں اس کو اسلام کی ایک بڑی خدمت تصور کرتا ہوں۔''

غرض کہ مسلمانوں کے اعلیٰ طبقوں میں بیداری پھیلی اور قادیانیت کی حقیقت کھلی تو لامحالہ قادیانی جماعتوں کی ہوا خیزی ہوئی۔ تارِ عنکبوت کی طرح تدابیر ٹوٹ گئیں اور ملمع کی طرح رُسوخ اُڑ گیا۔ قدرتاً یہ انقلاب قادیانیوں کو سخت گراں گزرا۔[1]

برادرانِ ملت!

آپ نے ملاحظہ کیا کہ حیدرآباد دکن میں قادیانی تبلیغی سرگرمیوں کو کھلے عام اجازت تھی لیکن ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' کا جب نواب صاحب نے مطالعہ فرمایا تو آپ نے اس کتاب کو اور خدمات ختم نبوت کو دین کی رُوح اور اسلام کی بڑی خلافت قرار دیا۔ یکسر ماحول میں تبدیلی آئی قادیانی اور لاہوری دونوں گروپوں کے بارے عوام و

---

[1] محمد الیاس برنی، پروفیسر، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، تمہید پنجم، بتصرف

خواص میں بیداری آئی۔نتیجتاً دونوں گروپ حسب عادت سخت کلامی پر اتر آئے۔جس کا تمہید پنجم میں پروفیسر صاحب نے تفصیلاً بیان کیا ہے۔

مختلف جرائد و رسائل میں اس کتاب پر تبصرے شائع ہوئے جن میں والی دکن کی خدمات دینیہ کو بھی کھل کر سراہا گیا۔قادیانیت چیخ اٹھی۔واویلا دور دور تک سنائی دیا۔مکمل احوال کے لئے ''قادیانیت کا علمی محاسبہ'' پڑھئے۔ طوالت سے بچتے ہوئے چند حوالہ جات نظر قارئین ہیں جن سے قادیانیت کی چیخ و پکار اور والی حیدرآباد دکن کی خدمات کی جھلک آپ ملاحظہ کرسکیں گے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

واقعات پر کہاں تک پردہ ڈالا جاسکتا ہے۔بالآخر عاجز آ کر خود قادیانیوں کو تسلیم کرنا پڑا کہ:

''ایک وقت یہ تھا کہ سلسلہ (قادیانی) سب کو کھائے جارہا تھا۔دنیا کی نگاہیں بار بار اٹھتی تھیں کہ حقیقی عامل یہ جماعت پیدا ہوگئی ہے اور آج یہ حالت ہے کہ اچھے اچھے لوگ بھی جن کے دل ادھر کھینچے ہوئے تھے وہ نفرت کرنے لگ گئے''۔[1]

ادھر مرزا صاحب کی نبوت کا تو پردہ ایسا چاک ہوا اور اصلیت کھلنے پر دلوں کا وہ حال ہوا کہ خود قادیانی چلا اٹھے کہ:

''وہ چمکتا ہوا ستارہ جسے خدا نے دنیا کی ہدایت کے لئے پیدا کیا لوگوں کی آنکھوں میں نور پیدا کرنے کی بجائے سردست تو حاسدوں کے دلوں میں ایک انگارہ بن کر جل رہا ہے۔یعنی خدا کا مسیح دنیا کی تضحیک اور اس کے تمسخر کا مرکز بنا ہوا ہے۔''[2]

''یہ جناب پروفیسر الیاس برنی کے اس مختصر سے رسالہ کا چوتھا ایڈیشن ہے جو ابتداء میں قادیانی مذہب کے نام سے شائع ہوا مگر جس نے گزشتہ تین اشاعتوں میں قادیانیت کے ایک علمی محاسبہ کی حیثیت سے غیر معمولی وسعت اور ضخامت اختیار کرلی۔مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقوں نے ایک مدت تک احمدیت کے متعلق حسن ظن سے کام لیا اور حتی الوسع یہی سمجھنے کی کوشش کی کہ یہ ایک فروعی اور ضمنی اختلاف ہے جس کی ذمہ داری ہماری سیاسی، اخلاقی اور ذہنی انحطاط پر عائد ہوتی ہے جو ان فساد انگیز حالات کے ختم ہونے پر خود بخود کافور ہو جائے گا۔اس طرز عمل سے قادیانیوں کو جو فائدہ پہنچا۔اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔افسوس یہ ہے کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کی اس بے اعتنائی سے قادیانی یا احمدی تحریک کا اصل مدعا لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہا لیکن اب کچھ دنوں سے اس صورت حالات کے خلاف

---

[1] قادیانی جماعت لاہور کا اخبار ''پیغام صلح''، جلد ۲۴ نمبر ۶۳، مؤرخہ ۳؍اکتوبر ۱۹۳۶ء

[2] میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ مندرجہ اخبار ''الفضل'' قادیان جلد ۲۴ نمبر ۱۳۳، ص ۷، مؤرخہ ۳ دسمبر ۱۹۳۶ء

ایک ردِ عمل رونما ہے۔ احمدیت کے ثمرات ملک کے سامنے ہیں اور اس کے بعض نتائج کو خود اس جماعت کا لاہوری فریق بھی قرآن پاک کے منافی سمجھتا ہے۔ حقیقت میں قادیانیت کی عمارت جس مسالے سے تیار ہوئی ہے، اس کو اسلام کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ارباب غور وفکر کی ایک جماعت ان عجیب وغریب انکشافات، اعتقادات، اجتہادات و افتراقات پر انگشت بدنداں ہے جو بقول پروفیسر صاحب موصوف اس تحریک کی بدولت وجود میں آئے اور جن کا خود انہوں نے زیرِنظر تالیف ''قادیانیت کا علمی محاسبہ'' میں نہایت شرح وسط سے جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے لفظی نزاعات اور بحث ومناظرہ کی راہ سے ہٹ کر قادیانیت کا تجزیہ جس انداز سے کیا ہے وہ بیک وقت اچھوتا بھی ہے اور دلچسپ بھی اور اس سے پروفیسر صاحب کی جدت طبع اور ذوق علم دونوں کا اظہار ہوتا ہے۔ سوائے چند تمہیدات وضمیمہ جات کے جہاں کتاب کی تالیف وترتیب کے متعلق بعض اُمور تصریح طلب تھے۔ ''قادیانی مذہب'' کے تمام ابواب وفصول ان اقتباسات پر مشتمل ہیں جو مؤلف نے بکمال محنت ودیانت مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے نائبین ومریدین کی تصانیف ان کے اشتہارات اور اخبارات اور رسائل سے اخذ کئے۔ پوری کتاب بیس فصلوں پر منقسم ہے اور ان میں یکے بعد دیگرے (۱) بانی تحریک (۲) ان کے حالات زندگی اور گوناگوں دعاوی (۳) قادیانیت کا تدریجی نشوونما (۴) احمدیوں کا جماعتی افتراق، ان کے مخصوص عقائد، اجتہادات ونزاعات اور (۵) مِلّت کی طرف ان کا جو طرزِ عمل رہا ہے اس پر خود اس جماعت ہی کے الفاظ میں ایک مکمل اور مبسوط تبصرہ موجود ہے۔ ہماری رائے میں پروفیسر الیاس برنی کی تصنیف قادیانیت کا ایک جامع قاموس ہے جس سے مسلمانوں کا کوئی گھر خالی نہیں ہونا چاہئے۔ جو حضرات ادیان ومذاہب کا مطالعہ علمی نہج پر کرتے ہیں ان کے لئے یہ کتاب خاص طور پر مفید ثابت ہوگی۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ باوجود اتنی ضخامت اور اعلیٰ درجہ کی طباعت وکتابت کے ''قادیانی مذہب'' کی قیمت نہایت کم رکھی گئی ہے۔ غالباً اس لیے کہ ہر شخص اس سے افادہ حاصل کر سکے۔ پروفیسر صاحب کا یہ ایثار قابل مبارک باد ہے۔''

''قادیانی مذہب'' یہ بڑی تقطیع کے ۹۶۶ صفحات کی ایک کتاب ہے جو مولانا الیاس برنی ایم اے۔ ایل ایل بی (علیگ) ناظم دار الترجمہ سرکار عالی، حیدر آباد دکن کی مصنفات شاہکار ہے۔ اس کتاب میں قادیانی مذہب کی حقیقت کو خود اس مذہب کے اکابرین کے مستند تحریرات کے آئینہ میں اس خوش سلیقگی کے ساتھ بے نقاب کیا ہے کہ اس کتاب کو غور اور گہری نظر سے مطالعہ کرنے والے پر اس مذہب کا پھر کوئی تبلیغی حربہ کارگر نہیں ہوسکتا۔ مذہبی مباحث میں پروفیسر برنی صاحب کا طرز نگارش اور اُسلوبِ اظہار مدعا اِتنا دلکش اور سنجیدہ ہے کہ اس حیثیت کی دوسری کتاب اب تک ہم نے نہیں دیکھی۔ کتاب کیا ہے، قادیانی مذہب کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے اور گویا پورے قادیانی

لٹریچر کا عطر وخلاصہ ہے۔ پروفیسر صاحب کے قلم سے کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں نکلا، جو متانت وثقاہت سے گرا ہوا اور کسی ذوق سلیم پر بار ہو۔ انہوں نے قادیانی مذہب کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی ہے اور اس مذہب کے اعتقادات واجتہادات واشرافات کو خود اس مذہب کے اکابرین کی مستند تحریرات کے دامن میں پیش کیا ہے۔ صرف عنوانوں کے الفاظ ان کے ہیں۔ باقی سب کچھ قادیانی لٹریچر کے پورے حصے اور پوری عبارتیں حصہ حوالہ کتاب اور صفحہ ہیں اور سب کچھ ایک دلکش نظم ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے۔ عنوانات میں بھی ہمیں یہ احتیاط اور تہذیب اور رَواداری نظر آئی کہ ایسا کوئی لفظ قلم سے نکلنے نہیں دیا جس سے قادیانی مذہب والوں کی کوئی واقعہ دل آزاری ہو۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ صرف اس کتاب کو پڑھنا قادیانی تبلیغ کے سحر سامری کو باطل کردے گا۔

برنی صاحب نے یہ وہ خدمت اسلام انجام دی ہے اور اس قدر محنت اور جگر کاری سے کام لیا ہے کہ بے اختیار ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں میں اس کتاب کو اگر پھیلا دیا جائے تو یقین ہے کہ دین سے بے خبر انگریزی تعلیم یافتہ لوگ قادیانی تبلیغ کے اثر سے قطعی محفوظ ہوں گے اور اس کتاب کو پڑھ کر اقرار کریں گے کہ اس بندہ خدا کی کوشش نے ان کا دین بچالیا۔ اب کوئی قادیانی تبلیغی حکمت وتدابیر انہیں سواد اعظم سے اور حضور خاتم النبیین کے قدموں سے جدا نہ کرسکے گی۔

اے حیدرآباد! خدا تجھ پر اپنی رحمت کا وہ سایہ دیرگاہ برقرار رکھے جس کا تیرے لئے اعلیٰ حضرت آصف جاہ ہفتم کی صورت ہمایونی میں ظہور ہوا ہے اور جس کی بدولت تیری یہ شان ہے کہ تو گویا آج مدینۃ الاسلام ہے اور ہندوستان کے مسلمانوں کا دل ودماغ کھنچ کر تیرے دامن میں چلا گیا اور دین کی کیسی کیسی خدمات ہیں کہ دورحاضرہ میں خدا نے اے حیدرآباد تیرا حصہ کردی ہیں۔''[1]

پروفیسر محمد الیاس برنی تمہید اوّل درج ذیل سطور سے شروع کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فضل وکرم ہے کہ اس پُرآشوب زمانے میں حیدرآباد فرخندہ بنیاد حُبِّ نبی اور عظمت رسول ﷺ کا مسکن ومامن بنا ہوا ہے اور کیوں نہ ہو کہ جو یہاں امیر المؤمنین ہے وہ سب سے بڑھ کر فدائے سید المرسلین ہے۔ سبحان اللہ!

اس تحریر کے بعد پروفیسر صاحب نے نواب عثمان والی حیدرآباد کی حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں پیش کردہ نعت نقل کی ہے ہم اسی نعت ختم المرسلین پر اس مضمون کو مکمل کررہے ہیں۔ پڑھئے اور قلوب و اذہان کو منور کریں۔

[1] روزنامہ ''پیغام'' دہلی، مورخہ ۲۸مئی ۱۹۳۶ء

شہ ملک رسالت صاحب تاج و سر برآمد
ضیا بارو جہاں افروز چوں مہر منیر آمد
امیں و خازن رحمت، معین و شافع امت
وزیر و رازدار و نائب ربّ قدیر آمد
رسول ہاشمی خیر الوریٰ، صل علی احمد
کریم، صادق، نور، نذیر البشیر آمد
چہ خوش چشمے کہ ''مازاغ البصر'' نازل بشان اُو
ز قلب پر صفا و ز دیدۂ حق بین بصیر آمد
خوشا، پیغمبر برحق، کہ بہر ما گنہ گاراں!
رؤف الرحیم آمد کفیل والنصیر آمد
نہ ماند تا حجابے جلوۂ روئے حقیقت را
پے کشف رموز غیب علام و خبیر آمد
بنام آں شہ لولاک صد جان و دِلم قرباں
کہ عثماں از طفیلش بر مسلمانانِ امیر آمد[1]

□□□

[1] محمد الیاس برنی، پروفیسر، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، تمہید پنجم، بتصرف

تنسیخ نکاح کا پہلا مقدمہ

صوفی نواب الدین صاحب دراصل موضع رام داس ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے اور آرائیں قوم کے ایک عظیم فرزند تھے۔ انہوں نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ "ستکوہہ" بسر کیا تھا۔ یہ موضع بٹالہ سے بھی سات کوس کے فاصلے پر تھا اور قادیان سے بھی سات کوس کے فاصلے پر پڑتا تھا، شاید اسی لیے "ستکوہہ" کے نام سے شہرت پذیر ہوا۔ صوفی نواب الدین صاحب بلند پایہ خطیب تھے۔ خوش گوا تنے کہ جو اُن کی صحبت یا مجلس وعظ میں جاتا تو بس انہی ہو کر رہ جاتا تھا۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری اور جناب مرتضیٰ احمد خان میکش مرحوم اور حاجی لق لق تو ایک عرصہ تک گھر بار چھوڑ کر سفر و حضر میں اُن کی خدمت میں رہے اور آخر تک اُن کے دامن ارادت کو تھامے رکھا۔ مولانا مرحوم کا حلقہ ارادت بڑا وسیع تھا۔ ملتان، منٹگمری (ساہیوال) وغیرہ کے اضلاع میں ان کے ہزاروں مرید تھے۔

ایک زمانہ میں انہوں نے امرتسر کے محلوں میں اپنا وعظ شروع کیا۔ ہزاروں کی حاضری ہوتی تھی، خوش الحانی سے شعر پڑھتے تو سامعین اَش اَش کر اُٹھتے۔ جن دنوں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی اُٹھتی جوانی تھی اور وہ اپنی سحر بیانی اور خوش اِلحانی سے اُڑتے پرندے واپس بلالاتے تھے۔ امرتسر میں ان کا بھی محلہ وار وعظ شروع ہوگیا اور ہر روز ایک سے دوسرے محلہ میں تقریر فرماتے تھے۔ ہزاروں کی حاضری ہوتی تھی اور رات بھر سلسلہ وعظ جاری رہتا تھا اور سامعین اُٹھنے کا نام نہ لیتے تھے۔ حسن اتفاق سمجھئے، انہی ایام میں صوفی نواب الدین کے ارادت مند بھی انہیں امرتسر لے آئے تھے اور ان کا وعظ بھی محلہ وار شروع ہوگیا۔ یہ نظارہ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا تھا کہ صوفی نواب الدین کے وعظ میں حاضری زیادہ ہوتی ہے یا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے وعظ میں اور ساتھ ہی یہ امر بھی کوئی فیصلہ کئے بغیر اپنی جگہ پر قائم و دائم تھا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی زبان میں زیادہ حظ و تاثیر ہے یا صوفی نواب الدین صاحب کے وعظ میں اور صوفی صاحب کا گلا اور بیان زیادہ دلکش ہے یا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کا۔

مولانا عنایت اللہ چشتی لکھتے ہیں:

جس زمانہ میں میرا قادیان جا کر بسیرا ہوا تو میں نے صوفی نواب الدین کو "ستکوہہ" جا کر دیکھا تھا، لیکن اُس وقت صوفی صاحب کی حالت بہت تغیر پذیر ہو رہی تھی۔ وہ مجلس و گفتگو کے قابل نہ تھے نماز، روزہ بھی متروک تھا۔ وعظ و تقریر تو قصہ پارینہ ہو کر رہ گیا تھا۔ یہ اللہ کی شان ہے کہ جسے چاہے جس حال میں رکھے۔ آپ مشہور اہل قلم اور تاریخی

ناول نگار نسیم حجازی کے خسر اور نامور نعت گو حافظ مظہر الدین مرحوم کے والد محترم تھے۔صوفی نواب الدین کے ایک اور بیٹے بھی تھے جو اہل علم ہونے کے علاوہ مرزائیت کے خلاف جذبہ رکھتے تھے۔صوفی منش اور بڑے عمدہ مقرر تھے۔ملتان میں صوفی نواب الدین کا حلقہ ارادت وسیع تھا۔وہ سجادہ نشین تھے اور عرس کیا کرتے تھے اُن کا نام غلام ربانی تھا۔موضع چشت نگر،نوکسّی براہ جہانیاں ملتان میں انہوں نے اپنا مرکز بنایا تھا۔جہاں وہ اپنے والد کا عرس بھی کرتے تھے۔

میرا اس طویل قلم فرسائی سے مقصد یہ ہے کہ مولوی مہر دین صاحب نے صوفی نواب الدین صاحب سے رابطہ قائم کر رکھا تھا اور کبھی کبھار انہیں قادیان میں لے جاتے تھے۔صوفی صاحب بڑے نڈر اور حق گو بزرگ تھے۔اس زمانہ میں جب چڑیا کو بھی قادیان میں بولنا دوبھر ہو رہا تھا۔صوفی نواب الدین نے وہاں دھڑلے سے تقاریر کیں اور مرزا قادیانی کو آڑے ہاتھوں لیا۔قادیانی بے سہارا مخالفت کو تو نہ صرف قادیان سے بھگا دیتے تھے بلکہ بعض اوقات جان سے مار دیتے تھے۔صوفی نواب الدین صاحب کی تقاریر سے کسی مرزائی کو چوں تک کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔صوفی صاحب منچلے آدمی تھے اور ساتھ ہی زورآور اور گرانڈیل جوان،ہاتھا پائی سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔مرزائی عموماً تعلیم یافتہ آدمی تھے،ان کے جن بڑے سمجھ دار تھے۔انہیں علم تھا کہ صوفی نواب الدین کا حلقہ بڑا وسیع ہے اور طول وعرض ہند میں ان کا رسوخ ہے۔جہاں تقریر کر کے وہ چلے جائیں گے اور طبیعت نہ مانی تو پھر زندگی بھر نہ آئیں گے کیونکہ ان کے ارادت مندوں کے خلاف کوئی تنظیم نہیں ہے اور اگر انہیں چھیڑا گیا تو پھر وہ لوگ ہمارے خلاف منظم ہو جائیں گے۔ایک دفعہ ان کے وعظ میں ایک مرزائی بول پڑا تو انہوں نے آستین چڑھا لیں اور مَرنے مارنے پر تیار ہو گئے اور انہیں دعوت مبارزت دے کر للکارا اور کہا کہ 'اپنے گرو گھنٹال کو بلاؤ۔'' [1]

مولانا عنایت اللہ چشتی کے لختِ جگر رقمطراز ہیں:

''میری عمر بہت چھوٹی تھی کہ ہمارے خاندان میں سے ایک خاتون کا رشتہ ایک مرزائی سے ہو گیا۔بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شخص مرزائی ہے تو والد کو بہت صدمہ ہوا وہ کہہ رہے تھے کہ کافر سے مسلمان خاتون کا رشتہ جائز نہیں لیکن میرے ماموں ابراہیم تحصیل دار جو مشہور ناول نگار نسیم حجازی کے والد تھے،اگرچہ مرزا کے بہت خلاف تھے اور مرزا کے ردّ میں بالعموم یہی دلیل دیا کرتے تھے کہ میں نے اور مرزا غلام احمد نے سیالکوٹ میں پٹوار کا امتحان دیا،وہ فیل ہو گیا اور میں پاس ہو گیا۔جو شخص پٹواری نہ بن سکا،وہ فرستادۂ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟ مگر وہ کہہ رہے تھے کوئی ایسی صورت ہونی چاہئے کہ ہمارے خاندان کی لڑکی عدالت میں نہ جائے۔چنانچہ والد صاحب نے یہ کہہ کر موصوفہ سے

---

[1] چشتی عنایت اللہ،مولانا،مشاہدات قادیان،ص ۱۲۵ مرکز مجلس احرار اسلام پاکستان طبع ثانی فروری ۲۰۲۱ء۔

نکاح کرلیا کہ عدالت کا معاملہ میں خود نپٹ لوں گا۔

مرزائیوں کو جب اس کے نکاح کی اطلاع ملی تو انہوں نے گورداسپور کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ یہ مقدمہ سال تک جاری رہا۔ انجام کار والد صاحب کو فتح ہوئی اور میری دوسری والدہ مرزا بشیر الدین اور چودھری ظفر اللہ خاں کی انتہائی سعی و کوشش کے باوجود ایک بار بھی عدالت میں پیش نہ ہو سکیں۔

جب مرزا بشیر الدین بطور گواہ عدالت میں آیا تو ظفر اللہ خان نے یہ مسئلہ کھڑا کر دیا کہ بشیر الدین کو عدالت میں کرسی ملنی چاہئے۔ ادھر سے یہ تقاضا تھا کہ کرسی ملے تو دونوں کو ورنہ دونوں کھڑے رہیں۔ والد صاحب بیٹھنے پر کھڑا رہنے کو ترجیح دے رہے تھے۔ کافی بحث کے بعد یہی فیصلہ ہوا کہ دونوں کھڑے رہیں۔ بشیر الدین اور ظفر علی خاں پر والد صاحب کی جرح دیدنی تھی جس کا تھوڑا سا تصور اب بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ والد صاحب کہہ رہے تھے کہ برخوردار! تیرے والد کو حیض آتا تھا؟ اور ظفر اللہ پٹا رہا تھا۔

مختصر یہ کہ یہ تنسیخ نکاح کا پہلا مقدمہ تھا جو والد صاحب نے جیتا۔ مقدمہ بہاولپور بہت بعد کی بات ہے۔

تحریک ختم نبوت کے دوران تنسیخ نکاح کے سلسلے میں جتنی تحریریں میرے سامنے آئی ہیں ان میں کہیں بھی یہ مذکور نہیں کہ تنسیخ نکاح کا پہلا مقدمہ مولانا نواب الدین ستکوہی نے جیتا تھا حالانکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔

یہاں میں ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی نے محمدی بیگم سے آسمان پر نکاح ہونے کا دعویٰ کیا تو والد محمدی بیگم کے قصبہ "پٹی" پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے اپنی سحر بیانی اور روحانی قوت سے "پٹی" کے مُغلوں کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کرلیا۔ محمدی بیگم کا خاندان والد صاحب کا مرید ہوگیا۔

یوں مرزا غلام احمد کا آسمانی نکاح زمین پر نہ ہوسکا۔ یہ والد صاحب کا مرزا پر سیاسی حملہ تھا۔ پٹی میں والد صاحب کے وُرودِ مسعود کی داستان اُن کے ایک مرید مشہور صحافی اور شاعر حاجی لق لق مرحوم کے قلم سے چند سال پیشتر ہفت روزہ "چٹان" میں چھپ چکی ہے۔

آج سے تقریباً نصف صدی پیشتر کے اسلامی اجتماعات کے اشتہارات کو اگر دیکھا جائے تو ان میں والد ماجد کے نام کے ساتھ "فاتح قادیان" کے الفاظ ملیں گے۔ یہ خطاب علمائے اسلام نے والد صاحب کو اس لئے دیا تھا کہ انہوں نے تنسیخ نکاح کا پہلا مقدمہ جیتا تھا۔ ورنہ مناظر تو اس عہد میں اور بھی تھے۔"[1]

□□□

---

[1] ضیائے حرم تحریک ختم نبوت نمبر ۱۹۷۴ء

باب سوم:

قیام پاکستان کے بعد تحفظ ختم نبوت کی قانونی جنگ کے اوّلین مجاہد

غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندانی تعلق ''امروہہ'' سے تھا۔ آپ ۴ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۹۱۳ء ضلع مراد آباد بھارت کے مشہور قصبہ ''امروہہ'' میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت بڑے بھائی محدث اعظم سید محمد خلیل کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں مکمل ہوئی۔ سولہ سال کی عمر میں سند فراغت پائی۔ ۱۹۳۰ء میں قدیمی درسگاہ جامعہ نعمانیہ لاہور میں تدریس فرمانے لگے۔ ایک سال بعد اپنے وطن ''امروہہ'' واپس چلے گئے۔ قیام لاہور موچی دروازہ میلاد النبی کانفرنس میں مفکر پاکستان اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں خطاب کیا۔ حضرت اقبال نے سن کر کہا ''برخوردار لگتا ہے، بہت نام کماؤ گے۔''

۱۹۳۵ء میں ملتان شریف سکونت اختیار کی۔ ۱۹۴۴ء میں ''جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم'' دینی درسگاہ قائم کی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے تحریک پاکستان میں اور دو قومی نظریہ کی حمایت میں اکابرین کے ساتھ مل کر قائدانہ کردار ادا کیا۔ مارچ ۱۹۴۸ء کو جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد رکھی۔ ''جامعہ اسلامیہ بہاولپور'' میں شیخ الحدیث کی مسند پر ۱۹۶۳ء سے لے کر ۱۹۷۴ء تک متلاشیان علم وحکمت کی پیاس بجھاتے رہے۔ زندگی بھر جے یو پی، جماعت اہل سنت، A-T-I، تنظیم المدارس اور دعوت اسلامی کی سرپرستی فرماتے رہے۔ ترجمۃ القرآن ''البیان'' کے علاوہ درجنوں علمی جواہر پارے یادگار چھوڑے ہیں۔

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ بمطابق ۴ جون ۱۹۸۶ء پردہ فرمایا۔ مزار شریف ملتان شریف عیدگاہ میں مرجع خلائق ہے۔[1]

قیام پاکستان کے بعد قانونی محاذ پر تحفظ ختم نبوت کی جنگ حضرت امام احمد سعید کاظمی نے شروع کی۔ جبکہ آپ پاکستان مسلم لیگ صوبہ پنجاب کی مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ ۱۹۵۲ء کو مسلم لیگ صوبائی کونسل کے اجلاس میں آپ نے یہ مسئلہ اٹھایا اور بڑی شد و مد کے ساتھ یہ قرارداد منظور کرائی کہ قادیانیوں کو کافر مرتد قرار دیا جائے اور انہیں کلیدی

---

[1] بٹر، سردار محمد اکرام، زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے، ص ۱۷۳، بتصرف

عہدوں سے برطرف کیا جائے۔ یہی وہ نقطۂ آغاز تھا جس کی بنا پر اہل سیاست وحکومت تک یہ مؤثر آواز پہنچی اور بالآخر ۲۲ سال کی جدوجہد کے بعد ۱۹۷۴ء میں قادیانی کو پاکستانی قومی اسمبلی نے کافر اور مرتد قرار دیا۔ قومی اسمبلی میں یہ تحریک مولانا شاہ احمد نورانی نے پیش کی اور بھاری اکثریت سے منظور کرائی۔ البتہ دیوبندی فرقے کے دو ممبران اسمبلی غلام غوث ہزاروی اور عبدالحکیم نے اس قرارداد کی تائید وحمایت نہ کی۔

جسٹس منیر انکوائری رپورٹ صفحہ ۹۷ میں یہ تحریر موجود ہے کہ قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی سب سے پہلی قرارداد مسلم لیگ کی صوبائی کونسل کے اجلاس میں حضرت علامہ سید احمد کاظمی نے پیش کی تھی۔

۱۹۵۲ میں منعقد ہونے والے مسلم لیگ کے اجلاس میں آپ نے جو قرارداد پیش کی اس قرارداد میں مسلم لیگی اکابرین سے کہا گیا تھا کہ وہ قادیانیت کے مضمرات اور ان کی اسلام دشمن کاوشوں سے باخبر رہیں اور انگریز کے پیدا کئے ہوئے اس فتنے کے استقبال کے لئے تمام صلاحیتیں بروئے کار لائیں۔ اس قرارداد کا مقصد یہ تھا کہ اگر پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کرنا ہے تو ہمیں عظمت رسول ﷺ کو ہر پہلو سے مقدم رکھنا ہوگا۔ اسلام حضور ﷺ کی ذات اقدس سے عبارت ہے۔ آپ اور آپ کی ختم نبوت کا مسئلہ حل کئے بغیر ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ممکن نہیں ہے۔ ۱۹۵۳ء میں جب تحریک تحفظ ختم نبوت نے زور پکڑا اور اس میں بہت سے مسلمانوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے تو حضور غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ اس وقت جمعیت علمائے پاکستان کے ناظم اعلیٰ تھے اور حضرت قبلہ علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کے صدر تھے۔ اس موقع پر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے ایک تنظیم "متحدہ مجلس عمل" تشکیل دی گئی جس کے امیر متفقہ طور پر حضرت علامہ ابوالحسنات سید احمد رحمۃ اللہ علیہ چنے گئے۔ اس تنظیم نے وہ تمام نکات بطور قرارداد منظور کر لئے جو حضرت غزالی زماں اس سے پہلے مسلم لیگ کی کونسل کے اجلاس میں پیش کر چکے تھے جن میں دیگر مطالبات کے ساتھ یہ تین اہم مطالبے بھی شامل تھے۔

۱۔ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ چوہدری ظفر اللہ کو جو قادیانی ہے وزیر خارجہ کے عہدے سے ہٹایا جائے۔

۳۔ قادیانیوں کو ملک کے تمام اہم کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔

امام اہلسنت نے اس تحریک کے دوران جگہ جگہ دورے کئے اور متعدد جلسوں سے خطاب کیا آپ کی خطابت انگریز کے خود کاشتہ پودے قادیانیت کی سرکوبی کے لئے وقف تھی۔ غرضیکہ حضور غزالی زماں تحریک تحفظ ختم نبوت

کے بانی ہیں اور آپ کا یہ عظیم کارنامہ تاریخ کے صفحات پر رقم ہے اور ہمیشہ ہمیشہ آفتاب نیم روز کی طرح روز درخشاں رہے گا۔[1]

روزنامہ نوائے وقت لاہور اپنی ۸ ستمبر ۲۰۰۵ء کی اشاعت میں ادارتی صفحہ پر رقمطراز ہے: "۵۰ کی دہائی کے شروع میں جب قادیانی شتر بے مہار بنے اور اسلام و پاکستان کے خلاف سازشوں کا جال بچھانے لگے تو اہل ایمان عشق رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار ہو کر تن من دھن کی بازی لگانے کے لئے میدانِ عمل پر اُتر پڑے۔ ۱۹۵۲ء میں مسلم لیگ صوبہ پنجاب کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت امام احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم لیگ کے اجلاس میں قادیانیوں کے خلاف سب سے پہلی قرارداد منظور کروائی اور قادیانیوں کو ملک کے اہم اور کلیدی عہدوں سے ہٹانے کا مطالبہ کیا۔[2]

ختم نبوت کے حوالے سے صادق علی زاہد نے "عقیدۂ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت سوالاً جواباً" کے نام سے ایک بہت قیمتی اور معلومات افزا کتاب مرتب کی ہے آپ اس کتاب کے صفحہ ۱۱۶ (طبع جدید) پر لکھتے ہیں:

سوال: کن بزرگ عالم دین نے پنجاب مسلم لیگ کے اجلاس میں قرارداد پیش کی تمام قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمی کو روکنے کی غرض سے ظفر اللہ خان کو اس کے عہدے سے ہٹایا جائے؟

جواب: علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ مجلس عاملہ صوبائی مسلم لیگ۔[3]

غزالیٔ زماں رازیٔ دوراں رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ردّ قادیانیت کے سلسلے میں نہایت اہم خدمات سرانجام دیں۔ غزالی زماں رازیٔ دوراں رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱/جون ۱۹۵۲ء کو صوبائی مسلم لیگ کے اجلاس میں پیش کرنے کے لئے ایک قرارداد بھیجی جس پر خواجہ عبدالحکیم صدیقی صدر سٹی مسلم لیگ ملتان اور صوفی عبدالغفور لدھیانوی آفس سیکرٹری مسلم لیگ ضلع ملتان نے تائیدی دستخط کئے تھے۔

قرارداد کے الفاظ یہ تھے:

"چونکہ قادیانی بالاتفاق خارج از اسلام سمجھے جاتے ہیں اس لئے ان کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور حکومت کو اس اعلان میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔

---

[1] گلدستہ تقاریر، مطبوعہ صراط مستقیم پبلی کیشنز

[2] ماہنامہ کنز الایمان، لاہور، ستمبر ۲۰۰۷ء بشکریہ نوائے وقت لاہور، ۸/ستمبر ۲۰۰۵ء

[3] بحوالہ منیر انکوائری، رپورٹ ص ۹۷

چونکہ چوہدری ظفر اللہ (اس وقت کے وزیر خارجہ) قادیانی ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے نمائندہ نہیں ہیں۔

صوبہ پنجاب کی مسلم لیگ کونسل کو حکومت سے مطالبہ کرنا چاہیئے کہ انہیں اپنے عہدے سے برطرف کردیا جائے۔ پاکستان کی سیاسی وتہذیبی زندگی کے مبصرین کا کہنا ہے کہ اگر یہ قرارداد اس وقت منظور کرلی جاتی تو قادیانیت کا مسئلہ اس وقت حل ہو جاتا اور قادیانی عناصر بعد کے ادوار میں جس طرح قوت پکڑ کر اس مملکت خداداد کو نقصان سے دوچار کیا وہ پیش نہ آتے۔

مگر افسوس کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ اس قرارداد کو مسلم لیگی زعماء نے خاطر خواہ پذیرائی نہ بخشی اس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اندازہ ہوگیا کہ یہ مسلم لیگ وہ نہیں رہی جو حضرت قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں اسلامی نظام کے نفاذ کا پروگرام لے کر چلی تھی۔[1]

□□□

[1] حیات غزالی زماں: مصنف حافظ امانت علی سعیدی، ص ۶۳، مطبوعہ ختم نبوت فاؤنڈیشن، کاہنہ نو، لاہور، بحوالہ سردار محمد اکرم بٹر، ماہنامہ السعید سعیدی، صلاح الدین، تجلیات ختم نبوت، ص ۵۱

قومی اسمبلی میں اوّلین قرارداد

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز   یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

اس معمورۂ کائنات میں بے شمار لوگ پیدا ہوئے عمریں گزار دیں چل بسے۔ اب ان کا نام ونشان نہیں لیکن کچھ سیماب فطرت لوگ ایسے بھی رونق افروز ہستی ہوئے جنہوں نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ وقف ذکر یار کر دیا۔ اگرچہ وہ اس عالم کو چھوڑ گئے لیکن ان کی باتیں ان کی یادیں آج بھی تازہ ہیں اور روشنی بانٹ رہی ہیں کیونکہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

محبی ومحترمی محمد احمد ترازی (عظیم محقق وقلمکار) قائد ملت اسلامیہ کو درج ذیل الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

''علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مبارکہ صرف پاکستان ہی کے لئے نہیں بلکہ امت مسلمہ اور پوری انسانیت کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ آپ ایک نادرِ روزگار مفکر، بے باک قائد، زمانہ ساز مدبر، ایک حیات آفریں شخصیت کے مالک، نئے دور کے نقیب اور سب سے بڑھ کر تسلیم ورضا کے پیکر اور سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ آپ کی کم وبیش 78 سالہ زندگی دین اسلام کے عملی نفاذ، دینی قوتوں اور جمہوری اداروں کی فروغ و بقاء پاکستان کے استحکام وسالمیت اور مسلم وحدت کی مسلسل جدوجہد، احیائے اسلام اور کفر کے خلاف عالم اسلام کی بیداری سے عبارت ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی منتخب مجاہدین میں سے ہیں جنہوں نے عصر حاضر میں علمی وفکری اور روحانی ومذہبی محاذ پر بھرپور جہاد کیا۔ آپ زوال آشنا ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کی علامت اور عصر حاضر میں قوت واقتدار کے بدلتے ہوئے معیاروں کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی بھر اسلام کے عادلانہ سیاسی، سماجی، ثقافتی واقتصادی نظام کے قیام کے لئے مصروف جہاد رہے۔ آپ کی تکبیر مسلسل دشت وصحرا، شہر اور بیابانوں میں زندگی بھر صدائے حق بلند کرتی رہی۔ آپ کی ساری زندگی طاغوتی نظام کے علمبرداروں کے خلاف ایک چیلنج، بھٹکے ہوئے کارواں کی نقیب، بُھولے ہوئے نغموں کی ایک صدا، ملت کے درد کا درماں، بے قرار دلوں کی دھڑکن اور صدیوں کی حرماں نصیبی کے بعد ایک اُمید کی کرن کی مانند رہی۔ آپ نے تشکیک واضطراب کے اس پُرفتن دَور میں لاکھوں قلوب واذہان کو

ایمان اور یقین کی لازوال دولت سے سرفراز فرمایا۔عہد حاضر میں آپ ''نظام مصطفیٰ ﷺ'' کی اصطلاح کے نہ صرف خالق بلکہ قافلۂ انقلاب نظام مصطفیٰ کے عظیم قائد بھی رہے۔

آپ اُمت کو ماسکو اور واشنگٹن کے بجائے گنبد خضریٰ کا راستہ دکھانے والے ہیں۔آپ فرمایا کرتے تھے: ''ہماری منزل اسلام آباد نہیں بلکہ اسلام ہے۔ہمارے سفر کی منتہائے معراج لندن، پیرس اور واشنگٹن نہیں بلکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہے۔''اس لئے آپ نے اقتدار کی بجائے ہمیشہ حزب اختلاف کی سیاست کی۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء سے لے کر دسمبر ۲۰۰۳ء تک حزب اختلاف کی سیاست کا اتنا طویل، حوصلہ شکن اور صبر وآزما سفر کوئی مردِ قلندر، صاحب عزیمت و استقامت ہی کرسکتا ہے۔جہاں تاریخ نے لیلائے اقتدار کی بُھول بھلیوں میں وقت کے نامی گرامی افراد کو گم ہوتے، اسلام کو اپنی منزل قرار دینے والوں کو اسلام سے جفا کر کے اسلام آباد کے اسٹیشن پر اُترتے، اور فوجی آمروں کی آغوش میں وزارتوں کے مزے لیتے دیکھا ہے۔وہیں تاریخ اس بات کی بھی گواہ ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ وہ واحد دیدہ وَر، حق پسند وحق آگاہ اور صاحب بصیرت رہنما ہیں جنہوں نے جنرل محمد ضیاء الحق، نواز شریف اور جنرل پرویز مشرف تک ہر آمر وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمۂ حق بلند کیا۔آپ قومی اسمبلی، سینٹ اور عوامی فلور ہر مقام پر بہادر، نڈر، بیباک، حق وصداقت اور نہ جھکنے اور بکنے والی قیادت کی علامت تھے۔زندگی بھر آپ اپنے ہدف اور مشن پر ڈٹے رہے۔پائے استقامت میں معمولی سی لغزش بھی آپ کو گوارہ نہ تھی۔ لیلائے اقتدار کی غلام گردشیں، بُھول بھلیاں اور کشش غلام مصطفیٰ ﷺ کو اپنے دام فریب میں نہ اُلجھا سکیں اور وہ دیوانہ مصطفیٰ ﷺ اُسوۂ شبیری کی پیروی کرتا ہوا وقت کے ہر آمر کے دربار میں کلمۂ حق بلند کرتا دکھائی دیتا ہے۔علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ایک دیدہ وَر، صاحب نظر وبصیرت، زہد وتقویٰ، مظہر صدق وصفا، مرد حق آگاہ، نابغۂ روزگار، عالم باعمل، قائد بے مثال، عالمی مبلغ و داعی اور امام اُمت تھے۔آپ نے فکر وعمل کے وہ چراغ روشن کئے ہیں جو آئندہ صدیوں تک تاریک راہوں پر مسافرانِ حق کے لئے روشنی بکھیرتے رہیں گے۔آپ کی کثیر الجہات شخصیت اور خدمات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ

عجب تماشہ ہے حسن جاناں شروع کروں میں کہاں سے پہلے
کہ ہر اک جلوہ پکارتا ہے یہاں سے پہلے وہاں سے پہلے[1]

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی زندگی کا مشن ملک خداداد پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ تھا۔آپ آغاز جدوجہد ۱۹۴۵ء سے لے کر زندگی کی آخری سانسوں ۲۰۰۳ء تک اس مقصد کے حصول

---

[1] بخاری، سید، صابر حسین شاہ، الحقیقہ، تحفظ ختم نبوت نمبر، ج ۲ ص 273

میں مصروف عمل رہے۔آپ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔آپ کی اسلام کی تبلیغ واشاعت اور تحفظ کی جدو جہد پاکستان سمیت ساری دنیا پر محیط ہے۔آپ دعوت ارشاد وتزکیہ نفس کی تعلیم دینے والے پیر کامل، میدان سیاست میں حسینی سیاست و کردار کے علمبردار سیاستدان، بین الاقوامی علامہ دانشور، مبلغ اور لیجنڈ عالمی رہنما تھے۔آج ہمیں زندگی کے ہر میدان میں علامہ شاہ احمد نورانی کی ذات نمایاں نظر آتی ہے۔آپ نے زندگی بھر کسی موقع پر بھی ظلم و استبداد، کفر و گمراہی، جہالت اور بے انصافی سے مصالحت نہیں کی۔آپ دین اسلام کی سچائیوں کے سچے علمبردار، بلند فکر اور بلند کردار انسان تھے۔آپ نے اپنے اسلاف سے ورثہ میں پائی ہوئی خوبیوں کی بدولت کسی بھی مرحلہ پر اپنی تگ و دَو میں کمی نہیں آنے دی اور اپنے آپ کو اکیسویں صدی کے ترقی یافتہ دور میں قرون اولیٰ کے مسلمان رہنما کی حیثیت سے پیش کیا۔علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کشادہ پیشانی، اجلی آواز، تصنع و ریاکاری سے عاری، شرافت و وضع داری کا پیکر، تہمت والزامات سے پاک وجود کی شخصیت کے مالک تھے۔سچ کہا کسی نے کہ ”ثمر بار ہونے والے شجران زرخیز زمینوں اور موزوں موسموں میں پیدا ہوتے ہیں جہاں آسمان بھی ابر رحمت کے لئے فیاض ہوتا ہے۔“[1]

ضروری وضاحت:

قومی اسمبلی میں سب سے پہلے قرارداد بلاشبہ امام الشاہ احمد نورانی قدس سرہ العزیز نے پیش کی اور یقیناً اس قرارداد کے محرک بھی آپ ہی تھے لیکن چند متعصب محررین نے اس کو بھی دھندلانے کی ناکام سعی فرمائی۔اللہ کریم سلامت رکھے عظیم محقق میرے مشفق محمد احمد ترازی (کراچی) کو جنہوں نے ”قرارداد ختم نبوت کا اصل محرک کون؟“ کے عنوان سے ایک تحقیقی جائزہ پیش کر کے اہلسنت و جماعت کے سر سے قرض اُتارا اور حالات کا اصل نقشہ پیش کیا۔محترم و مکرم محقق ختم نبوت صادق علی زاہد زید مجدہ نے اس کتاب پر بطور تائید و توثیق ”حقائق سے پردہ اُٹھتا ہے“ چار صفحات قلمبند کر کے ان لوگوں کی خیانت کو کھل کر سامنے لائے۔صادق علی زاہد زید شرفہ نے کمال مہربانی فرمائی اور اسی بحث سے متعلق اپنا مضمون ”مولانا الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور رقادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے والی قرارداد ۱۹۷۴ء“ بھی عنایت کیا جو مختلف رسائل میں چھپنے کے علاوہ ”الحقیقہ“ تحفظ ختم نبوت نمبر جلد دوم میں بھی شامل اشاعت ہے۔

اوّلین قرارداد کس نے پیش کی؟ اور اس موضوع پر کیا خیانتیں ہوئیں؟ وہ قرارداد تھی کیا؟ ان تمام گوشوں کو وا کرنے کے لئے بجائے اس کے کہ اَحقر کچھ تحریر کرے ہمارے مہربان و قدردانوں نے خوب لکھا ہوا ہے لہٰذا

[1] بخاری، سید، صابر حسین شاہ، الحقیقہ، تحفظ ختم نبوت نمبر، ج ۲، ص 295

آئندہ سطور میں ہم اس بحث کو انہیں دو شخصیات کی تخلیق کردہ تحقیق سے پیش کر رہے ہیں۔کوشش کریں گے کہ تمام پہلو سامنے آجائیں۔ضرور پڑھیئے! ڈاکٹر حامد علی علیمی اطال اللہ عمرہ نے "کیا عجب زمانہ ہے جھوٹ، حقیقت اور حقیقت، افسانہ ہے" بطورِ تقریظ لکھ کر اس خیانتی گروہ کی باطل تلبیسات کی تصدیق کی اور محمد احمد ترازی کو ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

صادق علی زاہد قمطراز ہیں:

"مولانا نورانی عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سردار اور تحریک ختم نبوت کے سرگرم مجاہد و قافلہ سالار تھے۔رب کریم نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کو منتخب فرمایا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبہ پر مبنی ایک قرارداد قومی اسمبلی میں پیش کی۔قومی اسمبلی کے ریکارڈ کے مطابق ۳۰ جون 1974ء بروز اتوار، اسٹیٹ بنک بلڈنگ اسلام آباد میں قومی اسمبلی کا اجلاس وقفے کے بعد اسپیکر صاحبزادہ فاروق علی خان کی زیرِ صدارت شروع ہوا۔جس میں مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے تمام گروہوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے دستوری کارروائی کرنے کے لئے حسب ذیل قرارداد پیش کی:

جناب اسپیکر!

قومی اسمبلی پاکستان،

محترمی!

ہم حسب ذیل قرارداد پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں:

- ہرگاہ کہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔نیز ہرگاہ کہ نبی ہونے کا اس کا جھوٹا اعلان، بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں اسلام کے بڑے بڑے احکام کے خلاف غداری تھی۔
- نیز ہرگاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔
- نیز ہرگاہ کہ پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار چاہے وہ مرزا غلام مذکور کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی بھی صورت میں گردانتے ہوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔
- نیز ہرگاہ کہ پیروکار چاہے انہیں کوئی بھی نام دے دیا جائے، مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔
- نیز ہرگاہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو مکۃ المکرمہ کے مقدس شہر میں رابطہ العالمی الاسلامی کے

زیراہتمام 6اور 10اپریل (1974ء) کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے ایک سو چالیس مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعوی کرتی ہے۔

اب اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنی چاہئے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار انہیں چاہے کچھ بھی نام دے دیا جائے مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو مؤثر بنانے کے لئے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق ومفادات کے تحفظ کے لئے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔

اس قرارداد پر مندرجہ ذیل 22اسمبلی ممبران کے دستخط ہیں:

۱۔ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی	۲۔ مولوی مفتی محمود
۳۔ مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری	۴۔ پروفیسر غفور احمد
۵۔ مولانا سید محمد علی رضوی	۶۔ مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک
۷۔ چوہدری ظہورالہی	۸۔ سردار شیر باز مزاری
۹۔ مولانا ظفر احمد انصاری	۱۰۔ مولانا صدرالشہید
۱۱۔ صاجزادہ احمد رضا قصوری	۱۲۔ جناب محمود احمد فاروقی
۱۳۔ مولانا نعمت اللہ صاحب	۱۴۔ جناب عمر خان
۱۵۔ جناب غلام فاروق	۱۶۔ سردار مولا بخش سومرو
۱۷۔ جناب رئیس عطاء محمد مری	۱۸۔ مخدوم نور محمد ہاشمی
۱۹۔ سردار شوکت حیات خان	۲۰۔ جناب علی احمد تالپور
۲۱۔ جناب عبدالحمید جتوئی	۲۲۔ راؤ خورشید علی خان

بعدازاں ۱۵مزید اراکین نے بھی اس قرارداد پر تائیدی دستخط کر دیئے۔اس طرح کل 37اراکین قومی اسمبلی کی تائید سے یہ قرارداد پیش ہوئی۔مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ یہ قرارداد اسمبلی میں متفقہ طور پر منظور ہوئی۔

ملک بھر میں تحریک ختم نبوت کے زور پکڑ جانے اور علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے قرارداد پیش کرکے اس مسئلہ کو باقاعدہ قومی اسمبلی میں لے آنے پر وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے پوری قومی اسمبلی کو "خصوصی کمیٹی" قرار دے کر قادیانی مسئلہ کے حل کے لئے اقدامات کرنے کا اختیار دے دیا۔اس خصوصی کمیٹی نے مسئلہ کے حل کے لئے

مفصل بحث کرنے اور قادیانیوں کا نقطہ نظر معلوم کرنے کے لئے قادیانی ولاہوری گروہوں کے سربراہان کو اپنے نمائندوں سمیت خصوصی کمیٹی کے سامنے پیش ہو کر اپنا موقف بیان کرنے کا پورا پورا موقع دیا۔

اس خصوصی کمیٹی میں قادیانی سربراہ مرزا ناصر احمد پر گیارہ دنوں تک ۵ تا ۱۰ اگست تک اور ۲۰ تا ۲۴ اگست ۱۹۷۴ء تک۔ جبکہ لاہوری گروہ کی طرف سے صدر الدین عبد المنان عمر اور مسعود بیگ پر دو روز ۲۸،۲۷ اگست ۱۹۷۴ء کو جرح ہوئی۔ لاہوری وقادیانی نمائندگان پر جرح سننے کے بعد ممبران قومی اسمبلی اس نتیجہ پر متفق ہو گئے کہ ''مرزا قادیانی کے عقائد کفریہ ہیں اور اس کے پیروکار خواہ وہ قادیانی ہوں یا لاہوری یا کوئی بھی نام اپنائیں خارج از اسلام ہیں۔'' اس طرح ۱۹۷۴ء والی قومی اسمبلی میں پاکستان کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ اس اسمبلی کے ایک معزز رکن علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے قرارداد پیش کر کے قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں اُٹھایا اور پوری اسمبلی نے اس انتہائی اہم مسئلہ پر مکمل تحقیق کر کے اس کو حل کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قرارداد کی روشنی میں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو آئین پاکستان میں دوسری ترمیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ سپیکر قومی اسمبلی نے قادیانی مسئلہ سے متعلق قومی اسمبلی کی اس کارروائی کی فوری اشاعت پر ملکی مفاد کے پیش نظر پابندی عائد کر دی تھی جو سابقہ اسپیکر قومی اسمبلی ڈاکٹر فہمیدہ مرزا کے حکم سے شائع کر دی گئی ہے۔

تعصب کی کارستانیاں:

قادیانیوں کی تمام شاخوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والے پاکستان کی قومی اسمبلی کے اس متفقہ فیصلے کا اصل محرک علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ وہ قرارداد ہی تھی لیکن قرارداد پیش ہونے سے لے کر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قرارداد کی منظوری تک ہونے والے اسمبلی کے اجلاس ''ان کیمرہ'' تھے اور ان کی نشر واشاعت پر پابندی تھی، اس وجہ سے عرصہ دراز تک اصل حقیقت پس پردہ رہی، اس دوران مخصوص مکتبہ فکر کے ''مفکرین، مصنفین'' نے اس صورتحال سے بھرپور فائدہ اُٹھا کر حقائق مسخ کرنے کی شعوری کوششیں کیں انہوں نے اس حوالے سے کئی تحریریں اور کتابیں شائع کر کے قرارداد کے اصل محرک اور قرارداد پر دستخط کرنے والوں کی ترتیب میں ردّ و بدل کر کے تاریخی حقیقت پر نہ صرف پردہ ڈالا بلکہ اپنے لوگوں کو ہیرو بنا کر بھی پیش کیا۔ کیونکہ اس طبقہ فکر کے کارپرداز ان یہ برداشت نہیں کرتے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں دیگر مسالک کے رہنماؤں کی کوششوں اور قربانیوں کا نام بھی لیا جائے۔ چنانچہ ہر لمحہ ان کی پوری کوشش رہتی ہے کہ ہر اہم کام کو کھینچ تان کر اسی مسلک کے اکابر سے منسوب کر دیا جائے۔ جس کام میں اپنے کسی فرد کا کوئی عمل دخل کسی طور پر ثابت نہ کر سکیں۔ اس کے پیچھے ''فلاں بزرگ کی دعا کا اثر'' تحریر کر کے اپنے ضمیر کو مطمئن کر لیتے ہیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی قیادت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ان کے جیل میں چلے جانے کے بعد ان کے اکلوتے بیٹے مولانا سید خلیل احمد قادری اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع مسجد وزیر خاں کو تحریک کا مرکز بنا کر تحریک کی قیادت فرمائی۔فوجی عدالتوں نے آپ دونوں بزرگوں کو سزائے موت سنائی،لیکن اس مخصوص مسلک کے لٹریچر میں تحریک ختم نبوت انہیں کے اکابر کی رہین منت ہی نظر آتی ہے۔ اسی طرح ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران قائد ملت اسلامیہ الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے بحیثیت ممبر قومی اسمبلی قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوانے کی قرارداد پیش کی اور اسی قرارداد پر کارروائی ہو کر قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پا گئے۔مگر برا ہو تعصب کا جس کی وجہ سے تقریباً تمام دیوبندی مصنفین ومؤلفین جان بوجھ کر تاریخی حقائق مسخ کرنے کے لئے تحریف تک کئے جا رہے ہیں۔قومی اسمبلی کی کارروائی سے متعلق اس مکتبہ فکر کے پلیٹ فارم پر آج تک جتنا لٹریچر دیکھنے کو ملا ہے اس میں مولانا شاہ احمد نورانی کی پیش کردہ قرارداد کو ''حزب اختلاف کی قرارداد'' تحریر کیا گیا ہے۔کسی بھی مؤلف ومصنف کو یہ حوصلہ نہیں ہوا کہ وہ بھول کر بھی لکھ دے کہ یہ قرارداد پر دستخطوں کی ترتیب بدل کر اپنے اطمینان کا سامان پیدا کرتے ہیں کہیں بھی محرک قرارداد کا نام تائید کنندگان کے بعد نہیں آتا لیکن اس مکتبہ فکر کے لٹریچر میں شائع کی جانے والی یہ قرارداد واحد مثال ہے جس پر مؤیدین کے دستخط پہلے اور محرک قرارداد کے دستخط بعد میں دکھائے گئے ہیں۔

اب حکومت کی طرف سے اسمبلی کی خفیہ کارروائی منظر عام پر آ گئی ہے تو قومی اسمبلی کے اصل ریکارڈ میں سے قرارداد بھی منظر عام پر آئی ہے۔اس ریکارڈ کے مطابق محرک قرارداد الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط سرفہرست، پہلے نمبر پر روزِ روشن کی طرح چمک رہے ہیں۔اس حقیقت سے کسی طور بھی انکار ممکن نہیں کہ مرزا قادیانی کے خلاف سب سے پہلے فتویٰ کفر دینے سے لے کر قادیانیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کی سعی کے لئے اس سلسلہ میں قرارداد پیش کرنے اور اس قرارداد کو منظور کروا کر قانون سازی تک سب اعزازت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اہل سنت کو نصیب فرمائے ہیں لیکن ایک مخصوص مکتبہ فکر سب سے پہلا فتویٰ کفر مرتب کرنے سے لے کر ''قومی اسمبلی'' میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ'' ترتیب دینے تک سب اوراق اپنے ''اکابر'' کی تعریفوں اور ان کے ''لہو لگے جسموں کو شہیدوں میں شمار کرنے'' میں مشغول ہیں۔کسی بھی اہم مہم کو سر کرنے کے لئے ایک فرد نہیں بلکہ ایک ٹیم کام کرتی ہے۔اس ٹیم کے تمام اراکین اور ان کی کوشش اپنی اپنی جگہ پر اہم اور قابل تعریف ہوتی ہیں۔اسی طرح تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے دوران بھی ہوا۔سب اراکین اسمبلی نے اس موقع پر اپنا اپنا کردار ادا کیا۔کسی نے قرارداد مرتب کی،تو کسی نے اس کی تائید کی،کسی نے اس پر بحث میں حصہ لیا تو کسی نے عوامی

محاذ پر لوگوں کو مسئلہ کی نزاکت واہمیت سے آگاہ کر کے عوامی دباؤ حکومت پر برقرار رکھا۔ بعضوں نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر کے اپنی ''مسلکی غیرت'' اور قادیانیت کے ساتھ ''کھلی دشمنی'' کا واضح ثبوت بھی دیا۔ جس نے جتنا کام کیا اُس کو اُتنا اعزاز نصیب ہوا لیکن ریکارڈ میں تحریف کر کے اور حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے سے کون سی دینی یا ملکی خدمت سرانجام دینے کی کوشش کی جارہی ہے، یہ بات سمجھ سے بالا ہے۔ [1]

مزید تشفی کے لئے محمد احمد ترازی کی کتاب ''قرارداد ختم نبوت کا اصل محرک کون؟'' سے چند اقتباسات پڑھ لیجئے تاکہ کوئی اشکال باقی نہ رہے اور ہمارا مضمون بھی مکمل ہو جائے۔

مزید حقائق جاننے کے لئے اس مقام پر مولانا شاہ احمد نورانی کا ماہنامہ ''ضیائے حرم تحریک ختم نبوت نمبر ۱۹۷۴ء'' لاہور کو دیا گیا ایک انٹرویو سامنے رکھتے ہیں، جس میں آپ فرماتے ہیں:

اس سال اپریل میں، میں ورلڈ اسلامک کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن گیا، ان دنوں مکہ معظمہ میں رابطہ عالم اسلامی کا اجلاس ہو رہا تھا، ورلڈ اسلامک کانفرنس کی وجہ سے میں اس وقت مکہ مکرمہ حاضر ہوا، حاضری کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ وہاں سے رابطہ عالم اسلامی کی وہ قرارداد حاصل کروں جو انہوں نے قادیانیوں کے بارے میں متفقہ طور پر منظور کی تھی، ۲۶ مئی کو یہ قرارداد لے کر پاکستان پہنچا تو قادیانیوں کا مسئلہ شروع ہو چکا تھا ہم نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد کی روشنی میں قومی اسمبلی کے لئے اپنی قرارداد مرتب کی، جس میں حزب اختلاف کی تمام جماعتوں کا مشورہ شامل تھا۔ یہی قرارداد ہم نے ۳۰ جون کو اسمبلی میں پیش کی، جس پر 37 ارکان کے دستخط تھے۔''

مولانا نورانی کا ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قرارداد کی منظوری کے تقریباً دو ماہ بعد ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور کو دیا گیا انٹرویو واضح کر رہا ہے کہ یہ قرارداد صرف اور صرف مولانا شاہ احمد نورانی کی محنت اور کوشش شاقہ کا نتیجہ تھی۔ آپ ہی اس قرارداد کے بنانے والے اور اصل محرک ہیں، آپ ہی نے قرارداد کی تیاری کے بعد اس پر حزب اختلاف کی جماعتوں کے ہم خیال اراکین سے مشورہ کیا تائیدی دستخط لئے اور ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی اجلاس میں پیش کر دیا لیکن مولوی اللہ وسایا نے علمی بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کریڈٹ مولانا نورانی کو دینا پسند نہیں کیا بلکہ ''اپوزیشن کی قرارداد'' کا لفظ استعمال کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ قرارداد اپوزیشن کی جانب سے پیش کی گئی تھی۔

اس مقام پر بھی ذہن نشین رہے کہ ''محرک'' کے معنی تحریک دینے والے، اُبھارنے والا یا اُکسانے والے کے ہوتے ہیں یعنی کسی کام کا تحرک پیدا کرنے یا تحریک دینے والے اور اس کام کے لئے اُبھارنے اور اُکسانے

---

[1] بخاری، صابر حسین شاہ، سید، الحقیقہ، تحفظ ختم نبوت نمبر، ج ۲ ص ۳۳۹ تا ۳۴۴ بتصرف

والے کو ''محرک'' کہتے ہیں۔مشاہدہ شاہد ہے کہ کسی کام کے لئے تحریک پیدا کرنے والا تحریک دینے والا اور اُبھارنے یا اُکسانے والا ایک ہی فرد ہوتا ہے۔ باقی لوگ جو اُس کی حمایت کرتے ہیں وہ تائید کرنے والے ہیں اس لحاظ سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی قرارداد کے اصل محرک مولانا شاہ احمد نورانی ہیں۔قرارداد پر دستخط کر کے مولانا نورانی کے مؤقف کی حمایت کرنے والے باقی سب اراکین ''مؤیدین''یعنی تائید کرنے والے، مددگار ومعاون ہیں،اس لئے اُصولی طور پر انہیں محرکین قرارداد قرار دینا درست نہیں ہے۔

ہمارے اس مؤقف کی تائید مولانا شاہ احمد نورانی کے روزنامہ ''نوائے وقت'' کو دیئے گئے اس انٹرویو سے بھی ہو جاتی ہے۔جس میں آپ فرماتے ہیں:

''۱۹۷۴ء کے بجٹ اجلاس کے فوراً بعد میں نے قادیانیوں کو کافر ومرتد قرار دینے کے لئے قرارداد پیش کی، اسمبلی کے اندر جو دیگر علماء کرام موجود تھے یعنی مفتی محمود، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری صاحب، مولانا سید محمد علی رضوی صاحب، مولانا عبدالحق اور پروفیسر عبدالغفور احمد صاحب وغیرہم اس کے ''مؤیدین'' میں تھے لیکن دیوبندی مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم اس قرارداد میں شریک نہیں ہوئے اور اپنے آپ کو اس سے الگ رکھا۔''

اب رہا سوال یہ کہ مولانا شاہ احمد نورانی کی قرارداد حزب اختلاف کی قرارداد کیسے بنی؟ تو اس کا جواب بھی ہفت روزہ ''احوال'' کراچی کو دیئے گئے مولانا کے انٹرویو سے مل جاتا ہے۔جس میں آپ بتاتے ہیں کہ''میں نے قادیانیوں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تجویز پیش کی،اس پر دو ماہ بحث ہوئی،حزب اختلاف نے اسے متفقہ قرارداد بنا دیا ہم نے یہ کام بھی کروالیا اگرچہ پیپلز پارٹی کی حکومت تھی۔[1]

قارئین محترم!اس میں کوئی شک نہیں مولانا یوسف بنوری،مولانا مفتی محمود،مولانا عبدالحق وغیرہ اور دیگر مکتبہ فکر کے اکابرین بھی تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں شامل تھے اور انہوں نے باہم متحد ہو کر اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔اس حوالے سے مولانا شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں:

''الحمدللہ! پاکستان میں یہ معجزہ خاتم الانبیاء اور ہم عاجز و ناکارہ غلامانِ مصطفیٰ کی مساعی اور پوری ملت اسلامیہ پاکستان کی تائید وحمایت اور پارلیمنٹ کے اندر اور باہر تمام مکاتب فکر کے علماء کی بھرپور جدوجہد کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوا اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو کافر ومرتد قرار دینے کی قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی گئی۔

اس مہم میں علماء اراکین کے علاوہ بعض دیگر اراکین مثلاً موجودہ اسمبلی کے اسپیکر جناب الٰہی بخش سومرو کے

---

[1] تراڑی محمد احمد،قراردادِ ختم نبوت کا اصل محرک کون؟

والد حاجی مولا بخش سومرو کا کردار بڑا مؤثر او رمجاہدانہ تھا۔“[1]

مولانا نورانی مزید فرماتے ہیں کہ

”ہم نے علماء دیوبند سے درخواست کی کہ وہ قادیانیوں کے مسئلے پر ہمارا ساتھ دیں۔ چنانچہ آپ کی کوششوں سے ۹ جون ۱۹۷۴ء کو اٹھارہ مذہبی جماعتوں کا ایک مشترکہ کنونشن مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے شرکت کی اور قادیانیوں کے خلاف تحریک کو منظم وفعال بنانے کے لئے ”آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت“ کے نام سے ایک پلیٹ فارم تشکیل دے کر آئندہ کے لئے مشترکہ لائحہ عمل مرتب کیا گیا۔“[2]

روزنامہ جنگ کے نمائندے سہیل وڑائچ کو انٹرویو دیتے ہوئے مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”۱۹۷۴ء میں ایک میٹنگ بلائی، شیرانوالہ گیٹ میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، اس میں مولانا یوسف بنوری صدر تھے اور علامہ سید محمود احمد رضوی جنرل سیکرٹری تھے۔ دونوں نے مشترکہ طور پر (عوامی) تحریک چلائی جبکہ قومی اسمبلی میں ہم جنگ لڑتے رہے۔“

مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ:

”ہم نے تحریک کو دو محاذوں پر منظم کیا۔ ایک پارلیمنٹ کے اندر اور دوسرا پارلیمنٹ سے باہر، بیرونی محاذ پر کام کرنے کے لئے (تمام) مکاتب فکر کے اتفاق رائے اور اجماع سے ”مجلس عمل تحفظ ختم نبوت تشکیل“ دی گئی۔ جس نے ملک بھر میں مسلمانوں کو ایسا منظم کیا اور ایسی فضاء پیدا ہوئی کہ حکومت کے لئے اس مسئلے کو نظر انداز کرنا ممکن نہ رہا۔“

معزز قارئین! ان چیدہ اقتباسات سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے کہ ملت اسلامیہ میں قرارداد ختم نبوت پیش کرنے کا اعزاز سرخیل عاشقاں امام الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد منیب الرحمٰن دامہ فیوضھم نے ”تحصیل لالیاں“ شہر (ضلع چنیوٹ) میں ”محافظان ختم نبوت پاکستان“ کے پلیٹ فارم سے ہونے والی سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس 2016ء میں فرمایا کہ

”حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مجاہدین ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی جو لسٹ ہے امام الشاہ احمد نورانی قدس

---

[1] ایضاً۔۔۔۔۔۔

[2] ترازی، محمد احمد، قراردادِ ختم نبوت کا اصل محرک کون؟

سرہ العزیز کانام اُس فہرست میں پہلے نمبر پر ہے۔''[1]

تحدیث نعمت:

کمترین خلائق راقم السطور ۲۰۰۰ء میں عالم اسلام کی عظیم درسگاہ جامعہ نعیمیہ لاہور کے علمی و روحانی پاکیزہ ماحول میں درجہ ''الثانویہ عامہ'' کے نصاب سے نورالایضاح کا سبق پڑھ رہا تھا کہ اچانک جامعہ کے ماحول میں فضا مزید معطر ہوئی، مڑ کر دیکھا تو ''صورت بھی نورانی، سیرت بھی نورانی'' کے پیکر امام نورانی مفتی اعظم پاکستان و بانی جامعہ نعیمیہ لاہور مفتی محمد حسین نعیمی نوراللہ مرقدہ کے مزارِمبارک پر فاتحہ پڑھنے کے لئے مومنانہ گفتار میں تشریف لا رہے تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے ستاروں میں چاند جگمگا تا ہے۔ یہ پہلا موقع تھا جب فقیر کو اس عاشق صادق کی زیارت نصیب ہوئی۔ بعدازاں دو تین بار خطاب سننے کا موقع ملا اور پھر یہ مردِ جلیل داغ مفارقت دے گیا۔

تحدیث نعمت کے لئے عرض ہے کئی بار ایسا ہوا جب تحفظ ختم نبوت پر کام تحریکی و تقریری اور تحقیقی ذرا تیز ہوا تو دیدار نورانی ہوا اور بھرپور عنایات ہوئیں۔ اللہ کریم آپ کی قبر کو نور سے بھر دے، آپ کے توسل سے ہمیں قبول فرمائے۔

□□□

---

[1] المنتہیٰ، شمارہ ۲ جولائی تا ستمبر ۲۰۱۷ء ص ۱۹

قومی اسمبلی میں قرارداد ختم نبوت پیش کرنے کا اوّلین نوٹس

مولانا محمد ذاکر ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۴ء میں ضلع جھنگ کے معروف قصبہ محمدی شریف میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد حضرت مولانا عبدالغفور علاقہ کے معروف پیر طریقت تھے آپ سلسلہ سہروردیہ کے مشہور بزرگ مولانا امام الدین المعروف میاں محمدی کی اولاد سے ہیں۔ ضیاء الملت والدین خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی قدس سرہ العزیز سے بیعت تھے۔ ۱۹۳۲ء میں چنیوٹ سے اٹھارہ (18) میل دور جامعہ محمدی شریف کی بنیاد رکھی۔ تحریک خلافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریک پاکستان میں ڈٹ کر قائداعظم اور پاکستان کی حمایت کی۔ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے شب و روز کام کیا۔ پاکستان بننے کے بعد تمام تر توجہ دارالعلوم محمدی شریف پر مرکوز کر دی۔ جمعیت علماء پاکستان سے آپ کا تعلق شروع سے ہی رہا۔ ۱۹۶۴ء میں صوبائی اسمبلی مغربی پاکستان کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر بھاری اکثریت سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ماہنامہ ''الجامعہ'' بھی محمدی شریف سے نکلتا ہے۔ آپ نے اسمبلی کے اندر اور باہر مقام مصطفیٰ، تحفظ ختم نبوت کے لئے بھرپور کوششیں کیں۔ طویل علالت کے بعد ۲۵ نومبر ۱۹۷۶ء بروز جمعرات ۹ بجے صبح رحلت فرمائی۔ آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ [1]

۲۲ جون ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے ایک قرارداد پیش کرنے کا نوٹس دیا۔ اس قرارداد میں مولانا محمد ذاکر نے جو تجویز کیا اور آپ کی پیش کردہ قرارداد کا متن ملاحظہ فرمایئے!

''چونکہ قادیانی اپنے عقائد کے لحاظ سے آئین کے جدول سوم متعلقہ دفعہ ۴۳ سے متصادم ہیں۔ اس لئے مسلمان کی تعریف میں نہیں آتے لہٰذا وہ اسمبلی کی نظروں میں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

ان کے عقائد کا ثبوت ان کی طرف سے شائع ہونے والا لٹریچر ہے یہ فرقہ نہ صرف مذہبی اختلافات کے اعتبار سے الگ حیثیت رکھتا ہے بلکہ سیاسی اور سماجی اعتبار سے بھی یہ فرقہ خود کو سواد اعظم سے الگ تصور کرتا ہے اور واقعات کے لحاظ سے یہ انگریز اسرائیل اور بھارت کا ففتھ کالم [fifth column] ہے جو پاکستان میں سرگرم عمل

---

[1] بٹر، سردار محمد اکرم، زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے ص 134

ہے اور اس کی وفاداری بھی مشکوک ہے۔انہوں نے تقسیم ہند کے بعد سے جان بوجھ کر اپنی جماعت کا ایک حصہ قادیان میں متعین کر رکھا ہے تا کہ ضرورت پڑنے پر اس سے کام لیا جا سکے۔

حال ہی میں ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر جو واقعہ رونما ہوا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فرقہ دراصل پاکستان میں ''ریاست در ریاست'' قائم کرنا چاہتا ہے اور اس کا اظہار مختلف موقعوں پر اس فرقے کے سرگرم کارکن کر چکے ہیں۔

اس فرقے کو معمولی تصور نہ کیا جائے۔بیشتر اسلامی ممالک بھی اس فرقے پر عدم اعتماد کا اظہار کر چکے ہیں۔

ان حالات کی روشنی میں پاکستان اور ملکی سالمیت کا تحفظ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس مرزائی احمدی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور کلیدی اسامیوں سے انہیں الگ کیا جائے اور ربوہ کے دروازے ساری قوم کے لئے کھول دیئے جائیں۔[1]

سانحہ ربوہ کے بعد سب سے پہلے آپ نے ہی ۲۲ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے قرارداد پیش کرنے کا نوٹس دیا۔[2]

□□□

---

[1] قادری محمد ثاقب رضا تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص 178

[2] قادری محمد ثاقب رضا تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ص ۳۳

مرزائیوں کا پاکستان کے خلاف اقوام متحدہ میں مقدمہ اور ضیاء الامت کی اوّلین کامیاب جدّ و جہد

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ متبحر عالم دین، ماہر تعلیم، بلند پایہ مصنف، جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے بانی، شہرۂ آفاق تفسیر "ضیاء القرآن" اور سیرت پر بے مثال تصنیف منیرہ "ضیاء النبی" کے مصنف، پاکستان کی سب سے بڑی شرعی عدالت کے جسٹس، ملت اسلامیہ کی اُمنگوں کے ترجمان، غازی تحریک ختم نبوت، شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی قدس سرہ العزیز کے دست راست، سلسلہ چشتیہ کے عظیم سپوت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے بانی عظیم مصلح، مدرس اور مصنف تھے۔ ۱۰ ذوالحج ۱۴۱۸ھ بمطابق ۸/اپریل ۱۹۹۸ء کو اشاعت دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فریضہ ادا کرتے کرتے حیات جاوداں کا جام پی کر بارگاہِ رُبوبیت میں پیش ہو گئے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء ہو یا امتناع قادیانیت آرڈیننس ہو آپ نے جس انداز میں اس خبیث اقلیت (قادیانیت) کے خلاف علم جہاد بلند رکھا اس کی نظیر خال خال ملتی ہے۔

*****

جب پاکستان کی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تو انہوں نے عالمی سطح پر پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ ہمارے خلاف زیادتی ہوئی ہے۔ وہ اکثر عالمی حقوق کی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل جینوا میں درخواست پیش کرتے کہ پاکستان میں ہمارے حقوق محفوظ نہیں اور ہمیں اپنی مذہبی رسومات ادا کرنے سے روکا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں پاکستان کا مؤقف پیش کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً مختلف افراد جاتے رہے لیکن کوئی بھی نمائندگی مؤثر نہ رہی۔ ۱۹۸۸ء میں جرنل ضیاء الحق نے حضرت قبلہ پیر کرم شاہ الازہری مدظلہ العالی کو اس مشن پر روانہ کیا۔ خداوند قدوس کے فضل و احسان سے یہ پہلا سال تھا جب پاکستانی مؤقف کو گیارہ میں سے ۹ ممبران کی تائید حاصل ہوئی۔

ہندوستان نے ہمارے خلاف ووٹ دیا جبکہ ایک ملک نے رائے شماری میں حصہ ہی نہیں لیا۔ اس کی تفصیل خود حضرت قبلہ پیر صاحب کی زبانی ملاحظہ کریں۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپیلٹ بینچ کا اجلاس ۳۰ جولائی ۱۹۸۸ء سے لاہور میں منعقد ہو رہا تھا۔ اسی اثناء میں مرحوم و مغفور شہید صدر محمد ضیاء الحق کا ٹیلی فون

موصول ہوا، جس میں انہوں نے مجھے فرمایا کہ یو این او کے ذیلی ادارہ ہیومن رائٹس (حقوق انسانی) کے سب کمیشن کا اجلاس 8 اگست سے جنیوا میں منعقد ہو رہا ہے۔ وہاں مرزائیوں نے بڑا اُودھم مچا رکھا ہے۔ پاکستان کے بارے میں انہوں نے یہ پروپیگنڈا زور شور سے شروع کر رکھا ہے کہ پاکستان میں ان کو قتل کیا جا رہا ہے، ان کو ملازمتوں سے چن چن کر نکالا جا رہا ہے، ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کیا جا رہا ہے، ان کے افراد کو زدوکوب کیا جاتا ہے اور ہر قسم کے انسانی حقوق سے ان کو محروم کیا جا رہا ہے۔ صدر مرحوم نے مجھے حکم دیا کہ میں وہاں جا کر پاکستان کی نمائندگی کروں۔

مجھے اس قسم کے اجتماعات میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ پہلے تو میں سہما اور خیال کیا کہ صدر محترم سے معذرت کرلوں اور درخواست کروں کہ کسی موزوں آدمی کا اس اہم کام کے لئے انتخاب کیا جائے لیکن پھر مجھے یہ حدیث شریف یاد آئی جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس منصب اور ذمہ داری کا کوئی شخص مطالبہ کرتا ہے اور وہ منصب اسے دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو اُس کی ذاتی قابلیت کے حوالے کر دیتا ہے کہ تم نے یہ منصب طلب کیا تھا، ہم نے تمہیں دے دیا اب تو جان اور تیرا کام۔ لیکن اگر بن مانگے وہ منصب اور ذمہ داری کسی کو سپرد کی جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ خود اس شخص کی امداد کرتا ہے اور رہنمائی فرماتا ہے۔"

میں نے سوچا کہ اس چیز کا مطالبہ میں نے نہیں کیا اور نہ اس قسم کی طلب میرے حاشیۂ خیال میں کبھی نمودار ہوئی۔ اب اگر یہ فرض میرے ذمہ لگایا گیا ہے تو حسب ارشاد مصطفوی ﷺ اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے گا اور جب اس کی امداد میرے شامل حال ہوگی تو پھر مشکلیں خود بخود آسان ہوتی جائیں گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے میں نے صدر محترم کی اس خواہش کی تکمیل کا عزم کرلیا۔

لاہور سے میں ۸/ اگست کو بھیرہ واپس آیا۔ ۹ اور ۱۰/ اگست دو روز یہیں ٹھہرا اور ضروری انتظامات کئے اور اپنی طویل غیر حاضری میں جو منصوبے زیر تکمیل تھے ان کے بارے میں اپنے احباب کے ساتھ مشورہ بھی کیا اور انہیں مناسب ہدایت بھی دیں۔

۱۱/ اگست کو بھیرہ سے روانہ ہوا، ساڑھے تین بجے فارن منسٹری کے دفتر میں متعلقہ حکام سے ملاقات ہوئی۔ رات کو ڈیڑھ بجے پی آئی اے کی فلائٹ سے جنیوا کے لئے روانہ ہوگیا۔

فرینکفرٹ میں دو اڑھائی گھنٹے انتظار کرنا پڑا، لفتھنزا ایئر لائن کے طیارے سے تین بجے دوپہر جنیوا پہنچا۔ عزت مآب سعید دہلوی ایئر پورٹ پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور انٹر کانٹی نینٹل کے کمرہ

نمبر ۱۰۲۰ میں مجھے ٹھہرایا۔ میں نے ان سے گزارش کی کہ مجھے یہاں کے حالات سے بالتفصیل آگاہ کریں اور جو پروگرام ہو، اس سے بھی مطلع کریں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے وہ پمفلٹ دیئے جس میں مرزائیوں نے حکومت پاکستان پر اور پاکستان کی عوام پر ہر قسم کے بے سروپا الزامات عائد کئے ہوئے تھے۔ یہ پمفلٹ محل نظر تھے اور ایک خالی الذہن انسان کو طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے کے لئے بڑے مؤثر ثابت ہو سکتے تھے۔

سفیر صاحب نے بتایا کہ ہیومن رائٹس (حقوق انسانی) کے سب کمیشن کا اس دفعہ پاکستان ممبر نہیں ہے۔ اس لئے ہم نہ اس میں تقریر کر سکتے ہیں، نہ کسی مقرر کے اعتراض کا جواب دے سکتے ہیں اور نہ ووٹنگ میں حصہ لے سکتے ہیں۔ البتہ بحیثیت مبصر اس اجلاس میں شریک ہو سکتے ہیں۔

اس لئے ہم نے یہ طے کیا کہ ہر روز ان ممبران میں سے دو یا تین ممبران کو لنچ پر مدعو کیا جائے۔ ایک بجے سے تین بجے تک میٹنگ کا وقفہ ہوتا ہے۔ اس وقفہ میں ان سے تبادلہ خیال کیا جائے اور حقیقت حال سے آگاہ کیا جائے۔ اس کے بغیر ہمارے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

محترم سفیر صاحب نے فرمایا کہ وہ ہر روز کے لئے تین ممبران کو مدعو کریں گے۔ ہفتہ اور اتوار چھٹی ہوتی ہے۔ میں نے یہ دو دن مطالعہ میں اور اس موضوع کی تیاری میں صرف کیے۔ سوموار کو میں سفیر کے ساتھ سب کمیشن کے اجلاس میں بحیثیت مبصر شریک ہوا۔ اس اجلاس کے چیئرمین مسٹر بھنڈارا تھے جو بھارت کے نمائندہ تھے۔ نصف گول دائرہ کی شکل میں سٹیج کے سامنے کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ پہلی قطار میں کمیشن کے ممبران تشریف فرما تھے۔ دوسری قطار میں ان کے معاونین کے بیٹھنے کے لئے نشستیں تھیں، تیسری قطار میں مبصر بیٹھتے تھے۔ جن میں میں بھی تھا اور پچھلی دو لائنوں میں غیر حکومتی انجمنوں کے نمائندگان تھے۔ کافی دیر تک میں ممبران کی تقاریر کو سنتا رہا۔ ایک بجے وقفہ ہوا تو میں واپس چلا آیا۔

ہم نے لنچ پر مختلف ممبران سے ملاقات اور تبادلۂ خیالات کا جو پروگرام تشکیل دیا، اس کی پہلی نشست ۱۶/اگست ۱۹۸۸ء بروز منگل ہوئی۔ ان میں مصر اور اُردن کے معزز ارکان مدعو تھے اور رات کو خصوصی طور پر چین کے ممبر کو ہم نے ڈنر پر بلایا تھا۔ چنانچہ یہ سلسلہ ۲۵/اگست ۱۹۸۸ء تک جاری رہا۔ اس روز بھی خلاف معمول رات کو ہم نے مسٹر بھنڈارا اور مسز بھنڈارا کو ڈنر پر مدعو کیا۔

ان نشستوں میں ماحول بڑا دوستانہ اور تکلف و تصنع سے بالکل مبّرا تھا۔ میں نے ان کو دو تین باتیں سمجھانے کی کوشش کی۔

* پہلی بات تو یہ تھی کہ دنیوی نقطۂ نظر سے قوموں کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی چند وجوہات ہیں۔ ان میں وطن، زبان،

نسل، چہرے کی رنگت وغیرہ کو اہمیت حاصل ہے لیکن مذہبی نقطہ نظر سے اُمتوں کی علیحدگی کا ایک ہی سبب ہے۔ جب کسی اُمت کا خصوصی تعلق ایک نبی کے ساتھ ہو جاتا ہے تو ایک علیحدہ اُمت معرض وجود میں آجاتی ہے۔ میں نے انہیں کہا مثال کے طور پر، آپ مسلمانوں کو لیجئے۔ ہم مسلمان، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صاحب کتاب، صاحب شریعت نبی اور رسول مانتے ہیں۔ اسی طرح ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی صاحب کتاب، صاحب معجزات نبی اور رسول تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود نہ ہم یہودی ہیں، نہ ہم عیسائی چونکہ ہمارا خصوصی تعلق سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے، اس لئے ہم مسلمان ہیں اور ایک علیحدہ امت ہیں اور جو عیسائی ممبر ہمارے ساتھ ہوتا، میں اس سے عرض کرتا کہ آپ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں، ان کو نبی تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود آپ یہودی نہیں بلکہ آپ عیسائی ہیں کیونکہ آپ کا خصوصی تعلق حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ اسی طرح ہمارے ملک میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام مرزا غلام احمد تھا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ وہ بھی نبی ہے، اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ وہ دعویٰ سچا تھا یا جھوٹا۔

بہر حال اس نے نبی بننے کا دعویٰ کیا اور بعض لوگوں نے اس کو نبی تسلیم کیا۔ جن لوگوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم کیا ان کو مرزا صاحب کے ساتھ وہی خصوصی تعلق ہو گیا جو مسلمانوں کا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہے، عیسائیوں کا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے یا یہودیوں کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے، اس خصوصی تعلق کی بنا پر وہ ایک الگ امت بن گئے، جن کو مرزائی یا قادیانی یا احمدی کہا جاتا ہے لیکن امت اسلامیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اگرچہ وہ کہیں کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کو نبی مانتے ہیں۔ جیسے ہم موسیٰ علیہ السلام کو نبی مان کر بھی ان کے امتی نہیں۔ اسی طرح یہ بھی حضور ﷺ کو نبی ماننے کے باوجود حضور ﷺ کی امت نہیں کیونکہ ان کا خصوصی تعلق مرزا غلام احمد قادیانی سے ہے۔

میں نے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے نام بطور مثال ذکر کئے ہیں۔ چونکہ یہ جلیل القدر رسول ہیں اور ہر شخص ان کے ناموں سے آشنا ہے ورنہ جس شخص کا جس نبی کے ساتھ خصوصی تعلق ہو گا وہ اسی کا امتی ہو گا۔

* دوسری بات جو میں نے ان صاحبان کو ذہن نشین کرائی، وہ یہ تھی کہ تکفیر کا آغاز آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے ہوا۔ انہوں نے ہی حکم دیا کہ جو میری نبوت پر ایمان نہیں رکھتا، وہ کافر ہے۔ نیز اپنے متبعین کو حکم دیا کہ ان میں سے کوئی بھی کسی مسلمان کے ساتھ مل کر نماز ادا نہ کرے، کسی مسلمان کی نماز جنازہ نہ پڑھے، خواہ وہ کتنا متقی اور پرہیزگار ہو، خواہ وہ چھ ماہ کا معصوم بچہ ہو۔ نیز انہیں منع کیا کہ وہ اپنی بچیوں کے رشتے مسلمانوں کو نہ دیں پھر یہ حکم صادر کیا کہ ان کے متبعین میں سے اگر کوئی شخص ان کاموں میں سے کوئی ایک کام کرے گا تو اس کا نام میری امت کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا اور یہ واقعہ تو آفاق عالم میں مشہور و معروف ہے کہ جب بانی پاکستان قائد اعظم محمد

علی جناح نے انتقال فرمایا تو لکھوکھا مسلمانوں نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی تو سر ظفر اللہ خان، جو اس وقت پاکستان کے وزیر خارجہ تھے، انہوں نے موجود ہوتے ہوئے قائد اعظم کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی۔ جب اخباری نمائندوں نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے بڑی ڈھٹائی سے یہ کہا:

''اگر قائد اعظم مسلمان تھے تو آپ یوں سمجھیں کہ میں ایک مسلمان حکومت کا کافر وزیر خارجہ ہوں اور اگر وہ مسلمان نہ تھے تو میں ایک کافر حکومت کا مسلمان وزیر خارجہ ہوں۔''

پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی تفصیلات سے آپ آگاہ ہوں گے لیکن اتنی بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ قرارداد مذہبی علماء کی کسی کانفرنس اور کسی اجتماع میں منظور نہیں کی گئی بلکہ اسے پاکستان کی آئین ساز اسمبلی نے اتفاق رائے سے منظور کیا تھا اور وہ بھی ہفتوں بلکہ مہینوں کی سوچ بچار اور غور و فکر کے بعد اور یہ طویل اور علمی مذاکرہ یکطرفہ نہیں تھا بلکہ قادیانی جماعت کے اس وقت کے امیر جناب مرزا ناصر احمد نے بھی اپنی جماعت کے علماء اور فضلاء کے ساتھ اس میں شرکت کی تھی اور ایک ایک نکتہ پر گرما گرم بحث ہوئی تھی اور آخر میں مرزا ناصر احمد نے یہ اعلان کیا میں مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتا ہوں اور جو شخص ان کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتا، اس کو کافر سمجھتا ہوں، تب پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کے تمام ارکان نے متفقہ طور پر اس قرارداد کو پاس کیا اور آپ جانتے ہیں کہ جو قرارداد قانون ساز اسمبلی میں پاس ہو اور اس کو صرف اکثریت نے ہی منظور نہ کیا ہو بلکہ اتفاق رائے سے منظور کی گئی ہو، اس کی آئینی اور قانونی حیثیت کا کون انکار کر سکتا ہے؟ اور اس قرارداد کو اتفاق رائے سے پاس کرنے میں بھی مرزا ناصر صاحب کے اس اعلان کا بڑا دخل ہے جو انہوں نے آئین ساز اسمبلی کے ہال میں سب کے سامنے کیا کہ جو شخص مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتا، وہ کافر ہے، دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اس وقت مسلمانوں کی تعداد دنیا میں ایک ارب کے لگ بھگ ہے (یہ اعداد و شمار تقریباً اکیس سال پہلے کے ہیں، اب دو ارب سے متجاوز ہے) جن میں سے ایک لاکھ پچیس ہزار قادیانی ہیں۔ اگر ان کے امیر کے کہنے کے مطابق صرف یہی مسلمان ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ننانوے کروڑ اٹھانوے لاکھ مسلمانوں کو بیک قلم دائرہ اسلام سے خارج کر دینا، یہ مرزا صاحب کا ہی دل گردہ ہے کوئی منصف مزاج شخص ایسا کہنے کی بلکہ ایسا سوچنے کی بھی جسارت نہیں کر سکتا۔

* تیسری بات جو میں نے ان صاحبان کے گوش گزار کی تھی کہ یہ لوگ شور مچا رہے ہیں کہ پاکستان میں ہمارے انسانی حقوق پامال کئے جا رہے ہیں، ہمیں قتل کیا جا رہا ہے، ہماری عبادت گاہوں کو پیوند خاک کیا جا رہا ہے، ہمیں ملازمتوں سے نکالا جا رہا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

اس کے بارے میں عرض ہے کہ پاکستان کے عوام، اسلام کی برکت سے اتنے فراخ دل اور عالی ظرف واقع ہوئے ہیں کہ اس ملک میں بہت سی غیر اقلیتیں آباد ہیں۔ ہندو، عیسائی، پارسی وغیرہ لیکن جب سے پاکستان بنا ہے، اس وقت سے لے کر آج تک وہاں کبھی بھی فرقہ وارانہ فساد رو پذیر نہیں ہوا۔ کبھی کسی غیر مسلم کی جان، مال، آبرو پر دست تعدی دراز نہیں کیا گیا تو ان لوگوں پر ظلم وتعدی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کون سا ایسا انسانی حق ہے جو کسی اور پاکستانی کو میسر ہے، لیکن یہ اس سے محروم ہیں۔ مثال کے طور پر آپ سب سے پہلے تعلیمی میدان لیجئے۔ پرائمری سکول، ہائی سکول، کالج، پروفیشنل کالج، ٹیکنیکل کالج، پوسٹ گریجویٹ اور یونیورسٹی کی سطح تک حصول تعلیم کے جتنے مرحلے ہیں ان میں داخلہ کے لئے ان قادیانیوں پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔ ان کے بچے میڈیکل کالج، انجینئرنگ کالج اور دوسرے کالجز میں سینکڑوں کی تعداد میں اب بھی زیر تعلیم ہیں اور جنہوں نے اس سال فائنل کے امتحان پاس کئے ہیں، وہ حسب قواعد ملازمتوں پر متعین کر دیئے گئے ہیں۔ مقابلہ کے امتحانات میں شریک ہونے پر بھی ان پر کوئی پابندی نہیں، ان میں سے جو کامیاب ہوتے ہیں ان کو اعلیٰ مناصب پر فائز کیا جاتا ہے، جہاں تک سرکاری محکموں میں ملازمت کا تعلق ہے سب سے اہم محکمے، محکمہ دفاع کے ہیں۔ ان میں وہ ہوائی، بحری، بری تمام افواج میں اعلیٰ ترین عہدوں پر متمکن ہیں۔ انٹیلی جنس محکمہ جو از حد اہم اور حساس محکمہ ہے، اس میں بھی بنیادی پوسٹوں پر یہ لوگ فائز ہیں۔ وزارت خارجہ میں اہم ممالک میں اس جماعت کے لوگ سفارت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ فیکٹریاں، کارخانے ان کے تصرف میں ہیں۔ سینکڑوں مربع زرعی زمین کے یہ مالک ہیں۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی اس کے علاوہ کون سا وہ حق ہے؟ جو کسی اور پاکستانی کو حاصل ہے اور انہیں میسر نہیں۔ البتہ ایک حق ہے جو اور کسی پاکستانی کو حاصل نہیں لیکن یہ اس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں یعنی اپنے ملک کی بدگوئی کرنا، اپنے ملک کو بدنام کرنا، اس درخت کی جڑیں کاٹنا جس کے ٹھنڈے سائے میں یہ زندگی بسر کرتے ہیں، جس کے میٹھے اور لذیذ پھلوں سے یہ اپنے کام و دہن کی ضیافت کا اہتمام کرتے ہیں۔ بیرون پاکستان آپ کہیں چلے جائیں، ان ناشکر گزاروں کو آپ پاکستان کا گلا کرتے اور برائی کرتے ہوئے پائیں گے۔ اس کے باوجود پاکستان کا دامن پھر بھی ان کے لئے کشادہ ہے، پھر بھی وہ اپنے انعامات و کرامات سے ان کو محروم نہیں کرتا۔ پاکستان کا اور کوئی شہری یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ وہ غیر اقوام کے سامنے اپنے ملک کی غیبت کرے اور یہ لوگ اپنے ملک پر سراسر جھوٹے الزام لگاتے ہیں اور اس کو بدنام کر کے خوش ہوتے ہیں۔

اثنائے گفتگو میں ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ یہ لوگ کلمہ شریف کا بیج (Badge) لگاتے ہیں، آپ یہ بیج نوچ لیتے ہیں اور اس پر اپنی برہمی اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ بات آپ کی انسانی حقوق کی پامالی کے زمرہ میں آتی ہے۔

میں نے انہیں عرض کی کہ بے شک ہمیں ان کے اس بیج پر اعتراض ہے اور ہمیں ان کے سینوں پر یہ بیج آویزاں دیکھ کر ناگواری ہوتی ہے۔ لیکن اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کے مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ سورۃ الفتح کی یہ آیت:

''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ''

اس میں پہلا جملہ ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ ذات پاک نہیں جس کا نام ''محمد'' ان کے جد امجد نے رکھا جو چودہ سو سال سے اسی نام سے پہچانے جاتے ہیں، ان کے دوست بھی، ان کے دشمن بھی، ان کے ماننے والے اور انکار کرنے والے بھی، اسی نام سے ان کو جانتے ہیں۔ مرزا لکھتا ہے: اس سے مراد وہ نہیں بلکہ میں ہوں۔ اس سے بڑی جسارت بھی کوئی ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم جو ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور آسمانی صحیفہ ہے، اس میں اپنی من مانی تاویل بلکہ من مانی تحریف سے کیا ہمارے دل نہیں دُکھتے۔ اگر اقلیت کے انسانی حقوق ہیں، تو کیا اکثریت کا کوئی انسانی حقوق نہیں؟ اگر اقلیت کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا بری بات ہے، تو کیا اکثریت کے جذبات کو مجروح کرنا کارِ ثواب ہے؟

یہ آیت لکھ کر وہ آیت کا غلط معنیٰ لیتے ہیں۔ اس لئے ہماری غیرت اس بات کو برداشت نہیں کر سکتی کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام پاک ذکر کرے اس سے کوئی ایسا شخص مراد لیا جائے جسے ہم مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔

اس گفتگو میں سفیر صاحب جناب سعید دہلوی میری معاونت فرماتے رہے اور جب بھی مجھے ان کی اعانت کی ضرورت محسوس ہوتی، بڑی فصاحت و بلاغت کے ساتھ وہ اپنا مدعا مہمانوں کے ذہن نشین کراتے رہے۔

اس کاوش کا ایک نتیجہ تو یہ ہوا کہ گزشتہ سال ممبران نے کھل کر ان لوگوں کی تائید کی تھی اور پاکستان پر تابڑ توڑ حملے کیے تھے۔ اس سال اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل و کرم فرمایا کہ کسی ایک ممبر نے بھی ہمارے خلاف ایک لفظ تک نہیں بولا۔

اسی اثناء میں ۱۷ اگست کو ایک عظیم سانحہ وقوع پذیر ہوا۔ جس نے قلوب و اذہان کو ہلا کر رکھ دیا ۲ بجے میں اپنے کام سے فارغ ہو کر بستر پر آرام کرنے کے لئے لیٹا ہی تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھایا۔ جناب سفیر صاحب بول رہے تھے، سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور شاید ان کے کرب والم کی ایسی ہی کیفیت تھی۔ انہیں بھی معلوم نہ تھا کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ آخر بمشکل تمام وہ اتنا کہہ سکے کہ صدر صاحب کا طیارہ حادثہ کا شکار ہو گیا۔ یہ سن کر سکتہ کی کیفیت طاری ہو گئی۔ کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ وہ کیا کیفیت تھی؟ بار بار دل نے مجبور کیا کہ واپس پاکستان چلا جاؤں لیکن پھر اس خیال نے راستہ روک لیا کہ میں جس فرض کی ادائیگی کے لئے یہاں بھیجا گیا ہوں، اس فرض کی ادائیگی

سے پہلے اپنا مورچہ چھوڑنا، یہ مردانگی نہیں، یہ وفاداری نہیں دل جتنا چاہے تلملائے، اسے یہیں رہنا ہوگا۔ اپنا فرض ادا کرنے کے لئے اپنی ساری صلاحیتوں کو مصروف رکھنا ہوگا۔

ہفتہ کے روز میں اپنے ہوٹل کے کمرہ میں تنہا تھا۔ اخبار میں پڑھا تھا دو بجے پاکستان کے وقت کے مطابق شہید اسلام صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ جب گھڑی پر گیارہ بجے تو میں نے سوچا: اب پاکستان میں دو بج رہے ہوں گے۔ شاید ٹیلی ویژن والے جنازہ کی جھلکیاں دکھائیں۔ میں نے ٹیلی ویژن آن کیا، سامنے وہ منظر نظر آیا جسے دیکھ کر دل تھام کر رہ گیا۔ پاکستانی فوج کے جیالے، اپنے مرحوم صدر کے صندوق کو اُٹھا کر لا رہے تھے۔ ایک گھنٹہ تک سوئٹزرلینڈ کے ٹیلی ویژن نے براہ راست تمام مناظر براڈ کاسٹ کئے۔ وہ لمحہ بھی آیا کہ وہ دبلا پتلا جنرل ضیاء الحق جس کی آواز کی گرج سے عالمی قوتوں پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ اپنی آخری آرام گاہ میں رکھ دیا گیا۔ جس کے اوپر سینکڑوں من مٹی ڈال دی گئی۔ وہ آنسو جو قوم نے اس کے فراق میں بہائے وہ آنکھیں جو گھنٹوں اس کی جدائی پر اشکبار رہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے اور اس کے ساتھی شہداء کے لئے، اس کی رحمت کی بھیک مانگتی رہیں۔ یہ کیسا منظر تھا جو کبھی بھلایا نہ جاسکے گا لاکھوں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن تھا۔ فیصل مسجد کے ارد گرد حد نگاہ تک جتنے میدان، جتنی پہاڑیاں، جتنی سڑکیں، جتنی کوٹھیاں تھیں سب لوگوں کی کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔ حتیٰ کہ مسجد کی چھت پر بھی لوگوں کا ہجوم تھا۔ انتہائی غم و اندوہ کے لمحات میں پاکستانی قوم کا نظم و ضبط دیکھنے والوں کو ورطۂ حیرت میں مبتلا کر رہا تھا۔ سب انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ سراپا عجز و نیاز بن کر اپنے رحمٰن اور رحیم، غفار اور ستار خدا کی بارگاہ میں اپنے شہید صدر کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے۔

نماز عصر کے بعد جنیوا کی مسجد میں جنرل صاحب کے ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن کریم کا اہتمام کیا گیا تھا۔ نماز عصر سے پہلے میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ بہت سے پاکستانی ایمبیسی اور پاکستانی مشن کے افراد اور ملازمین اور عام پاکستانیوں کی کثیر تعداد وہاں جمع ہوگئی۔ قرآن کریم کے کئی ختم ہوئے۔ کلمہ شریف اور درود شریف پڑھا گیا۔ سب نے اس کا ثواب جنرل صاحب اور آپ کے شہید ساتھیوں کی ارواح طیبہ کو پہنچایا۔ سبھی رنجیدہ اور غمزدہ تھے لیکن جو پٹھان وہاں آتے تھے وہ کہہ رہے تھے آج ہم یتیم ہو گئے۔ ہمارا باپ رخصت ہوگیا اسلام اور پاکستان کی جس دل میں جتنی محبت تھی اسی قدر وہ المناک حادثہ پرغمناک تھا۔

ہفتہ اور اتوار کو مشن کی ہفتہ وار چھٹی تھی۔ سوموار کو پھر اجلاس شروع ہوا۔ سب سے پہلے صدر صاحب اور ان کے ساتھیوں کی حسرت ناک وفات پر دلی غم و اندوہ کا اظہار کیا گیا اور احتراماً ایک منٹ کھڑے ہو کر اظہار تعزیت کیا گیا۔

۲۶ راگست کو جمعہ تھا۔ میں نے سفیر صاحب سے پوچھا کہ اگر میرا یہاں کوئی کام ہو تو میں ٹھہرنے کے لئے تیار

ہوں،لیکن اگر میرا کام ختم ہوگیا تو مجھے واپسی کی اجازت دیں۔انہوں نے فرمایا کہ آپ کا کام اختتام پذیر ہوگیا۔اب سب کمیشن کے ممبران خفیہ اجلاس کریں گے۔جس میں وہ امور جو کمیشن میں زیر بحث آئے۔ان پر خفیہ رائے شماری کریں گے۔اس میں ہم کسی قسم کی مداخلت نہیں کر سکتے۔اس لئے آپ جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں۔چنانچہ بروز جمعہ ساڑھے ٦ بجے کی فلائٹ پر میں فرینکفرٹ (جرمنی) پہنچا۔

فرینکفرٹ جرمنی کا ایک مشہور شہر ہے اور جرمنی کا ہوائی اڈہ ہے۔وہاں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ کے فارغ التحصیل صاجزادہ عابد حسین صاحب عرصہ دو سال سے خطابت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ان کا اصرار تھا کہ میں ان کے پاس آؤں۔چنانچہ میں نے واپسی پر ان کے پاس جانے کا پروگرام بنایا اور انہیں اپنی آمد سے مطلع کیا۔وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ائیر پورٹ تشریف لائے ہوئے تھے۔وہاں سے ہی پاک دارالاسلام مسجد تک پہنچے۔مغرب کی نماز کا وقت ہو چکا تھا،نماز ادا کی۔اس کے بعد احباب کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا باتوں باتوں میں صاجزادہ عابد صاحب نے بتایا کہ یہاں کے مرزائیوں کو آپ کی آمد کی اطلاع مل گئی ہے۔وہ ملاقات کے لئے وقت مانگ رہے ہیں۔میں نے دوسرے روز نماز عصر کے بعد انہیں ملاقات کے لئے وقت دیا۔رات کو آرام کیا۔نماز صبح کے بعد ناشتہ سے فارغ ہو کر،سیر کرنے کا پروگرام بنایا۔وہاں سے ساٹھ کلو میٹر دور دریائے راءین کے کنارے ایک بڑا خوبصورت قصبہ ہے،جس کا نام اس وقت یاد نہیں،وہاں پہاڑ کی چوٹی پر ایک یادگار بنی ہوئی ہے۔جس پر لوہے کی تاروں کے ساتھ چھوٹے ڈبے آویزاں ہیں،جس میں چار آدمی آسانی سے بیٹھ سکتے ہیں۔وہ رسے بجلی سے چلتے ہیں، جانے والے مسافران پر بیٹھ کر اوپر جاتے ہیں اور خالی ڈبوں میں پہلے گئے ہوئے مسافر سیر وتفریح کے بعد لوٹ کر واپس آتے ہیں۔یہ فاصلہ ڈیڑھ دو کلو میٹر کے برابر ہے۔اس کے نیچے دامن کوہ ہے،جس پر بڑی خوبصورتی سے انگور کی بیلیں لگی ہوئی ہیں۔انگور کی بیلوں کو تقریباً دو دو فٹ کے فاصلہ پر لائنوں میں لگایا گیا ہے ان لائنوں میں تار کھینچ دی گئی ہے تاکہ وہ بیلیں سیدھی رہیں اور لائنوں میں گڑبڑ نہ ہو۔انگور کی بیلیں از حد سر سبز و شاداب ہیں سامنے دریا کا پاٹ ہے۔اس کی دوسری طرف بھی انگوروں کے کھیت نظر آتے ہیں جو دور تک پھیلے ہوئے ہیں،جنہیں بڑے سلیقے اور ہنر مندی سے کاشت کیا گیا ہے اور ان کی نشوونما کے لئے بڑی توجہ اور محنت سے کام لیا جاتا ہے۔سارا منظر انتہائی دلکش اور سہانا ہے۔جب ہم اس پہاڑی پر پہنچے تو ہم ان ڈبوں سے باہر نکلے،سامنے پتھر کا ایک بڑا کشادہ چبوترہ بنا ہوا ہے،اس کے اوپر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک حواری کا مجسمہ ہے اور اس کے نیچے پتھر پر کندہ قیصر ولیم کی تصویر ہے،جو اپنے گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے ارد گرد اس کے فوجی مصاحب برابر میں کھڑے ہیں۔کچھ دیر ہم وہاں ٹھہرے،پھر واپس اسی جگہ آئے جہاں خالی ڈبے ہماری راہ دیکھ رہے تھے،وہاں تک پیدل آنا پڑا۔وہاں پہنچ کر کار میں سوار ہوئے اور فرینکفرٹ کی طرف روانہ ہوگئے۔

جرمنی میں جہاں جہاں جانے کا اتفاق ہوا، سڑکیں بڑی ہموار، کشادہ اور آرام دہ ہیں۔ جانے کے لئے الگ اور آنے کے لئے علیحدہ شاہراہ بنی ہوئی ہے۔ بیک وقت تین تین گاڑیاں آجا سکتی ہیں۔ زمین بڑی زرخیز معلوم ہوتی ہے۔ انہیں آبپاشی کے لئے مصنوعی ذرائع اختیار کرنے کی بہت کم ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ بارش اتنی کثرت سے ہوتی ہے کہ ہر موسم کے کھیتوں کے لئے کافی ہوتی ہے۔ درختوں کا خاصہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہر شہر کے باہر کافی وسیع قطعہ زمین درختوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ سڑکوں کے دونوں طرف بڑے بڑے درخت ہیں۔ اپنے گھنے اور ٹھنڈے سائے سے مسافروں کو آرام اور سکون پہنچاتے ہیں۔ ہم مناظر قدرت کو دیکھتے ہوئے، ان کے خوبصورت چھوٹے چھوٹے گاؤں سے گزرتے ہوئے دو بجے کے قریب اپنی قیام گاہ پر پہنچے۔ نماز ظہر ادا کی، کھانا کھایا اور ستانے کے لئے لیٹ گئے۔ پونے سات بجے کے قریب پہلے دو آدمی آئے، کچھ دیر کے بعد دو آدمی پھر آئے۔ پھر کچھ وقفے کے بعد دو تین آدمی پھر آئے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد نو دس کے لگ بھگ ہوگئی۔ انہیں اپنے پاس بلایا اور انہیں گفتگو کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک صاحب کے ہاتھ میں چند پمفلٹ تھے، وہ انہوں نے میری طرف بڑھائے اور کہا: یہ ہمارے امام نے مباہلہ کا چیلنج دیا ہے، کیا آپ نے اس کو قبول کرلیا ہے میں نے انہیں کہا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے آپ کا یہ چیلنج عرصہ ہوا قبول کرلیا ہے اور اس کا اعلان اخبارات کے فرنٹ پیج پر کردیا گیا ہے۔ ہم نے اس کے لئے ۱۲ ربیع الاول کی رات متعین کی ہے اور آپ کے مرزا صاحب کو کہا ہے کہ وہ اس رات مینار پاکستان کے میدان میں تشریف لے آئیں۔

وہ کہنے لگے وہاں آنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ اپنے گھر میں دعا کریں گے آپ اپنے گھر میں دعا کریں۔ میں نے کہا: آپ نے چیلنج دیتے ہوئے ''مباہلہ'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ قرآنی اصطلاح ہے اور اس پر اسی طرح عمل کیا جائے گا، جس طرح آیت کریمہ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے اور اس کا طریق کار بتایا ہے۔

جب یمن کے علاقہ نجران کے عیسائیوں کے پادری مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور عقیدۂ تثلیث پر رحمت دو عالم ﷺ سے گفتگو کی اور حضور ﷺ نے تثلیث کے بطلان اور عقیدۂ توحید کے اثبات کے لئے دلائل پیش کئے تو انہوں نے اپنی ضد نہ چھوڑی اس وقت اللہ تعالیٰ نے مباہلہ کرنے کا حکم اپنے حبیب ﷺ کو دیا اور اس آیت میں اس کی وضاحت فرمائی:

''فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ''

ترجمہ: ''تو ان سے فرما دو آؤ ہم تم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔''

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں فریق اپنے اہل خانہ اور اپنے قریبی رشتے داروں کے ساتھ میدان میں جمع ہوں گے پھر مل کر بڑی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگیں گے کہ جو جھوٹا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

مباہلہ کا قرآن کریم نے یہی طریقہ بیان کیا ہے۔ اگر آپ کے مرزا طاہر قادیانی میں یہ ہمت نہ تھی تو انہوں نے ''مباہلہ'' کا لفظ کیوں استعمال کیا؟ کہنے لگے: پاکستان میں ان کی جان کو خطرہ ہے ہم نے انہیں بتایا کہ جو حق کے علمبردار ہوتے ہیں وہ جان کی پروا نہیں کرتے وہ ہر قیمت پر اور ہر حالت میں اپنی دعوت کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ کیا ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے آتش کدے سے ڈر کر دعوت توحید سے پہلوتہی کر لی تھی؟ کیا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون جیسے جابر اور متمرد کے سامنے کلمہ حق بلند نہیں کیا تھا؟ لیکن وہ اس بات پر ہی بضد رہے کہ آپ اپنی جگہ بیٹھ کر بددعا کریں اور وہ اپنی جگہ بیٹھ کر بددعا کریں گے۔ ان کو بار بار سمجھایا گیا کہ ''مباہلہ'' کا لفظ آپ کے مرزا طاہر صاحب نے استعمال کیا ہے۔ یہ لفظ استعمال کرنے سے پہلے انہیں چاہئے تھا کہ اس لفظ کا مفہوم سمجھتے اور اس مفہوم پر پورا اترنے کی انہیں ہمت نہیں تھی تو یا خاموشی اختیار کرتے اور یا کوئی اور لفظ استعمال کرتے لیکن بجز سکوت کے ان صاحبان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ چنانچہ کچھ وقت کے بعد وہ تشریف لے گئے۔ اتوار کے روز ظہر کی نماز کے بعد عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں اس فقیر نے تقریباً سوا دو گھنٹے مرزائیت کے ردّ میں تقریر کی جس سے مجھے یقین ہے کہ بفضل تعالیٰ حاضرین کو بہت فائدہ ہوا ہوگا اور ان میں وہ روایتی بے خبری ختم ہوگئی ہوگی۔ جس کے باعث قادیانی شاطر انہیں با آسانی اپنا صید زبوں بنا لیا کرتے تھے۔ ۲۹/اگست ۸۸ء کو ساڑھے گیارہ بجے کی فلائٹ پر میں فرینکفرٹ سے جدّہ کے لے روانہ ہوا۔ جہاز ساڑھے آٹھ بجے کے قریب جدہ کے ہوائی اڈہ پر اترا۔ وہاں محترم حکیم نذیر احمد صاحب، محترم گل احمد صاحب کار لے کر تشریف لائے ہوئے تھے۔ عزیزم حاجی مہر محمد صدیق صاحب بھی آئے تھے۔ مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ رات گل احمد صاحب کے پاس بسر کی۔ نماز صبح کے پُرتکلف ناشتہ کا اہتمام فرمایا۔ وہاں سے میں اور عزیز محمد صدیق صاحب مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ ایک عمرہ صدر شہید کی رُوح کو ایصال ثواب کے لیے کیا۔ منگل اور بدھ کے دو دن مکہ مکرمہ بسر ہوئے۔ بروز بدھ سوا چھ بجے بذریعہ بس مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوا۔ رات کے بارہ بج کر چند منٹ ہوئے تھے کہ اس مقدس اور پاکیزہ بستی میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی جس کی گلی کی خاک کے ذرّے اپنی چمک دمک میں مہر و ماہ کو شرمادیتے ہیں۔

جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کی رات دیار حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بسر ہوئی۔ ان مقامات پر حاضری کی لذتیں اور کیف و سرور نا قابل بیان ہے۔ اس کو وہی لوگ جان سکتے ہیں جن کو اس سے لطف اندوز ہونے کی سعادت ارزانی کی جاتی

ہے۔ بھائی غلام رسول صاحب اپنی کار میں مجھے واپسی پر مکہ مکرمہ لے آئے۔ واپسی پر بھی عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر آخری بار بالآخر غلاف کعبہ کو بوسہ دے کر الوداع کیا اور جدہ کے لئے ساڑھے آٹھ بجے پی آئی اے کی فلائیٹ پر کراچی اور وہاں سے چھ بجے صبح اسلام آباد پہنچا۔

اپنے مکان پر پہنچ کر پہلا کام یہ کیا کہ برلن میں سفیر صاحب کو ٹیلی فون کیا تا کہ معلوم ہو کہ اس رائے شماری کا کیا نتیجہ نکلا۔ اتفاقاً فوراً رابطہ ہو گیا انہیں جب پتہ چلا کہ ٹیلی فون پر میں ہوں تو بے ساختہ ان کی زبان سے ''مبارک باد مبارک باد'' کے کلمے نکلے۔

انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان کو اس معرکہ میں شاندار کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ مژدہ جانفزا سن کر میں نے اپنے ربّ کریم کا شکر ادا کیا جس نے اس ناچیز اور نااہل کو یہ خدمت سرانجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین۔

اس خوشی کے باوجود دل میں ایک قلق تھا کہ کاش یہ خوشخبری میں اپنی زبان سے اس گرامی قدر ہستی کو سنا سکتا جس نے اس عظیم خدمت کے لئے اس بندۂ ناچیز کا انتخاب کیا تھا۔ میرے پاکستان واپس آنے سے پہلے ہی شہادت کا تاج پہن کر اپنے ربّ کریم کی بارگاہ رحمت میں پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ میں ان کے مزار پر گیا جو عمرہ میں نے ان کے لئے کیا تھا اس کا ثواب ان کی پاک روح کو نذر کیا اور انہیں یہ بھی عرض کیا کہ جس کام کے لئے آپ نے مجھے بھیجا تھا اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو اس میں سرخروئی عطا فرمائی ہے۔ یقیناً اُن کی روح نے یہ سنا ہوگا، یقیناً انہیں بھی پایہ مسرت ہوئی ہوگی۔ [1]

''رحمۃ اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وعلیٰ جمیع المسلمین الی یوم الدین''

□□□

---

[1] الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، عقیدۂ ختم نبوت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ستمبر 2019ء

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخی فیصلے کے بعد اوّلین عالمی سفرنامہ

(محمد احمد ترازی)

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی ناکامی سے مسلمانوں کے دل و دماغ مجروح تھے اور عوام کے جذبات پر اس کا مایوس کن اثر پڑا تھا۔ حکمرانوں کے منافقانہ طرز عمل کی وجہ سے عوام کو شدت سے اِس بات کا احساس ہوا کہ اُن کے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے۔ اس صورتحال میں ضروری ہوگیا تھا کہ وقت و حالات کو دیکھتے ہوئے اب وہ اپنے طریقۂ کار اور حکمت عملی میں تبدیلی پیدا کریں۔ چنانچہ علماء کرام اور پاکستان کی مذہبی جماعتوں نے ۱۹۵۳ء کے تحریکی نتائج کو سامنے رکھ کر ایک مربوط اور منظم حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے ایک بار پھر قادیانیوں کے خلاف اپنی صف بندی کی اور نئے سرے سے مختلف محاذوں پر تحریک ختم نبوت کے کام کو جاری رکھا۔ ۳۰/جون ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد اِسی تحریک کا تسلسل تھی جسے جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے قومی اسمبلی میں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ اور جو طویل پارلیمانی کارروائی، بھرپور عوامی جدوجہد اور تمام مکاتب فِکر کی مشترکہ کوششوں کی بدولت ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ اس تناظر میں ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کا دن ہماری قومی اور ملی تاریخ میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔

پاکستان قومی اسمبلی کے اِس تاریخ ساز فیصلے کہ ''قادیانی غیر مسلم اقلیت اور خارج از اسلام ہیں'' نے قادیانی جماعت کی بنیادوں کو اکھاڑ کر رکھ دیا۔ پوری دنیائے قادیانیت میں صف ماتم بچھ گئی اور قادیانی جماعت نے دنیا میں اپنی مظلومیت کا جھوٹا پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ چنانچہ اِس بات کی شدید ضرورت محسوس کی گئی کہ اِس فیصلہ کو دنیا بھر میں بھی اِس طرح مشتہر کر دیا جائے کہ مرزائی (قادیانی ولاہوری) کہیں بھی اپنے آپ کو مسلم کہلوا کر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ نہ کرسکیں۔ اِس تناظر میں اُن کی مکروہ سازشوں اور اسلام دشمن ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کرنے کے لیے مولانا شاہ احمد نورانی نے ورلڈ اسلامک مشن کی تمام شاخوں کو قادیانیوں کے غیر مسلم قرار دینے پر پروپیگنڈے کا توڑ کرنے کی ہدایات جاری کیں۔ ساتھ ہی آپ نے اپنے رفقاء کے ہمراہ تقریباً ساڑھے تین ماہ طویل عالمی تبلیغی دورے بھی کیے۔ بین الاقوامی دنیا میں ردّ قادیانیت کے حوالے سے یہ پہلا عالمی دورہ تھا جس میں مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی، مولانا عبدالستار خان نیازی، پروفیسر سید شاہ فرید الحق صاحب شامل تھے۔ یہ عالمی دورہ

ورلڈ اسلامک مشن کے تعاون سے ہوا جس میں مشن کے سیکریٹری جنرل علامہ ارشد القادری بھی شریک سفر رہے۔ اِس دورے کے دوران آپ نے کم وبیش ایک لاکھ میل سے زائد سفر طے کیا اور مختلف مقامات پر چھ سو سے زائد تقاریر، انٹرویو اور اخباری بیانات کے ذریعے بیرون ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کو قادیانیوں کے خلاف پاکستان کی قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلے اور مسلمانان پاکستان کی تاریخ ساز جدو جہد سے آگاہ کیا۔ اِس تبلیغی دورے کے بہت مثبت نتائج برآمد ہوئے اور قادیانیوں کے فریب میں آجانے والے ہزاروں افراد نے قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کیا اور اِس دورے کے نتیجے میں قادیانیوں کے کم وبیش ۸۰ رفیصد مراکز بند ہو گئے۔ ذیل میں اِس اہم دورے کی رُوداد پروفیسر سید شاہ فرید الحق قادری نے تحریر کی اور ہماری مرتبہ کتاب ''آگاہی تحفظ ختم نبوت'' میں شائع ہو چکی ہے، کی تلخیص پیش خدمت ہے۔ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ حضور ﷺ دوبارہ نظر کرم فرما کر مجھ ناچیز کو سال پورا بھی نہ ہونے پائے گا کہ طلب فرمالیں گے۔ ۱۲ر دسمبر ۱۹۷۳ء کو پہلی دفعہ یکا یک حاضری کے لیے حج کے موقعہ پر روانہ ہوگیا۔ ۲ر جنوری ۱۹۷۴ء کو حج سے فارغ ہوا اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں پھر حاضری دی۔ حج کے قبل بھی حاضری دے چکا تھا۔ دوسری بار حاضری پر میں نے دربار اقدس میں یہ عرضداشت ضرور پیش کی تھی کہ بار بار حاضری کا موقع عنایت کیا جائے۔ اِس لیے کہ اِس دیار سے آنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

رحمت دو عالم ﷺ نے التجا سنی اور ایسی سنی کہ دوسرے ہی سال دسمبر ۱۹۷۴ء میں حرمین شریفین حاضر ہوگیا۔ اب کی حاضری خصوصی اِس لیے ہوئی کہ اِس دفعہ حضرت مبلغ اسلام قائد اہلسنّت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی قیادت میں ہوئی۔ ساتھ میں مجاہد ملت مجاہد ختم نبوت مولانا عبد الستار خان نیازی (۱۹۱۵ء۔ ۲۰۰۱ء) بھی تھے۔ پھر مکہ مکرمہ میں حضرت علامہ ارشد القادری (۱۹۲۵ء۔ ۲۰۰۲ء) بھی ساتھ ہو گئے۔ میں اپنی قسمت پر کتنا ناز کروں اور حضور ﷺ کی عنایت اور شفقت بے پایاں کا کیا بیان کروں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ سعادت نصیب کرے اور بار بار حاضری کا شرف حاصل ہو۔

چنانچہ اہلسنّت کا ایک تین رکنی تبلیغی وفد علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی قیادت میں ۲۰ر دسمبر ۱۹۷۴ء کو کراچی سے روانہ ہوا۔ قادیانیوں کو پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے بعد سواد اعظم اہلسنّت کے قائد نے اِس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی کہ مختلف (اسلامی) ممالک میں قادیانیوں سے متعلق اِس فیصلہ کی تشہیر کی جائے تاکہ یہ لوگ مسلمانوں کو مزید دھوکہ نہ دے سکیں۔ چنانچہ پروگرام کے تحت پہلے یہ وفد حجاز مقدس پہنچا۔ سفر سے مجھے ذاتی طور پر کوفت اور الجھن ہوتی ہے لیکن حجاز مقدس کے سفر سے بھلا کس مسلمان کو الجھن ہو سکتی ہے۔؟ پاکستان سے حجاز

مقدس،جدّہ سے مکہ مکرمہ،منیٰ وعرفات اوررمیٔ جمار کاساراحال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شام کو جناب شہاب الدین صاحب ملک جن کا قیام آج کل جدہ میں ہے اُن کی گاڑی پر ہم لوگ مکہ مکرمہ گئے۔شہاب الدین صاحب ملک پچھلے انتخابات میں جمعیت کے ٹکٹ پرلیاقت آباد کے حلقے سے قومی اسمبلی کا انتخاب لڑ چکے ہیں۔بڑے متقی اور پرہیز گار بزرگ ہیں۔طواف وِداع کے بعدعلامہ ارشدالقادری کی قیام گاہ پرورلڈ اسلامک مشن کے اجلاس میں شرکت کے لیے حاضر ہوئے۔جہاں متعدد ممالک کے علماء کرام موجود تھے۔مختلف ممالک سے آئے ہوئے حجاج کرام بھی موجود تھے۔ایک بجے رات تک بڑا کامیاب جلسہ ہوا۔جس میں لوگوں کی دلچسپی قابل دید تھی۔

میں نے،مولانانیازی اورعلامہ شاہ احمدنورانی نے ورلڈ اسلامک مشن کے اغراض ومقاصد،اُمت مسلمہ کو درپیش چیلنجز اور قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی ارتدادی سرگرمیوں اور اُس کے سدّباب کے حوالے سے تقاریر کیں۔ہندوستان سے مولانا عبدالمنان صاحب،لندن سے مولوی بشیر صاحب اورخود علامہ ارشدالقادری نے بھی تقریریں کیں اورورلڈ اسلامک مشن کے پروگرام اور آئندہ کے لائحہ عمل سے آگاہ کیا۔جلسہ کے بعدہی جدّہ کے لیے روانہ ہوگئے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور نے ۱۲رجنوری ۱۹۷۵ء کی اشاعت میں وفدکی کارگزاری بیان کرتے ہوئے لکھا کہ جے یو پی کا تبلیغی وفد آج جدّہ سے نیروبی روانہ ہوگیا۔وفد میں مولاناشاہ احمدنورانی،مولاناعبدالستارخان نیازی،شاہ فریدالحق قادری اورعلامہ ارشدالقادری شامل ہیں۔مکہ میں اِس وفد نے حج کے موقع پر دنیا بھر سے آئے ہوئے مسلمانوں سے قادیانیوں کے بارے میں قومی اسمبلی کے فیصلے کی وضاحت کی۔

مدینہ منورہ سے تبلیغی مشن پر روانگی:

مدینہ منورہ میں حضرت علامہ ارشدالقادری صاحب بھی ہم لوگوں کے ساتھ ہی آگئے۔مدینہ منورہ کی کیفیات کا ذکرقلم سے ممکن نہیں۔حاضر ہونے والے ہی اندازہ لگاسکتے ہیں اوراِس سفر میں توخصوصی طور پر مجھے کچھ ایسی اُنسیت ہوئی کہ دیارِحبیب چھوڑنے کوطبیعت نہیں چاہتی تھی۔حضورﷺ سے اجازت لے کرتبلیغی مشن پرروانہ ہوئے۔

ہم نے ۱۰رجنوری ۱۹۷۵ءکوبادلِ نخواستہ دیارحبیبﷺ کوبعدمغرب چھوڑا۔اورمدینہ منورہ سے جدّہ واپسی ہوئی۔تین روزہ جدّہ میں قیام رہا۔جدّہ میں الامین ہوٹل کے مالک جناب خورشیدصاحب سے ملاقات ہوئی۔بڑے ملنساراوراسلامی درد رکھنے والے ہیں اوراُردوعربی دونوں زبان خوبی سے بولتے ہیں۔اُن کا خاندان بخارا سے ہجرت کر کے آیا۔نورانی صاحب سے دیرینہ ملاقات تھی۔اُنہوں نے اپنے ہوٹل میں خصوصی جگہ عطا فرمائی۔اب

ہمارے سفر میں حضرت مولانا ارشد القادری صاحب مدظلہ العالی کا اضافہ ہو چکا تھا۔حرمین شریفین کی زیارت کے بعد ۱۳؍جنوری ۱۹۷۵ء کا دن گزار کر شب میں دو بجے ہم لوگ اپنے تبلیغی سفر پر روانہ ہوئے اور ''کینیا'' کے دارالسلطنت نیروبی (Nairobi) ۱۴ ؍جنوری ۱۹۷۵ء کی صبح کو پہنچ گئے۔

''کینیا'' میں چند دن:

ہوائی اڈے پر خاصی تعداد میں لوگ ہار پھول لیے موجود تھے۔ایئر پورٹ سے ہم لوگوں کو قیام گاہ لایا گیا۔حاجی ابراہیم جیولرز کے یہاں ٹھہرنے کا انتظام تھا۔حاجی صاحب کے بڑے لڑکے محمد اسمٰعیل ہر کام میں پیش پیش تھے۔بڑی خاطر تواضع ہوئی، ہمارے ٹھہرنے کے لیے الگ الگ کمرے تھے۔حاجی صاحب حج سے ابھی واپس نہیں آئے تھے مگر اُن کی غیر موجودگی میں اسمٰعیل صاحب، اُن کے دو چھوٹے بھائی، اُن کے بہنوئی اور چچازاد بھائی محمد حسن نے ہر طرح سے آرام و آسائش بہم پہنچایا۔ پورا خاندان سُنّی صحیح العقیدہ ہے۔نورانی صاحب کے گھرانے سے پرانے تعلقات ہیں۔ یہاں سواحلی زبان بولی جاتی ہے،ویسے انگریزی بھی سرکاری زبان ہے۔وفد کی آمد کا شہر میں کافی شہرہ ہوا اور اخبارات میں تصاویر اور خبریں بھی شائع ہوئیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی صاحب کے لیے یہ جگہ نئی نہیں تھی۔آپ تبلیغ کے سلسلے میں کئی بار آچکے تھے۔اُن سے قبل اُن کے والد مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ بھی کئی بار یہاں کا دورہ کر چکے تھے۔نیروبی کی جامع مسجد اُنہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔آج بھی شہر کے وسط میں اُسی شان و شوکت سے یہ جامع مسجد قائم ہے۔آج مسلمانان افریقہ بالخصوص مسلمانان نیروبی اُن پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں اور اُن کی خدمات کے گن گاتے ہیں۔

تبلیغی دورے کے اصل مقاصد:

ہمارے وفد کا یہ دورہ خالصتاً تبلیغی تھا اِس لیے سیر و تفریح کو بالائے طاق رکھ کر ہم اپنے مشن میں مشغول ہوئے اور پروگرام ترتیب دیا گیا۔ اِسی دوران میں تھوڑا بہت وقت نکال کر چند اہم مقامات بھی دیکھے۔ہم نے کیامبو کاؤنٹی میں واقع تھیکا (Thika) فال بھی دیکھا، انتہائی خوبصورت مقام ہے۔قدرت کی صناعی دیکھ کر ہم سب ششدر رہ گئے۔کافی اونچائی سے پانی تیزی سے نیچے گرتا ہے۔سیاحوں کے لیے بہترین تفریح گاہ ہے۔

ہمارا پہلا تبلیغی جلسہ بعد نماز مغرب کبریٰ مسجد میں منعقد ہوا۔ اِس مسجد کے ارد گرد کالے افریقی مسلمان رہتے ہیں جو شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، مگر بڑے پکے سُنّی صحیح العقیدہ مسلمان ہیں۔مولانا شاہ احمد نورانی کی یہاں تقریر عربی میں ہوئی۔جس کا ترجمہ سواحلی زبان میں کیا گیا۔لوگ کافی متاثر اور محظوظ ہوئے۔تبلیغی حوالے سے ہمارے دو مقاصد تھے۔

اوّل: قادیانیوں کے فریب کا پردہ چاک کرنا اور پاکستان میں اسمبلی کے اُس تاریخی فیصلہ (جس کے ذریعے اِس طائفہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے) کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔

دوم: عقیدۂ اہلسنّت و جماعت بالخصوص عقیدۂ ختم نبوت کی تشہیر اور عامۃ المسلمین کو بے دینی اور گمراہی سے بچا کر دین اسلام کے حقیقی راستے پر گامزن کرنا۔ بفضلہ تعالیٰ، دورے سے یہ دونوں مقاصد کماحقہ حاصل ہوئے۔

نیازی رعب و دبدبہ، قادری علمی و ادبی شان اور نورانی شیریں بیانی:

ہمارے وفد میں تحریک ختم نبوت کے مجاہد مولانا عبدالستار خان نیازی جہاں اپنے علم وفضل کا سکہ جمائے تھے وہاں اُن کا طرّہ اور ڈنڈے کا رُعب و دبدبہ بھی کم نہیں تھا۔ جس وقت نکلتے تھے معلوم ہوتا تھا کہ اسلام کا مجاہد جہاد کے لیے میدان میں آگیا ہے۔ اُن کے علاوہ حضرت علامہ ارشدالقادری کے علمی اور ادبی شان وشوکت کا رُعب بھی کچھ کم نہیں تھا۔

مولانا ارشدالقادری کی عام فہم باتیں مجمع پر گہرا اثر چھوڑتی تھیں۔ پھر یہ کہ قائداہلسنّت مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ احمدنورانی کی شخصیت لوگوں کے لیے جانی پہچانی تھی۔ اِس کے علاوہ اللہ نے آواز میں وہ اثر دیا ہے کہ غیر مانوس بھی دیوانہ وار اُن کے گرد گھومنے لگتے ہیں۔ پورے نیروبی میں ہماری آمد کا تہلکہ مچ گیا۔ قادیانیوں کی عبادت گاہیں بند ہوگئیں۔ گمراہ اور باطل عقائد رکھنے والوں پر بھی قیامت ٹوٹ پڑی۔

نیروبی کی مختلف مساجد میں بڑے بڑے اجتماعات ہوئے۔ بالخصوص پنگالی مسجد، پموانی مسجد، امتیاز علی مسجد، ایسلے مسجد، جامع مسجد نیروبی (جس کے بارے میں نوائے وقت لاہور نے ۱۹ر جنوری ۱۹۷۵ء کی اشاعت میں لکھا کہ جامع مسجد نیروبی میں مولانا شاہ احمدنورانی نے بہت بڑے اجتماع سے خطاب کیا) وغیرہ

نوائے وقت لاہور، ۲۵ر جنوری ۱۹۷۵ء کی رپورٹ کے مطابق مولانا شاہ احمدنورانی نے نیروبی ٹیلی وژن کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ: عالم اسلام کے اتحاد ہی سے استحصالی طاقتوں کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ ہم نے نیروبی میں مسلمانوں کے اجتماعات کو قادیانیوں کے بارے میں فیصلے سے آگاہ کر دیا ہے۔ روزنامہ جمہوریہ لاہور ۳۰ر جنوری ۱۹۷۵ء نے لکھا کہ: نیروبی کے روزنامہ ''اسٹنڈ ڈ'' کو انٹرویو دیتے ہوئے مولانا شاہ احمدنورانی کا کہنا تھا کہ بڑی طاقتیں فلسطین اور قبرص کے مسائل کے حل میں رکاوٹیں پیدا کر رہی ہیں۔ صرف اسلام ہی رنگ ونسل اور علاقائیت کے امتیازات مٹا سکتا ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت دین اسلام کی بنیاد و اساس:

ہم نے ہر جگہ عمومی موضوعات کے ساتھ ساتھ اسلام میں عقیدۂ ختم نبوت کی ضرورت اور اہمیت کو واضح کیا

اور عوام الناس کو بتایا کہ عقیدۂ ختم نبوت دین اسلام کی بنیاد و اساس ہے۔ عہد رسالت مآب اسے لے کر آج تک ہر مسلمان اِس بات پر کامل ایمان رکھتا آیا ہے کہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں۔ اللہ نے اپنی نبوت و رسالت کا سلسلہ آپ پر تمام کر دیا ہے۔ یہ اسلام کا وہ عقیدہ ہے جس کا تعلق ضروریات دین سے ہے اور جو قرآن مجید کی سو سے زائد آیات اور دو سو سے زائد احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ اب جو کوئی بھی اِس عقیدے سے انحراف کرتا ہے یا اِس میں کسی تاویل و تحریف یعنی نبوت کی تشریعی غیر تشریعی یا ظلی و بروزی یا مجازی وغیرہ کا قائل ہے۔ وہ خارج از اسلام ہے اور اُس کا دین اسلام سے کوئی لینا دینا نہیں۔

ہم نے لوگوں کو یہ بھی بتایا کہ عقیدۂ ختم نبوت اسلام کا وہ عقیدہ ہے جس پر سب سے پہلا اجماع اُمت ہوا اور صحابہ کرام نے اِس عقیدے کے تحفظ کے لیے منکرین ختم نبوت سے جنگیں لڑیں۔ دور سیدنا صدیق اکبر میں جنگ یمامہ اِس کی اوّلین مثال ہے۔ جس میں بارہ (۱۲۰۰) سو کے قریب صحابہ کرام اور تابعین کی شہادت عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور عظمت کو واضح کرتی ہے۔ خلیفہ اوّل سیدنا ابو بکر صدیق اور دیگر صحابہ کرام نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے جو عظیم قربانیاں دیں وہ تاریخ کے روشن صفحات میں موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال سے اُمت اِس عقیدے پر یکسو ہے اور ہمیشہ منکرین ختم نبوت کی گرفت و سرکوبی کے لیے کوشاں رہی اور رہے گی۔

لہٰذا عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ جہاں ہر مسلمان کی اوّلین ذمہ داری اور اُس کے ایمان کا لازمی تقاضہ ہے، وہیں یہ آخرت میں حصولِ جنت اور شفاعت رسول ﷺ کا ذریعہ بھی ہے۔ قرون اولیٰ سے لے کر آج تک پوری اُمت مسلمہ کا اجماع چلا آرہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کفر ہے بلکہ امام اعظم امام ابوحنیفہ کا تو یہ فتویٰ ہے کہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد مدعی نبوت سے دلیل طلب کرنا یا معجزہ مانگنا بھی کفر ہے۔ چنانچہ اِس سے عقیدۂ ختم نبوت کی ضرورت و اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ہم نے پاکستان کی قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلہ اور اپنے دورے کا مقصد واضح کرتے ہوئے لوگوں کو آگاہی دی کہ جب سے برصغیر پاک و ہند میں برطانوی گماشتے مرزا غلام احمد قادیانی اور اُس کے متبعین نے اِس قطعی اور اجماعی مسئلہ میں خلاف و شقاق کا دروازہ کھولا اور عوام کی لاعلمی اور دینی تعلیم سے بیگانہ افراد کی ناواقفیت سے ناجائز فائدے اٹھاتے ہوئے اُن کے دلوں میں اِس عقیدے سے متعلق طرح طرح کے اوہام و شکوک پیدا کیے اور اُن کی نظر میں بدیہی مسئلہ کو نظری بنادیا۔ تو اہل علم اور اہل دین کو اِس طرف متوجہ ہونا پڑا کہ اُن کے شبہات دور کیے جائیں اور قرآن و حدیث کی روشنی میں قادیانیت کی اصل حقیقت اُن کے سامنے لائی جائے۔

اسی مسجد کے قریب کچھ قادیانی رہتے ہیں۔ کئی سال پہلے علامہ شاہ احمد نورانی کے جلسے پر اِن حضرات نے پتھراؤ کیا اور جلسہ درہم برہم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ اِس دفعہ اُسی مقام پر زبردست جلسہ

ہوااوراُن کے باطل عقائد کا پول کھولا گیا۔نیازی صاحب کی گرجدار آواز،حضرت علامہ نورانی کا پُر اثر بیان اور میری تقریر نے کافی اچھا تاثر پیدا کیا۔قادیانی حضرات دبے رہے بلکہ اُس وقت وہ اپنے مکانات چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے۔ہمیں وہاں کے مسلمانوں نے بتایا کہ پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلے کے بعد اِن حضرات کا جوش و جذبہ ماند پڑ گیا ہے۔

ممباسا میں تبلیغی سرگرمیاں:

۱۹رجنوری ۱۹۷۵ءکو ہم لوگ ممباسا گئے۔ممباسا نیروبی کے بعدکینیا کا دوسرا بڑا شہر ہے۔کافی مسلمان یہاں رہتے ہیں۔عربوں کی تہذیب و تمدن کے آثار یہاں نمایاں ہیں۔سمندر کے کنارے بہت بڑی بندرگاہ ہے۔کسی زمانے میں تجارتی مرکز تھا۔اب بھی کینیا اور دوسرے افریقی ملکوں کی تجارت اِسی پورٹ سے ہوتی ہے۔ممباسا میں کئی مساجد ہیں۔حاجی صالح محمد میمن نے جو علامہ عبدالعلیم صدیقی صاحب کے مرید ہیں نے ممباسا میں ہم لوگوں کا استقبال کیا۔اُن کے ساتھ شہر کے دوسرے معززین بھی موجود تھے۔ہمیں مسجد ہدایہ کے مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا۔شہر میں ہمارے تین جلسے ہوئے۔مسجد نور،بلوچ مسجد اور سُنّی میمن مسجد۔صرف سُنّی میمن مسجد میں ہم سب کی تقریریں اُردو میں ہوئیں۔بقیہ دو جگہوں پر حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی عربی میں تقریریں ہوئیں۔بلوچ جامع مسجد بہت بڑی اور خوبصورت مسجد ہے۔یہاں کے امام نے بھی تقریر کی۔

قادیانیت ایک متوازی امت:

میمن سُنّی مسجد میں تقریریں شہادت امام حسین سے متعلق اور بالخصوص قادیانیت کے ردّ میں ہوئیں۔ قادیانیت کے مذموم عزائم اور گمراہ کن مکروہ عقائد جان کر لوگ حیرت زدہ ہوئے۔خاص طور پر جب ہم نے اُنہیں یہ بتایا کہ قادیانیت دین اسلام کے مقابلے میں ایک مستقل دین اور متوازی اُمت کی ایسی دعوت ہے،جس میں ہر چیز کا قادیانی دنیا میں بدل مہیا کیا گیا ہے۔

قادیانیت کا پورا نظام اِس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ شعائر کے مقابلے میں شعائر،مقدسات کے مقابلہ میں مقدسات،مرکز کے مقابلہ میں مرکز،قبلے کے مقابلہ میں قبلہ،کتابوں کے مقابلے میں کتاب،مسجد کے مقابلے میں مسجد، نبی کے مقابلہ میں نبی،اہل بیت کے مقابلے میں اہل بیت،صحابہ کے مقابلہ میں صحابہ،جنت کے مقابلہ میں جنت، یہاں تک کہ اسلامی تقویم کے قمری و ہجری مہینوں کے مقابلہ میں مہینوں کے بھی نئے نام رکھے گئے ہیں،جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ قادیانیت نبوتِ محمدی ﷺ کے خلاف ایک سوچی سمجھی سازش ہے۔اور یہ تاریخ اسلامی کا سب سے خطرناک فتنہ ہے۔

وہاں چونکہ ہندوستان اور پاکستان کے کافی مسلمان آباد ہیں۔جن میں میمن حضرات کی بھی اچھی خاصی تعداد ہے۔زیادہ تر لوگ اُردو جانتے ہیں۔وہ اِن حقائق کو سن کر ششدر رہ گئے۔ہماری گفتگو نے جہاں قادیانیت کے چہرے پر پڑے نقاب کو اُلٹ دیا وہاں لوگوں کے سامنے اُن کے اصل خدوخال بھی نمایاں کر دیئے۔جس سے یقیناً اُنہیں مستقبل میں قادیانی مکرو دجل اور ارتدادی سرگرمیوں سے بچنے اور ہوشیار رہنے کی ترغیب ملے گی۔یہ تاثر ہمیں اجتماع کے بعد لوگوں سے ملاقات میں سامنے آنے والی آراء سے ہوا۔جس سے ہمیں اِس روحانی طمانیت کا احساس ہوا کہ الحمدللہ ہمارا مقصد کامیاب ہوگیا۔

۲۰؍جنوری ۱۹۷۵ء کو ہم مالیندی (Malindi) گئے۔یہ علاقہ خالصتاً مسلمانوں کا ہے یہاں عرب رہتے ہیں۔یہ علاقہ ممباسا کے شمال میں سمندر کے کنارے کافی خوبصورت اور دُور تک پھیلا ہوا ہے۔دُور دراز سے سیاح سمندر کا لطف اُٹھانے یہاں آتے ہیں۔جامع مسجد مالیندی بالکل سمندر کے کنارے کافی اونچائی پر واقع ہے۔ہم وہاں کے ایک عرب تاجر شیخ عمر دامان کے یہاں ٹھہرے۔شیخ صاحب مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی اور مولانا شاہ احمد نورانی صاحب سے پہلے ہی واقف تھے۔شیخ نے بڑی خاطر تواضع کی۔دوپہر کا کھانا اُن کے یہاں کھایا۔مسجد دیکھ کر طبیعت خوش ہوگئی۔قدرتی مناظر سمندر میں لہریں، کافی دیر تک ہم سب لطف اندوز ہوتے رہے۔عصر کی نماز کے بعد اِسی مسجد میں ایک اجتماع ہوا۔جہاں مولانا شاہ احمد نورانی صاحب کی عربی میں تقریر ہوئی۔جس کا مرکزی نکتہ تحفظ عقیدۂ ختم نبوت اور ردِّ قادیانیت تھا۔

نیروبی کے پُرخلوص مسلمان:

وقت کم تھا حالانکہ طبیعت یہ چاہتی تھی کہ یہاں اِس مسجد کے روحانی ماحول میں کئی وقت کی نمازیں ادا کرنے کو ملیں۔بہرحال ہم لوگ مغرب سے کچھ پہلے روانہ ہوئے۔راستے میں ایک جگہ ایک آثار قدیم بھی دیکھا جو گیڈی کے نام سے مشہور ہے۔یہ عربوں کی پرانی بستی کے آثار ہیں۔وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ چودھویں صدی عیسوی میں یہاں مسلمان رہتے تھے۔مسجدوں کے آثار اور نشانات بھی دیکھے گئے۔رات میں ہم ممباسا واپس آگئے۔اور دوسرے دن صبح کو نیروبی کے لیے روانہ ہوگئے۔حاجی صالح محمد کی یاد اب بھی جب آتی ہے دل سے دعا نکلتی ہے۔اُنہوں نے،اُن کے رفقاء اور ہدایہ مسجد کے امام صاحب نے ہم سب کی کافی خدمت کی اور ہمارے ہر پروگرام میں ساتھ ساتھ رہے۔

نیروبی قیام کے دوران تمام مسلمانوں نے بڑے خلوص کا مظاہرہ کیا۔کافی کامیاب تبلیغی جلسے ہوئے۔قادیانیوں اور دوسرے بدمذہبوں کے خلاف کافی پُر اثر تقاریر ہوئیں۔ریڈیو پر بھی وہاں پروگرام نشر ہوا۔اخبارات

میں روز خبریں چھپتی رہیں۔عوام اہلسنّت میں کافی جوش وخروش تھا۔استقبالیہ اور جلسوں سے کوئی دن خالی نہیں تھا۔دس روز میں ہم نے کم از کم بیس (۲۰) جلسے منعقد کیے۔اِن کے علاوہ چھوٹے چھوٹے اجتماعات اور عورتوں کے اجتماعات الگ ہوئے۔لوگوں کی خواہش تھی کہ پورا ایک مہینہ یہیں گزاریں۔مگر سب ہی بستیوں میں جانا نہ ہوسکا۔جبکہ کینیا کے دوسرے مسلم علاقوں سے وفود بھی آئے،دورے کی دعوت بھی دی گئی لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے ہم مجبور تھے۔صرف افریقی ممالک کا دورہ کرنے کے لیے کافی وقت چاہیے تھا۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ افریقہ میں تبلیغ کی اشد ضرورت ہے۔بالخصوص اُن علاقوں میں جہاں عیسائی اور قادیانی اپنا جال پھیلا رہے ہیں۔افریقہ میں غربت زیادہ ہے۔دولت،تعلیم اور روٹی کے لالچ میں کالے افریقی اِن کے دام فریب میں پھنس جاتے ہیں۔علماء اہلسنّت اگر اجتماعی طور پر تبلیغ کا پروگرام بنائیں اور اِن علاقوں کا دورہ کریں بلکہ وقتاً فوقتاً تبلیغی وفود جاتے رہیں تو بڑی کامیابی متوقع ہے۔

ورلڈ اسلامک مشن کے مقاصد میں سب سے بڑا مقصد یہی ہے لیکن ابھی مشن ابتدائی منزل میں ہے۔اِن شاء اللہ کوشش جاری ہے۔سواد اعظم کی اگر خصوصی توجہ مشن کی جانب ہو تو منزل قریب سے قریب تر ہوجائے گی۔اسلامی حکومتوں کو اِس طرف خصوصی توجہ کرنی چاہیے اور اپنے ذرائع اور وسائل سے اسلام کی تبلیغ کا فریضہ ادا کرنا چاہیے۔افریقہ کے کالے باشندے آوازِ حق سننے کے لیے تیار ہیں لیکن کوئی سنانے والا تو ہو۔

مسلمانانِ ماریشس کا مذہبی جوش وخروش:

یہاں مسلمانوں میں مذہبی جذبہ بھی کافی ہے۔پورا علاقہ سرسبز اور شاداب ہے۔بارش زیادہ ہوتی ہے۔سڑکیں چوڑی اور صاف ستھری ہیں۔لوگ ملنسار اور خوش اخلاق ہیں۔وفد کا جس طریقہ سے خیر مقدم ہوا اور جوق در جوق لوگ اجتماعات میں شریک ہوئے اُس سے مسلمانوں کے جذبۂ دینی اور خلوص کا پتہ چلتا ہے۔ماریشس میں ہمارا قیام تین ہفتے رہا۔

مولانا شاہ احمد نورانی کے مریدین اور معتقدین کی تعداد کافی ہے۔صبح سے شام تک ہزاروں افراد کا مجمع ملاقات،دعا اور تعویذ کے لیے جمع ہوجاتا۔سب سے زیادہ مصروف پروگرام اِسی جزیرہ میں گزرا۔تیس (۳۰) سے زائد جلسے اور خصوصی اجتماعات ہوئے۔اِن اجتماعات میں مسلمانوں کا مذہبی جوش وخروش اور جذبہ دیکھنے کے قابل تھا۔ہر جلسے میں کافی سے زیادہ ٹیپ ریکارڈر ہوتے تھے،جن کے ذریعے ہماری تقاریر ریکارڈ کی جاتی تھیں۔بعض نوجوان جن کی تعداد پندرہ بیس کے قریب ہوتی ہر جلسہ میں سائیکل سے یا پیدل سفر کرکے بارش کے باوجود کسی نہ کسی طرح ضرور پہنچتے تھے۔اِن نوجوانوں میں ایک نوجوان یوسف صالح محمد جو بعد میں ورلڈ اسلامک مشن کے پروپیگنڈہ

سیکرٹری بنائے گئے ہمارے سارے پروگرامات میں نمایاں کردار ادا کرتے رہے۔

ماریشس کا کوئی علاقہ ایسا نہیں جہاں اجتماع نہ ہوا ہو۔ ہر اجتماع میں ہماری گفتگو کا دائرہ عقیدۂ ختم نبوت سے آگاہی اور اسلام میں اِس کی اہمیت و افادیت کے گرد ہی مرتکز رہا۔ اِن اجتماعات میں ایک انگریزی مباحثہ بھی ہوا جس میں میری، مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا شاہ احمد نورانی کی پُر اثر تقاریر ہوئیں اور وہاں کے اہل علم حضرات کافی متاثر ہوئے۔

ریڈیو اور ٹیلی وژن پر بھی پروگرام نشر ہوئے۔ ۲۹ رجنوری کو ٹیلی وژن پر آدھ گھنٹے کا پروگرام ہوا۔ جس میں مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے ورلڈ اسلامک مشن کا تعارف پیش کیا۔ مولانا ارشد القادری نے ''اسلام کا پیغام انسانیت کے لیئے'' کے موضوع پر اظہار خیال کیا۔ میں نے ''اسلام نہ صرف اُخروی تصور پیش کرتا ہے بلکہ موجودہ انسانی مسائل کا حل بھی پیش کرتا ہے'' پر گفتگو کی۔

جبکہ مولانا عبدالستار خان نیازی نے ''اسلام غربت اور امارت کو مٹانے کے لیے کیا تصور پیش کرتا ہے'' پر بحث کی۔ بڑا دلچسپ پروگرام رہا۔ اُس کے علاوہ ریڈیو پر سب کی الگ الگ تقریریں بھی نشر ہوئیں۔ اِس حوالے سے ۸ رفروری ۱۹۷۵ء کو نوائے وقت لاہور لکھتا ہے کہ: ماریشس ٹیلی وژن پر ایک مباحثہ میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کہنا تھا کہ: اسلام کا مرکزیت کا تصور قومی اتحاد اور انسانی ہمدردی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اخبار نے وفد کی کارگزاری کو مزید بیان کرتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ مولانا عبدالستار خان نیازی، شاہ فرید الحق اور علامہ ارشد القادری نے ماریشس ریڈیو اور مختلف مساجد میں اجتماعات سے بھی خطاب کیا۔ اور قادیانیوں کے مذموم عزائم، اسلام دشمن سازشوں اور اُن کے کفریہ عقائد سے آگاہ کیا۔

ماریشس میں قادیانی اثر و نفوذ اور وزیر اعظم کی خواہش:

یہاں ظہرانوں، عصرانوں اور عشائیوں میں مختلف لوگوں سے ملاقاتیں اور تبادلہ خیال بھی ہوا۔ ماریشس میں قادیانیوں کا زیادہ زُور نہیں ہے۔ تھوڑے بہت قادیانی ہیں بھی تو وہ دبے ہوئے ہیں۔ بالخصوص پاکستان کی پارلیمنٹ کے تاریخی فیصلے کے بعد اُن کی روح فنا ہوگئی ہے۔ اِس لیے وہاں کے وزیر اعظم نے دبے الفاظ میں وفد سے مودبانہ درخواست کی کہ قادیانیوں کا کھلے الفاظ میں ردّ نہ کیا جائے۔

جس پر علامہ عبدالستار خان نیازی نے کہا کہ اگر آپ کی وزارت عظمیٰ پر کوئی زبردستی قبضہ کرنا چاہے اور آپ کو بے دخل کردے تو کیا حکومت اور آپ خاموش تماشائی بنے رہیں گے۔؟ وزیر اعظم نے کہا: ہرگز نہیں۔ نیازی صاحب نے وزیر اعظم کو مخاطب کر کے کہا: یہی صورتحال اُس جھوٹے نبی کی ہے جو زبردستی حضور ﷺ کی نبوت پر

ڈاکہ ڈالنا چاہتا ہے۔ظاہری بات ہے رسول اللہ ﷺ کے ماننے والے خاموش نہیں رہ سکتے اور ہر وہ حربہ استعمال کریں گے جو اُس مدعیٔ نبوت اور اُس کی جھوٹی اُمت کو ختم کرنے کے لیے کارگر ہوگا۔

وزیراعظم صاحب ذرا گھبرائے اور کہنے لگے، مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی سے میرے دیرینہ تعلقات تھے۔میں اُن کی تقریریں سن چکا ہوں۔بہرحال آپ حضرات تبلیغ کے لیے آئے ہیں۔میری طرف سے آپ کے کاموں میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی ہاں اتنا ضرور ہے کہ ایسی زبان نہ استعمال کی جائے جس سے نفرت اور فساد پیدا ہو۔مولانا نیازی نے اُنہیں جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہم گندی زبان استعمال کرنے کے عادی نہیں ہیں بلکہ تبلیغ کا جو معروف طریقہ ہے۔وہ ہی اختیار کرتے ہیں۔آپ اطمینان رکھیئے۔

جزیرہ ری یونین:

14 فروری 1975ء کو بعد نماز جمعہ ہم لوگ جزیرہ مارلیش سے ری یونین کے لیے روانہ ہوئے۔یہ جزیرہ مارلیش سے تھوڑے فاصلے پر ہے اور فرانسیسی نو آبادی ہے۔

ہم لوگوں کا قیام سینٹرل ہوٹل میں ہوا لیکن کھانے وغیرہ کا انتظام عبداللہ چوٹیا صاحب نے اپنے ذمہ لے لیا تھا چنانچہ ہم سب کھانا وغیرہ چوٹیا صاحب کے مکان پر کھاتے تھے۔جزیرہ کے چاروں طرف اُونچے اُونچے پہاڑ ہیں۔صبح کو ہم لوگ پہاڑ پر گئے اور دس ہزار (۱۰۰۰۰) فٹ کی بلندی پر پہنچے۔ہر طرف ہریالی اور اونچے اونچے درخت تھے۔دیکھنے میں بڑا ہی دلکش منظر۔آبادی پہاڑوں پر بھی ہے۔بڑے بڑے تاجروں کے مکانات پہاڑوں پر بنے ہوئے ہیں۔وہاں عبداللہ صاحب کے ایک عزیز جناب مغلیہ صاحب کے مکان میں ہم لوگوں نے قیام کیا اور دوپہر کا کھانا وہیں کھایا۔اُس روز بارش ہو رہی تھی شام تک ہم لوگ وہاں کے قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

شام کو شہر میں واپس آئے۔اُسی رات میں عبداللہ صاحب کے مکان پر ایک جلسہ منعقد ہوا۔جس میں علامہ عبدالستار خان نیازی صاحب اور مولانا شاہ احمد نورانی صاحب نے تقریریں کیں۔یہاں لوگ اُردو زبان بہت کم سمجھتے ہیں۔جلسہ میں کافی لوگ جمع ہوئے۔ہم نے اُنہیں ورلڈ اسلامک مشن کے اغراض ومقاصد سے آگاہ کیا گیا اور شاخ بھی قائم ہوئی۔مولانا نیازی اور نورانی میاں کی گفتگو سے متاثر ہو کر بعض نوجوان لڑکوں نے بریڈفورڈ جا کر مذہبی تعلیم حاصل کرنے کی خواہش بھی ظاہر کی۔

بریڈفورڈ (انگلستان) میں جلسوں کی کثرت:

پورے قیام کے دوران لندن اور بریڈفورڈ سمیت انگلستان کا شاید ہی کوئی معروف علاقہ بچا ہو جہاں ہمارے تبلیغی جلسے منعقد نہ ہوئے ہوں اور ہم نے آگاہی ختم نبوت وردِ قادیانیت کے حوالے سے گفتگو نہ کی ہو۔بالخصوص بریڈ

فورڈ تو پاکستانیوں کا شہر معلوم ہوتا ہے۔ تقریباً چالیس (۴۰۰۰۰) ہزار پاکستانی وہاں قیام پزیر ہیں اور زندگی کے مختلف شعبوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بریڈ فورڈ کے بعض علاقوں میں ہمیں صرف اُردو (رسم الخط) ہی کے سائن بورڈ نظر آئے۔ دکانیں تجارتی مراکز، ہوٹل کافی تعداد میں مسلمانوں کے پاس ہیں۔

انگلستان قیام کے دوران وہاں کے حالات کا جائزہ لینے اور مسلمانوں کے مسائل معلوم کرنے کا موقع ملا۔ غالباً انگلستان میں اب کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں مسلمان موجود نہ ہوں۔ تبلیغی سلسلہ اگر جاری رہے تو ممکن ہے کہ وہاں مسلمان اچھی خاصی (سیاسی، سماجی اور اقتصادی) حیثیت حاصل کرکے ایک نیا انقلاب برپا کردیں۔ یہاں کافی سے زیادہ تعداد میں مساجد موجود ہیں۔ پاکستان اور ہندوستان کے علماء کی اچھی خاصی تعداد مسجدوں اور مدرسوں میں امامت اور مدرسین کے فرائض انجام دے رہی ہے۔

ایک ماہ کے قیام کے دوران کم و بیش ایک سو اجتماعات سے خطاب کرنے کا موقع ملا۔ بریڈ فورڈ (Bradford)، ہیلی فاکس (Halifax)، برسٹن (Bristain)، اولڈھم (Oldham)، نیلسن (Nelson)، بلیک برن (Blackburn)، ہائی ویکمب (High Wycombe)، سلو (Slough)، پیٹر برو (Peterborough)، شیفیلڈ (Sheffield)، ڈیوسبوری (Dewsbury)، لسٹر (Lister)، ڈربی (Derby)، لیوٹن (Luton)، برمنگھم (Birmingham)، گلاسکو (Glasgow)، لندن (London) اور مانچسٹر (Manchester) میں مختلف مقامات پر مساجد اور ہال میں جلسے ہوئے۔ روزنامہ نوائے وقت ۳۱ مارچ ۱۹۷۵ کو لکھتا ہے کہ: برطانیہ میں مختلف مقامات پر جلسوں سے خطاب میں مولانا شاہ احمد نورانی نے عقیدۂ ختم نبوت کے علاوہ قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں سے برطانوی مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ اُنہوں نے یورپ کے نظام معیشت و معاشرت کو ناکام قرار دیتے ہوئے یہ بھی کہا کہ بہت جلد یورپ میں اسلام کا نظام معیشت و معاشرت قبول کرلیا جائے گا کیونکہ مغربی عوام نظام عدل کے متلاشی ہیں۔

عوام اہلسنّت اور عامۃ المسلمین کے اجتماعات اور ذوق وشوق دیکھ کر خوشی ہوئی۔ زیادہ تر مسلمان پاکستان کے ملے۔ پاکستان کے علاوہ اور ممالک کے مسلمانوں نے بھی بڑی تعداد میں جلسوں میں شرکت جس سے بڑا اچھا ماحول پیدا ہوگیا۔ مسلمان آج بھی روحانیت اور مذہب کا متلاشی ہے۔ علمائے حق کا یہ اوّلین فریضہ ہے کہ وہ عیسائی دنیا میں تندہی سے تبلیغ کا فریضہ انجام دیں۔

پورے انگلستان میں زیادہ تر سفر کاروں سے ہوا۔ ترقی یافتہ ملک ہے سڑکوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ گاڑیوں کی رفتار بھی مقرر ہے۔ روشنی کا معقول انتظام ہے۔ شاہراہوں پر جگہ جگہ ریسٹورنٹ ہیں۔ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر ٹیلی فون بوتھ لگے ہوئے ہیں۔ ہمارے جلسے روزانہ دو دو اور تین کے حساب سے ہوئے تھے۔ بریڈ فورڈ کے احباب

خصوصی طور پر جلسوں کا انتظام کرتے اور بعض جگہوں پر پیر معروف شاہ نوشاہی صاحب جو ورلڈ اسلامک مشن کے خصوصی رکن اور عہدیدار بھی ہیں، ساتھ ہوتے تھے۔

پگڑی، طُرّہ اور نیازی ڈنڈے کا شہرہ:

اِس دورے میں مولانا عبدالستار نیازی صاحب کی پگڑی اور طرّہ لوگوں کی توجہ کا خصوصی مرکز بنا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ نیازی صاحب کا مشہور اور معروف وزنی ڈنڈا جس کے کنارے پر لوہے کی نوک لگی ہوئی تھی، لوگوں پر کافی رعب جما رہا تھا۔ یہ ڈنڈا لندن ایئر پورٹ پر کسٹم والوں نے رکھ لیا تھا اور جہاز پر لے جانے سے منع کیا تھا اُن کو خطرہ لاحق ہوا کہ اِس کے اندر کوئی خطرناک چیز نہ رکھی ہو۔ بہر حال لندن سے مانچسٹر پہنچنے پر ڈنڈا واپس مل گیا۔

اسکاٹ لینڈ کے شہر گلاسکو میں:

۱۵؍مارچ ۱۹۷۵ء کو ہم لوگ اسکاٹ لینڈ کے شہر گلاسکو پہنچے۔ ٹرین سے سفر کیا، بڑا آرام دہ سفر گزرا۔ گلاسکو صنعتی شہر ہے۔ اونچی اونچی کئی منزلہ پتھروں کی عمارتیں ہیں۔ مسلمان وہاں بھی کافی تعداد میں رہتے ہیں۔ شہر انتہائی صاف ستھرا اور موسم بھی وہاں کا خوشگوار تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ گلاسکو یونی ورسٹی بھی دیکھی، بڑی پرانی یونی ورسٹی ہے۔ گلاسکو میں ایک چودھری صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، جن کا تعلق لیبر پارٹی سے تھا۔ کچھ دیر سیاست پر گفتگو ہوتی رہی۔ گلاسکو کی مسجد میں جلسہ ہوا۔ جس میں ہم نے اپنے دورے کے مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے دین اسلام میں عقیدے کی اہمیت اور افادیت پر گفتگو کرتے ہوئے قادیانیوں کے گمراہ کن عقائد باطلہ سے حاضرین محفل کو آگاہی دی۔

وہاں ایک ترک مسلمان نوجوان کو دیکھا جو تعلیم کی غرض سے وہاں موجود ہے۔ وہ پابندی سے مسجد آتا ہے بلکہ اذان بھی دیتا ہے۔ اِس نوجوان کے ذوق وشوق کو دیکھ کر روحانی خوشی ہوئی۔ گلاسکو میں لوگ بڑی خاطر تواضع سے پیش آئے اور ہمارے تبلیغی دورے سے بہت خوش ہوئے اور اُن کا مطالبہ تھا کہ کچھ روز مزید قیام کیا جائے لیکن مجبوری یہ تھی کہ وقت کی قلت مانع تھی۔

شہر لندن میں:

ہمارا قیام لندن شہر میں بھی تقریباً چار روز رہا۔ پورے سفر کے دوران دو دفعہ لندن آئے۔ انگریزوں کے زمانے سے لندن کو سنتے چلے آئے تھے۔ لیکن دیکھا اب تھا۔ بہر حال یورپ کے ایک مشہور ملک کا مشہور شہر اور دارالخلافہ ہے۔ آبادی بھی کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ لندن میں ہمارا قیام دراصل ساؤتھ ہال (South Hall) میں تھا۔ ساؤتھ ہال میں اکثریت ہندوستانی اور پاکستانیوں کی ہے۔ سکھ حضرات زیادہ تعداد میں رہتے ہیں۔ ہم مزمل

صاحب جو حال ہی میں گئے ہیں، کے یہاں ٹھہرے ۔ یہ نوجوان انتہائی مخلص خوش عقیدہ اور مذہبی جذبہ رکھنے والے ہیں ۔ اِن سے مکہ معظمہ ہی میں علامہ ارشد القادری صاحب کے ساتھ ملاقات ہوگئی تھی وہ بھی حج کے لیے لندن سے تشریف لائے تھے ۔ اِن صاحب نے بڑی خاطر تواضع فرمائی ۔ الگ مکان میں ہم سب کے لیٹنے کا بندوبست کیا اور آرام کا خیال رکھا ۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے ۔

ساؤتھ ہال میں قیام کے دوران کئی جلسے ہوئے ۔ ہنسلو (Hounslow) کی مسجد، ساؤتھ ہال کی مسجد اور لندن کے قریب ایک اور مقام پیٹر برو ہے جہاں جمعہ کی نماز کے لیے مولانا شاہ احمد نورانی صاحب تشریف لے گئے ۔ لندن میں آخری جلسہ ۱۶ر مارچ ۱۹۷۵ء کو سلّو کے ہال میں گیارہ (۱۱:۰۰) بجے دن میں ہوا ۔ بڑا کامیاب جلسہ تھا، کافی لوگوں نے شرکت کی ۔ ظہر کی نماز سلّو کی مسجد میں ادا کی ۔ بڑی شاندار مسجد ہے، وہیں جلسہ میں طاہر علی جو حاجی زاہد علی صاحب ایم، پی، اے (سندھ اسمبلی) کے بھتیجے ہیں، سے ملاقات ہوئی ۔ اُن کا گھر قریب تھا ۔ وہ ہمیں اپنے گھر لے گئے، کچھ دیر اُن کے ساتھ رہے پھر واپس مزمل صاحب کے مکان پر آگئے ۔ کھانا کھا کر تقریباً چار بجے ہم لوگ ائیر پورٹ کے لیے روانہ ہوئے ۔ اس لیے کہ اب ہمارے سفر کی اگلی منزل جنوبی امریکہ کے ایک ملک سُرینام (Suriname) کی جانب تھی ۔

پاراماریبو میں شاندار استقبال:

۱۸ر مارچ ۱۹۷۵ء کو شام سوا سات بجے (۷:۱۵) ہم لوگ پاراماریبو پہنچ گئے ۔ یہ ائیر پورٹ شہر سے چالیس (۴۰) میل کے فاصلے پر ہے ۔ ائیر پورٹ پر سینکڑوں مرد، عورتیں اور بچوں کا اجتماع ہمارے استقبال کے لیے موجود تھا ۔ سب کے ہاتھ میں سبز رنگ کے جمعیت کے پرچم تھے اور ائیر پورٹ نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت ﷺ سے گونج رہا تھا ۔ ایک عجیب منظر آدھی رات کو دیکھنے میں آیا ۔ میں نے ساتھیوں سے کہا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم کراچی کے کسی انتخابی حلقے میں آگئے ہیں ۔ یہ سب حضرات پاراماریبو سے ہمارے استقبال کے لیے آئے تھے ۔ کئی کاریں، گاڑیاں اور بسیں ساتھ تھیں ۔ ہمارا قافلہ روانہ ہوا ۔ مارچ کا مہینہ تھا ۔ سردی تھی نہ گرمی، معتدل موسم تھا ۔

ہم تقریباً ایک بجے رات کو جامع مسجد اہلسنّت و جماعت پہنچے ۔ وہاں پہلے سے عورتوں اور مردوں کا عظیم اجتماع موجود تھا ۔ وہاں جلسوں میں آگے مرد بیٹھتے ہیں اور پیچھے چادر اور دوپٹہ وغیرہ اُوڑھ کر عورتیں بھی بیٹھتی ہیں ۔ پردے کا اتنا سخت رواج نہیں ہے ۔ اُسی وقت ایک جلسہ ہوا اور ہمیں دورے کی مبارک باد پیش کی گئی ۔ جلسہ میں سب کی تقریریں ہوئیں پھر ہم سب مسجد سے قریب ہی ایک الگ مکان میں ٹھہرائے گئے ۔ ہر ایک کو الگ الگ کمرے دیئے گئے ۔ ہمارے میزبان جناب خلیل امام دین صاحب، اُن کے بہنوئی جناب قربان صاحب اور اُن کی والدہ

نے بڑی خاطر مدارات کی۔

سُرینام کے مسلمان اور عید میلاد النبی ﷺ:

سُرینام جنوبی امریکہ کا ایک چھوٹا سا ملک ہے۔سُرینام کا علاقہ بالکل پاک و ہند جیسا ہے۔زمین زرخیز، چاول کی کاشت اچھی ہوتی ہے۔اِس علاقے کی اکثریت کالے نسل کے لوگوں کی ہے۔یہ ملک ڈچ حکومت کے قبضہ میں تھا۔ابھی حال ہی میں نومبر ۱۹۷۵ء میں اُنہیں آزادی ملنے والی ہے۔مگر آزادی سے پہلے ہی مسلمانوں نے اِس ملک کو چھوڑنا شروع کر دیا تھا۔حالانکہ وہاں کے کالے لوگوں نے ہر قسم کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا لیکن اِس کے باوجود اچھے خاصے مسلمان وہاں سے ہجرت کر کے ہالینڈ پہنچ گئے۔زیادہ تر مسلمان وہاں تجارت کرتے ہیں اور خوش حال زندگی بسر کرتے ہیں۔طرز زندگی اور رہائش اچھی ہے حکومت میں بھی مسلمانوں کی نمائندگی ہے۔

مسلمانوں کی اکثریت عقیدۂ اہلسنّت و جماعت کی پابند ہے۔۱۹۷۰ء میں مولانا سید سعادت علی قادری صاحب وہاں بحیثیت امام اور خطیب کے گئے تھے اور تقریباً تین سال کا وقت گزارا۔اُنہوں نے تبلیغ کے سلسلے میں اچھا کام کیا۔جمعیت کے سبز گنبد والے پرچم کی کافی شہرت ہوئی۔مسلمانوں کے ہر گھر اور ہر دکان میں یہ پرچم آویزاں نظر آیا۔عید میلاد النبی ﷺ کا بھی باقاعدہ اہتمام کیا۔بڑے جوش وخروش سے جلوس نکلتا ہے۔

ہمارا وفد ایسے وقت میں وہاں پہنچا کہ ربیع الاوّل کے جلوس میں شرکت ہوگئی۔مسلمانوں نے بڑے جوش وخروش کا مظاہرہ کیا۔ہر گھر پر پرچم لہرایا گیا۔جامع مسجد میں ایک بڑے جلسہ کا اہتمام ہوا۔جس میں مختلف مذاہب کے لوگ اور حکومت کے افراد بھی مدعو کیے گئے۔ہماری خوش قسمتی تھی کہ مارچ ۱۹۷۵ء کے عید میلاد النبی ﷺ میں شریک ہوئے۔ہزاروں افراد کے رات کے کھانے کا بندوبست ہوا تھا۔بچے، بچیاں، عورت، مرد سب شاداں و فرحاں نظر آتے تھے۔

مسجد میں ظہر کے بعد جب یہ محفل منعقد ہوئی تو اتفاق سے بن بلائے ایک قادیانی جو حکومت میں وزیر بھی ہے آگیا۔اُس نے اِس بات کی کوشش کی کہ ہم سب سے ہاتھ ملائے مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کا چہرہ جوش ایمانی سے سرخ ہوگیا۔وہ کسی صورت اُس کی شکل دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔جوں ہی وہ پیچھے سے آگے بڑھا مولانا نے اپنا رُخ پھیر لیا۔ہم لوگوں نے مولانا کا رویہ دیکھ کر اُس کی طرف رُخ کرنے سے پرہیز کیا جس سے اُسے فوری طور پر احساس ہوگیا اور وہ بلا تامل واپس چلا گیا۔

بعد میں مولانا نورانی نے مسجد منتظمین کی باز پُرس کی۔تو اُنہوں نے کہا پچھلے کئی سالوں سے ہم سب کو دعوت دیتے چلے آرہے ہیں۔مولانا سعادت علی قادری کے زمانے میں بھی دعوت دی گئی تھی اِس لیے اِس سال بھی دعوت نامہ چلا گیا۔مولانا نورانی نے فرمایا۔آئندہ احتیاط کریں۔کافر کو دعوت دی جاسکتی ہے لیکن مرتدین کے ساتھ مصالحتی انداز

اختیار کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہ مولانا شاہ احمد نورانی کے جذبہ ایمانی کا وہ ایمان افروز منظر تھا جو ہمیں ہمیشہ یاد رہے گا۔

قادیانیوں کو مسلمانوں کا حق نمائندگی نہ دیا جائے:

یہاں میلاد النبی ﷺ کا شاندار جلسہ ہوا۔ ہم سب کی تقریریں ہوئیں۔ حکومت کے ڈپٹی وزیر اعلیٰ بھی شریک تھے۔ میری تقریر انگریزی میں ہوئی جس سے کافی اچھا اثر پڑا۔ مولانا ارشد القادری صاحب بہت خوش ہوئے۔ میں نے وہاں کے حکام سے مسلمانوں کی خواہش کے مطابق دو مطالبے کیے اور وہ یہ کہ سرکاری سطح پر کم سے کم مسلمانوں کے لیے دو قومی تعطیل کا اہتمام کیا جائے۔ ایک عید الفطر اور دوسرے عید میلاد النبی ﷺ۔ چونکہ نومبر ۱۹۷۵ء میں ملک آزاد ہونے والا ہے اِس لیے آزادی کے موقع پر حکومت کی جانب سے مسلمانوں کو یہ تحفہ دیا جائے۔

دوسرے یہ کہ قادیانی مرزائی اور لاہوری مرتد اور کافر ہیں اُنہیں کسی طور بھی مسلمانوں کی نمائندگی کا حق نہ دیا جائے۔ جسے سن کر سارے مسلمانوں نے تائید اور خوشی کا اظہار کیا۔

آخری خطاب:

۲۸ رفروری ۱۹۷۵ء آخری جمعہ مولانا شاہ احمد نورانی نے پڑھایا۔ رات میں آخری جلسہ مسجد میں ہوا۔ جس میں وہابی، سُنی معتقدات اور قادیانیت پر کھل کر گفتگو ہوئی، ساتھ ہی مولوی حنیف کے فتنہ سے عام مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا۔ بڑا کامیاب جلسہ تھا۔ جمعہ کی نماز میں مولانا نورانی نے اتفاق و اتحاد پر زور دیا اور اہلسنّت و جماعت کے عقیدے اور مسلک پر مضبوطی سے قائم رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ:

''اللہ نے تمام انسانوں کو ایک چیز کو پکڑ کر جمع ہونے کا حکم دیا اور آپس کے اختلافات سے منع کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ'' اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو۔'' یعنی اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام انسان صرف ایک اللہ کی عبادت کریں، اور اُس کے آخری رسول خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ کا حکم مانیں اور اسلام کی بتائی ہوئی ہر بات پر عمل کریں۔ کیونکہ اللہ کے اِس حکم کو ماننا تمام انسانوں میں اتحاد و اتفاق کا ذریعہ ہے۔ جب تمام انسان اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلیں گے تو اُن کا سر صرف ایک خدا کے سامنے جھکے گا۔ اور تمام انسان شکل و صورت، رنگ و بولی اور ملکوں کے اختلاف کے باوجود ایک ہو جائیں گے۔ اِسی لیے اللہ نے فرمایا کہ'' ایک دوسرے سے علیحدہ مت ہو۔'' یعنی جو انسان اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلیں اور پھر وہ شکل و صورت، رنگ و بولی، دولت و غربت یا ملکوں کے اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں۔ بلکہ اب اگر کسی معاملے میں اختلاف بھی ہو جائے تو اُس کے لیے حکم دیا گیا کہ'' اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو اُن میں صلح کرا دو۔'' اِس کا مطلب یہ ہے کہ رائے میں یا معاملات میں اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن یہ

اختلاف جھگڑے اور دشمنی کا سبب نہیں بننا چاہیے اور اگر کبھی مسلمانوں میں کوئی جھگڑا ہو بھی جائے تو دوسرے مسلمانوں کو یہ جھگڑا ختم کرانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ کیوں کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور بھائیوں کو اوّل تو لڑنا ہی نہیں چاہیے اور اگر دو بھائی کبھی لڑ پڑیں تو دوسرے بھائیوں کو لڑائی ختم کرا کے آپس میں صلح کرا دینے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اتحاد و اتفاق کا یہ سبق تو قرآن کریم نے دیا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر بھی غور کرنا چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے بنیاد کی اینٹوں کی طرح ہے، کہ اِس سے ایک دوسرے کو قوت ملتی ہے، پھر آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا۔" اِس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کسی مکان کی بنیاد میں جوڑ کر اینٹیں لگائی جاتی ہیں تو وہ اِس قدر مضبوط ہو جاتی ہے کہ پورے مکان کا بوجھ اپنے اوپر اٹھا لیتی ہیں۔ اسی طرح مسلمان کو ایک دوسرے سے مل کر محبت کے ساتھ بالکل اِس طرح رہنا چاہیے جیسے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالی جاتی ہیں تو وہ بالکل مل جاتی ہیں۔ اگر مسلمان آپس میں اتنی محبت پیدا کر لیں اور اللہ اور اُس کے رسول کے احکام کے مطابق مل جل کر رہا کریں تو کوئی بوجھ کوئی مصیبت اور دشمنانِ اسلام کی کوئی تخریب کاری اُنہیں تکلیف اور نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

پروگرام کے اختتام پر سب لوگ آ کر آپس میں گلے ملے۔ حسین علی اور گلاب دین وغیرہ بھی لوگوں سے ملے اور اُنہوں نے اختلافات دور کرنے کا عہد کیا۔ چنانچہ مولانا شاہ احمد نورانی نے تین افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی جس کے سپرد معاملات طے کرنا اور آپس کے اختلافات کو دور کرنا تھا۔ جمعہ کے بعد ہم نے مختلف وفود سے ملاقات کی مسجد کمیٹی کے اراکین سے طویل گفتگو ہوئی اور اُسی رات میں ورلڈ اسلامک مشن کی سُرینام شاخ کا قیام عمل میں آیا۔

۲۵/مارچ ۱۹۷۵ء کو عید میلاد النبی ﷺ کے موقعہ پر پاکستانی عوام کے نام مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی اور پروفیسر شاہ فرید الحق نے ایک پیغام جاری کیا جو روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۶/مارچ ۱۹۷۵ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ جس میں ان کا کہنا تھا کہ: پاکستان کے عوام دین مصطفیٰ ﷺ کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔ اور یہ عہد کریں کہ وہ دین مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت اور نظام مصطفیٰ کو نافذ کرنے کے لیے کمر بستہ ہو جائیں گے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ جنوبی امریکہ میں لوگ اسلام کی حقانیت قبول کر رہے ہیں۔

ہالینڈ میں چند روز:

ایمسٹرڈیم ہالینڈ کا مشہور و معروف شہر ہے اور دنیا کا مشہور ترین ہوائی اڈہ ہے۔ دنیا کے ہر گوشے سے یہاں پروازیں آتی ہیں اور روانہ ہوتی ہیں۔ ایمسٹرڈیم میں مسلمان اچھی خاصی تعداد میں آباد ہیں۔ سُرینام (جنوبی امریکہ)

کے بہت سے مسلمان سُرینام چھوڑ کر ہالینڈ آ گئے ہیں۔ اور یہیں مختلف کاروبار اور کام کرتے ہیں۔ ائیر پورٹ پر احمد جمعراتی صاحب (جو پہلے سُرینام میں رہتے تھے اور مولانا شاہ احمد نورانی صاحب سے متعارف تھے) اور اُن کے چند دوسرے ساتھی موجود تھے۔ ہم نے نیویارک سے اپنے آنے کی اطلاع احمد جمعراتی ہی کو دی تھی۔ ائیر پورٹ سے ہم سیدھے پہلے احمد جمعراتی صاحب کے گھر گئے جو ایمسٹر ڈیم کے مضافات میں واقع ہے۔ شہر کے رہنے والے کچھ محبین کو اعتراض بھی ہوا کہ ہم لوگ اتنی دور کیوں ٹھہرائے جا رہے ہیں۔

ہمارے میزبان نے کاروبار کے بارے میں پوچھنے پر ہمیں بتایا کہ ہفتہ میں ایک دفعہ گائے ذبح کرتے ہیں اور اُس کا گوشت فروخت کرتے ہیں۔ اُن کا فلیٹ جدید ترین صوفہ سیٹ اور کرسیوں سے آراستہ تھا۔ فرش پر خوبصورت قالین بچھے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے ہم سب کی بڑی خاطر مدارت کی۔ اِس دوران مسلمانوں کے مختلف وفود بھی آ کر ملے۔ وہاں کے لوگ یہ چاہتے تھے کہ ہم کچھ روز یہاں قیام کریں اور متعدد تبلیغی جلسے کریں۔ لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے ہم ایسا نہ کر سکے۔ پھر مسلمانوں نے ہالینڈ کے بین الاقوامی شہر ہیگ جو ہالینڈ کا دارالخلافہ بھی ہے اور بین الاقوامی عدالت انصاف کا صدر مقام ہے، میں عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا۔ یہ جلسہ ہیگ کے بین الاقوامی ہال میں منعقد ہوا، جس میں پانچ (۵۰۰) سو سے زائد مسلمان مرد اور خواتین نے شرکت کی۔ جبکہ بچے بچیاں بھی کافی تعداد میں موجود تھیں۔ اُس دن وہاں کے مسلمانوں میں عید کا سا سماں لگ رہا تھا۔ مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے سبز کپڑے پر بیج لگائے ہوئے تھے جس پر جماعت اہلسنّت اور جمعیت علمائے پاکستان کے جھنڈے کی طرح گنبد خضرا بنا ہوا تھا۔ اور کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا۔

ہال کی بناوٹ اور سیٹنگ دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ ہال کو تمام ضروری جدید ترین آلات و اشیاء سے مزین کیا گیا تھا۔ حضور ﷺ کا میلاد مبارک، محبت رسول اور عقیدۂ ختم نبوت کی ضرورت و اہمیت اور تحفظ کے حوالے سے اُردو میں تقاریر ہوئیں۔ اِس لیے کہ زیادہ تر لوگ ہندو پاک کے تھے اور وہ اُردو زبان سے واقف تھے۔ پاکستان اور ہالینڈ کے خصوصی تعلقات کی وجہ سے وہاں پاکستانیوں کو کافی سہولتیں حاصل ہیں۔ پہلے تو ویزا کی بھی ضرورت نہیں تھی لیکن اب غالباً ویزا کے بغیر کوئی پاکستانی ہالینڈ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ہمارے اِس جلسہ کے اہتمام اور انصرام میں انور وزیر الدین سید صاحب پیش پیش تھے۔

ہالینڈ میں تین دن گزار کر ہم نے واپسی کا رخت سفر باندھا اور ایمسٹر ڈیم سے روانہ ہو کر اُسی شب میں ہم لوگ جدہ پہنچ گئے۔ سرزمین حجاز پر تیسری دفعہ قدم رکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا وطن اصلی:

بہرحال سارا سفر کرنے کے بعد جب مرکز کی طرف لوٹے تو سفر کی تھکان بھی ختم ہوگئی۔ دل و دماغ کو سکون ملا۔ ایسا محسوس ہوا کہ اپنے اصلی وطن میں واپس آگئے ہیں۔ دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کا اصلی وطن اور مسلم قومیت کا اصل مرکز ہے۔ ملت جب تک مرکز سے وابستہ رہتی ہے اپنی اصلیت پر قائم رہتی ہے۔ مرکز سے ناطہ ٹوٹا شیرازہ بکھر گیا۔ جو دور رہ کر بھی مرکز پر نظر رکھتے ہیں اُنہیں مرکز خود اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ جس سرزمین پر مرکز کائنات جلوہ گر ہوں وہی سرزمین کائنات کو اپنی طرف کھینچے گی۔ مرکز کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے۔ مکہ کو اِسی لیے ''اُم القریٰ'' کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت چونکہ مکہ سے ہے اِس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب ''اُمی'' ہے۔

جدّہ میں الامین ہوٹل میں قیام ہوا۔ دوسرے دن سب سے پہلے ہم لوگ پی آئی اے کے دفتر گئے، مدینہ منورہ جانے کے لیے ٹکٹ کی بکنگ ضروری تھی۔ وہاں پی آئی اے میں راشد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ وہ میرے شاگرد رہ چکے ہیں۔ اُنہوں نے بڑی جدو جہد کی اور اِس طرح جمعہ کی صبح فلائٹ کا ٹکٹ مل سکا۔

عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ روانگی:

جمعرات کو جناب شہاب الدین صاحب کی نئی گاڑی پر ہم لوگ عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے۔ اللہ جل مجدہ کی بے پایاں عنایت کا کیسے شکر ادا کروں اُس نے ہمیں عمرہ کی سعادت نصیب فرمائی۔ ہم نے نیا احرام خریدا اور احرام باندھ کر مکہ مکرمہ کے لیے بارہ بجے دن روانہ ہوئے، جیسے ہی خانہ کعبہ پر نظر پڑی تو آنکھوں میں آنسو آگئے اور زبان سے بے ساختہ دعائیہ کلمات نکلنے لگے۔ دھوپ تیز تھی لیکن اتنا پُرسکون طواف ہوا کہ ہمیشہ یاد رہے گا۔

ہم نے بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ سنگ اسود کا بوسہ دیا۔ مقام ملتزم پر خوب دعائیں مانگی۔ افسوس کہ چاہ زمزم پر جانا نصیب نہیں ہوا۔ زبردست بارش کی وجہ سے کنواں صفائی کے لیے بند کر دیا گیا تھا۔ بارش کا پانی حرم کے اندر بھی داخل ہوگیا تھا۔ ایک ہفتہ لگاتار زبردست بارش کی وجہ سے سڑکیں ٹوٹ گئیں تھیں۔ ہم نے ظہر کی نماز حرم شریف میں ادا کی اور اطمینان سے تمام معمولات سے فارغ ہو کر ساڑھے چار (۴:۳۰) بجے جدّہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ہماری اگلی منزل دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی۔

حاضریٔ مدینہ منورہ:

جمعرات کا دن گزار کر ہم سب ہوائی جہاز سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے، جیسے جیسے جہاز منزل سے قریب ہوتا جارہا تھا شوق دیدار بڑھتا جارہا تھا۔ دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا، گنبد خضرا کا نقشہ نظروں کے سامنے گھومنے لگا۔ دل میں سوچتا رہا کہ اب کے سارے ارمان نکالوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سارا دکھڑا رو رو کر عرض

کروں گا۔جتنا ممکن ہوگا درود وسلام کے نذرانے پیش کروں گا۔ اسی کیفیت میں ہم لوگ گیارہ بجے (11:00) شب میں مدینہ منورہ کی سرزمین پر حاضر ہو گئے۔ یہ وہ سرزمین ہے کہ بڑے بڑوں کا سر یہاں آ کر جھک جاتا ہے۔ یہاں لوگ سر کے بل چلنے کو فخر سمجھتے ہیں۔ یہاں کے ذرّے ذرے سے محبت کی خوشبو آتی ہے۔اہل دل کو یہاں کی گلیوں سے حتیٰ کہ یہاں کے کتوں تک سے پیار ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ کی گلیوں میں ننگے پیر چلتے تھے۔مدینہ سے باہر اس لیے قدم نہیں رکھتے تھے کہ کہیں دیارمدینہ سے علاوہ موت نہ آجائے۔ اِس دیار میں امیر وغریب سب برابر ہیں کوئی سر اونچا کر کے نہیں چل سکتا۔امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مدینہ کے خطے خدا تجھ کو رکھے — غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے
حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا — ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو — کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

اور بات بھی یہی ہے کہ کعبہ کی عظمت کا تعلق مدینہ والے ہی سے ہے۔ اسی مدینہ والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں کعبہ کی اہمیت سے آگاہ کیا ہے۔اللہ جل مجدہ کی صحیح وحدانیت کا تصور دیا ہے۔ اُنہیں کے ذریعہ ہمیں قرآن ملا۔معلوم ہوا سارا دین ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔تو پھر جس شہر اور دیار کو اُن سے نسبت ہو جائے اور جہاں وہ ابدی زندگی گزار رہے ہوں اُس جگہ کی بات ہی کیا ہے۔ دیارمدینہ میں پہنچتے ہی ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار میں حاضری دی۔ پائنتی شریف میں نماز عشاء ادا کی گئی چونکہ مسجد نبوی کے دروازے بند ہو چکے تھے اس لیے باب جبرئیل کے قریب ہی نماز ادا کر کے صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا گیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کافی دیر تک رقّت آمیز لہجے میں دعا مانگتے رہے۔حاضری سے فارغ ہو کر ہم لوگ ہوٹل میں کھانے کے لیے گئے اُس وقت بھوک بھی شدت کی لگی ہوئی تھی لیکن زیادہ رات گزر جانے کی وجہ سے دکانیں بند ہو چکی تھیں۔صرف ایک چھوٹا سا ہوٹل کھلا دکھائی دیا وہاں بھی سامان سمیٹا جارہا تھا۔لیکن ہم لوگوں کے پہنچنے کے بعد ہوٹل والوں نے کچھ کھانے پینے کا بندوبست کر دیا۔میں کیا بتاؤں کہ اُس کھانے میں کیا لطف آیا۔مدینہ منورہ کی گلی کا ہوٹل اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مہمان نوازی کا جلوہ۔اللہ اللہ! کرم ونوازشات کا وہ لمحہ دیکھنے کے قابل تھا۔

کھانے کے بعد ہم لوگ الزہرہ ہوٹل میں قیام پزیر ہوئے۔الزہرہ ہوٹل حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہ مبارکہ کے قریب ہی ہے۔صبح ہی تہجد کے وقت مسجد نبوی میں حاضر ہوئے۔نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مواجہہ میں بیٹھ کر تلاوت

کی۔درود شریف کاورد کیا۔ پوری دلائل الخیرات پڑھی ۔حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا۔حزب الاعظم کی ساری دعائیں پڑھیں ریاض الجنہ میں اشراق اور چاشت کے نوافل پڑھے۔

اُس کے بعد مولانا ضیاء الدین مدنی صاحب قبلہ کے یہاں حاضر ہوئے۔مولانا بڑے تپاک سے ملے اور فوری ناشتہ وغیرہ کا اہتمام ہوا۔قبلہ نورانی صاحب وہیں ٹھہر گئے اور ہم ہوٹل میں ہی رہے ۔جمعہ اور سُنیچر کے دن ہم نے مدینہ منورہ میں گزارے۔زیادہ وقت مسجد نبوی اور روضہ مبارک کے مواجہہ میں گزرا۔حضور اکرم ﷺ کے دربار میں عرض ومعروضات پیش کرتے، روتے اور گڑگڑاتے رہے۔اور چشم نم کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں یہی استدعا پیش کرتے رہے کہ بار بار حاضری کے لیے حضور ﷺ حکم فرماتے رہیں اور ہم سرکار کے در اقدس پر حاضر ہوتے رہیں۔

وطن واپسی:

سُنیچر ۱۲/اپریل ۱۹۷۵ء کی شام کو ہم لوگ مدینہ منورہ ائیر پورٹ جدّہ جانے کے لیے آئے۔(حضرت قطب مدینہ ضیاء الدین مدنی کے صاحبزادے) مولانا فضل الرحمن صاحب قبلہ معہ اہل وعیال کے ہم سب کو خدا حافظ کہنے کے لیے ہوائی اڈے تشریف لائے۔ہم سب سے گلے ملے۔مدینہ چھوٹ رہا تھا۔بڑا رقت آمیز منظر تھا۔اب کی دفعہ نہ جانے کیوں مدینہ منورہ میں زیادہ قیام کی خواہش ہو رہی تھی۔ایک وجہ تو غالباً یہی تھی کہ اپریل کے مہینہ میں ماحول پرسکون تھا۔حج کی بھیڑ ختم ہو چکی تھی بڑے اطمینان کے ساتھ حاضری نصیب ہوتی تھی۔ہر چیز کو دیکھنے،غور کرنے اور سمجھنے کا موقع ملتا تھا لیکن مجبوری تھی کہ کراچی پہنچنا تھا اور پہنچنے کی اطلاع بھی دے دی گئی تھی۔مگر جس مقصد کے لیے ہم واپس ہو رہے تھے وہ مقصد بھی پورا نہ ہوا۔ بوستان علی ہوتی کا ضمنی انتخاب ہونے والا تھا اور اُنہی کے تار اور خطوط کی بناء پر ہمیں سفر دو ایک ہفتہ کم کرنا پڑا۔اگر مدینہ منورہ میں بھی یہ معلوم ہو جاتا کہ انتخاب ملتوی ہوگیا ہے یا تاریخ بڑھ گئی ہے تو ہم مدینہ میں کم سے کم ایک ہفتہ اور قیام کرتے ۔بہر حال بادل ناخواستہ ہم مدینہ سے روانہ ہو کر جدّہ پہنچے۔

اتوار کی صبح کو ہم لوگ پی آئی اے کی فلائٹ سے جو دبئی ہو کر آتی ہے کراچی کے لیے روانہ ہوئے۔سامان وغیرہ سب کا مل کر کچھ زیادہ ہوگیا تھا۔حامد رضا صاحب اسٹیشن انچارج اور راشد صاحب نے جو پی آئی اے جدّہ میں ملازم ہیں،خصوصی توجہ فرمائی۔اِس کے علاوہ ظفر عباس جو ڈرگ کالونی کے رہنے والے ہیں پی آئی اے جدّہ میں ملازم ہیں، نے ہماری خصوصی مدد کی اور سامان وغیرہ بک کرایا۔اِس دوران یہ احباب ہمارے ساتھ رہے۔اُنہوں نے مولانا شاہ احمد نورانی صاحب کے لیے پان وغیرہ کا بھی انتظام کیا۔اللہ تعالیٰ اِن تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

کراچی ائیر پورٹ پر یادگار استقبال:

تقریباً چھ سات گھنٹہ سفر کرنے کے بعد ہم لوگ پانچ (۵:۰۰) بجے شام کو کراچی ائیر پورٹ پہنچے۔ یہاں ائیر پورٹ پر عجیب عالم تھا۔ ہزاروں افراد ائیر پورٹ پر جمع تھے۔ کراچی اور حیدر آباد کی جمعیت علمائے پاکستان اور اہلسنّت کے خصوصی اور عمومی کارکنان، قائدین اور محبین موجود تھے۔

جناب علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب الازہری، علامہ محمد حسن حقانی، صوفی ایاز خان نیازی، علامہ جمیل احمد نعیمی صاحب، جناب ظہور الحسن بھوپالی، جناب شاہ شمیم الحق، جناب بوستان علی ہوتی۔ جناب حاجی حنیف طیب، جناب محمد احمد صدیقی، جناب سید احد یوسف ایڈوکیٹ، مفتی محمد حسین قادری صاحب، مولانا عبدالسبحان صاحب، مولانا غلام یٰسین صاحب، جناب صدیق راٹھور صاحب، جناب الحاج زاہد علی صاحب، حافظ محمد بخش صاحب میرے دوست بھائی جناب شاہ سعید الحق صاحب۔ اِن کے علاوہ کراچی شہر کے سارے خادمین محبین اور متعلقین کی ایک بڑی تعداد، پھر سینکڑوں گاڑیاں، ٹرک، جھنڈے۔ الامان الحفیظ۔ منظر دیکھنے کے قابل تھا۔

مولانا شاہ احمد نورانی مولانا عبدالستار خان نیازی اور میرا مجمع سے نکلنا مشکل ہوگیا۔ بڑی مشکل سے نظم وضبط قائم کیا گیا۔ لوگ ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ محبت وعقیدت کا یہ عالم کم ہی نظر آتا ہے۔ قابل مبارک باد ہیں یہ حضرات جنہوں نے اِس والہانہ انداز سے ہم سب کا تاریخی استقبال کیا۔ باوجود بھٹو شاہی کی پابندیوں کے، پورا مجمع جلوس کی شکل میں ہوائی اڈہ سے روانہ ہوا۔ راستے میں کارساز پر رُک کر مسجد میں نماز عصر ادا کی گئی اور پھر وہاں سے گاڑیوں ٹرکوں کا یہ قافلہ بندر روڈ (ایم اے جناح) روڈ لایا گیا اور مولوی مسافر خانہ کی جامع مسجد (عیدگاہ) میں نماز مغرب ادا کی گئی۔ جہاں ایک جلسہ عام کا انتظام تھا۔ ہزاروں افراد پہلے ہی سے مسجد میں جمع تھے۔ نماز کے بعد ہم سب کی تقریریں ہوئیں۔

مولانا عبدالستار نیازی صاحب نے تبلیغی کارناموں پر روشنی ڈالی۔ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں پُر درد تقریر کی۔ تھوڑی سے تقریر میری بھی ہوئی۔ صلوٰۃ وسلام کے بعد یہ تقریب اختتام کو پہنچی اور اِس طرح ہمارا یہ تبلیغی سفر جو ۲۰؍دسمبر ۱۹۷۴ء کو شروع ہوا تھا، ۱۳؍اپریل ۱۹۷۵ء کو آٹھ (۸:۰۰) بجے شب اختتام پذیر ہوا۔

”الحمد للہ ربّ العالمین“

□□□

ضخامت وابواب بندی کے اعتبار سے اوّلین ''تحفظ ختم نبوت نمبر''

عالم اسلام کی بلند پایہ علمی و روحانی شخصیت شیخ طریقت، حضور مفکر اسلام قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ العزیز نے دوسرے سفر حج و زیارت سے واپسی پر اکتوبر ۲۰۰۰ء میں سالانہ عرس مقدس علی پور سیداں شریف کے مبارک موقع پر بے سروسامانی کے عالم میں عظیم ادبی، تحقیقی اور دینی رسالہ ماہنامہ ''الحقیقہ'' کا اجراء فرمایا۔ اہل نظر نے اس علمی تحفہ کی ستائش کی اور اکابر صوفیاء نے اس کی قبولیت کی گواہی دی۔ اکتوبر ۲۰۰۰ء میں ''الحقیقہ'' کا پہلا شمارہ چھپا تو پہلے دن ہی تمام کاپیاں ختم ہو گئیں نتیجتاً اس ماہ شمارے کی اشاعت ثانی عمل میں لائی گئی۔ دوسرے ماہ دو ہزار اسی طرح تسلسل سے آٹھویں ماہ شمارہ کی تعداد بھی آٹھ ہزار کو پہنچ گئی۔ یوں رسائل و جرائد کی دنیا میں ''الحقیقہ'' نے امتیازی حیثیت حاصل کر لی۔

''الحقیقہ'' کی اشاعت حضور مفکر اسلام قدس سرہ العزیز کی خصوصی توجہ سے مستفید تھی چنانچہ اس میں آپ کے مدلل، مؤثر، پُرمغز علمی، تحقیقی اور عقائد حقہ پر مشتمل مضامین نے تہلکہ مچا دیا۔ بالخصوص ''توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات'' (۲۵ قسطیں) ''اتحادِ ملت کی ضرورت وصورت'' (۴۲ قسطیں) ''اسلام اور شیطان کے سپوت'' (۲۲ قسطیں) اور آپ کے ''اداریئے'' مجلہ کی جان تھے۔ جنہوں نے ان گنت بدعقیدہ افراد کو بدعقیدگی سے چھٹکارا دیا، بے دین جماعتوں کی نشاندہی اور بے حس سیاسی شخصیات کو بھی جھنجھوڑا۔ اکثر تحاریر منیرہ ایسی ہوتیں جو تازیانے کا کام کرتیں۔

''الحقیقہ'' کے آغاز میں مفکر ختم نبوت، عظیم نڈر مجاہد پروفیسر شجاعت علی مجاہد (سیالکوٹ) کو مدیر اعلیٰ کی ذمہ داری دی گئی۔ ستمبر ۲۰۰۱ء میں مجلہ کا پہلا ''ختم نبوت نمبر'' شائع ہوا۔ دوسرا ضخیم تحفظ ختم نبوت نمبر (جلد اوّل) ۲۰۱۳ء میں 974 صفحات پر منظر عام پر آیا۔ دوسری جلد کی اشاعت ۲۰۱۹ء میں ہوئی جو 1046 صفحات پر محیط تھی۔ مذکورہ دونوں تحفظ ختم نبوت نمبرز کا مفصل تعارف ہم نے ''کتابیات ختم نبوت'' جلد اوّل میں پیش کیا ہے یاد رہے ۸/اگست ۲۰۰۶ء کو بانی ''الحقیقہ'' کے وصال کے بعد ستمبر ۲۰۰۶ء میں ''حضور مفکر اسلام'' نمبر شائع ہوا مزید برآں ۲۰۲۰ء میں ''اہل سنت نمبر'' بھی شائع ہو کر قلب و روح کو تسکین بخش چکا ہے۔

بے سروسامانی کے عالم میں شروع کئے جانے والے اس مجلہ نے اپنے اکیس سالہ دور میں زبردست تبلیغی کارنامے سرانجام دیئے۔ لاتعداد لوگوں کے عقیدے بچائے۔ اخلاق سنوارے، دین اسلام میں تصوف کی حیثیت کو

واضح کیا۔ قارئین کی عملی استعداد کو بڑھایا۔ یقیناً یہ ساری فتوحات اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، حضور جانِ عالم ﷺ کی رحمت اور اولیاء ربانی کی روحانی توجہ ہی سے ممکن ہوئیں۔ روحانی توجہات کے تناظر میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے جو فقیر بخوف طوالت عرض کرنے سے قاصر ہے، صاحبان ذوق کے لئے عرض ہے کہ عظیم قلم کار سعید محمد آسوی حسینی نقشبندی کی تصنیف ''حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی'' اور دیگر مضامین ''الحقیقہ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

تاحال یہ مبارک رسالہ آستانہ عالیہ حضور مفکر اسلام، نقش لاثانی نگر شکر گڑھ ضلع نارووال (پاکستان) سے صاحبزادہ محمد عطاء الحق نقشبندی زید مجدہ کی زیر سرپرستی باقاعدگی سے شائع کیا جا رہا ہے۔ محقق ختم نبوت بزرگ مصنف محب گرامی، پیر سید صابر حسین شاہ بخاری (برہان شریف ضلع اٹک) مدیر اعلیٰ ہیں (جن سے احقر کا محبت بھرا تعلق ہے عاجز ان سے رہنمائی لیتا رہتا ہے اور آپ پہلے سے بڑھ کر ہر بار شفقت و محبت فرماتے ہیں) افتخار احمد ممنون صاحب مدیر مسئول ہیں حافظ محمد نعیم آسوی (جو آستانہ کے ذمہ دار فرد ہیں) منتظم ہیں جبکہ اداریہ نگاری آستانہ عالیہ حضور مفکر اسلام کے عظیم لکھاری محترم محمد سعید آسوی حسینی نقشبندی فرما رہے ہیں۔ پیش نظر تعارف بھی حافظ محمد نعیم آسوی زید شرفہ کی وساطت سے ممدوح محترم محمد سعید آسوی زید لطفہ نے عنایت فرمایا جو احقر نے پیش کیا (بتصرف)۔ اللہ کریم سرکار ختمی المرتبت ﷺ کے طفیل کامیابیوں و فتوحات کا سفر جاری رکھے۔ آمین

معزز قارئین!

دنیائے ختم نبوت و ردّ قادیانیت میں خوبصورت ابواب بندی اور ضخامت کے اعتبار سے ''الحقیقہ'' (تحفظ ختم نبوت نمبر جلد اول ۲۰۱۳ء، جلد دوم ۲۰۱۹ء) سے بڑھ کر کوئی نمبر ہمارے باصرہ نواز نہیں ہوا ابواب بندی چند خصوصی نمبرز کی فردوس نظر ہوئی لیکن ضخامت اتنی نہیں۔ اگر کوئی محقق ہماری توجہ دلائے تو انکار کا کیا معنیٰ؟

''شیران اسلام پاکستان'' کے پلیٹ فارم سے ''الحقیقہ'' کی پوری ٹیم اور بطور خاص مدیر اعلیٰ قبلہ شاہ صاحب کی انتھک محنت کا ثمر مذکور نمبرز ہیں۔ تحفظ ختم نبوت نمبرز کی ضخیم و عظیم اور دل کو موہ لینے والی دونوں جلدوں کا تعارف ''کتابیات ختم نبوت'' جلد اوّل میں پیش کرنے کے بعد بار دیگر حاضر خدمت ہے کیونکہ موضوع ہی ''الحقیقہ'' ہے۔

ماہنامہ اَلْحَقِیْقَہ (تحفظ ختم نبوت نمبر) جلد اوّل

ایڈیٹر	:	سید صابر حسین شاہ بخاری
صفحات	:	974
سن اشاعت	:	2012ء/1433ھ

مؤلف (سید صابر حسین شاہ بخاری) نے علمی و تحقیقی انداز میں ابواب بندی کر کے اس ضخیم و مبسوط ''نمبر'' کو پانچ

ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ صفحہ نمبر 37 پر مؤلف خود ان ابواب کا مفصل تعارف پیش کرتے ہیں جو بتصرف قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔

پہلا باب: قرآنیات واحادیث

یہ پہلی جلد کا طویل ترین اور نہایت اہم باب ہے۔ یہ اپنے دامن میں 25 مضامین ومقالات سمیٹے ہوئے ہے۔ اس میں لکھنے والے مشہور ومعروف قلم کار ہیں۔ قرآن واحادیث، آثار صحابہ اور تابعین کے ارشادات کی روشنی میں عقیدۂ ختم نبوت کا محققانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ اس باب کا ہر مقالہ ومضمون نہایت اہم اور نمایاں ہے بلکہ یوں کہئے کہ ان تمام ارباب علم ودانش کے مقالات کا حاصل باب ہے۔

دوسرا باب: اثر ابن عباس اور تحذیر الناس

دوسرا باب نہایت اہم ہے اس میں اثر ابن عباس اور تحذیر الناس کا محققانہ اور محدثانہ جائزہ لیا گیا ہے یہ علم وادب کے دس (10) ستاروں کی روشنی سے مزین ہے:

- مفتیٔ اعظم یورپ علامہ بدرالدین احمد قادری، ہالینڈ
- شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی، جامعہ اشرفیہ مبارکپور، انڈیا
- مفسر قرآن، شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی، کچھوچھہ شریف، انڈیا
- مترجم کتب احادیث علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری
- مفسر قرآن علامہ قاضی عبدالرزاق بھترالوی
- پیر حافظ سلمان محمود دریاوی
- علامہ ثناء اللہ طیبی

نے اپنے اپنے مقالات ومضامین میں عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے "تحذیر الناس" کا عالمانہ انداز میں ناقدانہ جائزہ اور اسے عقیدۂ ختم نبوت کے منافی قرار دیا۔

علامہ غلام نصیر الدین سیالوی نے اثر ابن عباس پر محققانہ نظر ڈالی اور علامہ منظر الاسلام الازہری نے اسے محدثانہ تناظر میں دیکھا۔ یہ دونوں مقالات بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ سید بادشاہ تبسم بخاری نے "تحذیر الناس" کا تاریخی پس منظر پیش کیا جو نہایت دلچسپ اور معلوم افزا ہے۔

تیسرا باب: فتنۂ قادیانیت

اس میں فتنۂ قادیانیت کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔

اس باب میں چودہ مقالات ہیں لکھنے والوں میں نامور علماء کرام اور مشہور ادباء شامل ہیں ۔اس باب میں مرزا قادیانی کے حالات، خیالات اور الہامات کی خوب خبر لی گئی ہے ۔ مفتی محمد علیم الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مختصر مگر جامع مضمون میں مرزا کی زندگی کے ایک اہم ورق کی بازیافت پیش کی ہے ۔

- حضور مفکر اسلام پروفیسر آسی
- پیر محمد افضل قادری
- محمد افضل باجوہ قادری

اور

- محمد احمد ترازی

نے تحقیق کے آئینے میں مرزا کی اصلیت اور حقیقت کو طشت از بام کیا ہے ۔

باقی مقالہ نگاران کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

- علامہ مفتی جمیل احمد نعیمی
- علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی
- محمد احمد حسن قادری
- عرفان محمود برق
- مختار جاوید منہاس
- راجا رشید محمود
- مولانا محمد شہزاد

اور

- حافظ غلام یاسین رضوی

چوتھا باب: حیات حضرت عیسیٰ اور شبہات مرزا

اس باب میں دلائل و براہین کی روشنی میں حضرت سیدنا عیسیٰ کی حیات ثابت کی گئی ہے اور مرزائیوں کے دعوے کی دھجیاں اُڑا دی گئی ہیں ۔

پانچواں باب: رضویات

اس باب کی زینت 9 مقالات ہیں ۔سب سے پہلے تبرکات کے طور پر مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی کا رسالہ ''تصحیح یقین بر ختم نبیین'' شامل ہے ۔ پھر مولانا عبد السلام رضوی نے حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' پر بصیرت افروز تبصرہ فرمایا ہے ۔

- مفتی محمد خان قادری　　　　　محمد احمد حسن قادری
- حافظ محمد مسعود رضوی　　　　　غلام مصطفیٰ قادری

نے اپنے اپنے مقالات میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی گراں قدر خدمات کو اپنے اپنے انداز میں سراہا ہے۔

حیدرآباد سے اہل حدیث مکتبہ فکر کا شائع ہونے والے رسالہ ماہنامہ ''دعوت اہل حدیث'' کے ایک مضمون نگار قاری ذکاء اللہ کی اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کے بارے میں کی گئی ہرزہ سرائی کو علامہ غلام رسول قاسمی زیر بحث لائے ہیں۔غلام مصطفیٰ رضوی نے'' گلستان نوری'' میں اور ابوالبلال محمد سیف علی سیالوی نے'' گلستان رضا'' میں عقیدۂ ختم نبوت سے متعلقہ پھول چنے ہیں اور انہیں اپنے اپنے انداز میں گلدستوں کی صورت میں پیش کیا ہے۔

ماہنامہ اَلْحَقِیْقَہ (تحفظ ختم نبوت نمبر) جلد دوم

ایڈیٹر	:	سید صابر حسین شاہ بخاری
صفحات	:	1040 (اُردو)
سن اشاعت	:	2019ء/1440ھ

''الحقیقہ'' کے تحفظ ختم نبوت جلد دوم کا تفصیلی تعارف مدیر اعلیٰ قبلہ شاہ صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

پہلا باب: مہریات

فاتح قادیان سلطان العلماء قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1356ھ/ 1937ء) ایک شخصیت نہیں بلکہ ایک تحریک، ایک تنظیم کے طور پر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سامنے آئے ہیں۔آپ کو یہ ذمہ داری بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تفویض فرمائی گئی تھی جس کو آپ نے احسن انداز میں نبھایا۔اس باب میں نہ صرف آپ بلکہ آپ کے خانوادہ کی خدمات کو بھی سامنے لایا گیا ہے۔چھ مقالات قبلہ عالم حضرت اعلیٰ گولڑوی کے لئے مختص ہیں۔مقالہ نگاروں میں علامہ محمد صدیق ہزاروی، پیر سید معین الحق گیلانی، پروفیسر محمد طارق قمر،مولانا سید عزیز الرحمٰن شاہ گردیزی، پروفیسر سید اسرار بخاری، فاروق درویش شامل ہیں۔قبلہ عالم کے جانشین پیر سید غلام محی الدین گیلانی المعروف قبلہ بابوجی گولڑوی (م 1394ھ/ 1974ء) کے حوالے سے ایک مقالہ شامل ہے جس میں آپ کی خدمات کو بھی احاطہ تحریر میں لانے کی سعی کی گئی ہے۔یہ مقالہ لکھنے کی سعادت راقم کے حصے میں آئی۔قبلہ عالم کے پڑپوتے پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1430ھ/ 2009ء) کا اپنا ایک مقالہ''عقیدۂ ختم نبوت کی

اہمیت'' بھی شامل ہے۔عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلے میں اس خانوادہ کے بارے میں برملا یہ بات کہی جاسکتی ہے۔

این خانہ تمام آفتاب است

دوسرا باب:اقبالیات

شاعر مشرق ترجمان حقیقت، حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال (م 1360ھ/ 1938ء) بیسویں صدی میں ایک شہرہ آفاق شاعر عظیم مفکر، بلند پایہ فلسفی اور مصور پاکستان کے طور پر سامنے آئے۔ان تمام اوصاف کے باوجود آپ کو ایک ''عاشق رسول ﷺ'' کی حیثیت سے شہرت عام حاصل ہوئی۔عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی تردید میں آپ بھی میدان عمل میں نمایاں رہے۔آپ نے اپنے کلام،خطبات،مقالات اور مکتوبات میں جس انداز میں قادیانیت کی سرکوبی فرمائی اس کی مثال ملنا محال ہے۔آپ نے برملا فرمایا کہ'' قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں'' نیز فرمایا کہ'' قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔''

اس باب میں چھ مقالات ''اقبالیات'' کے لیے مختص ہیں۔آپ کے ایک انگریزی مضمون ''اسلام اور قادیانیت'' کا ترجمہ شامل ہے،لطیف احمد شیروانی اور محمد روز خان کے قلم سے رواں دواں ترجمہ کیا گیا ہے۔

دیگر پانچ مقالات میں فکر اقبال اور کلام اقبال کی روشنی میں عقیدۂ ختم نبوت،فہم عقیدۂ ختم نبوت، مفہوم اثر ابن عباس اور قادیانیت کی تردید احسن انداز میں کی گئی ہے۔علامہ اقبال کے بارے میں قادیانی اور قادیانی نوازوں کی پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کیا گیا ہے۔اقبالی مقالہ نگاروں میں حافظ پیر بخش چشتی تونسوی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی، ڈاکٹر ظفر اقبال نوری، پروفیسر محمد یوسف صابر اور صادق علی زاہد شامل ہیں۔

تیسرا باب:نیازیات

مجاہد ملت جبل استقامت علامہ محمد عبدالستار خان نیازی (م 1422ھ/ 2001ء) تحریک ختم نبوت کی ایک قد آور شخصیت ہیں۔آپ کو تحریک کی کامیابی کی خوشخبری بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے ملی تھی۔اسی لئے آپ پوری تحریک میں اپنے پورے قد سے کھڑے رہے۔آپ کو سزائے موت سنائی گئی لیکن آپ کے پائے استقامت میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی اور یوں آپ تختہ دار کے غازی ثابت ہوئے۔یہ باب آپ کے نام کیا گیا ہے،اس میں تحریک ختم نبوت کے دوران آپ کی حسین یادوں کو سامنے لایا گیا ہے۔اگرچہ اس باب میں ہمیں کوئی زیادہ مقالات تو نہ مل سکے لیکن یہ مختصر مگر جامع ہیں۔

10 مارچ 1957ء کو بیرون دہلی دروازہ لاہور میں ایک شاندار اور تاریخی ''شہدائے ختم نبوت کانفرنس'' منعقد

ہوئی جس سے آپ نے نہایت ولولہ انگیز اور فکر انگیز خطبہ ارشاد فرمایا۔ اسے اس باب کی زینت بنایا گیا ہے۔ خطبہ پڑھیے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجاہد ملت کو براہ راست سماعت فرمارہے ہیں وہی گھن گرج سنائی دے رہی ہے۔

دوسرا مقالہ آپ کے اکلوتے خلیفہ مصنف و محقق جناب محمد صادق قصوری کے اثر خامہ کا نتیجہ ہے، فاضل مقالہ نگار نے محققانہ اور مؤرخانہ انداز میں قلم اٹھایا اور تحریک ختم نبوت میں مجاہد ملت جبل استقامت علامہ محمد عبدالستار خان نیازی کی کاوشوں کو سامنے لایا۔

چوتھا باب: نورانیات

خلیفہ اول حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں آواز اُٹھائی اور منکرین ختم نبوت کے سرغنہ مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کا علم بلند فرمایا۔ آپ کی اولاد امجاد نے بھی ہر دور میں اس علم کو بلند کیے رکھا۔ برصغیر میں مسیلمہ پنجاب کے خلاف صدیقی خانوادے ہمیشہ نمایاں رہے۔ ختم نبوت کے تحفظ اور رقادیانیت کی تردید میں مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (م 1373ھ/ 1954ء) کی اولاد امجاد بالخصوص حق وصداقت کی نشانی علامہ حافظ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی (م 1434ھ/ 2003ء) کی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔

اس باب میں آٹھ مقالات کا انتخاب عمل میں لایا گیا ہے، پہلا مقالہ مبلغ اسلام علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (م 1373ھ/ 1954ء) کے حوالے سے ہے۔ یہ مقالہ لکھنے کی سعادت راقم کے حصے میں آئی۔ الحمد للہ!

دیگر سات مقالات قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (م 1424ھ/ 2003ء) کے حوالے سے شامل اشاعت ہیں۔ تحریک ختم نبوت 1953ء اور 1974ء میں آپ کے لازوال کردار، عوامی رابطہ مہم اور قرارداد 1974ء کے احوال کو ان مقالات میں نمایاں طور پر سامنے لایا گیا ہے۔ مقالہ نگاروں میں صاجزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، خالد محمود قادری، محمد احمد ترازی، حافظ محمد مسعود احمد رضوی، محمد انس رضا، صادق علی زاہد شامل ہیں۔

پانچواں باب: سُنّی صحافت

اس باب میں 9 مقالات ترتیب دیے گئے ہیں، ذرائع ابلاغ میں ''صحافت'' کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ قادیانیت کی تردید میں سُنّی صحافت کا کردار ہمیشہ روشن رہا ہے۔

محمد ثاقب رضا قادری نے ردّ قادیانیت میں سُنّی صحافت کے کردار پر کام شروع کیا۔ ماشاء اللہ تحقیق وتدقیق کے میدان میں وہ آگے بڑھتے ہی جارہے ہیں اور نئی نئی فتوحات حاصل کررہے ہیں۔ اس حوالے سے اب تک اُن کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس نمبر کے اس باب کے لئے بھی آپ نے بھرپور تعاون فرمایا۔ اس میں آپ کے چار مقالات شامل ہیں جو کہ بعنوان (ردّ قادیانیت میں اولین رسالہ ''قہر الدیان علی مرتد بقادیان'' بریلی شریف، ہفت

روزہ اخبار''اہل فقہ''امرتسر، ہفت روزہ اخبار''الفقیہ''امرتسر اور اخبار''پیسہ''لاہور کی ان صحافتی خدمات کا جائزہ لیا ہے جن کا تعلق ختم نبوت کے تحفظ اور ردّ قادیانیت سے ہے۔

حضرت شہاب دہلوی نے 14 نومبر 1974ء کو ہفت روزہ''الہام''بہاولپور کا ایک شاندار نمبر شائع کیا تو مجاہد ملت علامہ عبدالستار نیازی کا ایک پیغام بھی اس میں شائع ہوا اس پیغام کی اہمیت کے پیش نظر اسے بھی اس باب کی زینت بنایا گیا ہے۔

اگست 1937ء میں روزنامہ''زمیندار''لاہور کا قادیان نمبر شائع ہوا اس میں قادیانیت کے ردّ میں مختلف تحریریں شائع ہوئیں۔ان میں مولانا محمد بخش مسلم بی اے اور سلطان الواعظین ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی کی تحریریں خاص اہمیت کی حامل ہیں۔راقم (پیر سید صابر حسین شاہ بخاری) کی تحریک پر علامہ محمد عالم مختار حق نے اس نمبر کا جائزہ لیا جو اس باب کی زینت ہے۔صادق علی زاہد نے ہفت روزہ''رضوان''لاہور کے ختم نبوت نمبر اور ماہنامہ''شمس الاسلام''بھیرہ کے قادیان نمبر کا جائزہ لیا ہے۔محمد احمد حسن قادری نے اپنی لائبریری میں موجود اُن سُنّی رسائل کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔جنہوں نے ختم نبوت اور ردّ قادیانیت میں خصوصی اشاعتیں کی ہیں۔

چھٹا باب: تحریکات وشخصیات

یہ ایک حقیقت ہے کہ برصغیر کی سرزمین جہاں مختلف فتنوں کی آماجگاہ بنی وہاں اُن فتنوں کی سرکوبی کے لئے بھی اس سرزمین سے اللہ تعالیٰ نے صلحائے امت کا انتخاب عمل میں لایا۔مختلف تحریکیں چلیں، شدھی تحریک، تحریک ناموس رسالت، تحریک تحفظ ختم نبوت، تحریک ختم نبوت 1953ء، 1974ء وغیرہ میں علمائے کرام، مشائخ عظام اور اولیائے امت نے آگے بڑھ کر قیادت فرمائی۔مرزا اور اس کی ذریت کے سامنے کوہِ استقامت بن کر کھڑے ہوئے۔تحریک دعوت وعزیمت کی ان شخصیات کا کردار ناقابل فراموش ہے۔یہ باب ان منتخب شخصیات کے لئے وقف ہے۔اس جلد کا یہ طویل ترین باب ہے اس میں 43 مقالات ہیں۔

اولیائے ربّانی، مجاہد افریقہ پیر سید عبداللہ شاہ غزنوی، علامہ پیر سید محبوب شاہ کاظمی، مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی، دیوان سید آل رسول علی خاں اجمیری اور حضرت طارق سلطان پوری کی خدمات کا احاطہ اس فقیر (پیر سید صابر حسین شاہ بخاری) کے حصے میں آیا۔خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی، خواجہ غلام مرتضیٰ بیربلوی، صوفی نواب الدین سنکوہی مدراسی، قاضی فضل احمد لدھیانوی، علامہ محمد عالم آسی امرتسری، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، مولانا عنایت اللہ چشتی، پروفیسر محمد الیاس برنی، محدث اعظم علامہ سردار احمد، شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی، صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ، فقیہ اعظم علامہ ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی، مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش، الحاج پیر نظیر احمد موہڑوی، غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی، علامہ پیر

سید محمد اجمل شاہ گیلانی، مولانا عبدالحامد بدایونی، نباض قوم علامہ ابو داؤد محمد صادق، پیر سائیں محمد اسلم اویسی، علامہ پیر سید امیر شاہ گیلانی، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، علامہ میاں عبدالحق غور غشتوی، علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور پیر محمد امین الحسنات شاہ مدظلہ تحریک تحفظ ختم نبوت کے روشن ستارے ہیں۔ ان سب کی خدمات کو احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے۔ مقالہ نگاروں میں قاضی مظہر الدین چشتی صابری، صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری، پروفیسر محمد نصر اللہ معینی، پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی، حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری، علامہ محمد نوید اقبال مجددی، ڈاکٹر محمد صالح طاہر، ابو البلال محمد سیف علی سیالوی، خلیل احمد رانا، میاں ضمیر احمد آسی، محمد صادق قصوری، صوفی محمد رشید، صادق علی زاہد، ظہور الدین خان امرتسری، صاحبزادہ حافظ احمد بخش، حافظ محمد مسعود رضوی، سید منور علی شاہ بخاری، سردار محمد اکرم بٹر اور محمد اکرم ساجد کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

مولانا محمد شہزاد قادری ترابی نے اولیائے امت کی بصیرت میں قادیانیت کا بھیانک چہرہ دکھایا، شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ختم نبوت کے پاسبان میں، پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی اور غلام مصطفیٰ قادری نے اپنے اپنے مقالات میں نامور سُنی علماء و مشائخ کے کردار پر روشنی ڈالی ہے۔

صاحبزادہ پیر محمد بدر الدجی فاروقی چوراہی مشائخ چورہ شریف کے کردار کو سامنے لائے ہیں۔ سید زاہد حسین نعیمی نے کشمیر میں سُنی علمائے کرام کے کردار پر قلم اٹھایا ہے۔ حسن نواز شاہ نے تحصیل گوجرخان میں اور پیرزادہ عابد حسین شاہ نے چکوال میں مرزائیت کے پس منظر سے پردہ اٹھایا ہے اور اس کے تدارک میں اکابرین اہل سنت کی کاوشوں سے آگاہ فرمایا ہے۔ صادق علی زاہد نے شہید ختم نبوت محمد مالک شہید کی شہادت کی تفصیل پیش کی ہے۔ محمد احمد ترازی نے محمد متین خالد کو ان کی کاوشوں پر خراج تحسین پیش فرمایا ہے۔ اس جلد کا یہ ایک اہم باب ہے جس میں ختم نبوت کے حوالے سے تحریکات و شخصیات کے کئی اوراق گم گشتہ پہلی دفعہ سامنے لائے گئے ہیں۔

ساتواں باب: تصنیفات

یہ باب چھ مقالات پر مشتمل ہے اس میں قلمی محاذ پر اہل سنت کی ان خدمات کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے جو ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کی تردید میں سرانجام دی گئی ہیں۔ صادق علی زاہد نے ردّ قادیانیت میں اہل سنت کے عظیم قلمی جہاد کی سرگزشت سنائی ہے۔

محمد ثاقب رضا قادری نے مجاہد ختم نبوت علامہ غلام دستگیر قصوری (1315ھ/1879ء) کی تصنیفی خدمات کی تفصیل دی ہے۔

محمد احمد حسن قادری نے فیض ملت علامہ محمد فیض احمد اویسی (م 1413ھ/2010ء) کی ان تصنیفات کی ایک فہرست دی ہے جو تحفظ ختم نبوت سے متعلق ہیں۔

محمد توفیق جونا گڑھی نے مولانا احمد خان میکش (م 1379ھ/ 1959ء) کے مقالے ''پاکستان میں مرزائیت کا مستقبل'' کا جائزہ پیش کیا ہے اور مفتی محمد امین قادری (1432ھ/ 2005ء) کی مرتبہ ''عقیدۂ ختم النبوۃ'' کا ایک شماریاتی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس کی اب تک پندرہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں، کافی سست روی سے کام چل رہا ہے کاش اس میں تیزی آتی اور ختم نبوت کے حوالے سے اہل سنت کا عظیم قلمی جہاد ایک طریقہ سلیقہ سے سامنے آتا لیکن ابھی تک ایسا نہ ہوسکا جس کا قلق ہے۔

مفتی محمد امین قادری کا وہ سارا کام خدا جانے کہاں گیا جو انہوں نے دور دراز کا سفر کر کے یکجا کیا تھا۔ اب تک جو کام سامنے آیا ہے اس میں توفیق جونا گڑھی اور دیگر احباب کی کاوشیں بھی شامل ہیں۔

شمس آباد ضلع اٹک کے علمائے کرام علامہ قاضی غلام گیلانی (م 1348ھ/ 1930ء) اور ان کے بھائی علامہ قاضی غلام ربانی (م 1365ھ/ 1946ء) رحمۃ اللہ علیہما کی مرزائیت کے رد میں لکھی گئی کتب اور اُن کے حالات راقم نے فراہم کئے تھے لیکن مرتبین نے کہیں بھی اس کا اشارہ تک نہ کیا، اسی طرح مفتی غلام مرتضی میانوی کا قلمی رسالہ ''ختم نبوت'' کی عکسی نقل بھی احقر نے فراہم کی تھی جو مجھے علامہ محمد منشاء تابش قصوری نے عنایت فرمائی تھی اس کا حوالہ بھی ندارد۔

راقم نے اس باب میں عابد حسین شاہ پیرزادہ کے ایک مطبوعہ معرکۃ الآراء ''عربی زبان میں ردّ قادیانیت ایک تاریخی جائزہ'' کے عنوانات کی فہرست بھی دے دی ہے تا کہ محققین کی توجہ اس جانب بھی رہے۔''

تحریک تحفظ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی میں علمی و تحقیقی دنیا میں ایک بہت بڑا اضافہ ہے۔ سید صابر حسین شاہ بخاری نے اس نمبر کے ذریعے مرزائیت اور مرزائیت نوازی کا جال تارتار کر کے رکھ دیا ہے۔ شاہ صاحب کے ذمہ حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی نے جو کام لگایا تھا اس کو کرنے کا حق ادا کر دیا۔

''الحقیقۃ'' کے اس خوبصورت، عمدہ ورق، دیدہ زیب پرنٹنگ اور مضبوط جلد ''نمبرز'' کے شائع کرنے پر ناچیز پیکر غیرت وحمیت صاحبزادہ محمد عطاء الحق آسوی اور ان کے جملہ معاونین کو سلام عقیدت پیش کرتا ہے۔

احقر کے لئے زیادہ خوشی اور مسرت کا باعث اس لئے بھی ہے کہ میرے شہر سے یہ کام ہوا اور دوسرا یہ کہ میرے والد گرامی متوکل علی اللہ قبلہ حافظ محمد قاسم علی ساقی اطال اللہ عمرہ کا حضور مفکر اسلام سے بہت محبت والا تعلق ہے۔

ادارہ ''الحقیقۃ'' ۔۔۔زندہ باد

سید صابر حسین شاہ بخاری ۔۔۔زندہ باد

□□□

اوّلین سہ زبانی ''خصوصی نمبر''

ناچیز کمترین خلائق چھ سال سے عقیدۂ ختم نبوت کے جملہ پہلوؤں پر مطالعہ میں مگن ہے اسی موضوع کو پڑھتا، لکھتا اور بیان کرتا ہوں اور اسی کے فروغ اور پیغام کو عام کرنے کی فکر میں رہتا ہوں یہ خاکسار پر اللہ کریم کا خصوصی فضل وکرم اور سرکار خاتم ﷺ کی نگاہ عنایت اور محبت کا فیضان ہے۔ احقر کی قلمی مساعی کا تعارف ''کتابیات ختم نبوت'' جلد اوّل کے علاوہ اسی نمبر میں ''کہنا ہے کچھ مجھے اپنی زبان سے'' عنوان کے تحت ڈاکٹر خورشید احمد قادری زید علمہ کے قلم سے جبکہ ''المنتہیٰ'' جولائی تا ستمبر ۲۰۲۱ء کے شمارہ میں سید صابر حسین شاہ بخاری زید شرفہ کے قلم فیض سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۷ فروری ۲۰۱۷ء کو محبین و مخلصین کا اجلاس ''جامعہ رحمت'' (ٹاؤن شپ) لاہور بعد نماز عشاء اجراء مجلہ اور نام کی مشاورت کے لئے طلب کیا گیا بالآخر شیخ طریقت و شیخ الحدیث نواسۂ فقیہ اعظم مفتی محمد اسد اللہ نوری اطال اللہ عمرہ کی جانب سے برجستہ عطا کردہ نام ''المنتہیٰ'' پر اتفاق رائے ہوا۔ الغرض ۴/ اپریل ۲۰۱۷ء کو پہلا شمارہ 32 صفحات پر شائع ہو کر فردوسِ نظر ہوا جس سے عقیدۂ ختم نبوت و ردّ قادیانیت کے باب میں ایک اور خوبصورت اضافہ ہوا۔ آغاز رسالہ سے نیت تھی کہ رجسٹریشن پر خصوصی ایڈیشن شائع کیا جائے گا۔ ۱۸/ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ بمطابق ۲/ جون ۲۰۱۸ء ''المنتہیٰ'' رجسٹرڈ ہوا تو جولائی تا دسمبر ۲۰۱۸ء ''خصوصی شمارہ'' خوبصورت ٹائٹل سے 112 صفحات پر شائع ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔

قدرت کے فیصلوں پر قربان جائیں کہ قسام ازل نے ''المنتہیٰ'' ہمارے حصہ میں رکھا ہوا تھا۔

قادیانیت پر آخری ضرب نمبر:

پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیت کو اقلیت قرار دینے کے بارے میں ایک تاریخ ساز کارروائی ۱۹۷۴ء میں عمل میں آئی۔ جس کے رُوحِ رَواں بلاشبہ قائد ملت اسلامیہ الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ بعض دوستوں نے توجہ دلائی کہ اس تاریخ ساز کارروائی کے متعلق انگریزی زبان میں لٹریچر نہ ہونے کے برابر ہے۔ جب کہ قادیانی لوگ اس بارے میں بہت شدومد سے پراپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں اور عالمی سطح پر اس بارے معلومات پر مشتمل متعدد کتب

ورسائل شائع کر چکے ہیں۔"ادارۃ المنتہیٰ پاکستان" نے اس ازالہ کے لئے ابتدائی طور پر پروفیسر شاہ فرید الحق قادری (م۲۰۱۱ء) کی اہم ترین کتاب[The Last Blow to Qadiyaniyat] کو اُردو انگریزی اور عربی میں یکجا شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

پروفیسر شاہ فرید الحق رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کی تاریخ ساز کارروائی کو اجمالاً انگلش میں بنام [The Last Blar To Qadeyniyat] تحریر کیا۔ ۱۹۸۷ء میں ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری نے اسی دستاویز کو عربی لباس پہنادیا۔مزید برآں ۲۰۱۳ء میں ڈاکٹر حامد علی علیمی نے اس انگریزی کتاب کو اُردو جامہ پہنا کر اُردو خواں طبقہ کو تاریخی دستاویز تک رسائی دی۔

مذکورہ تینوں شخصیات کا تعارف محقق عظیم ہمارے ممدوح عابد حسین شاہ پیرزادہ نے اُردو میں قلمبند کیا۔انگلش ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر حافظ خورشید احمد قادری نے کیا جبکہ اس تعارفی تحریر کو عربی جامہ جانشین شرف ملت ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی نے پہنایا۔ہم نے حوالہ جات کی تخریج، پروف ریڈنگ اور محققین سے نظر ثانی اور اشاعت کے جملہ مراحل میں حتی الوسع کوشش کی کہ کوئی سقم باقی نہ رہے۔اس طرح جنوری تا جون ۲۰۲۱ء"قادیانیت پر آخری ضرب"نمبر 175 صفحات پر محیط سہ زبانی مجلہ اشاعت کا مرحلہ طے ہوا۔

ہماری تحقیق کے مطابق ردّ قادیانیت کی تاریخ میں"ادارۃ المنتہیٰ پاکستان" کی اوّلین کاوش ہے کہ مجلہ"المنتہیٰ" کا خصوصی نمبر سہ زبانی (اُردو، عربی، انگلش) شائع ہوا۔ایسی کاوش قبل ازیں ہماری فردوسِ نظر نہیں ہوئی۔

واللہ اعلم ورسولہ

ہدیہ تشکر:

"المنتہیٰ" کے اس تاریخی سہ زبانی خصوصی نمبر پر تبصرہ اور مکمل تعارف زیرک اور بزرگ محقق سید صابر حسین شاہ بخاری نے بعنوان"قادیانیت پر آخری ضرب نمبر" کی اشاعت صحافتی دنیا میں ایک گراں قدر کارنامہ"اور پیکر اخلاص، محب گرامی صادق علی زاہد نے بعنوان"قادیانیت پر آخری ضرب نمبر"تحریر فرما کر ادارہ کی ٹیم کی حوصلہ افزائی کی جس پر خاکسار شکر گزار ہے۔یہ دونوں تبصرے"المنتہیٰ"شمارہ۱۶ جولائی تا ستمبر۲۰۲۱ء میں احسن انداز میں شائع ہوئے۔

آیات واحادیث ختم نبوت سے سجاایشیاء کاسب سے بڑااوراوّلین ایوان

پنجاب اسمبلی کا سنگ بنیاد اس وقت کے وزیر زراعت سردار جوگیندر سنگھ نے ۱۹۳۵ء میں رکھا۔ ۱۹۳۷ء میں عمارت تعمیر ہوئی تو اس وقت یہاں پر عوامی نمائندوں کے بیٹھنے کی گنجائش سنتالیس تھی۔ اس عمارت نے پاکستان بنتے دیکھا۔ بانئ پاکستان قائداعظم محمدعلی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس تاریخی عمارت کو شرف بخشا۔

چوہدری پرویز الٰہی نے ۲۰۰۶ء اپنی وزارت اعلیٰ کے دَور میں پنجاب اسمبلی کی نئی بلڈنگ کا سنگ بنیاد رکھا۔ مسلم لیگ نون کی حکومت کے دوران کام التواء کا شکار رہا۔ ۲۰۱۸ء میں چوہدری پرویز الٰہی تحریک انصاف کی حکومت میں سپیکر پنجاب اسمبلی کے عہدہ پر فائز ہوئے تو وزیراعلیٰ پنجاب سردار عثمان بزدار کے تعاون سے دوبارہ کام کا آغاز کیا۔

پنجاب اسمبلی کی نئی عمارت دوارب سینتیس کروڑ روپے لاگت سے تیار ہوناتھی پندرہ سالوں میں بار بار تاخیر کے باعث منصوبے کی لاگت پانچ ارب انتالیس کروڑ تک جاپہنچی۔ طویل مدت اور خطیر اخراجات کے بعد زیرزمین تین منزلہ عمارت ۲۰۲۱ء میں مکمل ہوگئی۔

نئی بلڈنگ پرانی بلڈنگ کی ہوبہو کاپی ہے۔ عظیم الشان عمارت کا ہال ایشیاء کاسب سے بڑاہال ہے۔ بلڈنگ میں داخل ہوتے ہی دیدہ زیب نقش ونگارنظر آتے ہیں۔ الیکٹرک سیڑھیاں نصب کی گئی ہیں۔ لال پتھر ''جے پور'' بھارت سے منگوایا گیا۔ درودیوار پر لکڑی کے کام کے لئے ''برما'' سے ساگوان کی لکڑی برآمد کی گئی۔ ایوان میں بہترین فرنیچر، بابائے قوم اور شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال ودیگر زعمائے ملت کی قدآدم تصاویر آویزاں ہیں۔

ایوان میں سپیکر، ڈپٹی سپیکر اور اپوزیشن لیڈر کے دفاتر قائم کئے گئے ہیں۔ دائیں اور بائیں حکومتی و اپوزیشن اراکین کے لئے ہالز بنائے گئے۔ صوبائی وزراء کے لئے اڑتیس (38) دفاتر، پریس کانفرنسز ہالز، ڈسپنسری، لائبریری اور وسیع وعریض کیفے ٹیریا بھی بنایا گیاہے۔ سٹیٹ آف دی آرٹ سیکیورٹی سسٹم سیڑھیوں کے ساتھ ساتھ جدید ایکس کے ریلیٹر عمارت کا حصہ ہیں۔ سیکیورٹی مانیٹرنگ روم، آئی ٹی ڈیٹا سنٹر اور چارسو سے زائد گاڑیوں کی پارکنگ بھی اس نئی عمارت میں قائم کی گئی ہے۔ ایوان میں بڑی بڑی L-E-D سکرینیں اور کمپیوٹرائزڈ سسٹم یورپ سے درآمد کیا گیا ہے۔ ایمرجنسی کے لئے فرسٹ ایڈ کا پورا سسٹم ہے۔ ڈاکٹر مستقل بیٹھتا ہے۔

اس پرشکوہ ایوان میں چارسو چالیس (440) اراکین اسمبلی جبکہ مہمان گیلری میں بیٹھنے کی گنجائش آٹھ صد (800) اور مجموعی طور پر دو ہزار (2000) افراد کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

چوہدری پرویز الٰہی کا عظیم کارنامہ:

ایشیاء کے سب سے بڑے اس ہال کی وسیع وعریض چھت پر آیت الکرسی اور قرآنی آیات کی نہایت دیدہ زیب خطاطی کی گئی۔ مرکزی گنبد پر نیشنل کالج آف آرٹ کے تعاون سے اسلامی فن خطاطی سے نقش بنائے گئے ہیں۔ Noes اور Layes لابی کی چھت پر اللہ عزوجل کے اسماء الحسنیٰ کندہ ہیں۔ سپیکر کی کرسی کے اوپر بانیٔ پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی قد آدم خوبصورت تصویر آویزاں ہے اور اس کے اوپر بلندی پر حدیث ''لَانَبِیَّ بَعْدِیْ'' جلی حروف سے دائرہ کی صورت ہمیشہ کے لئے نقش کر دی گئی ہے۔

کندہ شدہ عربی الفاظ اور ترجمہ ملاحظہ ہو:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ بحوالہ ترمذی 2219

عظیم کارنامہ حدیث نبوی کی روشنی میں:

سرکارِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے:

''جس شخص نے میری حدیث سنی اور آگے پہنچائی اللہ کریم اس کو خوش رکھے۔ اس کا چہرہ روشن رکھے۔''

سرکارِ مدینہ کی دی ہوئی عظیم خوشخبری دنیا و آخرت دونوں کے لئے ہے۔ غور کیجئے کہ جن لوگوں نے حدیث ختم نبوت نقش کروانے میں معاونت کی بالخصوص چوہدری پرویز الٰہی کتنی بڑی سعادت کے مستحق ٹھہرے اور مزید برآں پنجاب اسمبلی جیسی اہم ترین عمارت کی پیشانی پر لکھ دینا سونے پہ سہاگہ ہوا۔

انتخاب اور چوہدری صاحب کی فکری طہارت کی عکاسی:

فی زمانہ جب فتنوں کا دَور دورہ ہے منکرین ختم نبوت اندرون و بیرون ملک، درونِ اسمبلی و بیرون مختلف تعلقات سے نقب زنی کی کوششیں کرتے رہتے ہیں کبھی اراکین اسمبلی کے حلیفہ فارم میں، کبھی حکومتی مشنری کے اعلیٰ عہدہ پر براجمان ہونے میں الغرض ملت اسلامیہ کے دلوں کو سرکار مدینہ سے دور کرنے کی سعی ناتمام کرنے میں مصروف عمل ہیں اس ماحول میں عقیدۂ ختم نبوت پر صریح آیت طیبہ سورۃ احزاب نمبر ۴۰ اور حدیث ختم نبوت کا انتخاب کر کے ایشیاء کے سب سے بڑے ایوان کی پیشانی پر نقش کروا دینا دوہری سعادت سے کم نہیں۔

دوسری بات یہ کہ جب انسان کسی چیز کا انتخاب کرتا ہے تو وہ اس کی ذہنی عکاسی کا غماز ہوتا ہے کہ وہ کیا سوچتا ہے۔تخلیقی وفکری صلاحیتیں اسی انتخاب سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ذخیرۂ احادیث میں سے حدیث ''لَانَبِیَّ بَعْدِیْ'' کا انتخاب جہاں چوہدری پرویز الٰہی کی تخلیق فکر کا آئینہ دار ہے وہاں ان کی مومنانہ شان کو بھی واضح کرتا ہے کہ انہوں نے بطور امتی وغلام مصطفیٰ ﷺ جو کردار ادا کر سکتے تھے کیا اور رہتی دنیا تک سبق دے دیا کہ غلام مصطفیٰ ﷺ جس بڑے سے بڑے عہدے پر بھی ہو اپنے آقا و مولیٰ ﷺ سے وفا کا رشتہ مضبوطی سے قائم رکھے اور شان ختم نبوت کا پہرا دیتا رہے۔

مستزاد یہ کہ آیات قرآنیہ بالخصوص عقیدۂ ختم نبوت پر صریح دال سورۃ الاحزاب آیت ۴۰ اور فرمان ''لَانَبِیَّ بَعْدِیْ'' کندہ کروا کر چوہدری صاحب نے مہر تصدیق ثبت کر دی کہ ایوان میں سرکار ختم المرسلین ﷺ کی ارفع شان، ختم المرسلینی کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔وہ شخص قسمت کا مارا دنیا کا بدنصیب و بد بخت ہی ہو سکتا ہے جو ان قرآنی آیات و احادیث ختم نبوت کے سایہ میں بیٹھ کر بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ اسلام اور وطن کے غدار قادیانیوں کو سپورٹ اور ختم نبوت کے سوا بات کرے۔

ملت اسلامیہ محافظین ومحبین وغلامان تاجدار ختم نبوت ﷺ اور خصوصاً خاکسار و اراکین ''اِدَارَۃُ الْمُنْتَہٰی'' چوہدری پرویز الٰہی صاحب، ان کی پوری ٹیم کو ہدیہ تبریک، خراج تحسین پیش کرتی ہے۔چوہدری صاحب آپ نے وہ کر دکھایا جس سے آپ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے۔

ایوان کا افتتاح اور نعت ختم النبیین ﷺ:

ایوان کی افتتاحی تقریب میں چوہدری صاحب نے بطور خاص وطن عزیز کے نامور و خوبصورت نعت گو و نعت خواں محترم ومکرم سرور حسین نقشبندی کو مرحوم حضرت مظفر وارثی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ معروف زمانہ کلام پڑھنے کا اشارہ کیا جس کے ہر مصرعہ سے حضور ﷺ کی شان ختم نبوت ظاہر و باہر ہوتی ہے۔سرور حسین نقشبندی نے پُرسوز آواز، خوبصورت ردھم و دلنشین لہجے میں کلام پڑھ کر عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے قلوب کو سرکار ہر عالم ﷺ کی عظمت ختم نبوت سے معنبر و معطر کر دیا۔آیئے مل کر کلام پڑھئے اور اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے تاجِ ختم نبوت کے واری واری جایئے۔فقیر نے یہ کلام چوہدری صاحب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ''المنتہیٰ'' کے شمارہ ۱۶ جولائی تا دسمبر ۲۰۲۱ء میں بھی پیش کیا۔

خود میرے نبی نے بات یہ بتا دی لَانَبِیَّ بَعْدِیْ
ہر زمانہ سن لے یہ نوائے ہادی لَانَبِیَّ بَعْدِیْ

لمحہ لمحہ ان کا طاق میں ہوا جگمگانے والا
آخری شریعت کوئی آنے والا اور نہ لانے والا
لہجۂ خدا میں آپ نے صدا دی، لَانَبِیَّ بَعْدِیْ
تھے اصول جتنے ان کے ہر سخن میں نظم ہو گئے ہیں
دیں کے سارے رستے آپ تک پہنچ کر ختم ہو گئے ہیں
ذات حرف آخر، بات انفرادی، لَانَبِیَّ بَعْدِیْ
ارتقائے عالم کر دیا خدا نے صرف نام اُن کے
اُن کی خوش نصیبی جن کے ہیں وہ آقا، جو غلام اُن کے
گونجے وادی وادی آپ کی منادی، لَانَبِیَّ بَعْدِیْ
اُن کے بعد اُن کا مرتبہ کوئی بھی پائے گا نہ لوگو
ظلّی یا بروزی اب کوئی پیغمبر آئے گا نہ لوگو
آپ نے یہ کہہ کر مہر ہی لگا دی، لَانَبِیَّ بَعْدِیْ

(شاعرانقلاب مظفر وارثی مرحوم)

□□□

نکاح فارم میں حلف نامۂ ختم نبوت اوّلین کاوش

صوبائی اسمبلی پنجاب نے ایک عظیم، تاریخی باب رقم کیا اور کارنامہ سرانجام دیا کہ نکاح نامے میں ختم نبوت کا حلف نامہ شامل کرنے کی قرارداد متفقہ منظور کی۔

۲۷/اکتوبر ۲۰۲۱ء نکاح نامہ فارم میں ختم نبوت کے حلف نامہ کا کالم شامل کرنے سے متعلق خدیجہ عمر، بسمہ چوہدری اور مسلم لیگ ن کے مولانا الیاس چینوٹی نے سپیکر سے مشترکہ طور پر قرارداد پیش کرنے کی اجازت طلب کی۔ قرارداد میں کہا گیا کہ مسلمان اور غیر مسلم (قادیانی وغیرہ) میں فرق واضح کرنے کے لئے نادرا فارم اور پاسپورٹ فارم میں مندرج حلف نامے کی طرز کا فارم نکاح نامہ کے حلف میں بھی شامل کیا جائے۔

اجلاس کے آغاز میں سپیکر پنجاب اسمبلی چوہدری پرویز الٰہی نے کہا پنجاب اسمبلی نے قرآن ایکٹ اور ختم نبوت کے متعلق قانون متفقہ طور پر پاس کیا تھا۔ اب بہت سے ایسے کیسز سامنے آرہے ہیں کہ شادی کے بعد دُولہا قادیانی نکلتا ہے، اس کے سدِّباب کے لئے نکاح نامہ میں بھی ختم نبوت کا حلف نامہ شامل کرنا بہت ضروری ہے تاکہ نکاح ہونے سے پہلے ہی تمام شکوک وشبہات دور کرلئے جائیں۔

حلف نامہ:

''میں مسلمان ہوں اور نبی حضرت محمد ﷺ کے آخری، حتمی اور غیر مشروط خاتم النبیین ہونے پر ایمان رکھتا/رکھتی ہوں۔ میں ایسے کسی بھی شخص کو نہیں مانتا/مانتی جو محمد ﷺ کے بعد لفظ ''نبی'' کی کسی بھی تشریح یا کسی بھی ممکنہ حوالے سے نبی ہونے کا دعوی کرے، یا نبوت کے ایسے مدعی کو نبی یا مذہبی مصلح، یا مسلمان نہیں مانتا/مانتی ہوں۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا نبی سمجھتا/سمجھتی ہوں اور اس کے لاہوری یا قادیانی گروپ سے تعلق رکھنے والے پیروکاروں کو غیر مسلم سمجھتا/سمجھتی ہوں۔''

چوہدری پرویز الٰہی کی سرپرستی میں یہ کاوش حسب سابق قابل تحسین وتقلید ہے۔ اللہ کریم محرکین قرارداد اور سپیکر اسمبلی کو جزائے خیر سے نوازے۔ ہماری جملہ ٹیم کی جانب سے ایک بار پھر ہدیہ تہنیت قبول ہو۔

□□□

اوّلین ''تفسیر ختم نبوت''

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری رقمطراز ہیں:

''یمامہ سے لے کر فیض آباد تک عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف اُٹھنے والے تمام طوفانوں کا محافظین ختم نبوت نے نہایت جواں مردی اور دلیری سے ہر محاذ پر مقابلہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ شومئ قسمت کہ عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف فتنۂ قادیانیت اپنی تمام تر فتنہ سامانیوں کے ساتھ موجود ہے۔ لہٰذا محافظین ختم نبوت بھی نہایت جرأت و استقامت کے ساتھ میدان عمل میں رہیں اور آخری دم تک اس فتنۂ خبیثہ کا مقابلہ کرتے رہیں۔

حضرت مفتی ضیاء احمد قادری رضوی زید مجدہ کی ایک تیسری تفسیر بعنوان ''تفسیر۔۔۔رب العٰلمین فی معنی خاتم النبین المعروف تفسیر ختم نبوت'' بھی بہت جلد نہایت آب و تاب سے منصۂ شہود پر آنے والی ہے۔ ماشاء اللہ تفسیری دنیا میں یہ تفسیر بھی اپنی مثال آپ ہے اس میں آپ نے نہایت محنت و تحقیق سے قرآنی آیات کریمہ سے ''خاتم النبیین'' کے معنی و مفہوم پیش فرمائے ہیں۔ نیز ختم نبوت کی عظمت و رفعت، اہمیت و افادیت کا ظاہر و باہر فرمایا۔ عقیدۂ ختم نبوت کے بارے میں فتنۂ قادیانیت کی جانب سے تمام شکوک وشبہات کا نہایت احسن انداز میں ازالہ بھی فرمایا گیا ہے۔ یقیناً عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے یہ تفسیر ایک منارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔

فتح بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختم دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

اللہ کرے ''تفسیر ختم نبوت'' جلد منظر عام پر آئے اور محبّین ختم نبوت کے سینے ٹھنڈے ہوں۔

مولانا مفتی ضیاء احمد قادری زید شرفہ عالم دین، مصنف کتب کثیرہ، بہترین مدرس، بے شمار صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ 34 سال کی مختصر عمر میں آپ نے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ مزید برآں مستقل مزاجی و ثابت قدمی سے خدمات دینیہ میں شب و روز مصروف عمل ہیں۔''

فقیر کا آپ سے حیران کن تعارف تب ہوا جب پیکر اخلاص و محبت، محب گرامی علامہ ذوالفقار مصطفیٰ ہاشمی قادری زید لطفہ (سرپرست محافظان ختم نبوت پاکستان) نے آپ کی تصنیف منیر ''تفسیر ناموس رسالت،

(۵ جلدیں) کا تحفہ محبت عطا کیا۔سید صابر حسین شاہ بخاری زید اقبالہ نے بھی آپ کا تذکرۂ خیر فرمایا تو احقر ملاقات و زیارت کے لئے حاضر ہوا۔آپ نے نہایت کرم گستری اور نوازش گری فرمائی۔موصوف کے قلم سے بہت علمی شہ پارے منصۂ شہود پر آچکے ہیں۔تفصیل کی جگہ نہیں البتہ تفصیل کے لئے ''تفسیر ناموس صحابہ'' (۴ جلدیں) کے ابتدائی اوراق کے علاوہ دیگر کتب میں بھی علمی شہ پاروں کا ذکر ہے۔بیرون ممالک بھی آپ کی کتب کا شہرہ ہے۔مختلف جرائد و رسائل میں آپ کی کتب پر تبصرے شائع ہو رہے ہیں۔اللہ کریم آپ کو عمر خضری سے نوازے، سلامت رہیں،توفیقات دینیہ میں اضافہ ہو۔

مصادر و مراجع

1 القرآن الحکیم

2 ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ستمبر 2011ء

3 قرآن نمبر، گورنمنٹ ڈگری کالج شکر گڑھ

4 تفسیر نعیمی، مفتی احمد یار خان نعیمی، مکتبہ اسلامیہ، 40 اردو بازار لاہور

5 تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی، فرید بک سٹال اردو بازار لاہور، الطبع الخامس 2005ء

6 سنن ابی داؤد

7 سنن ابن ماجہ

8 شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن، مفتی احمد یار خان نعیمی، مکتبہ اسلامیہ، 40 اردو بازار لاہور

9 صدیق اکبر، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، کتب خانہ انجمن حمایت اسلام لاہور، اکتوبر 2009ء

10 تاریخ طبری، امام ابن جریر

11 تاریخ ابن عساکر

12 فتوح البلدان بلاذری

13 تصفیہ مابین سنی و شیعہ، سید مہر علی شاہ گولڑوی، مطبوعہ پرنٹنگ پروفیشنلز لاہور، ستمبر 2001ء

14 ختم نبوت، غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری، بیت السلام پرنٹنگ پریس لاہور، جنوری 2018ء

15 ختم نبوت، مفتی محمد شفیع، مطبع زمزم پرنٹنگ پریس کراچی، طبع جدید 2006ء

16 تحریک تحفظ ختم نبوت سیدنا صدیق اکبر تا الشاہ احمد نورانی، محمد احمد ترازی، افق پبلی کیشنز کراچی 2009ء

17 تحفظ ختم نبوت اہمیت و فضیلت، محمد متین خالد، ناشر علم و عرفان پبلشرز لاہور، سن اشاعت دہم 2012ء

18 تحریک ختم نبوت کے اولین نقوش، مولانا برق توحیدی، مکتبہ اسلامیہ لاہور 2015ء

19 ختم نبوت زندہ باد، علامہ غلام مصطفیٰ مجددی، قادری رضوی کتب خانہ لاہور 2002ء

20 تحریک ختم نبوت اور خواتین، حمیرا توحیدی، مکتبہ اسلامیہ لاہور 2015ء

21 دروس و بیانات ختم نبوت، مولانا اللہ وسایا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، اشاعت دوم 2015ء

22 شاہراہ عشق کے مسافر، طاہر عبدالرزاق، شرکت پرنٹنگ پریس لاہور 2000ء

23 رئیس قادیان، مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، 2007ء

24 آفتاب مشائخ، مفتی علیم الدین نقشبندی، سلطانیہ پبلی کیشنز جہلم 2014ء

25 تذکرہ اکابرین اہلسنت،عبدالحکیم شرف قادری،اویسی بک سٹال پیپلز کالونی گوجرانوالہ
26 ایمان پرور یادیں،مولانااللہ وسایا،عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان،1986ء
27 عقیدۂ ختم نبوت،ڈاکٹرمحمدطاہرالقادری،منہاج القرآن پبلی کیشنزلاہور،2013ء
28 عقیدۂ ختم نبوت،مفتی محمدامین قادری،ج1،ادارہ تحفظ عقائداسلامیہ کراچی،اشاعت دوم2012ء
29 اولیاءربانی اورفتنہ قادیانی،سیدصابرحسین بخاری،بزم رضا،جامعہ محمدیہ غوثیہ فیض القرآن کامرہ کینٹ اٹک2018ء
30 تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت لاہور،پیرزادہ اقبال احمدفاروقی،مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈلاہور،2013ء
31 تحریک ختم نبوت منزل بمنزل،محمداسماعیل شجاع آبادی،ج1،قاضی احسان اکیڈمی شجاع آباد
32 چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ،مولانااللہ وسایا،عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان،2016ء
33 تحریک تحفظ ختم نبوت کی صدسالہ تاریخ،مولانامشتاق احمدچنیوٹی،انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ پاکستان2008ء
34 فتنہ قادیانیت،مفتی جلال الدین قادری،مطبع ناصر باقرہ پرنٹرزلاہور2013ء
35 تذکرہ مجاہدین ختم نبوت،صادق علی زاہد،مکتبہ جمال کرم لاہور،2009ء
36 حیات محدث اعظم،مولاناعطاءالرحمٰن قادری رضوی،رضافاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور2004ء
37 تحریک ختم نبوت اورنوائے وقت،محمدثاقب رضاقادری،دارالنعمان پبلشرزلاہور2017ء
38 عربی میں ردقادیانیت ایک تاریخی جائزہ،عابدحسین شاہ پیرزادہ،ورلڈویوپبلشرزاردوبازار،لاہور2020ء
39 قہرالدیان علی مرتدبقادیان،امام احمدرضاحنفی قادری،مطبع اہل سنت جماعت بریلی
40 السوءوالعقاب علی المسیح الکذاب،امام احمدرضاحنفی قادری،مطبوعہ مطبع اہل سنت بریلی
41 احتساب قادیانیت،مرتبہ مولانااللہ وسایا،عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان
42 رجم الشیاطین،مفتی غلام دستگیرقصوری،مندرجہ عقیدۂ ختم النبوۃ،ج1،ادارہ تحفظ عقائداسلامیہ کراچی
43 ردقادیانیت اورسنی صحافت،محمدثاقب رضاقادری،ج2
44 تحریک ختم نبوت،ڈاکٹربہاؤالدین،ج15،مکتبہ قدوسیہ اردوبازارلاہور،2013ء
45 تذکاربگویہ،انواراحمدبگوی،جلد1،مطبوعہ مجلس مرکزیہ حزب انصاربھیرہ پاکستان
46 فتاویٰ قادریہ،علمائے لدھیانہ
47 تحقیقات دستگیریہ،مفتی غلام دستگیرقصوری،مندرجہ عقیدۂ ختم النبوۃ،ج1،ادارہ تحقیقات تحفظ عقائداسلامیہ کراچی
48 فتح رحمانی،مولاناغلام دستگیرقصوری،مندرجہ عقیدۂ ختم النبوۃ،ج1،ادارہ تحقیقات تحفظ عقائداسلامیہ کراچی
49 تاریخ احرار،طبع ثانی،مکتبہ مجلس احراراسلام پاکستان،لاہور،ملتان
50 تازیانہ عبرت،ابوالفضل محمدکرم الدین دبیر،مندرجہ عقیدۂ ختم النبوۃ،ج9،ادارہ تحقیقات تحفظ عقائداسلامیہ کراچی
51 تحریک ختم نبوت،ڈاکٹربہاؤالدین،ج6،مکتبہ قدوسیہ اردوبازارلاہور2008ء
52 قادیانیت کے خلاف قلمی جہادکی سرگزشت،مولانااللہ وسایا،عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت1990ء

53 کتابیات ختم نبوت، خواجہ غلام دستگیر فاروقی، ج 1، پروگریسو بکس لاہور ستمبر 2019ء

54 ردقادیانیت اور سنی صحافت محمد ثاقب رضا قادری، جلد 1، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور 2015ء

55 باقیات انوار اقبال

56 قادیانیت اور اسلام بجواب نہرو، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال

57 تحریک ختم نبوت، آغا شورش کاشمیری، اشاعت اول 1976ء مطبوعات چٹان

58 قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، پروفیسر محمد الیاس برنی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، اشاعت دوم 2001ء

59 مشاہدات قادیان، مولانا عنایت اللہ چشتی، مرکز مجلس احرار اسلام پاکستان طبع ثانی فروری 2021ء

60 زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے؟، سردار محمد اکرم بٹر، ادارہ نوید سحر لاہور، 2016ء

61 گلدستہ تقاریر، مطبوعہ صراط مستقیم پبلی کیشنز لاہور

62 حیات غزالی زماں، حافظ امانت علی سعیدی، مطبوعہ ختم نبوت فاؤنڈیشن لاہور

63 تجلیات ختم نبوت، صلاح الدین سعیدی، گلزار نیازی، ادارہ کتابت دربار مارکیٹ لاہور 2011ء

64 تحریک ختم نبوت 1974ء، محمد ثاقب رضا قادری، دارالنعمان پبلی کیشنز اردو بازار لاہور 2017ء

65 عقیدۂ ختم نبوت، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیح نور پبلیکیشنز، اردو بازار لاہور ستمبر 2019ء

66 آگہی تحفظ ختم نبوت، محمد احمد ترازی، ورلڈ ویو پبلشرز اردو بازار لاہور، مارچ 2021ء

مجلات:

67 اشاعۃ السنۃ، ج 13، شمارہ 1

68 اشاعۃ السنۃ، ج 16 شمارہ 7

69 رسالہ طلوع اسلام، اگست 1936ء لاہور

70 روزنامہ پیغام دہلی مئی 1936ء

71 ماہنامہ ضیائے حرم، تحریک ختم نبوت 1974ء، ادارہ ضیائے حرم لاہور

72 ماہنامہ کنزالایمان، مولانا نعیم طاہر رضوی، ستمبر 2007ء لاہور

73 ماہنامہ لانبی بعدی مجاہدین ختم نبوت نمبر، مدیر: سردار محمد خان لغاری

74 سہ ماہی انوار رضا، ملک محبوب الرسول قادری، ج 2، انٹرنیشنل غوثیہ فورم جوہر آباد خوشاب

75 مجلہ معارف اولیاء، ختم نبوت نمبر، ڈاکٹر طاہر رضا بخاری، ج 15، شمارہ 1، اپریل تا جون 2018ء، مطبع شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور

76 مجلہ الحقیقۃ، تحفظ ختم نبوت نمبر، ج 1، سید صابر حسین شاہ بخاری، شیران اسلام پاکستان (شکر گڑھ) 2012ء

77 مجلہ الحقیقۃ، تحفظ ختم نبوت نمبر، جلد 2، سید صابر حسین شاہ بخاری، شیران اسلام پاکستان (شکر گڑھ) 2019ء

78 مجلہ المنتہیٰ جولائی تا ستمبر 2017ء، غلام دستگیر فاروقی

79 مجلہ المنتہیٰ، غلام دستگیر فاروقی، جولائی تا ستمبر 2018ء

80 مجلہ المنتہیٰ،غلام دستگیر فارقی،قادیانیت پر آخری ضرب نمبر،جنوری تا جون 2021ء لاہور

قادیانی کتب:

81 روحانی خزائن،مرزا غلام احمد قادیانی،ج22،ج11

82 سیرت المہدی،مرزا بشیر احمد ایم اے،ج1،نذرات اشاعت ربوۃ پاکستان

83 تاریخ احمدیت،دوست محمد شاہد،ج1

84 تاریخ احمدیت،دوست محمد شاہد،ج2

85 تذکرہ

86 پیغام صلح،ج24،نمبر 3،63اکتوبر 1936ء

87 اخبار الفضل،ج2 نمبر 47،مؤرخہ 26 نومبر 1914ء

88 اخبار الفضل،ج2 نمبر 82،مؤرخہ 27 دسمبر 1914ء

89 اخبار الفضل،ج2 نمبر 130،مؤرخہ 22 اپریل 1915ء

90 اخبار الفضل،ج2 نمبر 147،مؤرخہ یکم جون 1915ء

91 اخبار الفضل،ج24 نمبر 63،مؤرخہ 13 اکتوبر 1936ء

92 اخبار الفضل،ج24 نمبر 133،مؤرخہ 3 دسمبر 1936

نقشِ اوّلیں

محبت رسول ﷺ کی انمول دولت سے مالامال مجاہد ختم نبوت

جناب خواجہ غلام دستگیر فاروقی صاحب ایک جید عالم دین، باکمال خطیب اور ثقہ مصنف ہیں۔ وہ 'آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے' کے مصداق کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ وہ کئی اہم کتابوں اور کتابچوں (کتابیاتِ ختم نبوت، تاجدارِ گولڑہ اور جہاد ختم نبوت، پیش گوئیاں، انصاف کیجیے، سوزِ دل، آئینہ قادیانیت) کے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ علمی و تحقیقی مجلہ المنتہٰی کے مدیرِ اعلیٰ بھی ہیں۔ وہ لکھنے سے پہلے سوچتے ہیں، تحقیق کی وادی میں سرگرداں ہوتے ہیں، پھر مستند مواد اکٹھا کرتے ہیں، اسے تولتے ہیں، سنوارتے ہیں اور آخر میں اسے آخری شکل عطا کرتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب 'اوّلیاتِ ختمِ نبوت' جناب خواجہ غلام دستگیر فاروقی کی تازہ تصنیف ہے جو نہایت علمی، تحقیقی اور دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ محنت و مہارت کا خوبصورت نمونہ بھی ہے۔ یوں تو تحفظ ختم نبوت اور ردِّ قادیانیت پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں مگر ایسی کتاب جس کا محور یا مرکز ختم نبوت سے متعلقہ تمام حالات و واقعات کا نقشِ اوّلیں ہو، مفقود ہے یا ڈھونڈے سے ہی ملتی ہے۔ 324 صفحات پر مشتمل یہ کہکشاں 50 سے زائد متنوع موضوعات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ کتاب ایمان افروز معلومات کی وسیع و عریض کائنات ہے جس کے مطالعہ سے قاری اس کے سحر میں جکڑ جاتا ہے۔ اس طرح کی تخصیصی معلومات اکٹھی کرنا جگر کاری کا کام ہے۔ تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے والے کارکنان کے لیے یہ معلوماتی کتاب بے حد کارآمد اور ناگزیر ہے۔ ایسی جامع اور مرقع کتاب نہ صرف پڑھنے بلکہ قریبی دوستوں کو بہترین تحفہ پیش کرنے کے لائق ہے۔ آخر میں جناب فاروقی صاحب کی درویشانہ طبیعت کے تناظر میں حضرت علامہ محمد اقبالؒ کا یہ شعر پیش کرتے ہوئے دلی انبساط محسوس کرتا ہوں۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

بہ احترامات فراواں
محمد متین خالد، لاہور

ناشر: کُتب خانہ خیریّہ
دربارِ عالیہ مُرشد آباد شریف پشاور شہر